نعت نمبر

سہ ماہی اسلام آباد

ادبیات

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

احمد انور

شمارے کا مصور

احمد انور نے 1980ء میں کراچی سینٹرل انسٹی ٹیوٹ آف آرٹ اینڈ کرافٹ سے فائن آرٹ میں ڈپلوما کی سند حاصل کی۔ سنگاپور سے ٹیکسٹائل ڈیزائننگ کا کورس بھی کیا۔ 1983ء میں پنجاب آرٹس کونسل لاہور میں ان کی سولو پینٹنگز جو زیادہ کیلی گرافی پر مشتمل تھیں کی نمائش ہوئی۔ دوسری نمائش 1983ء ہی میں کراچی میں پاکستان امریکن کلچرل سینٹر میں گل جی کے ہاتھوں افتتاح کے بعد منعقد ہوئی۔ حال ہی میں احمد انور اپنی مختلف اقسام کی پینٹنگز کی نمائش ترکی، ایران، الجزائر، تیونس اور ایران میں کر کے واپس پلٹے اور انہوں نے لیکچر بھی دیے۔ مستقبل قریب میں فرانس، تیونس، الجزائر اور مصر کی دعوت پر ان میں نمائش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

احمد انور نے اپنی کیلی گرافک پینٹنگز میں انتہائی مہارت کے ساتھ محرابوں (Arches) دائرے، ہلال، کھجور کے درخت، دروازے، سورج، گنبد کی اشکال کو ایک استعارے کی صورت استعمال کر کے اپنی پینٹنگز کو معنوی لحاظ سے ایک انفرادیت بخشنے کی کامیاب کوشش کی اس کے ساتھ ساتھ رنگوں کے انتہائی متناسب برجستہ استعمال نے اس کے ظاہری تاثر کو پر تاثیر کر دیا جو دیکھنے والے کی نظر پر بار نہیں گزرتا بلکہ خوبصورت تاثر چھوڑتا ہوا گزر جاتا ہے۔ احمد انور کی کیلی گرافک کا زیادہ تر کام خط کوفی میں کیا گیا ہے۔

احمد انور نے بھارت کے مصور و مجسمہ ساز HATKAR سے مجسمہ سازی (Sculpture) سیکھی تاہم اسلامی ماحول کی وجہ سے اسے ایک خاص دائرے تک محدود رکھا۔ احمد انور "عبدالرحمان چغتائی" "صادقین" "خلیل" اور "زین احمد" سے متاثر ہیں مگر خوشی کی بات یہ ہے کہ ان کی پینٹنگز میں ان سے متاثر ہونے کا عمل نظر نہیں آتا۔ احمد انور نے اپنے تخلیقی وجدان سے اپنی پینٹنگز کے کئی انداز اپنائے ہیں اور یہی ان کی کامیابی اور جداگانہ ثابت ہونے کی دلیل ہے۔

(ا۔ج)

سہ ماہی

ادبیات

شمارہ نمبر 101، جنوری تا جون 2014

نعت نمبر

اکادمی ادبیات پاکستان

پطرس بخاری روڈ، H-8/1، اسلام آباد

ضروری گزارشات

☆ مجلے میں غیر مطبوعہ تحریریں شامل کی جاتی ہیں جن کی اشاعت پر شکریے کے ساتھ اعزازیہ بھی اہلِ قلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

☆ شاملِ اشاعت نگارشات کے نفسِ مضمون کی تمام تر ذمہ داری لکھنے والوں پر ہے۔ ان کی آراء کو اکادمی ادبیات پاکستان کی آراء نہ سمجھا جائے۔

☆ نگارشات ان پیج فارمیٹ میں بذریعہ ای میل اس ایڈریس پر بھیجی جا سکتی ہیں:

adabiyaat@pal.gov.pk

قیمت فی شمارہ: -/100 روپے (اندرون ملک) 40 امریکی ڈالر (بیرون ملک)

سالانہ (4 شماروں کے لیے) -/400 روپے (اندرون ملک) 160 امریکی ڈالر (بیرون ملک)

(رسالہ اندرون ملک بذریعہ رجسٹری اور بیرون ملک بذریعہ ہوائی ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ ڈاک خرچ ادارہ خود ادا کرتا ہے)

قیمت موجودہ شمارہ: -/200 روپے

طباعت: طارق شاہد 051-9250585

ترسیل: میر نواز سولنگی 051-9250578

مطبع: پاکستان پوسٹ فاؤنڈیشن پریس، اسلام آباد۔

ناشر: اکادمی ادبیات پاکستان، H-8/1، اسلام آباد

website: pal.gov.pk

فہرست

انتخاب

عربی نعت (انتخاب)

فارسی نعت (انتخاب)

اردو نعت

قبل از قیام پاکستان (انتخاب)

پاکستانی نعت (انتخاب)

پاکستانی نعت (کلامِ تازہ)

تراجم

براہوی

بلوچی

پشتو

پنجابی

سرائیکی

سندھی

گوجری

ہندکو

☆ ☆ ☆ ☆

سیدنا حضرت عبدالمطلبؓ

اوصیک یا عبد مناف بعدی
بموحد بعد ابیه فرد
فارقه وهو ضجیع المهد
وکنت کالام له فی الوجد
تدنیه من احشائها و الکبد
حتی اذا خفت مداد الوعد
اوصیت ارجی اهلنا للرفد
بابن الذی غیبته فی اللحد
بالکره منی ثم لا بالعمد
فقال لی والقول ذو مرد
ما ابن اخی ما عشت فی معد
الا کادنی ولدی فی العود
عندی اری ذلک باب الرشد
بل احمد قد یرتجی للرشد
وکل امر فی الامور ود
قد علمت علام اهل العهد
ان ابنی سید اهل النجد
یعلو علی ذی البدن الاشد

ترجمہ:

۱۔ اے عبد مناف (ابوطالب) میں اپنے بعد اس موحد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں جو اپنے باپ کی وفات کے بعد اکیلا رہ گیا ہے۔

۲۔ اس کا باپ اس حال میں اسے داغ مفارقت دے گیا کہ وہ ابھی گہوارے میں سونے والا تھا اور میں نے اس حالت میں اس کی سرپرستی کی کہ میں اس کے لیے بمنزلہ ماں کے تھا۔

۳ جو اپنے جسم و جان سے زیادہ و بچے کو عزیز رکھتی ہے یہاں تک کہ میں اجل کے وعدہ کی سیدھی سے خائف اور بے بس ہو گیا۔

۴ اور میں نے اس بارہ میں اپنے اہل بیت کو وصیت کی اس بیٹے کی وجہ سے جو مجھ سے قبل ہی قبر میں چھپ گیا ہے۔

۵۔ میں نے ایسا عمداً نہیں کیا بلکہ مجبوری کی بنا پر کیا ہے۔ عبد مناف نے اس وصیت کو قبول کیا اور قول و قرار پختہ ہی ہوا کرتا ہے۔

۶۔ اس نے کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں میرے بھائی کے بیٹے کو کوئی آنچ نہیں آنے پائے گی بلکہ میں اس کے ساتھ بیٹے کی طرح محبت کروں گا۔

۷۔ میں اسے اپنے پاس رشد و ہدایت کا دروازہ سمجھتا ہوں بلکہ ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے لیے احمدؐ سے امیدیں وابستہ کی جائیں گی۔

۸۔ عہد و پیمان کرنے والے جانتے ہیں کہ محبت تو سب امور میں سے بہترین ہے۔

۹۔ بیشک میرا بیٹا اہل نجد کا سردار ہے وہ بہادر نوجوانوں پر غلبہ حاصل کرے گا۔

☆☆☆☆

الم ترنی من بعد ھم ھممته
بفرقة حر الوالدین کرام
باحمد لما ان شددت مطیتی
برحلی وقد ودعته بسلام
بکی حزنا والعیس قد فصلت بنا
واخذت بالکفین فضل زمام
ذکرت اباہ ثم رقرقت عبرۃ
تجود من العینین ذات سجام
فقلت تروح راشداً فی عمومۃ
مواسین فی الباساء غیر لئام
فرحنا مع العیر التی راح اھلھا
شامی الھوی والاصل غیر شامی
فلما ھبطنا ارض بصریٰ تشرفوا
لنا فوق دور ینظرون جسام
فجاء بحیرا عند ذالک حاشدا
لنا بشراب طیب و طعام
فقال اجمعوا اصحابکم لطعامنا
فقلنا جمعنا القوم غیر غلام
یتیم، فقال ادعوہ ان طعامنا
کثیر، علیہ الیوم غیر حرام
فلما راٰہ مقبلا نحو دارہ
یوقیہ حر الشمس ظل غمام
حنا راسہ شبہ السجود و ضمہ
الی نحرہ والصدر ای ضمام

واقبل رکب بطلیون الذی رای
بحیرا من الاعلام وسط خیام
فثار الیهم خشیۃ المعر امهم
وکانوا ذوی دهی معاد عرام
دریسا و تماما وقد کان فیهم
زبیرا وکل القوم غیر نیام
فجاؤا وقد هموا بقتل محمدٌ
فردهم عنه بحسن خصام
بتاویله التوراۃ حتی تفرقوا
وقال لهم ما انتم بطغام
فذالک من اعلامه وبیانه
ولیس نهار واضح کظلام

ترجمہ:

۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ میں نے شریف والدین کے برگزیدہ بیٹے سے جدائی کا قصد کیا ہوا تھا۔

۲۔ یعنی احمدؐ سے جب میں نے اپنی سواری پر کجاوہ باندھا اور اسے سفر کے لیے تیار کیا میں نے سلامتی کے ساتھ احمدؐ کو الوداع کہا۔

۳۔ وہ غم سے رو پڑے اس حال میں کہ سرخی مائل سفید اونٹوں کا قافلہ روانہ ہوا اور دونوں ہتھیلیوں سے میری ہاتھ کی مہار پکڑ لی گئی۔

۴۔ مجھے اس کا باپ یاد آ گیا، میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور میں زار و قطار رونے لگا۔

۵۔ میں نے اس سے کہا، راحت و آرام کے ساتھ اپنے چچاؤں کے ساتھ چلو جو سب و آرام میں گوارا کرنے والے ہیں اور ملامت زدہ نہیں ہیں۔

۶ ہم اس قافلے کے ساتھ نکلے جس نے اس حال میں کوچ کیا کہ قافلہ والے محبت و شفقت کو بدفالی خیال کرتے تھے حالانکہ در حقیقت بدشگونی کا کوئی وجود نہیں ہے۔

۷ جس وقت ہم نے سرزمین بصریٰ میں ڈیرہ ڈالا تو ہماری وجہ سے قافلہ والوں کی عزت افزائی ہوئی اور وہ

تناور معلوم ہوتے تھے۔

۸۔ اس وقت بحیرا (راہب) آیا اور اس نے ہمیں پاک مشروبات اور کھانے کی پیشکش کی۔

۹ اس نے کہا ہمارے کھانے میں اپنے سب ساتھیوں کو لے آؤ اور ہم نے کہا ہم سب موجود ہیں سوائے ایک لڑکے کے

۰ جو یتیم ہے اس نے کہا اس لڑکے کو بھی بلا لاؤ کیونکہ کھانا کافی مقدار میں ہے اور لڑکے کے لیے بھی حلال ہے۔

۔ جب بحیرا نے اپنے گھر کی طرف اس لڑکے کو اس حال میں آتے دیکھا کہ بادل کا سایہ دھوپ سے اس کا بچاؤ کیے ہوئے تھا۔

۲۔ اس نے اپنے سر کو سجدہ کی طرح نیچے جھکا دیا اور آپ کو اپنے گلے اور سینے سے لگا لیا۔

۳۔ اور یہود کا ایک وفد بھی آپ کو پہچان کی نشانات کے در پے تھے جن کو بحیرا نے نجموں کے درمیان دیکھا تھا۔

۱۴۔ ان کی بدخوئی کے ڈر سے بحیرا نے ان کو دوست بنایا۔ وہ چالباز اور کثیر التعداد تھے۔

۱۵۔ ان میں دریس تمام اور زبیر تھے اور وہ سب کے سب ہوشیار اور غضب ناک کرنے والے تھے۔

۶۔ وہ سب کے سب محمد کو قتل کرنے کی غرض سے آئے لیکن بحیرا نے حسن تدبیر سے ان کو اس اقدام سے باز رکھا۔

۷۔ بحیرا نے انہیں تورات پڑھ کر نصیحت کی یہاں تک کہ وہ منتشر ہو گئے۔ اور بحیرا نے انہیں کہا کہ تم نااہل اور کمینے لوگ نہیں ہو۔

۱۸۔ پس یہ اس کے نشانات اور علامات میں سے ہے اور روشن دن تاریکی کی طرح نہیں ہوتا۔

☆☆☆☆

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ

وقال النبي ولم يزل يوقرني
ونحن في سدف من ظلمة الغار
لاتخشى شيئا فان الله ثالثنا
وقد توكل لي منه باظهار
وانما كيد من تخشى بوادره
كيد الشيطن كادته لكفار
والله مهلكهم طرا بما كسبوا
وجاعل المنتهى منهم الى النار
وانت مرتحل عنهم وتاركهم
اما غدوا واما مدلج سار
وهاجر ارضهم حتى يكون لنا
قوم عليهم ذوو عز وأنصار
حتى اذا الليل وارتنا جوانبه
وسد من دون من تخشى بأستار
سار الأريقط يهدينا وأينقه
ينعبن بالقوم نعبا تحت اكوار
يعسفن عرض الثنايا بعد أطولها
وكل سهب رقاق الترب موار
حتى اذا قد انجدن عارضها
من مدلج فارس في منصب وار
يردي به مشرف الاقطار معتزم
كالسيد ذي اللبدة المستأسد الضاري
فقال كروا فقلت ان كرتنا
من دونها لك نصر الخالق الباري

ان يخسف الارض بالأحوى وفارسه

فانظر الى اربع فى الارض غوار

فهل لما راتى آن ارساغ مغربه

قد سخن فى الارض لم يحفر بمحفار

فقال هل لكم ان تطلقوا فرسى

تاخذون موثقى فى نصح أسرار

واصرف الحى عنكم ان لقيتهم

وآن اغور منهم عن غوار

فادعوا الذى هو عنكم كف عورتنا

يطلق جوادى و انتم خير ابرار

فقال قولا رسول الله مبتهلاً

يارب ان كان منه غير اخفار

فنجه سالما من شر دعوتنا

و مهره مطلقا من كلم آثار

فاظهر الله اذ يدعو حوافره

وفاز فارسه من هول اخطار

ترجمہ:

۱۔ نبی کریمؐ نے فرمایا، اور آپؐ ہمیشہ میری عزت فرماتے تھے، اور ہم غار کی تاریکی میں تھے۔

۲۔ تم کسی چیز سے نہ ڈرو، بے شک اللہ ہمارے تیسرے ہیں اور وہ ہمارے وکیل ہیں۔

۳۔ اور بے شک ان لوگوں کا مکر و فریب جن کے حصوں سے ڈرایا جاتا ہے۔ وہ شیطانوں کے چھپاؤ اور مکر ہیں جو کافروں کے لیے کیے جاتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو اپنے اعمال کے سبب ہلاک کرنے والے ہیں اور ان کا انجام آگ بنانے والے ہیں۔

۵۔ اور آپؐ ان کو چھوڑنے والے اور ان سے جانے والے ہیں، صبح کے وقت یا رات کے وقت چلنے والے ہیں۔

۶۔ اور آپؐ ان کی زمین سے ہجرت کرنے والے ہیں، یہاں تک کہ ان کے مقابلے ہمارے لیے ایک ایسی قوم ہوگی جو عزت والی اور مدد کرنے والی ہوگی۔

۷ یہاں تک کہ جب رات نے ہم کو چھپایا، اور جن سے ہم ڈرتے تھے، رات نے ان کے درمیان اور ہمارے درمیان پردے لٹکا دیے۔

۸ ارقط ہمیں راستہ دکھاتے تھے، اور اس کی اونٹنیاں پالان کے نیچے گردنیں لمبی کرتی ہوئی چل رہی تھیں

۹ لمبے لمبے پہاڑوں میں چلنے کے بعد چوڑے چوڑے پہاڑوں اور تمام باریک مٹی والے بیابانوں میں چلتی تھیں

۱۰ یہاں تک کہ وہ اونٹنیاں نجد کے علاقے میں چل رہی تھیں، کہ تاریکی میں چلنے والا ایک سوار نمودار ہوا

۱۔ وہ گھوڑا بلند مقامات پر دور دور قدم رکھتا ہوا دوڑتا تھا، اور وہ سوار شیر کی طرح آیال رکھنے والے سردار کی طرح تھا۔

۲۔ تو اس نے کہا کہ حملہ کرو، تو میں نے کہا ہمارا اس پر حملہ کرنا آپ کے لیے خالق و باری کی طرف سے مدد ہے۔

۳۔ ایک آواز کے ساتھ اس کا گھوڑا اور سوار زمین کے اندر دھنس گئے، دیکھو اس کی چاروں ٹانگیں زمین کے اندر دھنس گئی ہیں۔

۴۔ پس وہ سمجھ گیا کہ جب اس نے اپنے گھوڑے کی ٹانگیں زمین میں دھنستی ہوئی دیکھیں اور زمین میں سخت ہوگئی تھیں اور کسی کدال کے ذریعے نہیں نکالی جاسکتی تھیں۔

۵۔ تو اس سوار نے کہا کہ کیا آپ کو رغبت ہے، کہ میرے گھوڑے کو چھڑا لیں، اور اس کے بدلے میں خیر خواہی کا پکا عہد مجھ سے لے لیں۔

۶۔ اور آپؐ کی طرف آنے والے قبائل کو پھیر دوں، اگر میں ان سے مل لوں اور ان (میں سے حملہ کرنے والے) کی آنکھیں پھوڑ دوں۔

۱۷۔ پس آپؐ اس ذات سے دعا کیجیے، جس نے آپؐ سے ہمارے حملہ کو روکا ہے کہ وہ میرے گھوڑے کو آزاد کردے اور آپ بہترین لوگ ہیں۔

۸ پس رسول اللہؐ نے خوش ہو کر دعا فرمائی کہ اے رب! اگر اس کی طرف سے بے وفائی نہ ہو

۱۹ تو اس کو ہماری بددعا سے صحیح و سالم طور پر نجات دے، اور اس کے گھوڑے کو بھی زخمی ہونے سے آزاد فرما

۲۰ جب آپؐ دعا فرما رہے تھے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کے کمر ظاہر فرمائے، اور اس کا گھوڑا خطروں کے خوف سے نجات پانے میں کامیاب ہوگیا۔

☆☆☆☆

سیّدنا حضرت عمر فاروقؓ

الم تر ان اللہ اظہر دینہ
علیٰ کل دینٍ قبل ذالک حائم
و اسلبہ من اہل مکۃ بعدما
تداعوا الیٰ امرٍ من الغی فاسم
غداۃ اجال الخیل فی عرصاتہا
مسومۃً بین الزبیر و خالد
فامسیٰ رسول اللہ قد عزّ نصرہ
و امسیٰ عداہ من قتیلٍ و شارد

ترجمہ:

۱۔ کیا نہیں دیکھا تم نے کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کر دیا
۲۔ ہر اس دین پر جو اس سے پہلے تھا حق سے پھرا ہوا
۳۔ اور اللہ نے اہل مکہ کو محروم کر دیا حضورؐ سے جب
۴۔ ان لوگوں نے گمراہی کے خیالِ فاسد یعنی قتل پر کمر باندھی
۵۔ اور پھر وہ صبح، جب گھوڑے اس کے میدانوں میں جولانیاں دکھانے لگے
۶۔ جن کی باگیں چھوٹی ہوتی تھیں، زبیر و خالد کے درمیان
۷۔ پس رسول اللہ کو اللہ کی نصرت نے غلبہ بخشا
۸۔ اور ان کے دشمن مقتول ہوئے اور شکست کھا کے بھاگے

☆ ☆ ☆ ☆

سیّدنا حضرت عثمان غنیؓ

فیا عینی ابکی ولا تسأمی

وحق البکآءُ علی السید

ترجمہ

تو اے میری آنکھ آنسو بہا اور نہ تھک

اپنے سردار پر آنسو بہانا تو لازم آچکا

☆☆☆☆

سیّدنا حضرت علی المرتضیٰؓ

امن بعد تکفین النبی ودفنه

باثوابه اسی علی هالک سوی

رزأنا رسول الله فینا فلن نری

بذالک عدیلا ما حیینا من الردی

وکان لنا کالحصن من دون اهله

له معقل حرز حریز من العدی

وکنا بمرآه نری النور والهدی

صباحا مساء راح فینا او اغتدی

لقد غشیتنا ظلمة بعد موته

نهارا فقد زادت علی ظلمة الدجی

فیا خیر من ضم الجوانح والحشا

ویا خیر میت ضمه الترب والثری

کان امور الناس بعدک ضمنت

سفینة موج حین فی البحر قد سما

فضاق فضاء الارض عنهم برحبه

لفقد رسول الله اذ قیل قد مضی

ترجمہ

۱۔ کیا نبی کریمؐ کی تکفین مدفین کے بعد کسی اور مرنے والے پر افسوس کروں گا؟

۲۔ نبی کریمؐ ہمیں دائمی مفارقت دے گئے، پس ہم جب تک جئیں گے، اس مصیبت کے برابر مصیبت کو نہیں دیکھیں گے

۳۔ آپؐ ہمارے لیے قلعے کی مانند تھے، جس میں پناہ لینے والے محفوظ ہوتے ہیں۔

۴ ہم ایک آئینے کے سامنے تھے، جب بھی آپ صبح وشام آتے جاتے، ہم نور اور ہدایت کو صبح وشام دیکھتے تھے۔

۵ آپؐ کی موت کے بعد ہم پر دن کے وقت تاریکی چھا گئی، اور اس تاریکی پہ مزید تاریکی کا اضافہ ہوا

۶۔ پس اے بہترین ذات، جو پسلیوں کے درمیان رہی، اور اے بہترین میت جو مٹی کے اندر رہی۔

۷۔ گویا آپؐ کے تشریف لے جانے کے بعد لوگوں کے معاملات ایک ایسی کشتی میں ہو گئے جو سمندر میں بلند موجوں میں گھر گئی ہو۔

۸۔ پس زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگ ہو گئی۔ جب یہ کہا گیا کہ رسولؐ نے پردہ فرمایا۔

☆☆☆☆

حضرت عائشہ صدیقہؓ

متیٰ یبدُ فی الداجی البھیم جبینہ

یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

فمن کان او من قد یکون کاحمد

نظام لحقٍ او نکال لملحدٖ

ترجمہ

۱۔ اندھیری رات میں ان کی پیشانی نظر آتی ہے

۲۔ تو اس طرح چمکتی ہے جیسے روشن چراغ

۳۔ احمد مجتبیٰؐ کے جیسا کون تھا اور کون ہوگا

۴۔ حق کا نظام قائم کرنے والا اور ملحدوں کو سراپا عبرت بنادینے والا

☆☆☆☆

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ

ألا يا رسول الله كنت رجائنا

وكنت بنا برا ولم تك جافيا

وكنت رحيما هاديا ومعلما

ليبك عليك من كان باكيا

لعمرك ما أبكي النبي لفقده

ولكن أخشى من الهرج آتيا

كأن على قلبي لذكر محمد

وما خفت من بعد النبي المكاويا

أفاطم صلى الله رب محمد

على جدث أمسى بيثرب ثاويا

فدى لرسول الله أمي وخالتي

وعمي وآبائي ونفسي وماليا

صدقت وبلغت الرسالة صادقا

ومت صليب العود أبلج صافيا

فلو أن رب الناس أبقى نبينا

سعدنا ولكن أمره كان ماضيا

عليك من السلام تحية

وأدخلت جنات من العدن راضيا

أرى حسنا أيتمته وتركته

يبكي ويدعو جده اليوم نائيا

ترجمہ

۱۔ اے رسول اللہؐ آپؐ ہماری امید تھے، اور آپؐ ہمارے اوپر مہرباں تھے، اور ظلم کرنے والے نہیں تھے

۲۔ آپؐ رحیم، ہادی، اور معلم تھے، جس کو رونا ہو تو آپؐ ہی پر روئے

۳ آپ کی قبر کی قسم میں نبی کریمؐ کی وفات کی وجہ سے نہیں روتی بلکہ آنے والے فتنہ وفساد سے ڈرتی ہوں

۴۔ میرے دل پر حضرت محمدؐ کی فکر ہے، اور نبیؐ کے بعد کسی مصیبت سے نہیں ڈرتی۔

۵۔ اے فاطمہؓ محمدؐ کا رب اس قبر پر رحمت فرمائے، جو یثرب (مدینہ منورہ) میں موجود ہے۔

۶۔ میری ماں، خالہ، چچا اور میرے آباء واجداد اور نفس ومال رسول اللہؐ پر فدا ہوں۔

۷۔ آپؐ سچے ہیں، اور آپؐ نے پیغام کو سچائی کے ساتھ پہنچایا۔

۸۔ پس اگر لوگوں کا رب ہمارے نبیؐ کو باقی رہنے دیتا، تو ہم خوش قسمت ہوتے، لیکن اس کا امر نافذ ہی رہتا ہے۔

۹۔ آپؐ پر سلام ہو، اور آپؐ ہمیشہ کی اقامت والی جنتوں میں خوش خوش داخل ہوں۔

۰۔ میں حسنؓ کو دیکھتی ہوں کہ آپؐ نے ان کو یتیم چھوڑا، روتے ہیں اور اپنے نانا کو پکارتے ہیں۔

☆☆☆☆

حضرت سیدہ فاطمہ الزہراؓ

انا فقدناک فقد الارض وابلها
وغاب مذغبت عنا الوحی والکتب
فلیت قبلک کان الموت صادفنا
لما نعیت و حالت دونک الکثب

ترجمہ

۱۔ بے شک آپ کو ہم نے کھو دیا یا کھونا جس طرح بارش زمین میں کھو جاتی ہے۔

۲۔ کاش! آپ سے پہلے موت ہمارے پاس آجاتی، اور آپ کی موت کی اطلاع ہم تک نہ پہنچتی، اور آپ اور ہمارے درمیان مٹی حائل نہ ہوتی۔

☆☆☆☆

سیدنا حضرت کعب بن مالکؓ

سائل قریشا غداة السفح من احد

ما ذا لقینا ما لاقوا من الهرب

کنا الاسود وکانوا النمر اذ زحفوا

ما ان نراقب من آل ولا نسب

فکم ترکنا بها من سید بطل

حامی الذمار کریم الجد والحسب

فینا الرسول شهاب ثم یتبعه

نور مضیء له فضل علی الشهب

الحق منطقه والعدل سیرته

فمن یجبه الیه ینج من تبب

نجد المقدم، ماضی الهم، معتزم

حین القلوب علی رجف من الرعب

یمضی وینصرنا عن غیر معصیة

کأنه العبد لم یطبع علی الکذب

بدا لنا فاتبعناه نصدقه

وکذبوه فکنا اسعد العرب

ترجمہ:

قریش سے پوچھو، کہ احد (کے جہاد) کے دن ہم نے کیا حاصل کیا اور انہوں نے بھاگ کے کیا حاصل کیا

۲ ہم شیر تھے اور وہ چیتے تھے، جب میدانِ جنگ میں آئے اور ہم آل و نسب کی نگہبانی نہیں کرتے تھے

۳ ہم نے کتنے بہادر سردار اس (میدانِ احد) میں چھوڑے جو قابلِ حفاظت چیز کی حفاظت کرنے والے اور نسل و نسب کے لحاظ سے بہت اچھے تھے۔

۴۔ ہم میں رسولؐ ہیں، جو شہاب ہیں، پھر اس کے پیچھے ایک روشن گر نور ہوتا ہے۔

۵ آپؐ کی بات حق اور آپ کی سیرت عدالت ہے پس جو بھی آپؐ کے نقشِ قدم پر چلے گا، ہلاکت سے نجات پائے گا۔

۶۔ ہم آپؐ کو آگے خوب تیر چلانے والا اور اولوالعزم پاتے ہیں، اس وقت جب کہ دل خوف و رعب کی وجہ سے لرزتے ہیں۔

۷۔ آپؐ اپنا کام کرتے جاتے ہیں۔ اور بغیر کسی گناہ کے ہماری حفاظت کرتے ہیں۔ گویا آپؐ بندے ہیں، جن کی سرشت میں جھوٹ نہیں ہے۔

۸۔ آپؐ ہمارے سامنے حاضر ہوئے۔ تو ہم نے آپ کی پیروی کی اور آپؐ کی تصدیق کی اور انہوں نے آپؐ کو جھٹلایا تو ہم عرب میں سب سے زیادہ سعادت مند تھے۔

☆☆☆☆

سیّدنا حضرت حسان بن ثابتؓ

اغر عليه للنبوة خاتم
من الله مشهود يلوح ويشهد
وضم الاله اسم النبي الى اسمه
اد قال في الخمس المؤذن أشهد
وشق له من اسمه ليجله
فذو العرش محمود وهذا احمد
نبي آتانا بعد يأس وفترة
من الرسل والأوثان في الارض تعبد
فأمسى سراجا مستنيرا وهاديا
يلوح كما لاح الصقيل المهند
وأنذرنا نارا وبشر جنة
وعلمنا الاسلام فالله نحمد
وانت اله الحق ربي وخالقي
بذلك ما عمرت في الناس اشهد
تعاليت رب الناس عن قول من دعا
سواك الها انت أعلى وامجد
لک الخلق والنعماء والأمر كله
فاياک نستهدي واياک نعبد

ترجمہ

آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہر نبوت چمک رہا ہے، جس کی گواہی دی گئی ہے اور جو چمکتا ہے

۲ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کا نام اپنے نام کے ساتھ مربوط کیا ہے، جب بھی موذن پانچوں وقت (اذان دیتے وقت) "اشہد" کہتا ہے۔

۳ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے آپ ؐ کا نام نکالا تا کہ آپ ؐ کی عظمت ظاہر ہو۔ پس عرش والا محمود اور آپ محمدؐ ہیں۔

۴ ہمارے پاس ناامیدی اور سلسلۂ نبوت کے طویل وقفے کے بعد رسولوں میں سے ایک نبی تشریف لائے۔ اور حال یہ تھا کہ زمین میں بتوں کی عبادت کی جاتی تھی۔

۵۔ آپؐ ایک روشن چراغ اور ھادی بن کر آئے۔ آپؐ ایسے درخشاں تھے، جیسے کہ ہندی تلوار چمکتی ہے۔

۶۔ آپؐ نے ہمیں آگ سے ڈرایا اور جنت کی بشارت دی اور ہمیں اسلام سکھایا، پس ہم اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں۔

۷۔ اور تو لوگوں کا معبود، میرا رب اور خالق ہے اور تادمِ زیست میں اس کی گواہی دیتا رہوں گا۔

۸۔ اے لوگوں کے رب تو ہر اس شخص کے قول سے بہت بلند اور پاک ہے، جو تیرے سوا کسی دوسرے کو معبود ٹھہراتا ہے، تیری شان اعلیٰ اور بڑی ہے۔

۹۔ اے اللہ! تیرے قبضہ قدرت میں مخلوق، نعمتیں اور تمام امر ہیں اور ہم تجھ ہی سے ہدایت کی درخواست کرتے ہیں اور تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

☆☆☆☆

حضرت کعب بن زہیرؓ

تسعی الوشاۃ بجنبیھا وقولھم

انک یا ابن ابی سلمی لمقتول

وقال کل خلیل کنت آملہ

لا الھینک انی عنک مشغول

فقلت خلوا سبیلی لا ابالکم

فکل ما قدر الرحمن مفعول

کل ابن انثی وان طالت سلامتہ

یوما علی آلۃ الحدباء محمول

انبئت ان رسول اللہ اوعدنی

والعفو عند رسول اللہ مامول

مھلا ھداک اللہ الذی اعطاک نافلۃ

القرآن فیھا مواعظ وتفصیل

لا تاخذنی باقوال الوشاۃ ولم

اذنب وان کثرت فی الأقاویل

لقد اقوم مقاما لو یقوم بہ

اری واسمع ما لو یسمع الفیل

لظل یرعد الا ان یکون لہ

من النبی باذن اللہ تنویل

ان الرسول لنور یستضاء بہ

وصارم من سیوف اللہ مسلول

ترجمہ:

اس کے ساتھ بیٹھنے والے چغل خور چغلی کرنے میں کوشش کرتے ہیں اور ان کا یہ قول ہے کہ اے ابن ابی سلمی تم ضرور قتل کیے جاؤ گے

۲ اور ہر دوست نے جس کی دوستی کی میں امید رکھتا تھا کہا تجھے یہ بات غفلت میں نہ ڈالے کہ میں تجھ سے غافل ہوں۔

۳ تو میں نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تمہارا باپ نہ رہے (باپ مر جائے) کہ جو کچھ رحمان نے مقدر فرمایا ہے۔ ہو کر رہے گا۔

۴ ہر عورت کا بیٹا (ہر انسان) چاہے اس کی عافیت وسلامتی کتنی ہی لمبی ہو بہر حال ایک دن مر کر اس کی لاش کو لکڑیوں پر اٹھایا جائے گا۔ (یعنی قبر میں لے جایا جائے گا)۔

۵۔ مجھے خبر دی گئی کہ رسولؐ نے مجھے ڈرایا ہے۔ حالانکہ رسول اللہؐ کے ہاں عفو کی امید کی جاتی ہے۔

۶۔ ٹھہریئے اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہدایت پر قائم رکھے جس نے آپؐ کو قرآن دیا، جس میں مواعظ اور تفصیل ہیں۔

۷۔ آپؐ میری چغل خوروں کی باتوں پر گرفت نہ فرمایئے، اور میں نے کوئی گناہ نہیں کیا، اگرچہ میرے متعلق باتیں بہت کی گئی ہیں۔

۸۔ میں ایسے مقام میں کھڑا ہوں اور دیکھتا اور سنتا ہوں کہ اگر ہاتھی بھی سن لے تو لرز جائے۔

۹۔ مگر اس وقت کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریمؐ کی طرف سے بخشش اور عطیہ ملے۔

۱۰۔ بے شک رسولؐ ایک نور ہیں۔ جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اور آپؐ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک سونتی ہوئی تلوار ہیں۔

☆☆☆☆

ابو بکر محی الدین ابن العربی

الا بابی من کان ملکا و سیدًا
و آدم بین الماء والطین واقف
فذاک رسول الابطحی محمد
له فی العلا مجد تلید وطارف
اتی بزمان السعد فی آخر المدی
وکانت له فی کل عصر مواقف
اتی لانکسار الدهر یجبر صدعه
فاثنت علیه السن وعوارف
اذا رام امرًا لا یکون خلافه
و لیس لذاک الامر فی الکون صارف

ترجمہ:

۱۔ سنو میرے ماں باپ قربان، وہ فرماں روا اور سردار کون تھا
۲۔ جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے
۳۔ وہی رسول ابطحی محمدؐ
۴۔ جن کو رفعت میں ہر شرف حاصل ہے، قدیم بھی جدید بھی
۵۔ وہ آخری زمانے کی نیک گھڑی میں تشریف لائے
۶۔ حالانکہ ان کو تو ہر زمانے میں مقام موقف حاصل تھا
۷۔ وہ آئے کہ ٹوٹے ہوئے زمانے کی شکستگی کو جوڑ دیں
۸ اور اس پر تو زبانیں ثنا خواں ہیں اور عطیاتِ ربانی بھی
۹ جب وہ ارادہ کر لیتے کسی بات کا تو وہ بات ان کے خلاف نہ جاتی
۱۰ اور پھر اس بات کو اس کائنات میں کوئی پھیرنے والا نہ ہوتا

☆ ☆ ☆ ☆

شرف الدین بوصیریؒ

محمد سید الکونین والثقلین

والفریقین من عرب و من عجم

نبینا الآمر الناهی فلا احد

ابر فی قولِ لا منه ولا نعم

هو الحبیب الذی ترجی شفاعته

لکل هولِ من الاهوال مقتحم

دعا الی الله فالمستمسکون به

مستمسکون بحبلِ غیر منفصم

وفاق النبین فی خلقِ و فی خلقِ

ولم یدانوه فی علمِ ولا کرام

وکلهم من رسول الله ملتمس

غرفاً من البحر او رشفاً من الدیم

ترجمہ:

۱۔ محمدؐ سردار ہیں دونوں جہانوں کے، دونوں اہم مخلوق یعنی جن و انس کے

۲۔ اور عرب و عجم دونوں گروہوں کے

۳۔ آپ ہمارے نبی ہیں اچھائیوں کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے

۴۔ پس آپ کے مقابلے میں ہاں اور نہیں کے اعتبار سے زیادہ سچا کوئی دوسرا نہیں

۵۔ آپؐ ہی اللہ کے وہ حبیب ہیں جن کی شفاعت کی آس

۶۔ ہر خوف و ہراس میں اور قیامت کی شدید گھڑیوں میں لگائی جائے

۷۔ آپؐ نے اللہ کی طرف دعوتِ عام دی پس جن لوگوں نے آپ کا دامن تھام لیا

۸ انہوں نے وہ رسی پکڑ لی جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں

۹ آپؐ صورت و سیرت میں تمام پیغمبروں پر فوقیت رکھتے ہیں

۱۰ اور علم ہو یا کرم کسی میں بھی کوئی بھی آپ کی برابری کو نہ پہنچا

۱۱ اور سب کے سب خواہاں ہیں اللہ کے رسول مقبولؐ سے کہ

۱۲۔ اس دریائے کرم سے ایک چلو اور اس ابرِ رحمت سے ایک قطرہ مل جائے

امیر خسرو دہلویؒ

زہے روشن ز رویت چشم بینش
وجود کیمیائے آفرینش

مبارک نامہ قرآں تو داری
کہ مرغ نامہ شد روح الامینش

چہ بیند مردم ار از خاک پایت
کجا شد سرمہ عین الیقینش

کہ دارد جز تو دست آنکہ باشد
کلید خزنہ فلک در آستینش

رسل را ذات محمد آں خاتم چست
کہ قرآں آمدہ نقش نگینش

لبش چوں انگبیں ریزد در اقد
ملائک چوں مگس در انگبینش

دقائق بجہد خسروؔ ر نحت
پس از آب خضر کردہ عجینش

☆☆☆☆

جلال الدین رومیؒ

سید و سرور محمدؐ نور جاں
بہتر و مہتر شفیع مذنباں
با محمدؐ نور عشق پاک جفت
بہر عشق او را "لولاک" گفت
گر نہ بودے بہر عشق پاک را
کے وجودے دادمے افلاک را
منتہی در عشق او چوں بود فرد
پس مر او را زانبیا تخصیص کرد
پس کرہائے الٰہی بین کہ ما
آمدیم آخر زماں در انتہا
آخریں قرنہا پیش از قرون
در حدیث است آخرون السابقون
تا ہلاک قوم نوح و قوم ہود
عارض رحمت بجاں ما نمود
چند بت بشکست احمدؐ در جہاں
تا کہ یا رب گوئے گشتند اُمتاں
گر نہ بودے کوشش احمدؐ تو ہم
می پرستیدی چو اجدادت صنم
سر ز شکر ایں ازاں بر تافتی
کز پدر میراث مفتش یافتی
گر بگوئی شکر ایں رستن بگو
کز بت باطن ہمت برہاند او
چوں بآزادی نبوت ہادی است
مومناں را زانبیا آزادی است
منکسل از پیغمبرؐ ایام خویش
تکیہ کم کن بر فن و بر کام خویش

شیخ سعدی شیرازیؒ

عرش است کمیں پایہ ز ایوانِ محمدؐ
جبریل امیں خادمِ دربانِ محمدؐ

آں ذاتِ خداوند کہ تجلی است بعالم
پیدا و عیان است بچشمانِ محمدؐ

توریت کہ بر موسیٰ و انجیل بر عیسیٰ
شد محو بیک نقطۂ فرقانِ محمدؐ

از بہر شفاعت چہ اولوالعزم چہ مرسل
در حشر زند دست بدامانِ محمدؐ

یک جان چہ کند سعدیؔ مسکیں کہ دو صد جان
سازیم فدائے سگِ دربانِ محمدؐ

☆☆☆☆

عبدالرحمٰن جامیؒ

السلام اے تیغ تو گوہر دریائے جود
السلام اے تازہ تر گلبرگ صحرائے وجود

السلام اے آنکہ تا از جبہ آدم علیہ السلام تافت
نورِ پاکش کس نبرد از قدسیاں او را سجود

السلام اے آنکہ زنگ ظلمتِ کفر و نفاق
صیقلِ تیغ تو از آئینہ گیتی زدود

السلام اے آنکہ نامد در جہان کون و مکاں
تیز بیناں را بجز نورِ تو در چشم شہود

السلام اے آنکہ بہر فرش راہت یافت مہر
اطلسے راکش زشب کردند تار از روز پود

السلام اے آنکہ ابواب شفاعت روز حشر
جز کلیدِ لطفِ تو بر خلق نتواند کشود

السلام اے آنکہ تا بودم دریں محنت سرائے
در سرم سودائے و در جانم تمنائے تو بود

صد سلامت می فرستم ہر دم اے فخر کرام
بو کہ آید یک علیکم در جواب صد سلام

☆☆☆☆

عبدالقادر بیدلؒ

دل شکار تو یا رسول اللہؐ
جاں نثار تو یا رسول اللہؐ

باغ کونین تازگی دارد
از بہار تو یا رسول اللہؐ

مژۂ ہر فرشتہ جاروب ست
رہ گزار تو یا رسول اللہؐ

عطر سائے جیب باد صبا
شد دو چار تو یا رسول اللہؐ

رفتہ از خویش ہر کہ در عالم
یادگار تو یا رسول اللہؐ

مصحف و اہل بیت را دانم
چار یار تو یا رسول اللہؐ

نزہت چار باغ دین اللہ
راز دار تو یا رسول اللہؐ

عاصیاں را خریدن از دوزخ
ہست کار تو یا رسول اللہؐ

☆☆☆☆

حافظ شمس الدین محمد شیرازی

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر

لا یمکن الثناءُ کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

☆☆☆☆

خواجہ میر درد دہلوی

خواہی کہ شود در دو جہانت بہبود
در بندگیٔ رسولؐ ہاشمی پے نمود

گر فہم کنی و گر نہ فہمی بے شک
حق است ہماں ہرچہ پیمبرؐ فرمود

اے بہر شفاعت دو عالم لائق
دارم ز جناب تو امید واثق

بے شبہ زخورشید حقیقت بہ جہاں
تو مخبر صادق چو صبح صادق

☆☆☆☆

مرزا اسداللہ خاں غالب

حق جلوہ گر ز طرز بیان محمدؐ است
آرے کلامِ حق، بزبان محمدؐ است

آئینہ دار پرتو مہر است ماہتاب
شان حق آشکار، زشان محمدؐ است

تیر قضا ہر آئینہ در ترکش حق است
اما، کشاد آں زکمان محمدؐ است

ہر کس، قسم بہ آنچہ عزیز است می خورد
سوگند کردگار، بجان محمدؐ است

واعظ حدیث سایہ طوبیٰ فروگزار
کاینجا، سخن ز سرو روان محمدؐ است

بنگر، دونیمہ گشتنِ ماہ تمام را
آں نیز نامورے زنشان محمدؐ است

غالب ثنائے خواجہؐ بہ یزدان گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دان محمدؐ است

☆☆☆☆

احمد رضا خاں بریلویؒ

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

فیض ہے، یا شہ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیا جاتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا، عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

آسماں خوان و زمیں خوان و زمانہ مہماں
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا، تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف
تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

آنکھیں ٹھنڈی ہوں، جگر تازہ ہوں جانیں سیراب
سچے سورج! وہ دل آرا ہے اجالا تیرا

دل عبث خوف سے پتہ سا اڑا جاتا ہے
پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسا تیرا

ایک میں کیا، مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا

تیرے ٹکڑوں سے پلے، غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقا تیرا

خوار و بیمار و خطاوار و گنہگار ہوں میں
رافع و نافع و شافع، لقب آقا تیرا

تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کے دھلیں
کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

دور کیا جانیے بدکار پہ کیسی گزرے
تیرے ہی در پہ مرے، بیکس و تنہا تیرا

تیرے صدقے، مجھے اک بوند بہت ہے تیری
جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا

تیری سرکار میں لاتا ہے رضاؔ اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے، اور لاڈلا بیٹا تیرا

☆☆☆☆

اصغر گونڈوی

دل نثار مصطفیٰؐ، جاں پائمالِ مصطفیٰؐ
یہ اویسِ مصطفیٰؐ ہے وہ بلالِ مصطفیٰؐ

دونوں عالم تھے مرے حرفِ دعا میں غرق و محو
میں خدا سے کر رہا تھا جب سوالِ مصطفیٰؐ

سب سمجھتے ہیں اسے شمعِ شبستانِ حرم
نور ہے کونین کا لیکن جمالِ مصطفیٰؐ

عالمِ ناسوت میں اور عالمِ لاہوت میں
کوندتی ہے ہر طرف برقِ جمالِ مصطفیٰؐ

شانِ تنزیہہ دیکھی، شوکتِ تشبیہ بھی
ایک حالِ مصطفیٰؐ ہے، ایک قالِ مصطفیٰؐ

دیکھیے کیا حال کر ڈالے شبِ یلدائے غم
ہاں نظر آئے ذرا صبحِ جمالِ مصطفیٰؐ

ذرہ ذرہ بزمِ ہستی کا ہے اصغرؔ، ضوفشاں
اللہ اللہ شوکت و شانِ جمالِ مصطفیٰؐ

☆☆☆☆

الطاف حسین حالی

بنے ہیں مدحتِ سلطانِ دو جہاںؐ کے لیے

سخن زباں کے لیے اور زباں دہاں کے لیے

وہ شاہ جس کا عدو جیتے جی جہنم میں

عداوت اس کی عذاب الیم جاں کے لیے

وہ شاہ جس کا محب امن و عافیت میں مدام

محبت اس کی حصار حصیں اماں کے لیے

وہ چاند جس سے ہوئی ظلمتِ جہاں معدوم

رہا نہ تفرقہ روز و شب زماں کے لیے

وہ پھول جس سے ہوئی سعیِ باغباں مشکور

رہی نہ آمد و رفت چمن خزاں کے لیے

ہلال مکہ کا ماہ دو ہفتہ یثرب کا

فروغ قوم کے اور شمع دودماں کے لیے

گھر اس کا مورد قرآن و مہبط جبریل

در اس کا کعبۂ مقصود و انس و جاں کے لیے

سپہر گرم طواف اس کی بار گاہ کے گرد

زمین سر بسجود اس کے آستاں کے لیے

وہ لحظہ لحظہ تفقد وہ دم بہ دم الطاف

رضائے خاطرِ یارانِ جاں فشاں کے لیے

وہ گونہ گونہ مدارا وہ ہاتھ ہاتھ میں مہر

کشایش گرہ کین دشمناں کے لیے

☆☆☆☆

امداداللہ مہاجر مکیؒ

آپؐ کی فرقت نے مارا یا نبیؐ!
دل ہوا غم سے دو پارا یا نبیؐ!

حق تعالیٰ کے تمہی محبوبؐ ہو
کون ہے ہمسر تمہارا یا نبیؐ!

طالب دیدار ہوں، دکھلایئے
روئے نورانی خدارا یا نبیؐ!

باغ جنت سے ہے افضل لاکھ بار
مجھ کو وہ کوچہ تمہارا یا نبیؐ!

لیجئے در پہ بلا کب تک پھروں
در بدر یوں مارا مارا یا نبیؐ!

چین آتا ہے میرے دل کو تمام
نام لیتے ہی تمہارا یا نبیؐ!

مرتے دم گر دیکھ لوں روئے شریف
زندگی ہووے دوبارا یا نبیؐ!

☆☆☆☆

امیر مینائی

دل میں ہے خیال رُخِ نیکوئے محمدؐ
اللہ کے گھر میں ہے بسی بوئے محمدؐ

کیا رنگِ تصور ہے کہ ہر سانس سے مل کر
آتی ہے ہوائے چمنِ کوئے محمدؐ

لے جائے اجل جان کی پروا نہیں مجھ کو
ہے تار رگِ جاں مجھے ہر موئے محمدؐ

آ جائے نظر راہ میں گر نقشِ کفِ پا
آنکھوں سے چلوں میں طرفِ کوئے محمدؐ

تولا ہے بہت جانچ کے اربابِ نظر نے
ہیں شمس و قمر سنگ ترازوئے محمدؐ

دلبر ہے، دل آرام ہے، دلدار ہے وہ دل
جس دل میں ہے یادِ رخِ دلجوئے محمدؐ

سینے سے لگاؤں میں امیر آنکھوں میں رکھوں
ہیں پھول مجھے خار و خسِ کوئے محمدؐ

☆☆☆☆

امجد حیدر آبادی

فرقت میں جاں برباد ہے آیا ہے اب آنکھوں میں دم
جا کر سنائے کون انہیں افسانہ بیمار غم
پیغام بر ملتا نہیں بے چارہ و بے کس ہیں ہم
ان نلت یا ریح الصبا یوماً الیٰ ارض الحرم
بلغ سلامی روضۃً فیہ النبی المحترم

کیا شکل کھینچی واہ واہ، قرباں ترے دست قضا
پڑھتے ہیں جس کو دیکھ کر حور و ملک صل علیٰ
کیا رنگ ہے کیا روپ ہے کیا حسن ہے نام خدا
من وجهه شمس الضحیٰ من خده بدر الدجیٰ
من ذاته نور الهدیٰ من کفه بحر الهمم

کیا پوچھتے ہو ہمدمو! مجھ سے محبت کا مزا
دل چاک ہے ٹکڑے جگر، تن زخمی تیغ جفا
سنتا وہاں زخم سے رہ رہ کے آتی ہے صدا
اکبادنا مجروحۃ من سیف هجر المصطفیٰ
طوبیٰ لاهل بلدۃٍ فیه النبی المحترم

پیراہن دل چاک ہے، ٹکڑے ہے جیب و آستیں
جینے سے جی بیزار ہے ہونٹوں پہ ہے جان حزیں
اچھے مسیحا بے رخی بیمار سے اچھی نہیں
یا رحمۃ للعالمین ادرک لزین العابدین
محبوس ایدی الظالمین فی الموکب و المزدحم

☆☆☆☆

تعبیر شب غیب شبستان محمدؐ
"والفجر" طلوع رخ تابان محمدؐ

ہے کوئی جو دیکھے رخ تابان محمدؐ
ہر دم نگہ حق ہے نگہبان محمدؐ

یہ مشک فشاں، نکہت جاں خلد بداماں
اللہ رے گلہائے گلستان محمدؐ

ہر آن نئی شان میں اللہ نمایاں
ہر شان ہے اللہ کی شایان محمدؐ

یہ وسعت کونین مری طرح ذہیںؔ آج
حاضر ہے تہ گوشۂ دامان محمدؐ

☆☆☆☆

بہزاد لکھنوی

مدینے دل و روح و جاں لے کے جاؤں
محبت کا سارا جہاں لے کے جاؤں

جو سرگرم رہتی ہے ان کی ثنا میں
وہ فکرِ سخن وہ زباں لے کے جاؤں

بھلا دوں جو کاذب ہے روداد میری
جو حق ہے وہی داستاں لے کے جاؤں

"محمدؐ محمدؐ" ہو، ہونٹوں پہ میرے
میں ایماں کی گل کاریاں لے کے جاؤں

نہ چھوٹے کبھی یہ دیارِ مدینہ
یہ حسرت بہ آستاں لے کے جاؤں

جو تڑپا رہا ہے مری زندگی کو
وہی دل کا دردِ نہاں لے کے جاؤں

نہیں لائقِ نذر بہزاؔد کچھ بھی
میں کیا پیشِ شاہِ شہاں لے کے جاؤں

☆☆☆☆

حمید صدیقی لکھنوی

پھر اہلِ حرم سے ملاقات ہوتی
پھر اشکوں سے کچھ شرح جذبات ہوتی

دمِ دید پھر جلوۂ نو بہ نو سے
مرے چشم و دل کی مدارات ہوتی

مدینے کی پُرنور دلکش فضا میں
نظر محوِ دیدِ مقامات ہوتی

اُدھر جلوہ گر قبۂ نور ہوتا
دل افروز ادھر چاندنی رات ہوتی

مدینہ کے احباب ہمراہ ہوتے
شبِ ماہ میں سیرِ باغات ہوتی

نظر مستِ صہبائے دیدار رہتی
زباں وقفِ حرف و حکایات ہوتی

[illegible] کچھ نہ رہتی زمین و زماں کی
وہ محویت خاص دن رات ہوتی

پہنچ جائیں پائینِ اقدس کی جانب
یہی آرزو اکثر اوقات ہوتی

تصور میں وہ محبوبِ پاک ہوتا
نگاہوں میں تحریرِ آیات ہوتی

دعاؤں میں جامیؔ کے اشعار پڑھتے
نظامیؔ کی لب پہ مناجات ہوتی

☆☆☆☆

خواجہ محمد اکبر خاں میرٹھی

پوری یا رب یہ دعا کر، ہم در مولی پہ جا کر
پہلے نعتیں کچھ سنا کر، یہ پڑھیں سر کو جھکا کر
یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک

ہے یہ حسرت در پہ جائیں، اشک کے دریا بہائیں
داغ سینے کے دکھائیں، سامنے ہو کر سنائیں
یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک

رحمتوں کے تاج والے، دو جہاں کے راج والے
عرش کے معراج والے، عاصیوں کی لاج والے
یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک

جان کر کافی سہارا، لے لیا ہے در تمہارا
خلق کے وارث خدارا، لو سلام اب تو ہمارا
یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک

بخش دو جو چیز چاہو، کیونکہ محبوب ۔ خدا ہو
اب تو باب جود وا ہو، ہاں جواب اس کا عطا ہو
یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک

☆☆☆☆

داغ دہلوی

کرو غم سے آزاد یا مصطفےٰ
تمہیں سے ہے فریاد یا مصطفےٰ

نہ پامال مجھ کو زمانہ کرے
نہ مٹی ہو برباد یا مصطفےٰ

نہ چھوٹے کبھی مجھ سے راہِ صواب
نہ ہو ظلم و بیداد یا مصطفےٰ

عطا مجھ کو اللہ ہمت کرے
بجا لاؤں ارشاد یا مصطفےٰ

رہوں حشر میں آپؐ کی واسطہ سے
طلبگار امداد یا مصطفےٰ

عنایت کی ہو جائے اس پہ نظر
رہے داغ دل شاد یا مصطفےٰ

☆☆☆☆

سراج الدین ظفر

سبوئے جاں میں چھلکتا ہے کیمیا کی طرح
کوئی شراب نہیں عشقِ مصطفیٰؐ کی طرح

قدح گسار ہیں اس کی اماں میں جس کا وجود
سفینہء دوسرا میں ہے ناخدا کی طرح

وہ جس کے لطف سے کھلتا ہے غنچہء ادراک
وہ جس کا نام نسیمِ گرہ کشا کی طرح

طلسمِ جاں میں وہ آئینہ دارِ محبوبی
حریمِ عرش میں وہ یارِ آشنا کی طرح

وہ جس کا جذب تھا بیداریء جہاں کا سبب
وہ جس کا عزم تھا دستورِ ارتقا کی طرح

وہ جس کا سلسلہء جود ابرِ گوہر بار
وہ جس کا دستِ عطا مصدرِ عطا کی طرح

خزاں کے جلوہء ویراں میں وہ شگفتِ بہار
فنا کے دشت میں وہ روضہء بقا کی طرح

بسیط جس کی جلالت حمل سے میزاں تک
محیط جس کی سعادت خطِ سما کی طرح

سوادِ صبحِ ازل جس کے راستے کا غبار
طلسمِ لوحِ ابد جس کے نقشِ پا کی طرح

وہ عرش و فرش و زمان و مکاں کا نقشِ مراد
وہ ابتدا کے مقابل وہ انتہا کی طرح

شرف ملا بشریت کو اس کے قدموں میں
یہ مشتِ خاک بھی تاباں ہوئی سہا کی طرح

اسی کے حسنِ سماعت کی تھی کرامت خاص
وہ اک کتاب کہ ہے نسخۂ شفا کی طرح

وہ نورِ لم یزلی تھا تہِ قبائے وجود
یہ راز ہم پہ کھلا رشتۂ قبا کی طرح

بغیرِ عشقِ محمدؐ کسی سے کھل نہ سکے
رموزِ ذات کہ ہیں گیسوئے دوتا کی طرح

ریاضؔ مدحِ رسالت میں راہوارِ غزل
چلا ہے رقص کناں آہوئے صبا کی طرح

نہ پوچھ معجزۂ مدحتِ شہِ کونینؐ
مرے قلم میں ہے جنبش پرِ ہما کی طرح

جمالِ روئے محمدؐ کی تابشوں سے قمر
دماغ رند ہوا عرشِ کبریا کی طرح

☆☆☆☆

سراج اورنگ آبادی

رسولِ خدا سید المرسلیںؐ
قیامت کے دن شافعِ المذنبیں
نبوت کی مسند کا ہے جانشیں
کیا جس کی تعظیم روح الامیں
عجب روزِ محشر کا سردار ہے
صفِ اصفیا میں وہ سالار ہے
جگت میں اوسے سلطنت ہے مدام
جماعت میں ہے انبیا کی، امام
رہِ شرع کا ہادیٔ مستقیم
شریعت کے دریا کا دُرِ یتیم
محبِ خدا والیٔ روزگار
دوعالم کی اقلیم کا تاجدار
حبیبِ انس و جاں سب کا مقبول ہے
نبوت کے گلزار کا پھول ہے
کہ جس واسطے خلق پیدا کیا
زمیں آسماں سب ہویدا کیا
کہا حق نے لولاک جس شان میں
شہنشاہ ہے ملکِ عرفاں میں
سدا گم رہوں کا وہی رہنما
ہے خیرالوریٰ احمدِ مجتبیٰ
عجب ذاتِ مقبولِ کونین ہے
کہ کونین کا قرۃ العین ہے

☆☆☆☆

سید سلیمان ندوی

نامِ محمدؐ صلِ علیٰ، نورِ محمدؐ صلِ علیٰ
حمد مورد صلِ علیٰ، حمد محمد صلِ علیٰ

رحمتِ عالم صلِ علیٰ، فخرِ آدم صلِ علیٰ
مرسلِ اکرم صلِ علیٰ، اسک احمد صلِ علیٰ

چہرۂ انور شمس اضحیٰ، زلفِ معنبر لیلی بھی
قلبِ مطہر نورِ ہدیٰ، ذکرِ مجید صلِ علیٰ

شاہدِ عالم شاہِ امم، ہادیٔ اعظمؐ شمعِ حرم
صاحبِ لطف و جود و کرم، حق سے منوّر صلِ علیٰ

شافعِ محشر نام ترا سب کی شفاعت کام ترا
عرشِ معظم بام ترا، خلق کا مقصد صلِ علیٰ

نورِ الٰہی نور ترا، غارِ حرا ہے طور ترا
ہوش میں ہر مخمور ترا اے نورِ محمد صلِ علیٰ

☆☆☆☆

ظفر علی خان

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہی تو ہو

پھوٹا جو سینۂ شبِ تارِ الست سے
اس نورِ اولیں کا اجالا تمہی تو ہو

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ تمہی تو ہو

اس محفلِ شہود کی رونق تمہی سے ہے
اس محملِ نمود کی لیلیٰ تمہی تو ہو

جلتے ہیں جبرئیل کے پر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہی تو ہو

پیتے ہی جس کے زندگیٔ جاوداں ملی
اس جاں فزا زلال کے مینا تمہی تو ہو

دنیا میں رحمتِ دو جہاں اور کون ہے
جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تمہی تو ہو

گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدارِ یثرب و بطحا تمہی تو ہو

دکھڑا سنائیں جا کے تمہارے سوا کسے
ہم بے کسانِ ہند کے ملجا تمہی تو ہو

☆☆☆☆

کافی شہید مرادآبادی

کوئی گل باقی رہے گا، نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہؐ کا دینِ حسن رہ جائے گا

ہم صفیرو باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

اطلس و کمخواب کی پوشاک پر نازاں ہو تم
اس تنِ بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا

جو پڑھے گا صاحبِ لولاک کے اوپر درود
آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائے گا

سب فنا ہو جائیں گے کافی و لیکن حشر تک
نعتِ حضرتؐ کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

☆☆☆☆

محسن کاکوروی

نعتیہ رباعیات

(۱)

مولا کی نوازش نہاں کھلتی ہے
عزت مری پیشِ قدسیاں کھلتی ہے
کہہ دو کہ ملک گوش بر آواز رہیں
مداحِ پیمبر کی زباں کھلتی ہے

(۲)

چھانی ہر چند سب خدائی میں نے
اور طبع کی فکر آزمائی میں نے
اوجِ تنزیہہ تک پہنچ کر لیکن
تشبیہ اچھی تری نہ پائی میں نے

(۳)

بندے کو نگاہِ لطفِ مولاؐ بس ہے
حضرتؐ کا مرے لیے وسیلا بس ہے
میں مشتِ غبار ہوں سہارا مجھ کو
دامانِ رسولِ مصطفےٰؐ کا بس ہے

(۴)

دنیا میں ہے بس مجھے بھروسا تیرا
کافی عقبے میں ہے سہارا تیرا
دارین میں کعبہ مقاصد ہے مجھے
اے قبلہ عالم آستانہ تیرا

(۵)

حامی دارین میں ہمارا تو ہے
اللہ کے سامنے سہارا تو ہے
شمع سر کوہ طور و قندیل حرم
خورشید فلک عرش کا تارا تو ہے

☆☆☆☆

محمد ابراہیم ذوق

ہوا حمد خدا میں دل جو مصروف رقم میرا
الف الحمد رب العالمیں کا ہے قلم میرا

رہے نام محمدؐ لب پہ یارب اول و آخر
الٹ جائے بوقت نزع جب سینے میں دم میرا

محبت اہل بیت مصطفیٰؐ کی نور برحق ہے
کہ روشن ہو گیا دل مثل قندیل حرم میرا

دکھائی مجھ کو راہ شرع اصحاب پیمبرؐ نے
چراغ راہ ہے اکرام اصحاب کرم میرا

کہیں شاہ نجف کے عشق میں دل میرا ڈوبا تھا
کہ ہے دُر نجف ہو کر چمکتا دُر یم میرا

شہ بغداد کا خط غلامی ذوق رکھتا ہوں
نہ کیوں دل اس خط بغداد سے ہو جام جم میرا

☆☆☆☆

مرزا سلامت علی دبیر

نعتیہ رباعیات

(۱)

معراجِ نبیؐ میں جائے تشکیک نہیں
ہے نور کا تڑکا شب تاریک نہیں
قوسین کے قرب سے یہ صادق ہے دبیر
اتنا کوئی اللہ کے نزدیک نہیں

(۲)

یٰسین کو سن کر جو قضا کرتے ہیں
حق الفت احمدؐ کا ادا کرتے ہیں
یٰسین ہے نبیؐ کا نام سو نزع کے وقت
اس نام پہ جان اپنی فدا کرتے ہیں

☆☆☆☆

مرزا محمد رفیع سودا

ولا دریائے رحمت قطرہ ہے آب محمدؐ کا
جو چاہے پاک ہو بہرہ ہو اصحاب محمدؐ کا

قد رعنا جب اپنا خم کیا بہر نماز اس نے
ہوا اس وقت ساجد کعبہ محراب محمدؐ کا

کیا پیر خرد نے موجب خم پشت گردوں کو
یہ بخشش بارکش رہتا ہے اسباب محمدؐ کا

ادا کس کی زباں سے ہو سکے شکر اس کی نعمت کا
دو عالم ریزہ خوں حق کیا قاب محمدؐ کا

ہوا ہے کیا کچھ اہل بیت پہ سودا نہ دم مارا
خدا بن کون ہے آگاہ آداب محمدؐ کا

☆☆☆☆

مومن خان مومن

نہ کیونکر مطلعِ دیواں ہو مطلعِ مہرِ وحدت کا؟
کہ ہاتھ آیا ہے مصرعہ مجھ کو انگشتِ شہادت کا

غضب سے تیرے ڈرتا ہوں رضا کی تیری خواہش ہے
نہ میں بیزار دوزخ سے نہ میں مشتاق جنت کا

نہ پوچھ گرمیِ شوقِ ثنا کی آتش افروزی
بنا جاتا ہے دستِ عجز شعلہ شمعِ فکرت کا

فروغِ جلوۂ توحید کو وہ برقِ جولاں کر
کہ خرمن پھونک دیوے ہستیِ اہلِ ضلالت کا

مرا جوہر ہو سر تا پا صفائے مہر تخمیر
مرا حیرت زدہ دل آئینہ خانہ ہو سنت کا

امیرِ لشکرِ اسلام کا محکوم ہوں یعنی
ارادہ ہے مرا فوجِ ملائک پر حکومت کا

زمانہ مہدیِ موعود کا پایا اگر مومن
تو سب سے پہلے تو کہیو سلامِ پاک حضرت کا

☆☆☆☆

میر انیس

مختارِ زمیں، باعثِ افلاک نبیؐ ہیں
والا گہرِ قلزمِ لولاک نبیؐ ہیں
مصباحِ حریمِ حرمِ پاک نبیؐ ہیں
شیرازۂ مجموعۂ ادراک نبیؐ ہیں
عالم میں وہ آیا تھا پہ دل سوئے خدا تھا
حق اس کا رضا جو وہ رضا جوئے خدا تھا

آدم ہے وجودِ شہِ لولاکؐ سے آدم
عالم سب اسی شاہ کی ہستی سے ہے عالم
سر رشتۂ مہر اس کا اگر ہوتا نہ محکم
تو ہوتے نہ اضداد عناصر کبھی باہم
کیا کیا کہوں کیا کیا ہے عطائے محمدؐ
ہے باعثِ ایجادِ جہاں ذاتِ محمدؐ

وہ پیش رو خیلِ رسولانِ سلف ہے
آدم کو اسی نورِ الٰہی سے شرف ہے
یہ درِ یتیم اور وہ پاکیزہ صدف ہے
کرتا ہے پدر فخر زہے شانِ خلف ہے
پیغمبرؐ برحق کی ہو کیا نعت کسی سے
خالق کو مباہات ہے ایجادِ نبیؐ سے

بے واسطۂ خدا سب پہ محمدؐ کے ہیں احساں
اس شاہ کے ہیں خوانِ کرم پہ سبھی مہماں
وہ اصل ہے اور فرع ہے سب عالمِ امکاں
تھا خلق دو عالم سے وہی مقصدِ یزداں

باطن میں بھی فیض اس کا ظاہر بھی وہی ہے
اول بھی سبھوں سے وہی آخر بھی وہی ہے

معراج سے اس کو جو ملا رتبۂ اعلا
یہ رتبہ کسی اور پیمبر نے نہ پایا
اللہ سے جو قرب محمدؐ تھا کہوں کیا
قوسین کا ہے فرق جہاں رتبۂ اولا
جبریل امیں کو بھی نہ واں دخل کی جا ہے
یا احمدؐ مختار ہے یا ذات خدا ہے

اللہ نے دی تھی اسے کونین کی شاہی
اُمّی تھے پہ تھا دل میں بھرا رازِ الٰہی
دی سنگ نے اس شہ کی رسالت پہ گواہی
اشجار بھی اعجاز سے اس کے ہوئے راہی
دی مُردوں کو جاں، سبز کیا خشک شجر کو
دو کر دیا انگلی کے اشارے سے قمر کو

پہلے کیا اللہ نے جس چیز کو پیدا
لکھا ہے کہ وہ نور جناب نبوی تھا
دس سو برس اس دن سے وہ نور شہہ والا
استادہ رہا روبروئے خالق یکتا
گہ حمد و ثنا گہ صفت قدرت حق تھی
اس نور پہ ہر دم نظر رحمت حق تھی

☆☆☆☆

میر تقی میر

جلوہ نہیں ہے نظم میں حسنِ قبول کا
دیواں میں شعر گر نہیں نعتِ رسولؐ کا

حق کی طلب ہے کچھ تو محمدؐ پرست ہو
ایسا وسیلہ ہے یہ خدا کے وصول کا

مطلوب ہے زمان و مکان و جہان سے
محبوب ہے خدا کا، فلک کا محمول کا

جن مردماں کو آنکھیں دیاں ہیں خدا نے دے
سرمہ کریں ہیں رہ کے تری خاک و دھول کا

مقصود ہے علی کا ولی کا، سبھی کا تو
ہے قصد سب کو تیری رضا کے حصول کا

☆☆☆☆

میر حسن دہلوی

نبیؐ کون یعنی رسولِ کریمؐ
نبوت کے دریا کا دُرِّ یتیم
ہوا گو کہ ظاہر میں اُمّی لقب
پہ علمِ لدنی کھلا دل پہ سب
بغیر از لکھے اور کہے بے رقم
چلے حکم پر اس کے لوح و قلم
کیا حق نے نبیوں کا سردار اسے
بنایا نبوت کا حق دار اسے
نبوت جو کی حق نے اس پر تمام
تھی اشرف الناس خیر الانام
بنایا کچھ بوجھ کر خوب اسے
خدا نے کیا اپنا محبوب اسے
کروں اس کے رتبے کا کیا میں بیاں
کھڑے ہوں جہاں باندھ صف مرسلاں
محمدؐ کے مانند جگ میں نہیں
ہوا ہے نہ ایسا نہ ہو گا کہیں

☆☆☆☆

میر کرامت علی خان شہیدی

ہے سورۂ والشمس اگر روئے محمدؐ
واللیل کی تفسیر ہوئی موئے محمدؐ

جب روئے محمدؐ کی نظر آئی تجلی
سمجھا میں شبِ قدر ہے گیسوئے محمدؐ

ماہِ نوِ شوال سے عاشق کو کہاں عید
جب تک نظر آجائے نہ ابروئے محمدؐ

کس وضع اٹھائے ہوئے ہیں بار دو عالم
ظاہر میں تو نازک سے ہیں بازوئے محمدؐ

تھا بیش بہا عشق کے بازار میں یوسف
پر ہو نہ سکا سنگ ترازوئے محمدؐ

گلگشتِ گلستاں پہ پڑھو صلِ علیٰ تم
ہر پھول کی پتی میں رچی بوئے محمدؐ

کعبے کی طرف منہ ہو نمازوں میں ہمارا
کعبے کا شب و روز ہے منہ سوئے محمدؐ

ہر گُل بیابانِ عرب مجھ کو ہے طوبیٰ
ہوں شیفتۂ قامتِ دلجوئے محمدؐ

رضواں کے لیے لے چلو سوغات شہیدیؔ
گر ہاتھ لگے خار و خسِ کوئے محمدؐ

☆☆☆☆

نظیر اکبر آبادی

تم ظہورِ اولیں ہو یا محمد مصطفیٰؐ
ہم دمِ جانِ آخریں ہو یا محمد مصطفیٰؐ
وجہِ قرآنِ مبیں ہو یا محمد مصطفیٰؐ
زینتِ بستانِ دیں ہو یا محمد مصطفیٰؐ
زینتِ خلدِ بریں ہو یا محمد مصطفیٰؐ

احمدِ مختارؐ ہو تم یا حبیبِ ہر دوسرا
ہے تمہارے حکم کے تابع قدر بھی اور قضا
خلق میں خواہش سے تم جس امر کی رکھو بنا
دیر اک پل درمیاں آوے تو یہ امکاں کیا
جس گھڑی چاہو وہیں ہو یا محمد مصطفیٰؐ

مخبرِ صادق ہو تم اور حضرتِ خیر الوریٰ
سرورِ ہر دوسرا اور شافعِ روزِ جزا
ہے تمہاری ذاتِ والا منبعِ لطف و عطا
کیا نظیرؔ اک، اور بھی سب کی مدد کا آسرا
یاں بھی تم واں بھی تمہیں ہو یا محمد مصطفیٰؐ

☆☆☆☆

علامہ محمد اقبال

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ، تیرے محیط میں حباب

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل و غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

☆☆☆☆

احسان دانش

افضل ہے مرسلوں میں رسالت حضورؐ کی
اکمل ہے انبیاؑ میں نبوت حضورؐ کی

ہے ذرہ ذرہ اُن کی تجلی کا اک سراغ
آتی ہے پھول پھول سے نکہت حضورؐ کی

پہچان لیں گے آپ وہ اپنوں کو حشر میں
غافل نہیں ہے چشمِ حمایت حضورؐ کی

آنکھیں نہ ہوں تو خاک نظر آئے آفتاب
صدیقؓ جانتے ہیں صداقت حضورؐ کی

میری نظر میں مرشدِ کامل ہے وہ بشر
تفویض کر سکے جو محبت حضورؐ کی

انجم مثالِ نقشِ قدم جا بجا ملے
لے کر کہاں چلی ہے محبت حضورؐ کی

میں ہوں زبانِ ماہ و ثریا سے آشنا
ہے کائنات ورد حکایت حضورؐ کی

آہستہ سانس لے کہ خلافِ ادب نہ ہو
ہے آئنے کی طرح طبیعت حضورؐ کی

آنکھوں کو اپنی چومتا رکھ رکھ کے آئنہ
ہوتی اگر نصیب زیارت حضورؐ کی

چشمِ طلب میں کس کا اجالا؟ حضورؐ کا
دنیائے دل میں کس کی حکومت؟ حضورؐ کی

دانش میں خوفِ مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز
میں جانتا ہوں موت ہے سنت حضورؐ کی

☆☆☆☆

احمد راہی

راہ گم کردہ کو منزل کا پتا دے شاہا
میری بگڑی ہوئی تقدیر بنا دے شاہا

ریگِ صحرا کی طرح دل یہ مرا سوزاں ہے
اپنے دامن کی اسے ٹھنڈی ہوا دے شاہا

نہیں معلوم یہ افتاد پڑی ہے کیسی
باندھتا توڑتا رہتا ہوں ارادے شاہا

یہ کسی پل بھی مجھے لینے نہیں دیتے قرار
میرے بیمار ارادوں کو شفا دے شاہا

یہ مرا دل ہے وہ ناؤ کہ جو منجدھار میں ہے
ذوق ناؤ کنارے پہ لگا دے شاہا

☆☆☆☆

احمد فراز

نہ ہوا معجزۂ حق کا ظہور آپؐ کے بعد
چپ ہے جبریل تو خاموش ہے طور آپؐ کے بعد

پھر کوئی شمعِ ہدایت نہ جلی ہے نہ جلے
ہو گیا جیسے جدا خاک سے نور آپؐ کے بعد

آپؐ کی ذات ازل آپؐ کا پیغام ابد
نہ کوئی آپؐ سے پہلے نہ حضورؐ آپؐ کے بعد

☆☆☆☆

احمد ندیم قاسمی

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیرا
اس کی دولت ہے فقط نقشِ کفِ پا تیرا

تہ بہ تہ تیرگیاں ذہن پہ جب ٹوٹتی ہیں
نور ہو جاتا ہے کچھ اور ہویدا تیرا

کچھ نہیں سوجھتا جب پیاس کی شدت سے مجھے
چھلک اٹھتا ہے مری روح میں مینا تیرا

پورے قد سے میں کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

دست گیری مری تنہائی کی تُو نے ہی تو کی
میں تو مر جاتا اگر ساتھ نہ ہوتا تیرا

لوگ کہتے ہیں کہ سایہ ترے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں، جہاں بھر پہ ہے سایا تیرا

تو بشر بھی ہے مگر فخرِ بشر بھی تو ہے
مجھ کو تو یاد ہے بس اتنا سراپا تیرا

میں تجھے عالمِ اشیا میں بھی پا لیتا ہوں
لوگ کہتے ہیں کہ ہے عالمِ بالا تیرا

مری آنکھوں سے جو ڈھونڈیں، تجھے ہر سو دیکھیں
صرف خلوت میں جو کرتے ہیں نظارا تیرا

وہ اندھیروں سے بھی درانہ گزر جاتے ہیں
جن کے ماتھے پہ چمکتا ہے ستارا تیرا

ندیاں بن کے پہاڑوں میں تو سب گھومتے ہیں
ریگزاروں میں بھی بہتا رہا دریا تیرا

شرق اور غرب میں بکھرے ہوئے گلزاروں کو
نکہتیں بانٹتا ہے آج بھی صحرا تیرا

اب بھی ظلمات فروشوں کو گلہ ہے تجھ سے
رات باقی تھی کہ سورج نکل آیا تیرا

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی
اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا

ایک بار اور بھی یثرب سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجد اقصیٰ تیرا

☆☆☆☆

اختر شیرانی

لٹائے سجدے نہ کیوں آسماں مدینے میں
رسولؐ پاک کا ہے آستاں مدینے میں

قدم بڑھائے چلو رہروانِ منزلِ شوق
ہے ابرِ رحمتِ حق گل فشاں مدینے میں

درِ رسولؐ کے ذروں کی گر تلاش نہیں
تو کس کو ڈھونڈتی ہے کہکشاں مدینے میں

بہشت چیز ہی کیا ہے کہ ایک سجدے میں
ہمیں تو مل گئے دونوں جہاں مدینے میں

قدم اٹھائے ادب سے ذرا نسیمِ سحر!
ہیں محوِ خوابِ شہِ دو جہاں مدینے میں

مدینے جاتے ہیں پیری میں سارے لوگ اختر
مزا ہے کاش دو عمرِ جواں مدینے میں

☆☆☆☆

ازہر درانی

جو فردوسِ تصور ہیں وہ منظر یاد آتے ہیں
مدینے کے گلی کوچے برابر یاد آتے ہیں

جو لگتا ہے کوئی کنکر بدن پہ دین کی خاطر
تو دل کو وادیٔ طائف کے پتھر یاد آتے ہیں

فضاؤں میں اگر کوئی پرندہ رقص کرتا ہے
تو آنکھوں کو مدینے کے کبوتر یاد آتے ہیں

مراتب پائے ہیں کیا کیا تری نسبت سے ذروں نے
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ یاد آتے ہیں

اخوت اور ایثار و محبت جن کا شیوہ تھا
وہ عالی ظرف اصحابؓ پیمبرؐ یاد آتے ہیں

زمانے کی گراں خوابی کا عالم دیکھ کر ازہر
نبیؐ کے دیں کو بیداری کے پیکر یاد آتے ہیں

☆☆☆☆

اسد ملتانی

پیچ ہیں دونوں جہاں میری نظر کے سامنے
میں کھڑا ہوں روضۂ خیر البشرؐ کے سامنے

جھلملانے لگ گئیں روضے کی روشن جالیاں
اک نیا منظر ہے میری چشمِ تر کے سامنے

اُڑ گئی میری گناہوں کی سیاہی اُڑ گئی
ظلمتِ شب جس طرح نورِ سحر کے سامنے

مانگتا ہوں جس قدر ملتا ہے کچھ اس سے سوا
ہر دعا شرمندہ رہتی ہے اثر کے سامنے

اک جگہ پر دونوں محوِ استراحت ہی نہیں
گھر بھی ہے صدیقؓ کا حضرتؐ کے گھر کے سامنے

تو نے کار آمد بنایا زندگی اور موت کو
مقصد اپنا رکھ دیا نوعِ بشر کے سامنے

میں اسدؔ بھی حرم میں بیٹھتا ہوں اس جگہ
ہو جہاں سے گنبدِ خضرا نظر کے سامنے

☆☆☆☆

اقبال عظیم

مدینے کا سفر ہے اور میں نم دیدہ نم دیدہ
جبیں افسردہ افسردہ قدم لرزیدہ لرزیدہ

چلا ہوں ایک مجرم کی طرح میں جانبِ طیبہ
نظر شرمندہ شرمندہ زباں لغزیدہ لغزیدہ

کسی کے ہاتھ نے مجھ کو سہارا دے دیا ورنہ
کہاں میں اور کہاں یہ راستے پیچیدہ پیچیدہ

بصارت کھو گئی لیکن بصیرت تو سلامت ہے
مدینہ ہم نے دیکھا ہے مگر نادیدہ نادیدہ

غلامانِ محمدؐ اس طرح آئیں گے محشر میں
سرشوریدہ شوریدہ دبِ گرویدہ گرویدہ

وہی اقبالؔ جس کو ناز تھا کل خوش مزاجی پہ
فراقِ طیبہ میں رہتا ہے اب رنجیدہ رنجیدہ

☆☆☆☆

بشیر حسین ناظم

مجھ کو توصیفِ پیمبرؐ پہ مقرر رکھا
نعت کی ضو سے مرا قلب منور رکھا

صاحبِ سیدِ لولاکؐ جو پل سے گزرا
پل پہ جبریل نے کس شوق سے شہپر رکھا

جیسی نعت کی پُر کیف ہوا سے حق نے
میرے ہر نخلِ تمنا کو معطر رکھا

اپنے محبوبؐ کے عشاق میں عزت بخشی
مغفرت خواہ کو مسرور و مظفر رکھا

اہلِ دانش کی محافل میں بہ نیکی حضرت
حمد و تحمید کے ناطے سے موقر رکھا

چھوڑتے وقت یہ دنیائے مکدّر ہم نے
ذکرِ حق ذکرِ نبی لب پہ برابر رکھا

حشر میں اس کی پذیرائی ہوئی جس نے بھی
جز ترے اور کوئی نام نہ ازبر رکھا

دولتِ عشق نبیؐ بخش کے دیوانے کو
طالبِ سیم و شمشیر و خنجر رکھا

لے کے وعدہ بلیٰ مجھ سے مری روح کے بیچ
اپنے محبوب کی توصیف کا جوہر رکھا

میرے حصے میں جہاں بھر کی سعادت آئی
میرے خالق نے مجھے ایک ہی در پہ رکھا

زلفِ حضرت کے تصور میں ہمیشہ دائم
میں نے گلہائے مؤدت کو معطر رکھا

☆☆☆☆

جامی بدایونی

خدا کرتا ہے نازل رحمتیں اُن مدح خوانوں پر
رہا کرتے ہیں اوصافِ نبیؐ جن کی زبانوں پر

کرم ہے خسروِ بے مثل کا دونوں جہانوں پر
کہ قامت ہے زمیں پر اور سایہ آسمانوں پر

کلامُ اللہ سُن کر ہو گئے دلِ عرب گونگے
لگا دی مُہر اُمّی نے فصیحوں کی زبانوں پر

تمہاری نعت کے بدلے ہزاروں نعمتیں پائیں
ہزاروں شکر واجب ہیں تمہارے نعت خوانوں پر

بتا اے دامنِ کوہِ اُحد کیا تجھ میں اب بھی ہیں
وہ بچے جو خوشی سے کھیلتے تھے اپنی جانوں پر

اُٹھا کر ساغرِ نے اپنی ہاتھوں سے پلاتا ہے
مرے ساقی کی وہ رحمت ہے جامیؔ ناتوانوں پر

☆☆☆☆

حافظ لدھیانوی

دل کی دھڑکن میں ہے مقام ترا
ذکر ہوتا ہے صبح و شام ترا
اور کھلتا ہے در محبت کا
جب بھی آتا ہے لب پہ نام ترا
وہ زمیں ہو گئی فلک رفعت
جس جگہ بھی ہوا قیام ترا
بادشہ ہو گئے غلام اس کے
ہوا خوش بخت جو غلام ترا
ہے لقب تیرا رحمتِ عالم
جاری رہتا ہے فیض عام ترا
ہو تری یاد زیست کا حاصل
لب پہ نغمہ رہے مدام ترا
آنسوؤں کی زباں سے لیتے ہیں
سوز پرور عجب ہے نام ترا
جس سے ملتا ہے روح کو آرام
وہ سکوں بخش ہے کلام ترا
آخرت میں جو کام آئے گا
زادِ عقبیٰ ہے ہر پیام ترا
آنسوؤں سے کہے فسانۂ جاں
ہو حضوری میں جب غلام ترا
محوِ حیرت ہیں اہلِ فن حافظ
ایسا شہکار ہے کلام ترا

☆☆☆☆

حافظ محمد افضل فقیر

مولائے کائنات کی ہے کس نوازیاں
اس نے مزاجِ فقر کو دیں بے نیازیاں

تاثیرِ التفاتِ رسولؐ انام دیکھ
فقرِ عجم میں ہے تب و تاب حجازیاں

میدانِ بدر ہو کہ مصافِ حنین ہو
اس کی نظر ہے قوتِ بازوئے غازیاں

افکارِ مصطفیٰؐ سے فروغِ حیات ہے
باقی تمام فلسفہ کی شیشہ بازیاں

جنت کو انتظارِ ورودِ رسولؐ ہے
اس کے نقوشِ پا سے ہیں مینو طرازیاں

طائف کے سبزہ زار سے آنکھوں کو دے سکوں
پھر یاد کر حضورؐ کی وہ جاں گدازیاں

درگاہ میں قبولِ ثنا سے ہے یہ مراد
دارین میں فقیرؔ ملیں سرفرازیاں

☆☆☆☆

حافظ مظہر الدین

آؤ کہ ذکرِ حسنِ شہِؐ بحر و بر کریں
جلوے بکھیر دیں، شبِ غم کی سحر کریں

جو حسن میرے پیشِ نظر ہے اگر اسے
جلوے بھی دیکھ لیں تو طوافِ نظر کریں

وہ چاہیں تو صدف کو دُرِ بے بہا ملے
وہ چاہیں تو خزف کو حریفِ گہر کریں

فرمائیں تو طلوع ہو مغرب سے آفتاب
چاہیں تو اک اشارے سے شقِ قمر کریں

شعروادب بھی آہ و فغاں بھی ہے ان کا فیض
پیشِ حضورؐ اپنی متاعِ ہنر کریں

اب کے جو قصدِ طیبہ کریں رہبرانِ شوق
مظہرؔ کو بھی ضرور شریکِ سفر کریں

☆☆☆☆

حبیب جالب

یہ کس عذاب میں جاں ہے محمدؐ عربی
یہ کس کا خون رواں ہے محمدؐ عربی

یہ کس پہ آئی ہوئی ہے گھڑی قیامت کی
یہ کون وقفِ فغاں ہے محمدؐ عربی

یہ کس کے گھر میں ہے ماتم یہ کس کی آنکھ ہے نم
یہ کون رقص کناں ہے محمدؐ عربی

ترے دیارِ مقدس پہ سائے غیروں کے
یہ کتنے دکھ کا سماں ہے محمدؐ عربی

خطا معاف ترے بے نوا غریبوں کی
سکوں جہاں میں کہاں ہے محمدؐ عربی

جہاں کو ہونا ہے اک روز گوش بر آواز
نوائے غم زدگاں ہے محمدؐ عربی

☆☆☆☆

حسرت موہانی

مظہرِ شانِ کبریا صلِ علیٰ محمدؐ
آیتِ خدا نما صلِ علیٰ محمدؐ

موجبِ نازِ عارفاں باعثِ فخرِ صادقاں
سرور و خیرِ انبیا صلِ علیٰ محمدؐ

مرکزِ عشقِ دل کشا مصدرِ حسنِ جاں فزا
صورت و سیرتِ خدا صلِ علیٰ محمدؐ

مونسِ دل شکستگاں، پشت پناہ خستگاں
شافعِ عرصۂ جزا صلِ علیٰ محمدؐ

حسرت اگر رکھے ہے تو بخششِ حق کی آرزو
وردِ زباں رہے سدا صلِ علیٰ محمدؐ

☆☆☆☆

دے تبسم کی خیرات ماحول کو ہم کو درکار ہے روشنی یا نبیؐ
ایک شیریں جھلک ایک نوریں ڈلک، تلخ و تاریک ہے زندگی یا نبیؐ

اے نوید مسیحا! تری قوم کا حال عیسیٰ کی بھیڑوں سے ابتر ہوا
اس کے کمزور اور بے ہنر ہاتھ سے چھین لی چرخ نے برتری یا نبیؐ

کام ہم نے رکھا صرف اذکار سے، تیری تعلیم اپنائی اغیار نے
حشر میں منہ دکھائیں گے کیسے تجھے ہم سے ناکردہ کار امتی یا نبیؐ

دشمن جاں ہوا میرا اپنا لہو، میرے اندر عدو میرے باہر عدو
ماجرائے تحیر ہے پرسیدنی صورت حال ہے دیدنی یا نبیؐ

روح ویران ہے آنکھ حیران ہے، ایک بحران تھا، ایک بحران ہے
گلشنوں، شہروں، قریوں پہ ہے پرفشاں ایک گمبھیر افسردگی یا نبیؐ

سچ مرے دور میں جرم ہے عیب ہے، جھوٹ فنِ عظیم آج لاریب ہے
ایک اعزاز ہے جہل و بے رہروی، ایک آزار ہے آگہی یا نبیؐ

راز داں اس جہاں میں بناؤں کسے، روح کے زخم جا کر دکھاؤں کسے
غیر کے سامنے کیوں تماشا بنوں کیوں کروں دوستوں کو دکھی یا نبیؐ

زیست کے تپتے صحرا پہ شاہِ عربؐ تیرے اکرام کا ابر برسے گا کب
کب ہری ہوگی شاخِ تمنا مری، کب مٹے گی مری تشنگی یا نبیؐ

یا نبیؐ اب تو آشوبِ حالات نے تیری یادوں کے چہرے بھی دھندلا دیے
دیکھ لے تیرے تائب کی نغمہ گری بنتی جاتی ہے نوحہ گری یا نبیؐ

☆☆☆☆

حفیظ جالندھری

سلام اے آمنہ کے لالؐ اے محبوبِ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوعِ انسانی
سلام اے ظلِ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانی
ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی
سلام اے سرِ وحدت اے سراجِ بزمِ ایمانی
زہے یہ عزت افزائی زہے تشریف ارزانی
ترے آنے سے رونق آگئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربانی
سلام اے صاحبِ خلقِ عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمالِ پاکیزہ یہی اشغالِ روحانی
تری صورت، تری سیرت، ترا نقشہ، ترا جلوہ
تبسم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی
زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی
زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرے کو تابانی
حفیظِ بے نوا بھی ہے گدائے کوچۂ الفت
عقیدت کی جبیں تیری مروت سے ہے نورانی
ترا در ہو، مرا سر ہو، مرا دل ہو، ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی
سلام اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

☆☆☆☆

حنیف اسعدی

سارے احکامِ خدا جنؐ کی زباں میں آئے
منزلت اُنؐ کی بھلا کس کے گماں میں آئے

میرے مولاؐ کا کرم، میری زمیں کا اعزاز
سب جہانوں کے امیں میرے جہاں میں آئے

عرش سے امر و نواہی کی امانت لے کر
آپؐ اس کارگہِ سود و زیاں میں آئے

آپؐ کی ذات ہے وہ دائرۂ وصف و کمال
جو تصور میں سمائے نہ گماں میں آئے

اتنا آساں تو نہیں آپؐ کی سیرت کا شعور
رُوح کی راہ سے گزرے تو بیاں میں آئے

آپؐ کے ذکر کی یہ رفعتیں اللہ اللہ!
نام اعلانِ خدا بن کے اذاں میں آئے

جن کی تابش میں نظر آئیں خد و خالِ حضورؐ
ایسے انوار بھی چشمِ نگراں میں آئے

اُن کے منکر کے لیے کوئی نہیں جائے پناہ
اُن کے قدموں میں جو پہنچے وہ اماں میں آئے

خاطرغزنوی

جو نام صفِ پاک رسولاں میں جلی ہے
اس نام سے دنیا کی ہر اک بات چلی ہے

تخلیقِ دو عالم کا سبب ہے یہی دنیا
اس نورِ رسالتؐ کی تجلی ازلی ہے

ہے جو طوافِ درِ محبوبؐ الٰہی
اک حسرتِ پاکیزہ کہ پھولوں میں پلی ہے

سایہ بھی اسے چھو لے تو ہو جائے فروزاں
وہ شکل کہ انوار کے سانچے میں ڈھلی ہے

بخشش بھی اسی رہ میں منزل بھی اسی پہ
اک قلزمِ انعام مدینے کی گلی ہے

خوشبوئے گلستانِ شہنشاہ دو عالمؐ
خاطر مجھے بطحا کی طرف لے کے چلی ہے

☆☆☆☆

خالد احمد

تو نے ہر شخص کی تقدیر میں عزت لکھی
آخری خطبے کی صورت میں وصیت لکھی

تو نے بکھرے ہوئے لوگوں کا شرف لوٹایا
عدل کے ساتھ ہی احسان کی دولت لکھی

سرحد رنگ بعنوان اخوت ڈھائی
ورق دہر پہ ہر سطر محبت لکھی

تو نے ہر ذرے کو سورج سے ہم آہنگ کیا
تو نے ہر قطرے میں اک بحر کی وسعت لکھی

حسن آخر نے کیا حسن کو آخر تجھ پہ
آخری روپ دیا، آخری صورت لکھی

سلسلے بند کیے مہر لگا دی تو نے
صفحۂ ارض پہ اک آخری امت لکھی

خالد احمد تری نسبت سے ہے خالد احمد
تو نے پاتال کی قسمت میں بھی رفعت لکھی

☆☆☆☆

راسخ عرفانی

اسیر خلد کا اعجاز دیکھوں
اخوت کا نیا انداز دیکھوں

سرِ منبر نبیؐ الحمد للہ
فقیروں کو بھی سرفراز دیکھوں

جونہی پلکوں پہ آنسو جھلملائیں!
کرم کے سینکڑوں در باز دیکھوں

اُڑوں خوابوں میں طیبہ کی فضا میں
عروجِ بخت کی پرواز دیکھوں

درخشاں رخ، چمکتی سی جبینیں
محمود بجز کا اعزاز دیکھوں

میں جب الجھوں کسی الجھن میں راسخ
نبیؐ کی یاد کو دمساز دیکھوں

☆☆☆☆

راغب مرادآبادی

پہنچ ہی جائیں گے اک دن کسی قرینے سے
کہ لو لگائے ہوئے ہم بھی ہیں مدینے سے

حضورؐ پاس بلا لیجیے خدا کے لیے
رہے جو دور تو کیا فائدہ ہے جینے سے

نثار میرے دل و جاں ربیع الاوّل پر
ہُوا بہار کا آغاز اسی مہینے سے

یہاں کی خاک کے ذرّے ہیں عطر و عنبر
مہک رہا ہے عرب آپؐ کے پسینے سے

محمدؐ عربی ناخدا ہیں اے راغب!
اُلجھ سکیں گے نہ طوفاں مرے سفینے سے

☆☆☆☆

رئیس امروہوی

جمالِ ذات ہے نورِ محمدؐ عربی
ہمہ صفات ظہورِ محمدؐ عربی

دلِ کلیم ہے اس کے کلام سے روشن
خوشا تجلّیِ طورِ محمدؐ عربی

خودآگہی کا سبق معرفت محمدؐ کی
شعورِ حق ہے شعورِ محمدؐ عربی

شہنشہی کی جلالت الوہیت کا شکوہ
فدائے فقرِ غیورِ محمدؐ عربی

یہ انبیا کی تجلّی یہ اولیاء کا جمال
فقط تسلسلِ نورِ محمدؐ عربی

وہی ہے لشکرِ توحید کا مزاج شناس
جو دل ہے مستِ سرورِ محمدؐ عربی

ربابِ کن کی ہے آوازِ بازگشت رئیس
مری نوا بحضورِ محمدؐ عربی

☆☆☆☆

ساغر صدیقی

بزمِ کونین سجانے کے لیے آپؐ آئے
شمعِ توحید جلانے کے لیے آپؐ آئے

ایک پیغام، جو ہر دل میں اجالا کر دے
ساری دنیا کو سنانے کے لیے آپؐ آئے

ایک مدت سے بھٹکتے ہوئے انسانوں کو
ایک مرکز پہ بلانے کے لیے آپؐ آئے

ناخدا بن کے ابلتے ہوئے طوفانوں میں
کشتیاں پار لگانے کے لیے آپؐ آئے

قافلے والے بھٹک جائیں نہ منزل سے کہیں
دور تک راہ دکھانے کے لیے آپؐ آئے

چشمِ بیدار کو اسرارِ خدائی بخشے
سونے والوں کو جگانے کے لیے آپؐ آئے

☆☆☆☆

سید سلمان رضوی

محفل سجی ہوئی ہے درود و سلام کی
کیا بات ہے حضور علیہ السلام کی

اُنؐ سے لگائی لو تو میرے ہاتھ آ گئی
اک شاہراہ خاص بقائے دوام کی

گردش لہو کی گردشِ تسبیح بن گئی
ہم نے ثنائے خواجۂ کیہاں مدام کی

معراج جس کو کہتے ہیں وہ ہے مرے خدا
اک منفرد روش ترے شائستہ گام کی

فردوس کا وہ قصر جہاں داخلہ ہے بند
تختی لگی ہوئی ہے وہاں میرے نام کی

ہم نے حضور پاکؐ کا دامن پکڑ لیا
اور یوں دیارِ خیر کی منزل تمام کی

سلماںؔ تجھ کو خیر ملے عافیت ملے
کیا دل سے نعت لکھی ہے خیرالانامؐ کی

☆☆☆☆

سید محمد ضمیر جعفری

محمد مصطفےٰ صلِ علیٰ محبوب ربانی
ازل کی صبح عرفانی ابد کی شمعِ ایمانی

حضورؐ آئے تو چمکیں فکرِ انسانی کی تحریریں
حضورؐ آئے تو ٹوٹیں جبر و محکومی کی زنجیریں

چھٹے ذہنوں کا زنگ اترا، بجھے چہروں پہ نور آیا
حضورؐ آئے تو انسانوں کو جینے کا شعور آیا

بشر کی پیشوائی کے لیے شمس و قمر آئے
حضورؐ آئے تو امکانات ہستی بھی نظر آئے

تمدن آیا تہذیب آئی امن آیا قرار آیا
حضورؐ آئے تو عالم پہ بہار آئی نکھار آیا

یتیموں اور فقیروں کو پناہیں مل گئیں آخر
حضورؐ آئے تو ذروں کو نگاہیں مل گئیں آخر

اخوت اور مساوات و محبت کا نظام آیا
حضورؐ آئے تو یہ توقیر ہستی کا مقام آیا

سلام اے رحمۃ للعالمیں سرکار دو عالمؐ
سلام اے مرسلِ حق مالک و مختار دو عالمؐ

☆☆☆☆

سیماب اکبرآبادی

پیام لائی ہے بادِ صبا مدینے سے
کہ رحمتوں کی اٹھی ہے گھٹا مدینے سے

ہمارے سامنے یہ نازشِ بہارِ فضول
بہشت لے کے گئی ہے فضا مدینے سے

فرشتے سینکڑوں آتے ہیں اور جاتے ہیں
بہت قریب ہے عرشِ خدا مدینے سے

نہ آئیں جا کے وہاں سے یہی تمنا ہے
مدینے لا کے نہ لائے خدا مدینے سے

☆☆☆☆

شان الحق حقی

مجھے تو صرف اتنا ہی یقیں ہے
مرا تو بس یہی ایمان و دیں ہے
اگر تم مقصدِ عالم نہیں ہو
تو پھر کچھ مقصدِ عالم نہیں ہے
نہیں میں واقفِ سِرِ الٰہی
مگر دل میں یہ نکتہ جاگزیں ہے
جو دل انوار سے ان کے ہے روشن
وہی کعبہ وہی عرش بریں ہے
یہ سمجھے معنیِ لولاک میں نے
کہ ہستی نخشش جاں آفریں ہے
مگر آزارِ ہستی کا مداوا
عطائے رحمت للعالمیں ہے
وہ شہر بے حصار ان کا، مدینہ
کہ جس کی خاک ارمانِ جبیں ہے
نہ سمجھو ہم کو محرومِ نظارہ
وہ حسن اب بھی نگاہوں کے قریں ہے
کہ دل میں ماسوائے اسمِ احمدؐ
نہیں ہے، کچھ نہیں ہے، کچھ نہیں ہے

☆☆☆☆

شورش کاشمیری

خود رب دو جہاں ہے خریدار مصطفیٰؐ
دیکھے تو کوئی گرمیِ بازار مصطفیٰؐ

لاؤں کہاں سے شہپرِ جبریل کی اڑان
دل کھنچ رہا ہے جانبِ دربار مصطفیٰؐ

پیرِ مغاں! سنبھل کے ادب کا مقام ہے
آئے ہیں میکدے میں قدح خوار مصطفیٰؐ

غارِ حرا سے کرب و بلا کے مقام تک
دیدہ وروں پہ فاش ہیں اسرار مصطفیٰؐ

قرآں کی آیتوں میں سراپا ڈھلا ہوا
تمثیلِ بے مثال ہے کردار مصطفیٰؐ

سجدوں کی چاندنی سے جبینیں نکھر گئیں
آنکھوں میں بس گئے در و دیوار مصطفیٰؐ

شورشؔ ۔ فیضِ خواب، کونین دیکھ لوں
جی چاہتا ہے کوچہ و بازار مصطفیٰؐ

☆☆☆☆

عارف عبدالمتین

زمانہ تیرے لیے ہے، ازل ابد تیرےؐ
ان آنکھوں میں جھلکتے ہیں خال و خد تیرےؐ

میں کس طرح ترےؐ اوصاف کا شمار کروں
خدا کے بعد محاسن ہیں بے عدد تیرےؐ

تو چاند بن کے انھیں بخشتا ہے طغیانی
سمندروں کے تلاطم میں جزر و مد تیرےؐ

ہوئی ہے قریہ بہ قریہ جہاں میں تیریؐ ثنا
ہوئے ہیں دہر میں چرچے بلد بلد تیرےؐ

کسے خبر کہ تیرےؐ زیرِ لب تبسم میں
نہفتہ رہتے تھے کتنے غم اسد تیرےؐ

تریؐ حدیث میں مضمر ہے اعتبارِ سخن
مرے لیے تو سبھی لفظ ہیں سند تیرےؐ

☆☆☆☆

عاصی کرنالی

رہبرِ ہستی نے واضح کر دیا خط کھینچ کر
یہ مقامِ شرک ہے، یہ منزلِ توحید ہے

دہر کے افکار پر، اعمال پر، احوال پر
آپ کا نقشِ وجود اللہ کی تمجید ہے

مرحبا چشمِ تصور، آفریں دیدارِ دوست
عاشقوں کے گھر تو گویا سال بھر کی عید ہے

ابتدائے جلوہ ہے اور دیکھنے کا دم نہیں
اللہ اللہ یہ ہماری انتہائے دید ہے

سخت عاصی ہوں، بُرے اعمال کا دوزخ ہوں میں
پھر بھی میری مغفرت ہوگی مجھے امید ہے

☆☆☆☆

عبدالستار خان نیازی

محبوبؐ کی محفل کو محبوبؐ سجاتے ہیں
جاتے ہیں وہی جن کو سرکارؐ بلاتے ہیں

بیمارو! ذرا جانا دربارِ محمدؐ میں
وہ جامِ شفا اب بھی بھر بھر کے پلاتے ہیں

جس کا بھری دنیا میں کوئی بھی نہیں والی
اس کو بھی مرے آقاؐ سینے سے لگاتے ہیں

اس آس پہ بیٹھا ہوں کہہ دے کوئی آ کر یہ
چل تجھ کو مدینے میں سرکارؐ بلاتے ہیں

اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں نبیؐ سرور
یہ سچ ہے نیازی ہم سرکارؐ کا کھاتے ہیں

☆☆☆☆

عبدالعزیز خالد

خدا کے بعد صاحب سب زمانوں سب جہانوں کا
قبلہ نام ہے جس کے مکانوں لامکانوں کا

دھڑکتا ہے دلِ بیدار و بینا جس کے سینے میں
جو خازن ہے زمینوں آسمانوں کے خزانوں کا

زباں ہر دل کی سمجھے وہ زباں دانِ ہمہ عالم
لبِ اظہار سارے بے نواؤں، بے زبانوں کا

دریں چہ شک کہ وجہِ آہنگ ہے وہ رہتی دنیا تک
شعور و شوق و سرمستی کے سارے کاروانوں کا

بنایا جس نے انسانوں کو افراد ایک ہی گھر کے
مٹایا جس نے سب بے جا تفاخر خاندانوں کا

کرے خونِ جگر سے آبیاری کشتِ ویراں کی
مزاج اس کو مشیت نے دیا ہے باغبانوں کا

دیا توحید کا پیغام اس نے بت پرستوں کو
کیا تبدیل رخ اس نے دلوں کے بادبانوں کا

کھنچیں بے ساختہ اس کی طرف درماندہ و رانده
ہے ذاتِ اس کی حصارِ عافیت بے خانمانوں کا

☆☆☆☆

عزیز لدھیانوی

مرسلوں میں کوئی بھی ﷺ اشرف ایسا نہ تھا
مرتبہ ان سب کا اعلیٰ تھا، مگر ایسا نہ تھا

نام جب سرکارؐ کا جپتا نہ تھا ہر صبح میں
روز ہوتی تھی سحر، حسین سحر ایسا نہ تھا

لامکاں کی حد سے آگے ختم ہوتا ہے سفر
سدرہ سے آگے بھی جانا، ہمسفر ایسا نہ تھا

جا نہ سکتا جو تلاشِ رزق میں طیبہ تلک
طائرِ تخیل میرا خستہ پر ایسا نہ تھا

داغ انگلی کے اشارے کا ہے سینے پہ عیاں
آپؐ کے اعجاز سے پہلے قمر ایسا نہ تھا

☆☆☆☆

جہاں پیوند ظلمت بن گئے روزن مکانوں کے
وہیں کھولے گئے سارے دریچے آسمانوں کے

اک اندھی رات تھی جو ریت پر لہریں بناتی تھی
اور اُن میں جذب ہو جاتے تھے نغمے ساربانوں کے

سرائے دہر میں مہمان تھے صدیوں کے سناٹے
تمہارا نام لے کر کارواں اترے اذانوں کے

تمہاری رہ گزر میں کوئی جتنی دور جاتا ہے
اسی نسبت سے دل پر بھید کھلتے ہیں جہانوں کے

مخالف سمت جائیں تو سفینے ٹوٹ جاتے ہیں
مدینے کی طرف رخ پھر رہے ہیں بادبانوں کے

کتاب زندگی رکھتے ہیں تاب زندگی کم ہے
نئے کردار ہیں ہم لوگ اگلی داستانوں کے

☆☆☆☆

فارغ بخاری

حضورؐ اقدس زمانے بھر سے گئے تھے جو تیرگی مٹا کر
اسی بھیانک فضا میں پھر رک گیا ہے یہ کارواں آ کر

یہ زر کے بندے ترے وطنوں پہ ناگ بن کر ڈٹے ہوئے ہیں
وہ خودکشی کر رہے ہیں مفلس حیات کا آسرا نہ پا کر

غریب اور بے نوا کے اے دستگیر اندھیر ہو رہا ہے
کہ فخر کرتے ہیں تیرے درسِ عمل کی یہ دھجیاں اڑا کر

مذاق اڑاتے ہیں، جو اخوت کا نام بھی آج لے رہا ہو
یہ اپنی اغراض کے لیے بیچتے ہیں اسلام کو چھپا کر

جو نام لے حق کا اس کی گردن میں کفر کا طوق باندھتے ہیں
جو راستی پہ چلے اسے چھوڑتے ہیں مرغِ قفس بنا کر

اسی تعدی کے روکنے کو جہاں میں بعثت ہوئی تھی تیری
اسی طرح لوٹتے ہیں پھر مفلسوں کو سرمایہ دار آ کر

میں کچھ ہوں تیرا ہی نام لیتا ہوں میری گردن نہ جھک سکے گی
میں تیرے درسِ حیات کا ساتھ دوں گا ہر چیز کو لٹا کر

☆☆☆☆

قتیل شفائی

جو دل کو چین دے وہ کسک چاہتا ہوں میں
اے عشق! تیری ایک جھلک چاہتا ہوں میں

لوں نامِ مصطفیٰؐ تو کھلیں چاہتوں کے پھول
سانسوں میں زندگی کی مہک چاہتا ہوں میں

اتنا جھکوں کہ چوم لوں خاکِ درِ حبیبؐ
خود کو بلند تا بہ فلک چاہتا ہوں میں

وہ اس لیے کہ جزوِ نظر ہو کسی کی یاد
ملتی ہوئی پلک سے پلک چاہتا ہوں میں

جس میں ہر ایک رنگ ہو عشقِ رسولؐ کا
دل پر تنی ہوئی وہ دھنک چاہتا ہوں میں

چھایا ہوا ہے روح پہ اک سرمدی سرور
اس کیفیت کو قبر تلک چاہتا ہوں میں

خالی سہی قتیلؔ، مرا ساغرِ عمل
عشقِ نبیؐ کی اس میں کھنک چاہتا ہوں میں

☆☆☆☆

قیوم نظر

ہر ذرہ کائنات کا گرداں ہے اس لیے
ہر لحظہ گنگنائے فضا نعتِ مصطفےٰ

راہِ طلب میں اشک رواں ہیں زباں خموش
ہر سانس کی گرہ ہے صدا نعتِ مصطفےٰ

عشقِ رسول، قصدِ مدینہ، فزوں شوق
اس کارواں کو بانگِ درا نعتِ مصطفےٰ

سوز و تپِ فراق کی تلخی کا ذکر کیا
لائی لبوں پہ تازہ ہوا نعتِ مصطفےٰ

دل کو ملا سکون ہوئی روح مطمئن
ہر غم سے لے گئی ہے ورا نعتِ مصطفےٰ

بخشش کو اپنی لایا ہوں اک نسخۂ وفا
پڑھتا رہوں گا روزِ جزا نعتِ مصطفےٰ

☆☆☆☆

کلیم عثمانی

ہو جو توفیق تو بس نعتِ پیمبرؐ لکھوں
کوئی حرف اور نہ اس صنف سے باہر لکھوں

مجھ سیہ کار کو بھی جس نے دیا اذنِ سلام
کیوں نہ اس ذات کو رحمت کا سمندر لکھوں

روز ہوتی ہے جہاں ایک نئی بارشِ نور
کیسے الفاظ میں اس صبح کا منظر لکھوں

دولتِ صبر و قناعت جسے مل جائے یہاں
آج کے دور کا اس شخص کو بوذرؓ لکھوں

سب جہانوں میں اسی نام کا جلتا ہے چراغ
سب جہانوں کا انہیں ہادیؐ و رہبرؐ لکھوں

خاک اس در کی مری آنکھوں کا سرمہ ہے کلیم
کیوں نہ میں خود کو غنی اور تونگر لکھوں

☆☆☆☆

کوثر نیازی

آدمیت کی علامت ہے ولائے مصطفیٰؐ
مصطفیٰؐ دل کے لیے، دل ہے برائے مصطفیٰؐ

ہے رضائے مصطفیٰؐ میں رب کعبہ کی رضا
رب کعبہ کی رضا میں ہے رضائے مصطفیٰؐ

کچھ نہیں معلوم کیا ہے قصۂ ذات و صفات
تجھ پہ ہم ایمان لائے اے خدائے مصطفیٰؐ

شکلِ انسانی میں قرآن مجسم آپؐ ہیں
شرحِ فرمانِ خدا ہے ہر ادائے مصطفیٰؐ

حشر کی گرمی اسے کچھ بھی ستا سکتی نہیں
جس کو سایہ مل گیا زیرِ لوائے مصطفیٰؐ

دو جہاں کی بادشاہی سے بڑا ہے یہ شرف
کاش میں کہلاؤں اک ادنیٰ گدائے مصطفیٰؐ

آرزو دل میں یہ رکھتا ہوں خدا پوری کرے
جب مروں کوثرؔ زباں پہ ہو ثنائے مصطفیٰؐ

☆☆☆☆

ماہرالقادری

رسولِ مجتبیٰ کہیے محمد مصطفیٰ کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہیے

شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاؐ کہیے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوبِ خدا کہیے

جبین و رخِ محمدؐ کے تجلی ہی تجلی ہیں
کے شمس الضحیٰ کہیے کے بدرالدجیٰ کہیے

جب انؐ کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش بن جائے
جب انؐ کا نام آئے مرحبا صلِ علیٰ کہیے

غبارِ راہِ طیبہ سرمۂ چشم بصیرت ہے
یہی وہ خاک ہے جس خاک کو خاکِ شفا کہیے

صداقت پہ بنا رکھی گئی ہے دینِ فطرت کی
اسی تعمیر کو انسانیت کا ارتقا کہیے

مرے سرکارؐ کے نقشِ قدم شمعِ ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستہ کہیے

محمدؐ کی نبوت دائرہ ہے جلوۂ حق کا
اسی کو ابتدا کہیے اسی کو انتہا کہیے

مدینہ یاد آتا ہے تو پھر آنسو نہیں رکتے
مری آنکھوں کو ماہرؔ چشمۂ آبِ بقا کہیے

☆☆☆☆

مجید امجد

کاش وہ خاک مجھ کو مل جائے
سرمۂ پاک مجھ کو مل جائے
میں اسے رکھ کر آنکھ کے تل میں
آنکھ کے تل میں دیدۂ دل میں
جگمگاتا پھروں زمانے میں
زندگی کے سیاہ خانے میں
جو نبیؐ کے قریب ہیں وہ لوگ
کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ
اس کے قدموں کے ساتھ رہتے ہیں
اس کی موجوں کے ساتھ بہتے ہیں
اس کے ابرو کے ہر اشارے پر
تیرتے ہیں لہو کے دھارے پر
اس کی عزت پہ سر کٹاتے ہیں
آخری وقت مسکراتے ہیں
ان کے قدموں میں دولتِ کونین
ان کا ایک ایک سانس بدر و حنین
ہاں وہ دیکھو بلالؓ کی حالت
چور زخموں سے خون میں لت پت
گرم ریتی پہ تلملاتا ہے
تازیانوں کی چوٹ کھاتا ہے

موت کا خوف ہے نہ زیست کی فکر
اس کے ہونٹوں پہ لا الٰہ کا ذکر
دیکھتا جنگ احد کی جاری ہے
وقت اسلامیوں پہ بھاری ہے
چار سو کافروں کا ریلا ہے
وہ بس سکی زیادہ اکیلا ہے
اس نے دیکھا کہ چند پیکر شر
وار کرنے کو ہیں محمدؐ پہ
دوڑ کر آ کے درمیان نبیؐ
جان دے کر بچائی جان نبیؐ

☆☆☆☆

محبوب عزمی

جب میرے دل کا درد، الم تک پہنچ گیا
میں خود بخود ہی انؐ کے کرم تک پہنچ گیا

یہ بھی نصیب ہی کی تو ہے بات دوستو
جو سر جھکا تو انؐ کے قدم تک پہنچ گیا

قاصر رہی زبان جو کہنے سے مدعا
احوالِ دل تو دیدۂ نم تک پہنچ گیا

لمحوں کا میں کر ل گئی معراج مجھ کو بھی
جذبہ مرا جو شاہِ اُمم تک پہنچ گیا

دیجے اب اذن گنبدِ خضرا کی دید کا
عاصی یہ آپؐ کا تو حرم تک پہنچ گیا

آئے ہیں عزمی بہرِ پذیرائی پھر سروش
پڑھتا درود میں جو عدم تک پہنچ گیا

☆☆☆☆

محسن احسان

شفاعتوں کے فلک پر عجب سحاب کھلے
زمیں نہال ہوئی رحمتوں کے باب کھلے

نصیب خلق ہوئی آفتاب علم کی دھوپ
جہانِ حرف و معانی کے تازہ باب کھلے

مصافِ جنگ و جدل ہو کہ شہرِ امن و اماں
تری بلندیِ کردار کے نصاب کھلے

ترے جمال سے شرمندہ جلوۂ خورشید
ترے حضور نہ احرام آفتاب کھلے

تو سائبان کی صورت محیطِ عالم ہے
کرن کرن کی ترے سامنے طناب کھلے

ہمارے نام کے آگے بھی حرفِ بخشش لکھ
کہ سرفراز ہوں ہم جب تری کتاب کھلے

میں اس امید پہ کہتا ہوں نعت نذرِ حبیبؐ
کہ میرے واسطے محسنؔ درِ ثواب کھلے

☆☆☆☆

محشر بدایونی

آپؐ کی مدح ہے کس کے امکان میں
سارا قرآن ہے آپؐ کی شان میں

حمد کے حرف لکھوں کہ میں نعت کے
ہوں بڑی احتیاطوں کے میدان میں

اس کو کہتے ہیں تکمیلِ انسانیت
ساری اچھائیاں ایک انسانؐ میں

ہم نبیؐ کی محبت سے باہر کہاں
یہ محبت تو شامل ہے ایمان میں

اسوۂ مصطفیٰؐ کا چراغ آج بھی
جل رہا ہے ہواؤں کے طوفان میں

☆☆☆☆

محشر رسول نگری

شعور عشق مدینے کی سر زمیں سے ملا
دوا بھی، درد بھی جو کچھ ملا یہیں سے ملا

ہے اتباع پیمبرؐ ہی اتباع خدا
جو فیض ہم کو ملا ختم مرسلین سے ملا

ملا نہ علم پیمبر کو پھر زمانے میں
جو رتبہ پیری تاجدار دیں سے ملا

ہوئے تھے جس کے طفیل ایک اپنے بیگانے
وہ درس عدل و اخوت نہ پھر کہیں سے ملا

اگر ہے وجہ شرف کچھ تو آدمیت ہے
یہ نکتہ آپؐ کی تلقین آخریں سے ملا

خدا نے آپ کہا ہے تجھے سراج منیر
جہاں کو نور ہدایت تری جبیں سے ملا

ہزار بار بھی دی ہے در نبی پہ صدا
مگر جواب نہ محشرؔ کبھی "نہیں" سے ملا

☆☆☆☆

محمد اعظم چشتی

سمجھا نہیں ہنوز مرا عشق بے ثبات
تو کائناتِ حُسن ہے یا حُسنِ کائنات

جو ذکر زندگی کے فسانے کی جان ہے
وہ تیرا ذکرِ پاک ہے اے نبضِ حیات

اک خالقِ جہاں ہے تو اک مالکِ جہاں
اک جانِ کائنات ہے اک وجہِ کائنات

بزم حدوث سے ہے مقدم ترا وجود
خالق کے بعد کیوں نہ مکرم ہو تیری ذات

اب تک سجی ہوئی ہے ستاروں کی انجمن
اس انتظار میں کہ پھر آئیں وہ ایک رات

ارشادِ مارمیت سے ظاہر ہوا یہ راز
ہے کبریا کا ہاتھ رسولِ خدا کا ہاتھ

اعظمؔ میں ذکرِ شاہِ زمن کیسے چھوڑ دوں
میرے لیے تو ہے یہی سرمایہ حیات

☆☆☆☆

مسرور کیفی

خوابوں میں مدینے کی فضا دیکھنے والا
خاطر میں کہاں لائے گا رنگِ گل و لالہ

نظروں میں رہے جس کے جمالِ شہِؐ والا
اس شخص کی دنیا میں اجالا ہی اجالا

نبیوں میں، وہ بندوں میں، بشر میں جہاں دیکھو
افضل سے بھی افضل ہیں، وہ اعلیٰ سے بھی اعلیٰ

روشن ہے ازل سے جو مرے گوشۂ دل میں
وہ چاند کسی طور نہیں ڈوبنے والا

دنیا کا طلب گار رہا ہے نہ رہے گا
سرکارؐ کے قدموں کے نشاں ڈھونڈنے والا

پابندیِ احکامِ خداوندی یہی ہے
محبوبؐ خداوند کے احکام بجالا

قدموں سے میں مسرور لپٹ جاؤں، جو مل جائے
سرکارؐ دو عالم کا کوئی چاہنے والا

☆☆☆☆

ناصر کاظمی

شجر حجر تمھیں جھک کر سلام کرتے ہیں
یہ بے زبان تمھیں سے کلام کرتے ہیں

زمیں کو عرش معلیٰ ہے تیرا گنبدِ سبز
تری گلی میں فرشتے قیام کرتے ہیں

مسافروں کو ترا در ہے منزلِ آخر
یہیں سب اپنی مسافت تمام کرتے ہیں

جنھیں جہاں میں کہیں بھی اماں نہیں ملتی
وہ قافلے یہاں آ کر قیام کرتے ہیں

نظر میں پھرتے ہیں تیرے دیار کے منظر
اسی نواح میں ہم صبح و شام کرتے ہیں

سکونِ دل کی انھیں سے امید ہے ناصر
جو اپنا فیض غریبوں پہ عام کرتے ہیں

☆☆☆☆

نصیر الدین نصیر

چاند تارے ہی کیا دیکھتے رہ گئے
اُنؐ کو ارض و سما دیکھتے رہ گئے

ہم درِ مصطفیٰؐ دیکھتے رہ گئے
نور ہی نور تھا دیکھتے رہ گئے

پڑھ کے روح الامیں سورۃ والضحٰی
صورتِ مصطفیٰؐ دیکھتے رہ گئے

وہ امامت کی شب، وہ صفِ انبیاؑ
مقتدی مقتدی دیکھتے رہ گئے

نیک و بد پر ہُوا اُنؐ کا یکساں کرم
لوگ اچھا بُرا دیکھتے رہ گئے

وہ گئے عرش تک اور روح الامیں
سدرۃ المنتہیٰ دیکھتے رہ گئے

معجزہ تھا وہ ہجرت میں اُنؐ کا سفر
دشمنانِ خدا دیکھتے رہ گئے

مرحبا شانِ معراجِ ختم رسلؐ
سب کے سب انبیاؑ دیکھتے رہ گئے

جب سواری چلی جبرئیل امیں
صورتِ نقشِ پا دیکھتے رہ گئے

اہلِ دانش محمدؐ تھے جیتی جاگتی
رُوئے قرآں نما دیکھتے رہ گئے

میں نصیرؔ آج لایا وہ نعتِ نبیؐ
نعت گو منہ مرا دیکھتے رہ گئے

☆☆☆☆

نعیم صدیقی

پرکیف کس قدر غمِ پنہاں ہے اے حضورؐ
میرا یہی وظیفہ ایماں ہے اے حضورؐ

ہم آپؐ کے مقام کو سمجھے نہیں، بجا!
اپنے وجود کا ہی کب عرفاں ہے اے حضورؐ

اُمت پہ کتنی آج گراں ہو گئی حیات
ارزاں بہت ہی خونِ مسلماں ہے اے حضورؐ

شیرازہ بند شوق ہے تیری نگاہِ لطف
شیرازۂ خیال پریشاں ہے اے حضورؐ

احسان و عدل و امن کے نعروں کے باوجود
تہذیب ساری جنگ کا میداں ہے اے حضورؐ

مجروح کتنی غیرتِ آدم ہے آج کل
مظلوم کتنی خلقتِ انساں ہے اے حضورؐ

کس شان سے ہوا دلِ عاشق لہولہان
جیسے یہ کوئی لعلِ بدخشاں ہے اے حضورؐ

لاشے تڑپ رہے ہیں سرِ دار و زیرِ تیغ
کیا ہر طرف یہ حشر کا ساماں ہے اے حضورؐ

کچلے ہوئے سے کیوں ہیں خیالاتِ عرش گیر
سہما ہوا سا کیوں مرا ایماں ہے اے حضورؐ

☆☆☆☆

یزدانی جالندھری

کوہِ فاراں پہ خورشید غارِ حرا، جب ہوا جلوہ گر دیکھتے دیکھتے
پرتوِ نورِ حق سے درخشاں ہوا، نجمِ بختِ بشر دیکھتے دیکھتے
آرزوئے خلیل آج پوری ہوئی، کائناتِ دل و روح نوری ہوئی
زندگی جاگ اٹھی، روشنی ہوگئی، تا بہ حدِ نظر دیکھتے دیکھتے
زیست صحرا تھی صحرا سے گلشن ہوئی، شمعِ عرفان و ایماں کی روشن ہوئی
سربسر تھے جو ہر بات سے بے خبر، ہو گئے باخبر دیکھتے دیکھتے
روحِ انساں سقیم اور بیمار تھی، ذہنی اوہام تھی، واجب آزار تھی
رحمتِ حق تعالیٰ کو جوش آگیا، مل گیا چارہ گر دیکھتے دیکھتے
دیکھتے دیکھتے انقلاب آگیا، پھول مہکے چمن پہ شباب آگیا
ڈھل گئے رنگ قوسِ قزح میں سبھی، رنگِ شام و سحر، دیکھتے دیکھتے
شرق سے غرب تک شور برپا ہوا، ایک امی لقب مہرِ علم آگیا
اس کے فیضان سے کم نظر، بے ہنر، ہو گئے نکتہ ور دیکھتے دیکھتے
جس طرف سے بھی گزرے شہِ ذی حشم، جس پہ بھی سرورِ دیںؐ کے پڑے قدم
آسماں ہوگئی، کہکشاں بن گئی، ایک اک رہگزر دیکھتے دیکھتے
واپس آئے تو بستر ابھی گرم تھا اور زنجیرِ در میں تھی جنبش ابھی
فرش سے عرش تک، عرش سے فرش تک ہو گیا طے سفر دیکھتے دیکھتے
جس کو کہتے ہیں سب لوگ شہرِ نبیؐ، وہ کشش ظلہ ہے جس کی ایک اک گلی
میں نہایا ہوں اک سیلِ انوار میں اس کے دیوار و در دیکھتے دیکھتے
کملی والے کا یزدانی احسان ہے، ابنِ آدم پہ بارانِ فیضان ہے
پتھروں سے بھی بدتر جو انسان تھے ہو گئے وہ گہر دیکھتے دیکھتے

☆☆☆☆

آصف اکبر

جو کسی عطا نے خفا کے داغ تمام عمر کے دھو دیے
تو قتیلِ شکر نے جوشِ اشک سے شش جہات بھگو دیے

چلے قافلے لیے آبلے، بڑھے حوصلے گھٹے فاصلے
وہ نصیب والے تھے وقت نے جنہیں دن یہ دیکھنے کو دیے

تھیں عزیز جاں سے جو حسرتیں تو عزیز تر رہیں مشکلیں
کہ انہیں سے قلبِ حیات کو نئے عزم دیتے تھے سو دیے

کبھی جستجو کبھی گفتگو کبھی کو بکو کبھی روبرو
وہ ہزار شوق کے رنگ تھے جو کسی نے جاں میں سمو دیے

کبھی دیکھنا، کبھی جھینپنا، کبھی مانگنا، کبھی سوچنا
کبھی ضبطِ حال میں کھو گئے کبھی فرطِ شوق سے رو دیے

وہ درِ کرم، وہ رہِ ستم، وہ شبِ حرم وہ دمِ خم
جو متاعِ فکر تھے وقت نے وہی خواب آنکھ میں بو دیے

وہی بے کلی، وہی تشنگی، وہی بے بسی، وہی خستگی
جو نکل چکے تھے، فراق نے وہی خار دل میں چبھو دیے

مرے حالِ زار پہ اک نظر، مرے چارہ گر، مرے چارہ گر
جو نجومِ شوق تھے معتبر وہی مرے وجود نے کھو دیے

یہ عیاں ہے آصفِ ناتواں، ترے دل میں درد ہے اک نہاں
تو عجب ہے کیا جو حروفِ لب کبھی خونِ دل میں ڈبو دیے

☆☆☆☆

آصف ثاقب

صدا میں ستارہ ستارہ کروں
محمدؐ محمدؐ پکارا کروں

دل و جاں سے نعتِ نبیؐ میں سنوں
دل و جاں کو ایسے سنوارا کروں

کھلا ان گلوں میں محمدؐ کا نام
میں زخموں کا اپنے نظارہ کروں

خدا کی طرف سے بشارت ملے
بنامِ نبیؐ استخارہ کروں

میں اشکوں کی صورت نظر در نظر
محمدؐ کا صدقہ اُتارا کروں

جگر سبز پتی سے کاٹوں اگر
تو منظر ہرا آشکارا کروں

لکھوں نعت ثاقب عقیدت بھری
کہ خونِ جگر استعارہ کروں

☆☆☆☆

آفتاب ضیا

دل میں اگر خدا ہے رسولؐ خدا بھی ہے
کعبہ نظر میں ہے تو در مصطفیٰؐ بھی ہے

قرآن کہہ رہا ہے کہ گھبرایئے نہیں
اس خار زار زیست میں اک رہنما بھی ہے

اُنؐ پر درود پاک پڑھا جائے رات دن
جس میں گناہ گاروں کا اپنا بھلا بھی ہے

اللہ کے ساتھ اُن کی اطاعت بھی فرض ہے
جو آپؐ کی رضا ہے خدا کی رضا بھی ہے

در در کی خاک چھاننے والو بتاؤ تو
اُن کے علاوہ اپنا کوئی آسرا بھی ہے

لوگوں نے خواہشات کو مذہب بنا لیا
یہ بھول کر کہ یوم جزا و سزا بھی ہے

کتنا عروج پایا عرب کی زمین نے
آبِ حیات بھی جہاں خاکِ شفا بھی ہے

☆☆☆☆

ابرار حسین باری

وہ آپؐ کی محفل میں ادب دیکھا گیا ہے
جو دیکھا گیا مہر بہ لب دیکھا گیا ہے

کیا کوئی بتائے کہ خد و خال تھے کیسے
سورج کی طرف غور سے کب دیکھا گیا ہے

ظلمت میں کہاں دکھتا ہمیں جادۂ منزل
اک نقشِ کفِ پا کے سبب دیکھا گیا ہے

دشمن پہ عنایت کی کوئی ریت کہاں تھی
آپؐ آئے ہیں دنیا میں یہ تب دیکھا گیا ہے

موسیٰ کے تصور میں بھی موجود نہیں تھا
جو قرب کہ معراج کی شب دیکھا گیا ہے

چھینا ترے بچوں سے ترا شہرِ مدینہ
تاریخ میں ایسا بھی غضب دیکھا گیا ہے

مجھ ایسے کی خاطر بھی کھلا ہے درِ رحمت
باریؔ یہاں کب نام و نسب دیکھا گیا ہے

☆☆☆☆

ابصار عبد العلی

جو حرف و ہنر سارے زمانوں کو ملے ہیں، سب تیرے صلے ہیں
ادراک و تفکر کے جہاں پھول کھلے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

قرآں کا چلن مرسلِ یکتا سے چلا ہے جو تجھ کو ملا ہے
پھر ہم کو ابد تک کے پیغامات ملے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

تُو سیّد و وحید ہے، تُو مامون و امیں ہے، مصباح جبیں ہے
جو سارے ہدف سارے شرف ہم کو ملے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

تُو کامل و عادل ہے، تو فاتح ہے قوی ہے، نبیوں کا نبی ہے
ہر حق کو جو ناحق سے شکایت ہے گلے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

باطل کے مقابل ہمیں اول پہ ہے ایماں، آخر پہ ہے بیعت
باطل کے مقابل نہ کبھی ہونٹ سلے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

رزاق نے جو کچھ بھی دیا، اس پہ ہوں قانع، پیچھے ہوں میں تیرے
کب فقر و قناعت میں مرے ہونٹ ہلے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

اعجاب دعا تیرے وسیلے سے ہوئی ہے، تو حق ہے، ولی ہے
اب مجھ کو مقدر سے نہ شکوے نہ گلے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

☆☆☆☆

ڈاکٹر احسان اکبر

ستارہ استعارہ

حریم جاں میں اک روشن ستارے کا نظارہ ہے
ستارہ جس کی چھاؤں چھاؤں صبح آ کے چھائے
تقدس رات کے پچھلے پہر کے جاگتے پل کا
تلذذ فجر کے عارض سے ڈھلکے اک شبنم سا
بہت آہستہ آہستہ اترتا نقش نکہت کا
نفس میں جلتے قدموں سے جھم لیتا ہوا طوفاں
بیاں میں اسم کی تقویم لفظوں کی جہانگیری
خدا بھی جہاں پہچان پورے آدمی کی ہے
وہ اک مشعل کہ جس نے آندھیوں میں
روشنی کی ہے
وہی آنکھوں میں بجھتے آنسوؤں کی شبنمی چادر
لبوں سے پھوٹتی روشن پھواریں نرم حرفوں کی
گلیم درد پوش ایسی
کہ جس میں تہہ بہ تہہ محراب زخموں کی
وہ جس کے نام ہر موسم
چمکتے جگنوؤں کے ساتھ اڑنے کا
روش کی پانیوں پہ تیرتے روشن دریچوں کی
مصائب کے سمندر میں بھی
اس کے اپنے لوگوں کے قبیلوں میں

جڑے ہے سے اشکوں کے
تہمات اس کے یہاں تقدیر کے الواح پہ تیرے ہی کی تحریریں

وہ سینہ
جس میں روشن آیتیں ہیں
پاسداری کی
ہمیں ہر دم
اُسی مینار کی ضو افگنی سے راستے لینا
ہر اک گدلائے موسم میں
اسی عرش اجلد کو
بادلوں سے جھکتے جاتے آسماں میں
اپنی قسمت کے اُسی تارے کو تکنا
دیکھتے رہنا
اُسی کی وجہ سے تقویم ہوتے ہیں بھلے لمحے
اُسی کے کام سے آنکھوں میں ٹھہرے
حسیں جلوے کے
کوئی محراب کا نقشہ پرانے آسمانوں میں
وہ جس سے اک نئی تہذیب اُبھری ساربانوں میں
وہ رحمت جس کی اک کروٹ سے
سوا۔کان بنتے ہیں
وہ اک ترتیب جس سے آدمی انسان بنتے ہیں
(ارادوں میں مساوات عدل اور احسان بنتے ہیں)
ہماری زندگی کا راز جس پر آشکارا ہے
وہی روشن ستارہ تو ہمارا استعارہ ہے

☆☆☆☆

احمد ادریس

تریؐ پناہ میں روزِ جزا کا خوف نہیں
ہم اہلِ درد ہیں ہیبت سرا کا خوف نہیں

ترا کرم ہے تو یکسر سکون ہے دل کو
یہاں ہمیں کسی رنج و بلا کا خوف نہیں

نفس نفس میں بسی ہے ہوائے کوئے رسولؐ
ترا ہے فیض کہ حبسِ ہوا کا خوف نہیں

ترے ہی نام کا صدقہ ہرے بھرے موسم
کسی وبال کسی ابتلا کا خوف نہیں

غرور اسمِ محمدؐ کے ہیں علم بردار
ذرا سا بھی ہمیں اہلِ جفا کا خوف نہیں

☆☆☆☆

احمد صغیر صدیقی

نظروں میں بسی ہے کسی مہتاب کی صورت
دیکھے چلے جاتے ہیں جسے خواب کی صورت

اک شمع کی مانند ہیں ہم تیز ہوا میں
وہ ذاتِ گرامیؐ کہ ہے محراب کی صورت

وحشت کے سوا کیا تھا سروں میں کہ وہ آیا
پھر اس نے نکالی ادب آداب کی صورت

پتھر تھا یہ دل موم ہوا اُنؐ کی نظر سے
اس دشت نے دیکھی تھی کہاں آب کی صورت

شاہا ترےؐ قدموں کی مجھے دُھول عطا ہو
اوڑھوں میں اسے اطلس و کمخواب کی صورت

☆☆☆☆

اختر عثمان

یہ اہتمام اندھیروں کے رد میں رکھا گیا
چراغ اسمِ محمد لحد میں رکھا گیا

مجال ہے کہ ہوئی ہو کہیں کمی بیشی
وہ نور معجزۂ صد بہ صد میں رکھا گیا

کہا گیا کہ پکارو تو کہہ کے "انظرنا"
جو بے ادب تھے انھیں ایک حد میں رکھا گیا

وہ جس نے آدم و حوا کو بچے دیکھا تھا
اُسے شروع سے نفسِ احد میں رکھا گیا

کچھ اور سہل ہوئیں اگلی منزلیں مجھ پر
وظیفۂ رخِ آقا سند میں رکھا گیا

مجھے سنائی گئی یوں شفاعتوں کی نوید
منافقوں کو عذابِ حسد میں رکھا گیا

یہ پانچ اسم ہیں تذکارِ بسم اللہ
خدا کے ساتھ انہیں ہر عدد میں رکھا گیا

عطا ہُوا تھا وہیں سے مزاجِ زفت گری
یہ مرتبہ تھا جو بس میری حد میں رکھا گیا

یہ امتحان بھی ہے اور وجہِ بخشش بھی
چراغ کر کے ہواؤں کی زد میں رکھا گیا

غلامِ شہ پہ سلام اور عدوئے شہ سے گریز
عجب قرینہ ہے جو نیک و بد میں رکھا گیا

سوائے نعت زبان و قلم پہ کچھ بھی نہ ہو
مرے جنوں کو بھی فصلِ خرد میں رکھا گیا

ہوئی ہے ثبت غلامی پہ مُہرِ خاتمِ پاک
یہ اہتمام صفِ مُستند میں رکھا گیا

یہ کلمہ بھی کلمے کا جواز ہے اخترؔ
اُنہیں جوار مقامِ احد میں رکھا گیا

☆☆☆☆

اخلاق عاطف

نعت گوئی سے مجھے گرچہ بہت رغبت رہی
زندگی بھر نعت کہنے کی مگر حسرت رہی

اُن کی چوکھٹ پہ تصور میں گزاری ایک شام
گفتگو شب بھر ملائک میں بڑی بابت رہی

آپؐ سے بڑھ کر دیا کس نے محبت کو فروغ
رنج کے بدلے دعائیں، آپؐ کی عادت رہی

آپؐ کے ایثار و صبر و ضبط سے پا کر جِلا
مجھ کو عسرت میں بھی حاصل بے کراں ثروت رہی

مجھ سے عاصی پہ کرم فرمائیوں کی حد نہیں
اور اس پہ اک زمانے کو بڑی حیرت رہی

خاک زادوں پہ عیاں کیسے ہو عظمت آپؐ کی
آپؐ کے قدموں تلے تو عرش کی وسعت رہی

اک سے اک بڑھ کر کھلے عاطفؔ ثنا خوانی کے پھول
پر کسے شانِ نبیؐ سے کچھ ذرا نسبت رہی

☆☆☆☆

ارشدمحموداَرشد

بے کسوں کو بھلا اور کیا چاہیے
یا نبیؐ آپؐ کا آسرا چاہیے

بجھتی آنکھوں میں آ جائے گی روشنی
آپؐ کے در کی خاکِ شفا چاہیے

آپؐ کے نقشِ پا چومتا چل پڑے
جس گنہگار کو بھی خدا چاہیے

میرے گھر میں اندھیروں نے قبضہ کیا
آپؐ کے نام کا اک دیا چاہیے

دل میں آلِ نبیؐ کی محبت بھرو
مومنو! گر خدا کی رضا چاہیے

گرم اشکوں سے جلتی ہیں آنکھیں مری
ان کو دیدارِ خیر الوریٰ چاہیے

ختم ہو جائیں گی ارشد تری مشکلیں
کملی والے کا بس راستہ چاہیے

☆☆☆☆

اسد اعوان

ہے میرے سینے میں شوقِ وصال سب سے الگ
مرے نبیؐ کا ہے حُسن و جمال سب سے الگ

ترس رہا ہوں میں دیدارِ مصطفیٰؐ کے لیے
گزر رہے ہیں مرے ماہ و سال سب سے الگ

مجھے بھی اذنِ زیارت مجھے بھی اذنِ بیاں
غریب وقت سنائے گا حال سب سے الگ

کہاں یہ نعت کہاں شعر و شاعری اپنی
مجھے یہ تُو نے دیا ہے کمال سب سے الگ

اسد بھی تو ہے مجھ پہ مرے نبیؐ کا کرم
ہے میرا سارے جہاں میں خیال سب سے الگ

☆☆☆☆

اسلم راہی

نظر آرہا ہے وہ در اللہ اللہ
تجلی جاری ہے نظر اللہ اللہ

لبوں پہ درود و سلام آ رہا ہے
درِ مصطفیؐ دیکھ کر اللہ اللہ

نظر انؐ کے روضے پہ اٹکی ہوئی ہے
سرکتی نہیں ہے نظر اللہ اللہ

نظر ڈالیے شہر میں جس طرف بھی
ستاروں کی ہے رہگزر اللہ اللہ

کھلا بابِ رحمت ہے بابِ رحمت
جھکا جارہا ہے جو سر اللہ اللہ

یہاں اَوجِ پاتے ہیں واللہ سجدے
کیے جاؤ شام و سحر اللہ اللہ

سبھی دم بخود ہیں کسی کو بھی راہی
کسی کی نہیں ہے خبر اللہ اللہ

☆☆☆☆

ڈاکٹر اسلم فرخی

سکونِ قلب ہے خلدِ نظر مدینہ ہے
نشانِ عظمتِ خیر البشرؐ مدینہ ہے

تمام حسن و لطافت تمام رعنائی
مگر مدینہ ہے آپ مگر مدینہ ہے

ڈرا سکی نہ مجھے شامِ غم کی تنہائی
مرے وجود میں نورِ سحر مدینہ ہے

ہزار شہر ہیں دنیا میں شاد اور آباد
مگر وہ شہر جو "نبی کا گھر" مدینہ ہے

مدینے جا کے ہوا ہے عجیب حال مرا
ہر اک سے پوچھ رہا ہوں کدھر مدینہ ہے

نہ پوچھ مجھ سے مرے مستقر کا حال احوال
میں کیا بتاؤں کہ میرا تو گھر مدینہ ہے

بہانے پائے خرد ڈھونڈتا ہی رہتا ہے
ادھر یہ حال کہ پیشِ نظر مدینہ ہے

مسافرانِ رہِ شوق اتنا جانتے ہیں
سفر مدینہ ہے زادِ سفر مدینہ ہے

مجھے نہیں کسی منظر سے واسطہ اسلم
نگاہِ شوق میں آٹھوں پہر مدینہ ہے

☆☆☆☆

اعجاز رضوی

اے ہوا

اے ہوا

اے مدینے کی گلیوں سے آتی ہوئی

خوش قدم سرمئی خوش خو اور ٹھنڈی ہوا

مجھ کو اتنا بتا

کیسے صحرا ہیں جن میں محمد کا قدم سفر میں رہا

کیسی گلیاں ہیں جن میں محمد کا نقشِ قدم ثبت تھا

اے ہوا

اس شجر کی سنا

جس کے سوکھے تنے پر محمد کی کملی کا سایا پڑا

تو وہ سرسبز و شاداب ہوتا گیا

اے ہوا مجھ کو اتنا بتا

کتنے اونچے پہاڑوں کی صورت میں ہیں

آج وہ سنگ ریزے

جنھوں نے محمدؐ کے ہاتھوں سے گویائی لی

اے ہوا

اے مدینے سے آتی ہوئی خوش قدم سرمئی خوش خو اور ٹھنڈی ہوا

مجھ کو اتنا بتا

صرف اتنا بتا

☆☆☆☆

اعجاز کشور راجہ

میں کہ ہر صاحبِ ایمان کے قدموں کی خاک
آپؐ تک آیا ہوں پہچان کے قدموں کی خاک

عمرؓ کی حیدرِ کرارؓ کی خاک کف پا
میں ابوبکرؓ کے عثمانؓ کے قدموں کی خاک

چاند، سورج مرے سلطانؐ کے پاپوش کی گرد
یہ ستارے مرے سلطانؐ کے قدموں کی خاک

میرا دامانِ عقیدت بھی مدینہ ہے جہاں
جا بجا ہے مِرے مہمانؐ کے قدموں کی خاک

آپؐ کی نعت کا حق مجھ سے ادا ہو کیسے
میں کہ بوصیریؒ و حسانؓ کے قدموں کی خاک

ذرّے ذرّے میں کئی راز چھپائے ہوئے ہے
آپؐ کی ناقۂ ذی شان کے قدموں کی خاک

یوں کیا صاحبِ معراج کی عظمت کو سلام
کہکشاں بن گئی انسان کے قدموں کی خاک

ذرّے ذرّے پہ رقم ہے اُسی منزل کا پتہ
رہ گیا صاحبِ عرفان کے قدموں کی خاک

☆☆☆☆

افضل خان

یہ بھی سفر عجیب تھا کیسی شعاع دی گئی
پل میں نبیؐ کے شہر تک میری نظر چلی گئی

خواب میں رات کیا ہوا، میں ہی گدائے خاص تھا
عشقِ نبیؐ کے نور سے جھولی مری بھری گئی

کیسے پرو دیے گئے ایک لڑی میں لعل و سنگ
فخرِ حسب نسب گیا ذات برادری گئی

جب بھی بعدِ دعا صلِ علیٰ پڑھا گیا
جو بھی طلب کیا گیا رحمتِ خاص کی گئی

ورنہ میں شرمسار تھا اپنے بدن کے ننگ پہ
سوزنِ عشقِ مصطفیٰ، خلعتِ چاک سی گئی

میرے ہنر ہی سے کہیں میرے نبیؐ خفا نہ ہوں
عرصہ گزر گیا مگر نعت نہیں کہی گئی

☆☆☆☆

امتیاز الحق امتیاز

دنیا کو بدلنے آپ آئے
جو سر تھے جھکے ہوئے اٹھائے

حاوی ہیں تمام معجزوں پہ
جو لفظ زباں پہ اُن کی آئے

اپنے ہیں مکہ اور مدینہ
باقی سب شہر ہیں پرائے

آقا سے سخن کی یہ گھڑی ہے
اب کوئی نہ درمیاں آئے

کیسے تھے چاند اور سورج
اے غار ثور! کیا ہے رائے

☆☆☆☆

امین راحت چغتائی

سمجھے گا کون، کیا ہے یہ رمزِ جہانِ شوق
عرشِ علا ہے اور وہ ہے میزبانِ شوق

طیبہ کا عزم، ہونٹوں پہ صلِ علیٰ کا ورد
میں اور میرے ساتھ ہے اک کاروانِ شوق

پڑتے نہیں زمیں پہ قدم جذب و کیف سے
یہ سرزمینِ طیبہ ہے یا آسمانِ شوق

کانوں میں گونج سی ہے درود و سلام کی
ہر ذرہ کائنات کا ہے کاروانِ شوق

کیا کیا تھا دل میں عرض کریں گے حضورؐ سے
الفاظ ڈھونڈتی ہے مگر اب زبانِ شوق

اُنؐ کے قدم سے جا کے نگاہیں لپٹ گئیں
کہنے کو یوں تو آئے تھے ہم داستانِ شوق

منزل ہے جب دیارِ نبیؐ کی نگاہ میں
راحتؔ بھٹک سکے گا کہاں کاروانِ شوق

☆☆☆☆

ڈاکٹر انور سدید

زمانے میں پھیلا ہے نور آپؐ سے
دلوں کو ملا ہے سرور آپؐ سے

اندھیرا کٹا آپؐ ہی کے طفیل
سحر کا ہوا ہے ظہور آپؐ سے

سکوں آفریں آپؐ کا ذکر ہے
منور ہے عقل و شعور آپؐ سے

مجھے اہلِ دنیا نے ٹھکرا دیا
جہاں میں ہوں نہیں پُرغرور آپؐ سے

اسی سے ہوں میں سرفراز جہاں
جو نسبت ہے مجھ کو حضور آپؐ سے

زمانہ بھی اس کو بھلا دیتا ہے
جو دانستہ ہوتا ہے دُور آپؐ سے

مجھے بھی مدینے بلا لیجیے
نہیں رہ سکوں گا میں دور آپؐ سے

جسے لوگ کہتے ہیں انور سدید
وہ مانگے شفاعت حضور آپؐ سے

☆☆☆☆

انور شعور

یہ التماس ہے یا رب! حضورؐ سے اپنے
نہ انتظار کرائیں شعورؔ سے اپنے

ملا نہ اب بھی ہمیں حاضری کا پروانہ
تو کیا کہیں گے دلِ ناصبور سے اپنے

ہمارے قلب میں فاران سے ہوئی روشن
کلیم لائے تھے جو آگ طور سے اپنے

شبِ سیاہ میں جب کچھ نظر نہیں آتا
وہ کوئی راہ دکھاتے ہیں نور سے اپنے

ہم اُس نگاہ کی دریا دلی سے ہیں سرشار
نوازتی ہے جو کیف و سرور سے اپنے

یہ ایک تیرہ و تاریک خاکداں تھا یہاں
کیا اُنھوں نے اُجالا ظہور سے اپنے

مسافروں نے رہِ مستقیم چھوڑی کیوں
بھٹک رہے ہیں سفر میں قصور سے اپنے

دکھائے نامۂ اعمال کیا بھلا اپنا
شعور خوش نہیں فسق و فجور سے اپنے

☆☆☆☆

بشریٰ اعجاز

میری منڈی ذات نبیؐ جی
کیسے کہوں میں نعت نبیؐ جی

روشن دن اب نکلے ناہیں
جیون کالی رات نبیؐ جی

دل میں بھانبڑ ہجروں والا
آنکھوں میں برسات نبیؐ جی

چاروں جانب خوف کے پہرے
قیدی میری ذات نبیؐ جی

آپؐ کے در کی باندی بردی
یہ میری اوقات نبیؐ جی

چھین لیے ہیں کس نے مجھ سے
میرے قلم دوات نبیؐ جی

جیت کے بھی میں ہار گئی ہوں
کیسی ہے یہ مات نبیؐ جی

میرے اندر بیٹھ کے کوئی
روتا ہے دن رات نبیؐ جی

سُکھ کے دن اب لاگیں مجھ کو
پچھلی شب کی بات نبیؐ جی

ساری عمر کا حاصل مقصد
طیبہ کی اک رات نبیؐ جی

میری دعا میں حرفِ تمنا
لائی اپنے ساتھ نبیؐ جی

حاضری کو خود چل کر آیا
رستہ میرے ساتھ نبیؐ جی

زرد پیلا موسم ہے ہر سُو
سوکھے میرے پات نبیؐ جی

خشکی کے موسم میں اتری
بارش جیسی نعت نبیؐ جی

حرفوں کے یہ موتی چُن کر
لائی میں سوغات نبیؐ جی

☆☆☆☆

در پہ رہتا ہوا آیا ہے یہ شیدا تیراؔ
کاش ہوجائے مری سمت بھی چہرہ تیراؔ

زندہ رہنا مرا دنیا میں بہت مشکل تھا
شافعِ حشر جو ہوتا نہ بھروسا تیراؔ

اب کہ ظلماتِ بلا میں ہوں کھڑا میں حیراں
راہ دکھلاتا ہے بس ایک اجالا تیراؔ

مجھ سا عاصی بھی کرے تیری ثنا کی جرأت
کیسے ممکن تھا نہ ہوتا جو اشارہ تیراؔ

تیرے محبوب کی الفت کا ہے تھوڑا سا غرور
ورنہ اک بندۂ عاجز ہوں خدایا تیراؔ

یاد آتی ہیں ترے روضے کی صبحیں شامیں
آنکھ سے ہٹتا نہیں گنبدِ خضرا تیراؔ

چاہتا ہوں وہیں دیوار سے لگ کر پڑ جاؤں
اپنے سینے سے لگا لے جو مدینہ تیراؔ

صرف اک موجۂ رحمت کہ ہو پرتوؔ کے لیے
اور بہتا رہے بہتا رہے دریا تیراؔ

☆☆☆☆

تاج الدین تاج

کاش ہوتا مدینے میں گھر یا نبیؐ
حاضری دیتا شام و سحر یا نبیؐ

یہ شجر یہ پرندے یہ کوہ و دمن
بھیجتے ہیں درود آپؐ پر یا نبیؐ

آسرا اور کوئی نہیں دوسرا
ہم گنہگار جائیں کدھر یا نبیؐ

دل کو آیا سکوں آپ کا ہے کرم
ورنہ پھرتا یونہی دربدر یا نبیؐ

اُس کی قسمت کھلی بن گیا وہ ولی
آپؐ نے جس پہ ڈالی نظر یا نبیؐ

آپؐ راضی تو راضی ہے ہم سے خدا
ہے یہی قصۂ مختصر یا نبیؐ

☆☆☆☆

تبسم نواز وڑائچ

آئینہ جمالِ الٰہی کی بات ہے
احمدؐ خدا کے حُسنِ دوامی کی بات ہے

واللیل مصطفےٰؐ کی ہے زلفوں کا تذکرہ
مازاغ اُنؐ کی چشم سیاہی کی بات ہے

والنجم اُنؐ کے عرش پہ جانے کا ہے بیاں
والشمس اُن کی جلوہ نمائی کی بات ہے

کوثر ہے اُنؐ کی کثرتِ جود و عطا کا نام
تسنیم اُنؐ کی فیض رسائی کی بات ہے

بدر و اُحد ہیں دیں کی بلندی کے معرکے
خیبر نبیؐ کے ایک سپاہی کی بات ہے

اسمِ محمدیؐ پہ تبسم ہے جاں نثار
یہ عجب نارسا کی رسائی کی بات ہے

☆☆☆☆

جمیل عالی

بے رحمتِ شہؐ بطحا ہمارے کہاں ہوتے
گلزار بیابان ہمارے کہاں ہوتے

سب کچھ ہے اُسی نورِ جہاں تاب کے دم سے
دھرتی کہاں ہوتی یہ ستارے کہاں ہوتے

اُسؐ عزمِ مظفر یاب کا فیضان ہے ورنہ
کچھ خواب مگر ہم نے اُسارے کہاں ہوتے

آئینۂ سیرت جو عنایت نہیں ہوتا
انساں نے خد و خال سنوارے کہاں ہوتے

اُس خلقِ مثالی سے اگر فیض نہ پاتی
تہذیب نے آداب نکھارے کہاں ہوتے

عالی وہ نہ کرتا جو مسیحائی ہماری
کب کھلتی گرہ درد کے چارے کہاں ہوتے

☆☆☆☆

حافظ نُور احمد قادری

اے کاش! ثنا معرضِ اظہار میں آئے
جب اسمِ گرامیؐ، مری گفتار میں آئے

ہیں سب ہی ہدایت کے درخشندہ ستارےؓ
خوش بختی ہے جو صحبتِ سرکارؐ میں آئے

رفعت پہ فدا اس کی ہے کیواں کی بلندی
مخلص جو کوئی حلقۂ ابرار میں آئے

دل کی یہ تمنا ہے کہ وہ ماہِ مدینہؐ
اک لمحہ کو آئینۂ دیوار میں آئے

نعتوںؐ میں جو کیفیتِ اخلاص ہے ظاہر
اے کاش وہ آئینۂ کردار میں آئے

ممکن ہی نہیں باعثِ بخشش نہاں اور وہاں کی
جب تک نہ عمل، اُسوۂ سرکارؐ میں آئے

اے سیّدؐ و سردارِ اُممؐ، چشمِ کرم ہو
یہ نُور خطا کار بھی دربار میں آئے

☆☆☆☆

حسن عباس رضا

اک تمنا ہے، کہ وہ خواب تمنا دیکھوں
جس کے ہر عکس میں روشن ترا جلوہ دیکھوں

پیشِ منظر ترا در ہو تو مری آنکھ لگے
آنکھ کھل جائے، تو ہر سُو ترا چہرہ دیکھوں

بامِ خواہش پہ کسی اور کو کیا دیکھنا ہے!
دل تو کہتا ہے فقط تیرا سراپا دیکھوں

دیکھنے کی کوئی حد ہو، تو نہیں بتلاؤں بھی
ہاں مگر یہ کہ تجھے حد سے زیادہ دیکھوں

تیرا پیکر، مری آنکھوں میں مجسّم ہو جائے
اے حبیبِ خسی و وفا، میں تجھے اتنا دیکھوں

اُن زمینوں پہ بکھر جاؤں میں ذرّوں کی طرح
جن زمینوں پہ ترا نقشِ کفِ پا دیکھوں

☆☆☆☆

حمیداللہ افسر

نعتیہ دوہے

آپؐ کا امت پہ ہے دیکھو کتنا بڑا احسان
آپؐ کے ذریعے حق کو جانا رب کی ہوئی پہچان

آپؐ سے افضل دنیا بھر میں کوئی نہیں انسان
آپؐ کی عظمت کا کیا کہنا نعت کہے قرآن

سچ کہنا اور سچ پہ رہنا آپؐ کا ہے اعلان
شکر ہمیشہ صبر ہمیشہ آپؐ کا ہے فرمان

دنیا بھر میں آج بھی اونچا دین کا پرچم ہے
جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے

دین کو اوروں تک پہنچانا اب ہے ہمارا کام
روزِ قیامت کافر ہم کو دیں نہ کوئی الزام

جس جس تک اسلام نہ پہنچا اُن کو دیں قرآن
مسجد کے دروازے کھولیں امن کا ہو اعلان

اہلِ پاکستان کے ذمہ افسر ہی دو کام
امن کو قائم رکھنا ہے پھر دینا ہے پیغام

☆☆☆☆

جمالِ حق سے ہویدا ہُوا جمال انؐ کا
سو دو جہان میں رتبہ ہے بے مثال انؐ کا

ہر ایک حال میں خوش حال ہے وہ دل جس میں
ہمیشہ صورتِ نکہت رہے خیال انؐ کا

مکالمہ ہُوا پہلا بھی لاجواب مگر
وداع ہونے پہ خطبہ تھا لازوال انؐ کا

عزیز تھی اسے اپنے حبیبؐ کی مرضی
خدا نے رد نہ کیا ایک بھی سوال انؐ کا

ہمیں تو ہیں وہ گنہ گار اُمتی خاورؔ
خیال جن کی طرف تھا دمِ وصال انؐ کا

☆☆☆☆

خورشید ربانی

لب پہ جب نعت آگئی ہے
شاخِ جاں بھی مہک اٹھی ہے

آپؐ کی گفتگو میں آکر
حرف کو روشنی ملی ہے

خوشبوئے خاکِ پائے اقدس
لالہ و گل میں بس رہی ہے

خلد کی راہ دو جہاں ہے
انؐ پہ ایمان سے کھلی ہے

قسمتوں کا بھی نصیب جاگا
آپؐ کی ہم سفر بنی ہے

آگئی بادِ نو بہاری
زندگی پھول پھل رہی ہے

رشک سے تھامتا ہے دل
نور پہ جب نظر پڑی ہے

آئینہ دہر میں فروزاں
روشنی انؐ کے نام کی ہے

قافلے جا چکے مدینے
حسرت اک دل میں رہ گئی ہے

☆☆☆☆

خورشید رضوی

بادشاہاؐ ترے دروازے پہ آیا ہے فقیر
چند آنسو ہیں کہ سوغات میں لایا ہے فقیر

دیکھی دیکھی ہوئی لگتی ہے مدینے کی فضا
اس سے پہلے بھی یہاں خواب میں آیا ہے فقیر

دل منصب کو نہیں بار یہاں پہ لیکن
میرے سلطانؐ کو بھایا ہے تو بھایا ہے فقیر

اب کوئی تازہ جہاں خود اسے ارزانی کر
کہ جہانِ دگراں سے نکل آیا ہے فقیر

اس کو اک خواب کی خیرات عطا ہو جائے
کہ جسے دیر کی خواہش نے بنایا ہے فقیر

اک نگہ جب سے عنایت کی ہوئی ہے اس پہ
اک زمانے کی نگاہوں میں سمایا ہے فقیر

☆☆☆☆

رابعہ بصری

ہے دُعا میری یہی ہر آن، یا خیرُ الوریٰ
مشکلیں ہو جائیں سب آسان، یا خیرُ الوریٰ

آپؐ کی آمد بنائے انقلاب نو بہ نو
زندگی بدلی بہر عنوان، یا خیرُ الوریٰ

آدمی سمجھا مری تخلیق کا مقصد ہے کیا
اور خدا کی بھی ہوئی پہچان، یا خیرُ الوریٰ

جاگزیں ہر دل میں ہو ایسے محبت آپؐ کی
بڑھتی جائے دولتِ ایمان، یا خیرُ الوریٰ

گھر وہ کیسا تھا کہ تھے جس کے ملک جاروب کش
اور جبریلِ امیں دربان، یا خیرُ الوریٰ

رابعہؔ، لکھتی رہوں میں حمد و نعت و منقبت
اور ہو جائے مرا دیوان، یا خیرُ الوریٰ

☆☆☆☆

راحت نذیر راحت

رہنمائے دینِ فطرت آپؐ ہیں
قاصدِ رشد و ہدایت آپؐ ہیں

ختم ہے ساری بڑائی آپؐ پہ
انتہائے اوج و رفعت آپؐ ہیں

پہلے تو حیوانیت کا راج تھا
ابتدائے آدمیت آپؐ ہیں

آپؐ کی سیرت ہے سب کی رہنما
ہر زمانے کی ضرورت آپؐ ہیں

نعت لکھ کر مطمئن راحتؔ ہے یوں
اس کی بخشش کی ضمانت آپؐ ہیں

☆☆☆☆

رانا سعید دوشی

گنبدِ خضرا تک آہوں کو رسائی مل جائے
پھر بھلے روح کو پنجرے سے رہائی مل جائے

قابلِ رشک ہو میرے لیے دریوزہ گری
مجھ کو خیرات میں طیبہ کی گدائی مل جائے

شرفِ ریگِ عرب ہوں میرے رستے چھالے
آبِ جاں بار کو رگ رگ سے رہائی مل جائے

پا برہنہ ہو سفر سوئے مدینہ میرا
صدقے نعلین کے یہ آبلہ پائی مل جائے

کاش ایسا ہو مجھے خواب میں حسانؓ ملیں
نعت کو شستگیِ مدح سرائی مل جائے

کوئی مضمون سُجھائیں مجھے میرے آقاؐ
راہِ مدحت میں مجھے راہنمائی مل جائے

کیا کروں گا میں زمانے کی خدائی لے کر
حشر میں کام جو آئے وہ کمائی مل جائے

☆☆☆☆

رحمان حفیظ

میں نعت نبیؐ کے باب میں تھا
خامہ بھی اک اضطراب میں تھا

میں پڑھنے لگا درود ان پر
یہ شوق مرے نصاب میں تھا

پھر اذن نہ عطا ہوا اور
دیکھا کہ میں اس جناب میں تھا

اور کتنی ہی دیر تک مرا جی
اس حسن کی آب و تاب میں تھا

حسانؓ کے پیچھے پیچھے جائیں
یہ حکم ہمارے باب میں تھا

☆☆☆☆

رستم نامی

تو اُس کے نصیبوں میں جنت نہیں
محمدؐ سے جس کو محبت نہیں

کھڑا ہوں اِدھر کب سے میں ہر ق پا
مگر اُس طرف سے اجازت نہیں

میں رہتا نہیں اُن کی یادوں میں کب
میسر مجھے کب سہولت نہیں

چلو اُنؐ کے نقشِ قدم پر چلیں
فقط نعت کہنا سعادت نہیں

مرا مسئلہ جانتے ہیں نبیؐ
مجھے بولنے کی ضرورت نہیں

نہیں ہے جو حبِ رسالت مآبؐ
دکھاوا ہے نامیؔ عبادت نہیں

☆☆☆☆

رشید ساقی

معراجِ بشر، نورِ خدا ہیں مرے آقاؐ
آئینۂ لولاک لما ہیں مرے آقاؐ

شان آپؐ کی کیسے کسی ادراک میں آئے
بالائے حدِ فکر و رسا ہیں مرے آقاؐ

ذات اُنؐ کی رہِ زیست میں تحریرِ ہدایت
کردار میں قرآں کی ضیا ہیں مرے آقاؐ

دنیا کی کشاکش ہو کہ ہو دیں کی تگ و دو
ایک ایک قدم راہ نما ہیں مرے آقاؐ

انساں پہ عیاں کرتے ہیں توحید کے اسرار
اُمّی ہیں مگر فہم و ذکا ہیں مرے آقاؐ

مقصودِ حیات آپؐ کا انساں کی بہبود
دنیا کے لیے درسِ وفا ہیں مرے آقاؐ

ایثار، کرم، خُلق، رضا، صبر، محبت
ظاہر ہے ان اوصاف سے کیا ہیں مرے آقاؐ

ہے پرتوِ حق آپؐ کے اندازِ عمل میں
اخلاقِ حمیدہ کی ادا ہیں مرے آقاؐ

خورشید و قمر آپؐ کی تنویر سے روشن
رخشندگیِ ارض و سما ہیں مرے آقاؐ

حاصل ہے سوا آپؐ کے کس کو یہ سعادت
مہمان سرِ عرشِ عُلیٰ ہیں مرے آقاؐ

مانگی تھی براہیم نے جو کعبۂ حرم میں
نکلی ہوئی دل سے وہ دُعا ہیں مرے آقاؐ

گفتار نبیؐ درس ہے عرفانِ خُدا کا
دنیا میں صداقت کی صدا ہیں مرے آقاؐ

قرآن کا مفہوم عیاں اُنؐ کے عمل سے
انساں کے لیے عقدہ کشا ہیں مرے آقاؐ

پڑھتا ہوں دُرود آپؐ پہ اخلاص و وفا سے
ہر درد میں تسکین دوا ہیں مرے آقاؐ

ہے مجھ سا خطا کار بھی بخشش کا طلب گار
مائل بہ کرم آپؐ سدا ہیں مرے آقاؐ

خوش بخت ہوں میں آپؐ کی اُمت میں ہوں ساقی
خلاقِ دو عالم کی عطا ہیں مرے آقاؐ

☆☆☆☆

ریاض ندیم نیازی

یارحمۃ للعالمینؐ

وہی میری محبت کا جہاں ہے
جو مجھ پہ ہر طرح سے مہرباں ہے

نہیں کوئی خطرہ، جب تک سروں پہ
تمہاری رحمتوں کا سائباں ہے

حقیقت میں ہے جو عاشق نبیؐ کا
وہی تو زینتِ بزمِ جہاں ہے

مدینہؐ بھلا ہمیں ہے فخر اس پہ
درِ اقدس درِ امن و اماں ہے

اُسے اک دن ملے گی کامرانی
وسیلہ بھی دُعا کے درمیاں ہے

حوادث سے ہے وہ بے خوف کتنا
کہ جس پہ رب کی رحمت مہرباں ہے

اُسے ہے یادِ دربِ صبر کتنا
غم و آلام میں جو شادماں ہے

بیاں اُن سے کرے گی یہ خوشی
ندیمؔ اب تک جو اس دل میں نہاں ہے

☆☆☆☆

زاہد مسعود

نعتیہ نظم

حریم جاں میں یہ کس کا ذکر قرار آور
کہ جیسے شاداب موسموں کی ہوا چلی ہو
دعا کی حرمت پہ سبز شاخوں کے ہاتھ لرزیں
تو سطح دریا پہ روشنی پھول پھول برسے
سکوت بیر البوں پہ اسم رسولؐ آئے
تو واہموں کے حالۂ اضطراب میں گم
تمام سوچیں بس ایک مرکز پہ لوٹ آئیں
جہاں پہ صدیوں کے فاصلے ہم نشان ٹھہرے
جہاں پہ ہجر و وصال کے خواب مرتکز ہیں
میں بخت آور اک ایسے دیار میں کھڑا ہوں
جہاں پہ دریوزہ گر کی تکریم اس قدر ہے
سوال آنکھوں میں اور کشکول بھر چکا ہے

☆☆☆☆

سائل نظامی

آج کچھ اور نظر آتی ہے چھب رحمت کی
اک نظر میری طرف، شاہِ عربؐ! رحمت کی

اپنے عشاق کو کیونکر وہ رکھیں گے محروم؟
دشمنوں پہ نہ کیا جبکہ غضب، رحمت کی!

میرے نامہ میں کوئی نیک عمل ہی کب تھا؟
میرے رب نے تریؐ نسبت کے سبب رحمت کی

مجھ تک میں بھی مشرف بہ زیارت ہوں گا
میرے سرکارؐ نے گر آج کی شب رحمت کی

اذنِ مدحت کا جو چاہا تو مرے آقاؐ نے
سیدہ زہراؑ کے صدقے میں عجب رحمت کی

میرے آقاؐ مجھے محشر میں نہ تنہا کرنا
آج کے دن ہے مجھے سخت طلب رحمت کی

کیا لکھے آپؐ کے الطاف کی بابت سائلؔ
جب بھی مشکل میں گھرا، آپ نے تب رحمت کی

☆☆☆☆

سجاد بلوچ

وفورِ عشق سے سینوں میں اضطراب رہے
نظر میں گنبدِ خضریٰ کی آب و تاب رہے

زمانہ سارا پھرا دربدر مگر وہ لوگ
جو تیرے دائرے میں آئے کامیاب رہے

ہمارے دل کو میسر رہی کلید درود
سو ہم پہ وا سبھی آسانیوں کے باب رہے

یہی جزائے سخن ہے یہی ہے حرفِ دعا
کہ بارگاہِ محمدؐ میں باریاب رہے

یہی دعا ہے کہ سینہ رہے معطر یوں
کہ دل میں تازہ عقیدت کا یہ گلاب رہے

وہ اسم پاک پڑھوں اور کیسے ممکن ہے
کہ دل پہ وہم و گماں کا کوئی حجاب رہے

☆☆☆☆

سحر فارانی

خدا نے جب سجائی بزم کی صدقہ محمدؐ کا
تو پہلے نام لوحِ عرش پہ لکھا محمدؐ کا

زمین و آسماں کیونکر نہ ہوں اُن کے تصرف میں
ظہور اس عالمِ امکاں میں ہے سارا محمدؐ کا

میں کرتا ہوں تصور میں طوافِ گنبدِ خضرا
نگاہِ عشق پہ احرام ہے جلوہ محمدؐ کا

اُجالے چھا گئے کفر و جہالت کے اندھیروں پہ
شبستانِ جہاں میں نور جب چمکا محمدؐ کا

نظر کس طرح آتا دھوپ کے میلے میں لوگوں کو
سحابِ حق کے سائے میں رہا سایہ محمدؐ کا

رسولوں کو بھی اُنؐ کا اُمتی ہونے کی حسرت تھی
یہ شانِ مصطفائی ہے، یہ ہے رتبہ محمدؐ کا

☆☆☆☆

سرفراز شاہد

دے کے روضے پہ حاضری میں نے
پھر سے پائی ہے زندگی میں نے

مل گیا اِذن باریابی کا
یہ تو سوچا نہ تھا کبھی میں نے

تیرگی چھٹ گئی کہ دیکھی ہے
ماہِ طیبہؐ کی چاندنی میں نے

پائی اُس خوش کلامؐ کے صدقے
شاعری میں شگفتگی میں نے

ہیں مدینے میں نقش پائے نبیؐ
چوم لی ہے گلی گلی میں نے

آج حسانؓ جیسے شاعر کی
کی ہے تھوڑی سے پیروی میں نے

ذکرِ اللہ اور دُرودِ نبیؐ
پا لیا رازِ زندگی میں نے

☆☆☆☆

سعود عثمانی

کچھ بھی ہو، مجھ سے یار سے بچنے کی خو نہ ہو
یا رب وہ مدح و نعت ہو جس میں غلو نہ ہو
مضمون آفرینی و نکتہ سرائی میں
ایسا نہ ہو کہ چہرۂ حق سرخرو نہ ہو
میری سپہ بھی پہ نہ تلوار کھینچ لے
میرا لکھا ہوا کہیں میرا عدو نہ ہو
بیکار ہی نہ جائیں سخن کی ریاضتیں
جیسے کوئی نماز پڑھے اور وضو نہ ہو
جیسے کسی نے اپنی عبادت کے زعم میں
نیت تو باندھ رکھی ہو، رخِ قبلہ رُو نہ ہو
ایسا نہ ہو کہ اہلِ محبت کے نام پر
جو لفظ ہو وہ کذب و ریا کا نمونہ ہو
اے صدقِ عشق زاد مرے سچ کی لاج رکھ
یہ آب آئنہ بھی بے آبرو نہ ہو
اے عشقِ سینہ سوز مرے دل سے دل ملا
اور یوں کہ بس کلام ہو اور گفتگو نہ ہو
تجھ پر اگر میں شعر لکھوں تجھ کو بھول کر
تا عمر میری آنکھ مرے روبرو نہ ہو
میں خاک زاد ہوں زر و سیم حرف پر
اے یار بے مثال اگر ان میں تُو نہ ہو
مقبولِ اہلِ حجت محبت رہوں سعود
دنیا کی داد چاہے مرے چار سُو نہ ہو

☆☆☆☆

سلطان سکون

مجھ سے کیا ہو بیاں حضورؐ کی شان
میں کہاں اور کہاں حضورؐ کی شان

ابتدائے جہاں حضورؐ کی ذات
انتہائے جہاں حضورؐ کی شان

فخرِ روئے زمیں حضورؐ کی ذات
نازِ ہفت آسماں حضورؐ کی شان

وجۂ تخلیقِ کائنات حضورؐ
زیبِ کون و مکاں حضورؐ کی شان

سرورِ انبیا حضورؐ کی ذات
خاتمِ المرسلاں حضورؐ کی شان

حامیِ بے کساں حضورؐ کی ذات
شافعِ عاصیاں حضورؐ کی شان

رہبرِ رہبراں حضورؐ کی ذات
شاہِ شاہنشہاں حضورؐ کی شان

بے قیود زماں حضورؐ کی ذات
بے حدود گماں حضورؐ کی شان

سائے سے ماسوا حضورؐ کی ذات
سائبان جہاں حضورؐ کی شان

ہاں بیاں حضرت بلالؓ نے کی
سرِ ریگِ تپاں حضورؐ کی شان

کہہ کے یا ایہا المزمل خود
کی خدا نے بیاں حضورؐ کی شان

فرش سے لے کے عرش اعظم تک
ہے کراں تا کراں حضورؐ کی شاں

نعت کہنا سکون مشکل ہے
مجھ سے کیا ہو بیاں حضورؐ کی شان

☆☆☆☆

سید انوار حسین انجم نقوی

ہر طرف شور تھا روشنی روشنی
ڈھونڈتا تھا ہر اک آدمی روشنی

آپؐ تشریف لائے اُجالا ہوا
عرش سے فرش پر آ گئی روشنی

ظلمتیں چھٹ گئیں شرک اور کفر کی
ہر جگہ ہو گئی آپؐ کی روشنی

آپؐ نے ہی تو آ کر بتایا ہمیں
"تیرگی موت ہے، زندگی روشنی"

وجۂ تخلیق کون و مکاں آپؐ ہیں
دونوں عالم میں ہے آپؐ کی روشنی

درسِ امن و صداقت دیا آپؐ نے
آپؐ سے ہی ملی پیار کی روشنی

انجمِ خستہ جاں کا نصیبا کھلا
اپنے آقاؐ سے اس کو ملی روشنی

☆☆☆☆

سید تابش الوری

نمرود سے دل لپک رہا ہے درود سے روح کھل اٹھی ہے
کسی کی آمد کا سلسلہ ہے ہوا مسلسل مہک رہی ہے

ہوا اُسی کی مکاں مکاں ہے صدا اسی کی گلی گلی ہے
اُسی سے دم دم کا واسطہ ہے اسی سے دھڑکی لگی ہوئی ہے

کہاں قلم کوئی دھر سکے گا کہاں کوئی مدح کر سکے گا
کلام اعلیٰ ہے حمد والا لڑی لڑی سے ملی ہوئی ہے

تابِ رسوا کیسے دکھاؤں سکوں کے لمحے کہاں سے لاؤں
گراں ہماری صدی صدی ہے کڑی ہماری گھڑی گھڑی ہے

ہوس کی وادی گماں کا صحرا کہاں کہاں سرگرداں رہے ہو
اُمم اُمم کے لیے وہی ربط احمدی ربط دائمی ہے

درود کی لے سے لے ملا کر اک آدمی مدح کر رہا ہے
ولائے سرکار کا سوالی گدائے سرکارِ الورٰی ہے

☆☆☆☆

سید ریاض حسین زیدی

زباں کو لذتِ اظہار کا مزہ آئے
جب اُس سے وصفِ نبیؐ کا بیان ہو جائے

جو معترض ہے کوئی آپؐ کی صداقت کا
حضورؐ سی کوئی جامع مثال تو لائے

حضورا آپؐ کے قدموں کی خاک ہے دُنیا
جہاں پہ تاجِ فرمان آپؐ کے چھائے

رہینِ دستِ کرم آپؐ کا ہر اک ذرّہ
جو آب و تاب میں شمس و قمر کو شرمائے

خدا کرے کہ یہ کربِ آخرت کی راحت ہو
فراق آپؐ کا ہر آن مجھ کو تڑپائے

ریاضؔ قدس کو میں آنکھ میں بسا لاؤں
کہ میرا طائرِ قلب و نظر سکوں پائے

☆☆☆☆

سید ضیاءالدین نعیم

یہ خانۂ نبیؐ ہے، یہاں زر نہ مال ہے
ہر آن صرف رب کی رضا کا خیال ہے

بزمِ نبیؐ میں پاتے ہیں یکساں سب التفات
دربار کا سماں ہے نہ جاہ و جلال ہے

آئی نہیں زباں پہ کبھی کوئی تلخ بات
کیا اُنؐ سے بڑھ کے بھی کوئی شیریں مقال ہے؟

خود اپنی رائے سے بھی دیا اذنِ اختلاف
قصہ جنابِ زید کا بیّن مثال ہے

تکلیف دینے والوں کو بھی بد دعا نہ دی
تکلیف دینے والوں کا کتنا خیال ہے

سیرت سے اُنؐ کی صرفِ نظر جہل ہے نعیم
پیرو پہ اُن کے ہی کرمِ ذوالجلال ہے

☆☆☆☆

سید عارف

حضورؐ آپ کی مدحت کروں رقم کیسے
حضورؐ آپ کے اوصاف کس طرح لکھوں
کسے مجال کے تاب کس میں ہمت ہے
کہ روشنی کے سمندر کو لفظ میں ڈھالے
ہوائے نور کو پوشاکِ حرف پہنائے
تجلیات کو پابند نطق و صوت کرے
ہزار لفظ و معانی جتن کریں لیکن
کلید حرف سے کھلتا نہیں درِ توصیف
بشر ہیں آپؐ بشر سے مگر سوا بھی تو ہیں
فقط نبی نہیں محبوبؐ کبریا بھی تو ہیں
حضورؐ نعت کا حق مجھ سے کیا ادا ہوگا
کہاں مقامِ رسالت، کہاں مرا کردار
نہ میرے ہاتھ میں ہے شمعِ سیرتِ اقدس
نہ میں ہوں آپؐ کی تہذیب کا علمبردار
نہ مجھ کو اسوۂ کامل کی عظمتوں کا شعور
نہ مجھ میں آپؐ کے پیغامِ سرمدی کا شعار
زباں سے دعویٰ تو ہے آپؐ کی محبت کا
مگر گلے میں ہے طوقِ غلامیِ اغیار
میں تیرگی کے حصاروں سے کس طرح نکلوں
جنوں بھی مردہ ہے میرا خرد بھی ہے بیکار

مرے عمل مرے کردار کی رگ و پے میں

تضادِ فکر و نظر کا وہ زہر پھیلا ہے

کہ اپنے دعویٔ الفت کے کھوکھلے پن پر

حضورؐ شرم بڑی شرم آ رہی ہے مجھے

حضورؐ نعت کا حق مجھ سے کیا ادا ہوگا

یہ ٹوٹی پھوٹی عقیدت تو اک بہانہ ہے

مجھے تو اپنا فقط حالِ دل سنانا ہے

ہوا جو دسترسِ اندمال سے باہر

حضورؐ آپ کو وہ زخمِ جاں دکھانا ہے

سو چند اشکِ ندامت پرو کے آنکھوں میں

حضورؐ آپ کی چوکھٹ پہ آگیا ہوں میں

گناہ گار ہوں بھٹکا ہوا ہوں رستے سے

میں التفات کے قابل نہیں مگر پھر بھی

میں جو بھی جیسا بھی ہوں آپ کا بھکاری ہوں

سنبھال لیجیے مجھ کو بکھر رہا ہوں میں

جہانِ کفر سے ہر لحہ ڈر رہا ہوں میں

☆☆☆☆

سید نصرت زیدی

وہ سرورِ کونین محمدؐ یہ لقب ہے
اُس کے لیے تفریقِ عجم ہے نہ عرب ہے

وہ زُلف کہ جس زُلف سے "واللیل" کو نسبت
"والفجر" جبیں ہے تو سخن شرحِ ادب ہے

آئینہ ہے اس کی طرح وقت کی رفتار
اے صاحبِ معراج خرد مُہر بہ لب ہے

افضل ہے ہر اک روز سے اے صبحِ درخشاں
"اسریٰ" کی تجلی میں جو معراج کی شب ہے

سُنتا ہوں کہ لفظوں کے بھی ہوتے ہیں قبیلے
کہتے ہیں کہ حرفوں کا بھی اک نام و نسب ہے

حسنینؑ کریمینؑ ہیں یکتائے دو عالم
اُن جیسا کسی کا نہ حسب ہے نہ نسب ہے

اے شافعِ محشر اُسے برزخ سے بچانا
شاعر ترا نصرتؔ بہت آرام طلب ہے

☆☆☆☆

سیدہ دُرِ نجف زیبی

چاند سورج کی بھلا اس کو ضرورت کیا ہے
میرے آقاؐ کے لیے لفظِ عقیدت کیا ہے

پھول بے چین ہیں راہوں میں بکھرنے کے لیے
تتلیاں پوچھتی پھرتی ہیں عبادت کیا ہے

اس کے پاؤں سے لہو رستا ہے دیکھو تو ذرا
پھر بھی وہ سب کو دعا دیتا ہے عظمت کیا ہے

ہم نہ کر پائے کبھی آپؐ کے فرماں پہ عمل
ورنہ امت کے لیے حرفِ ندامت کیا ہے

چاند ہو تارے ہوں اشجار ہوں یا ہم انساں
ذرہ ذرہ ہے گواہ اس کا شہادت کیا ہے

چاہے وہ عرش پہ جائے کہ مدینے میں رہے
دنیا والو! تمھیں اس بات پہ حیرت کیا ہے

جو کہا رب نے، ہُوا اس کے عمل میں ظاہر
محو ہے وہ اس کی رضاء یار لطافت کیا ہے

چار سو مکہ مدینہ کی فضا میں زیبیؔ
پیار ہی پیار ہے ہر سمت عنایت کیا ہے

☆☆☆☆

شاکر کنڈان

نم نگاہوں سے وضو کرتا ہوں میں
آپؐ کی پھر گفتگو کرتا ہوں میں

آخری ہچکی ہو اور آقاؐ کا در
بس یہی اک آرزو کرتا ہوں میں

کاش مل جائے غلامی کی سند
حسرتِ طوقِ گلو کرتا ہوں میں

ذکر ہائے احمدِ مختارؐ سے
دشتِ دل میں رنگ و بو کرتا ہوں میں

ہے وہ ہستی مرکزِ دنیا و دیں
جس کی ہر پل جستجو کرتا ہوں میں

☆☆☆☆

شاہد کوثری

نعتِ رسولؐ میرا اثاثہ بنا رہے
بخشش کے واسطے یہ وسیلہ بنا رہے

لفظوں کو جوڑ لینے کا حاصل ہے جو ہنر
توصیفِ مصطفیٰؐ کا ذریعہ بنا رہے

سانسوں میں ہو درود کی خوشبو بسی ہوئی
منزل مری حضورؐ کا اسوہ بنا رہے

میرے خدا مجھے بھی وہ اسباب کر عطا
طیبہ کو آنے جانے کا رستہ بنا رہے

آئے زباں پہ اسمِ محمدؐ جو کوثری
ہونٹوں کا اس کے گرد اک ہالہ بنا رہے

☆☆☆☆

شاہدہ حسن

حکمِ یزداں سے ملا، اذنِ پیمبر سے ملا
مجھ کو مدحت کا ہنر، میرے مقدر سے ملا

کب سے اس خانۂ آفت میں مقید تھی میں
اور ایسے میں بلاوا مجھے اُس در سے ملا

جلد لے چل مجھے اے شوقِ سفر اُن کی طرف
میرے ہادیؐ، مرے آقاؐ، مرے رہبرؐ سے ملا

قلزمِ اشک بہاتی ہوئی پہنچوں گی وہاں
اک اشارہ جو مجھے روضۂ انور سے ملا

ایک اک بوند سے سو پیاس بجھاؤں گی میں
یوں ہی اک جام مجھے ساقیِ کوثر سے ملا

رمزِ تخلیقِ جہاں، خلقتِ احمد میں نہاں
کُن کا مفہوم اُسی چہرۂ انور سے ملا

از ازل تا بہ ابد، راہِ ہدایت ہے کھلی
سارا منشور اُسی نور کے پیکر سے ملا

لکھ سکا کون سرِ عرش ملاقات کا حال
شبِ معراج خدا اپنے ہی طیبؐ سے ملا

اے مرے خواب دکھا نقشِ کفِ پائے رسولؐ
اے مری نیند کبھی زوجِ مُنوّر سے ملا

اے زمانے، تُو مجھے روند کے رکھ دے لیکن
میرے خاشاک کو اُس حُسنِ مکمّل تر سے ملا

عصرِ حاضر کے سوالات کی زد پر ہے یہ عقل
آگہی مجھ کو اُسی علم کے دفتر سے ملا

زخم کھا کھا کے دُعائیں تھیں لبوں پر جنؐ کے
راہِ طائف مجھے اُس صبر کے پیکر سے ملا

دیں کی تکمیل کا آغاز ہوا تھا جس جا
اوجِ فاراں مجھے اُس شام کے منظر سے ملا

اُنؐ کی اُمت میں رکھا حقِ رسا نے مجھ کو
مجھ کو یہ اوج و شرف میرے مُقدر سے ملا

☆☆☆☆

شاہین عباس

مدینہ منورہ حاضری پر

بہت مرکز میں ہوں، جس دن سے اس محور میں ہوں میں
مدینے میں ہوں اور جیسے زمانے بھر میں ہوں میں

خدایا اور ہو، نظارگی میں، اور خم ہو
سرِ منظر ہیں آقا اور پسِ منظر میں ہوں میں

کوئی سمجھا گیا تھا بھیڑ میں اس طرح چلنا
سو جس ٹھوکر میں ہونا تھا، اُسی ٹھوکر میں ہوں میں

کہاں پھر دو گھروں کا ایک گھر، بس ایک ہی گھر
خدا کے گھر میں ہوں میں، مصطفیٰ کے گھر میں ہوں میں

یہ آگے پیچھے ہر وقت آتے جاتے قافلے ہیں
کوئی مانے نہ مانے ان میں سے اکثر میں ہوں میں

مگر وہ آسماں کیا ہے، کہاں ہے اور کیوں ہے
زمیں، یوں ہے، کہ چادر ہے اور اس چادر میں ہوں میں

پلٹتا ہوں، پلٹنے والوں میں ہوں بھی نہیں یہ
کہ پہنچوں اور پھر پہنچوں، اسی چکر میں ہوں میں

☆☆☆☆

روشنی خواب ہے تعبیر ترے دم سے ہے
اس عب ہست میں تنویر ترے دم سے ہے

تیرا کردار ہے انسان کی عظمت کا امیں
ساری عزت بھی توقیر ترے دم سے ہے

یہ جہاں ایک خرابے کے سوا کچھ بھی نہیں
اس نہاں خانے میں تعمیر ترے دم سے ہے

ہر گھڑی تیرے تصور سے معطر سوچیں
یہ خیالات کی تطہیر ترے دم سے ہے

مجھ پہ کھلتا نہ کبھی باب فسونِ معنی
حرف و الفاظ کی تاثیر ترے دم سے ہے

☆☆☆☆

شکیل اختر

ہنر کے چاند ہیں آفتاب روشن ہیں
یہ تیرے نام کی نسبت کے خواب روشن ہیں

بتا رہے ہیں مہ و مہر و کہکشاں و نجوم
کہ نقش ہائے رسالت مآب روشن ہیں

حرا کے غار سے پھوٹی جو روشنی کی کرن
اسی کرن سے کئی آفتاب روشن ہیں

یہ کس کی چشمِ کرم کی ہے وسعتیں جس میں
محبتوں کے ہزار انتساب روشن ہیں

وہ ایک نور کہ جس کی تجلیوں سے شکیل
اصولِ دین، شریعت، کتاب روشن ہیں

☆☆☆☆

شیدا چشتی

پروردگار ذکرِ محمدؐ نصیب کر
قلبِ سلیم، سیرتِ احمدؐ نصیب کر

مینارِ مصطفیٰؐ کی تجلی کا واسطہ
قلب و نظر کو روشنی بے حد نصیب کر

گونجے جہاں سے امن و محبت کے زمزمے
پھر سے اُسی حجاز کی سرحد نصیب کر

ضوبار ہوں جہاں میں محبت کے قمقمے
نورِ مقطعات کی ابجد نصیب کر

دربارِ مصطفیٰؐ میں ہے اتنی سی التجا
زم زم کے ساتھ قربِ اسود نصیب کر

پیشانیٔ حضورؐ جہاں سجدہ ریز تھی
ایسی زمین اپنا ہی معبد نصیب کر

اتنی ہے تیز دھوپ جھلسنے لگا بدن
شیدا کو اپنا سایۂ گنبد نصیب کر

☆☆☆☆

ڈاکٹر ضیاالحسن

وہ نور آسمانی جب کیا اُس نے زمیں
عطا کردی اُنھیں پھر رحمت للعالمینی

اُنھی سے سلسلہ قائم ہوا بُود و ستا کا
اُنھی سے ہم کو پہنچی پاک بازی، پاک بینی

منور ہیں اُنھی کے حُسن سے سارے زمانے
اُنھی کی خوش ادائی سے یہ عالم آفرینی

معطر ہوگئی اُن سے فضائے زندگانی
مقامِ جاں میں پھیلی ہے وہ خوشبو بھینی بھینی

خوشا وہ بخت جو چمکے سراجِ آگہی سے
جنھیں بخشی گئی اُس نور کی محفل نشینی

مگر شرمندگی سے آنکھ اُٹھتی ہی نہیں ہے
پسند آجائے شاید اُن کو میری تر جبینی

عطا ہو اک نظر یا جس قدر بھی آپؐ چاہیں
مجھے یا سیدیؐ یا رحمت للعالمینیؐ!

☆☆☆☆

طالب انصاری

یہ ہے دیارِ پیمبر یہیں ٹھہر جائیں
برائے اوجِ مقدر یہیں ٹھہر جائیں

ورائے حدِ گماں ہے تجلیوں کا سماں
کہاں ملے گا یہ منظر یہیں ٹھہر جائیں

بلا کی دھوپ ہے دنیا کے ریگ زاروں میں
یہاں ہے چھاؤں میسر یہیں ٹھہر جائیں

عجب کشش ہے تری نور خیز گلیوں میں
تمام راستے آکر یہیں ٹھہر جائیں

مسافرانِ رہِ عشق یہ مدینہ ہے
یہاں قیام ہے بہتر یہیں ٹھہر جائیں

ضریحِ پاک سے طالبؔ صدا یہ آتی ہے
درود و ذکر کے خوگر یہیں ٹھہر جائیں

☆☆☆☆

طاہر شیرازی

اذنِ معراج مل گیا ہے اسے
وقت رک رک کے دیکھتا ہے اسے

خیمہ زن ہو دل و دماغ میں جو
آدمی صرف سوچتا ہے اسے

روشنائی قلم سے پھوٹ پڑی
دل کی تختی پہ جب لکھا ہے اسے

قبل از کائنات خالق نے
نور ہی نور کر دیا ہے اسے

پورے اک عالمِ وفور کے ساتھ
میں نے صلی علیٰ کہا ہے اسے

☆☆☆☆

عائشہ مسعود ملک

گر اجازت ہو محمدؐ کی تو میں نعت کہوں
آپؐ سے پہلے کے ہر عہد کو میں رات کہوں

میرے باطن کو اُجالیں جو یہی چشم کریں
گر نہ چھلکیں مری آنکھوں سے تو میں برسات کہوں

اسم ایسا کہ رگِ جاں میں اترتا جائے
حُسن ایسا کہ جسے نور کی برسات کہوں

وہ جو رستوں کے اندھیروں کو مٹاتے جائیں
کیا بھلا اُن کے میں اوصاف و کمالات کہوں

جن کی توصیف میں قرآن اتارا جائے
مجھ میں ہمت ہے کوئی بات کروں، بات کہوں

☆☆☆☆

عباس رضوی

آغاز نعت ہم نے کیا اس دعا کے ساتھ
مولا عطا ہو حمد کی دولت ثنا کے ساتھ

کیسا ملا ہے ہم کو یہ اعزاز دیکھیے
ہم ہیں شریکِ عشقِ نبیؐ میں خدا کے ساتھ

پہنچے جو بارگاہِ رسولِ انامؐ میں
ہم نے بھی سر جھکا دیا قدر و قضا کے ساتھ

دل میں بسائے شہرِ مدینہ کی آرزو
ہم بے نوا بھی گرمِ سفر ہیں صبا کے ساتھ

اللہ نے نبیؐ کی محبت کے باب میں
مشروط کردیا ہے ولا کو دعا کے ساتھ

مخصوص تھی جو پائے رسالت مآبؐ سے
وابستہ ہوگئی ہے وہ خوشبو حرا کے ساتھ

چلتا رہے یہ قافلۂ عشقِ مصطفےٰؐ
پڑھتا رہوں درود میں بانگِ درا کے ساتھ

☆☆☆☆

عرش ہاشمی

مدحت کی ہے توفیق، صلہ مدحِ نبیؐ کا
صد شکر، پھر اعزاز ملا مدحِ نبیؐ کا

جس وقت کہ تخلیق ہوئی نورِ نبیؐ کی
اُس وقت ہی آغاز ہُوا مدحِ نبیؐ کا

کس شان سے محبوب کی رفعت کا بیاں ہے
قرآن ہے معیار سدا مدحِ نبیؐ کا

کیا حلم و حیا، جُود و سخا، رحمت و رافت
ہر وصف ہے اک بابِ جُدا مدحِ نبیؐ کا

مدحت کی جو بنیاد ہو جذبے کی صداقت
ہر حرف گہر سے ہو بنا مدحِ نبیؐ کا

آقاؐ کے غلاموں سے تعلق بھی شرف ہے
اپنا تو تعلق بھی ہُوا مدحِ نبیؐ کا

اُس شان کے شایاں ہے کہاں عذر ہماری
ممکن ہے کہاں حق ہو ادا مدحِ نبیؐ کا

خواہش ہے یہی عرش کہ جو شعر لکھوں میں
تحمید الٰہی کا ہو یا مدحِ نبیؐ کا

☆☆☆☆

عرفان الحق صائم

سند میری غلامی کی رقم کر دیجیے آقاؑ
مجھے بھی صاحبِ جاہ و حشم کر دیجیے آقاؑ

بہت مشکل میں ہے اُمت، بہت مشکل میں ہے اُمت
کرم کر دیجیے آقاؑ، کرم کر دیجیے آقاؑ

سنا ہے احترامِ آدمی ملتا وہیں سے ہے
بلا کر مجھ کو طیبہ محترم کر دیجیے آقاؑ

مری اوقات سے بے حد زیادہ ہیں یہ غم میرے
جو ہو ممکن، شفاعت سے یہ کم کر دیجیے آقاؑ

☆☆☆☆

عرفان صادق

ہزار پیش کروں تجھ کو میں سلام ہوا
کہ میرے نام بھی آیا کوئی پیام ہوا

میں خاکِ طیبہ کو آنکھوں میں بھر کے آیا ہوں
اسی لیے مرا کرتی ہے احترام ہوا

کھلائے جاتی ہے شاخوں پہ پھول مدحت کے
جو آرہی ہے مدینے سے صبح و شام ہوا

یہ جب سے گنبدِ خضرا کو چھو کے آئی ہے
کبھی رکوع کرے ہے کبھی قیام ہوا

تری تو شہرِ مقدس سے ہے شناسائی
پلا مجھے بھی حضوری کا ایک جام ہوا

☆☆☆☆

عقیل عباس جعفری

ذرہ کرے خورشید کی مدحت تو عجب کیا
پائیں مرے لب نعت کی رفعت تو عجب کیا

یہ چاند، یہ سورج، یہ ستارے، یہ افلاک
کرتے ہیں طواف درِ رحمت تو عجب کیا

جب قبر میں پرسش کے لیے آئیں نکیرین
مل جائے بس اک نعت کی مہلت تو عجب کیا

جس دم وہ غلاموں کو پکاریں سرِ محشر
مجھ پر بھی رہے چشمِ عنایت تو عجب کیا

ویسے تو کہاں قابلِ بخشش مرے اعمال
لیکن وہ کریں میری شفاعت تو عجب کیا

ٹھہرے وہ بس اک اشکِ ندامت کے برابر
ہو خلد کی بس اتنی سی قیمت تو عجب کیا

جو ڈھانپ لے سب اپنے غلاموں کی خطائیں
مل جائے وہ اک چادرِ رحمت تو عجب کیا

☆☆☆☆

علی اکبر عباس

صدقے میں آپؐ ہی کے بنی کائنات ہے
نورِ حیات، پرتوِ والا صفات ہے

قبل ازل سے خالق و قادر کے باب میں
تمہید نور آپؐ ہی کی پاک ذات ہے

تایدِ حق میں بعد ابد ہوں گے آپؐ ہی
محبوب پر خدا کا یہ خاص التفات ہے

وجہِ شرف ہیں آپؐ ہی انسان کے لیے
ورنہ تو مشتِ خاک میں کیا خاص بات ہے

ذکر و درود، وردِ زباں، حرزِ جاں کیا
ہم جانتے ہیں اس میں ہماری نجات ہے

رحمت ہیں آپؐ سارے جہانوں کے واسطے
کوثر نصیب آپؐ سے روحِ حیات ہے

☆☆☆☆

علی بابا تاج

بارگاہِ رحمت میں
کس قدر تقدس ہے
ذکرِ شاہِ دوراں کا
ہر زباں پہ جاری ہے
جن کے ذکر سے ہردم
وصف، خود ہی نازاں ہے
لفظ لفظ حیراں ہے
سوچ، سوچ شاداں ہے
نام جتنے ڈھونڈیں ہم
ایک اسمِ اعلیٰ ہے
نام ہے "محمدؐ" کا
انتہائے اسماء ہے
اس سے بڑھ کے ہو بھی کیا
دوسرا بھلا کوئی
نام کس بشر کا ہو
"بارگاہِ رحمت میں ایک ہے یہی "محمودؐ"
نام ایک ہی اعلیٰ
جن کے ذکر سے ہردم
وصف، خود ہی نازاں ہے

☆☆☆☆

علی یاسر

ایسا کرم کیا گیا عجب شکستہ حال پر
سجدۂ شکر دیر تھا وہ بھی در جمال پر

بیٹھا ہوں گرچہ فرش پر، چرچے ہیں میرے عرش پر
بھیجتا ہوں درود پاک انؐ پہ اور انؐ کی آل پر

گرد و غبار سے بچا، اور دیار سے بچا
طائرِ عمرِ مصطفیٰ تُو ذرا دیکھ بھال پر

رحمتِ دوجہاں کا نام، میرے بنا گیا ہے کام
لاکھ ہوئیں حکایتیں ایک مرے سوال پر

رخ سوئے طیبہ کرلیا، سینے میں نور بھرلیا
کیف میں بوسہ لے لیا بادِ صبا نے گال پر

سائلِ مصطفیٰ ہوں میں، شاعرِ نعتیہ ہوں میں
ہوتا رہے جسے بھی ہو ناز متاع و مال پر

اذنِ حضورؐ ہوگیا، دل میں سرور ہوگیا
نوری اڑان کے لیے میں نے لیے نکال پر

مجھ سے کیا گیا حسد، آپ نے بخش دی مدد
نورِ عروج چھا گیا میرے ہر اک زوال پر

یہ جو نبیؐ کی نعت ہے، میری بھی کائنات ہے
اس میں مری نجات ہے، زندہ ہوں اس خیال پر

☆☆☆☆

غلام رسول زاہد

محبتوں کا اُجالا اگر کہیں پہ ہے
چراغ اس کا مدینے کی سرزمیں پہ ہے

فروغِ فصلِ بہاراں اسی چمن سے ہے
نزولِ بارشِ ابرِ کرم یہیں پہ ہے

مرے لیے وہ کفِ وسعِ مہرباں ہے بہت
کہ لمس جس کا ازل سے مری جبیں پہ ہے

ردائے بارِ امانت کے بعد بھی اب تک
ہزار کوہِ گراں شانۂ امیں پہ ہے

غلامیٔ شہِ بطحا مرا تعارف ہے
کرم یہ کتنا بڑا مجھ سے کم تریں پہ ہے

☆☆☆☆

قاسم یعقوب

خزاں رتوں میں کھلے ہیں کھجور کے پتے
ہمیشہ سبز رہے ہیں کھجور کے پتے

یہاں سے قافلۂ دینِ حق گزرتا ہے
سلامیوں کو جھکے ہیں کھجور کے پتے

میں چھو کے پائے محمدؐ کی خاک ڈھونڈتا ہوں
کہ گردِ رہ سے بھرے ہیں کھجور کے پتے

چلا ہوں دشتِ گماں کی جھلستی دھوپ میں جب
تو چھاؤں بن کے ملے ہیں کھجور کے پتے

رہے ہیں شعبِ ابی طالبؓ آپ کے ساتھی
چٹائیوں میں بچے ہیں کھجور کے پتے

پھر اُن کے پھل میں کبھی گٹھلیاں نہیں آئیں
حضورؐ نے جو چھوئے ہیں کھجور کے پتے

☆☆☆☆

قائم نقوی

میں تو ہر حال میں خوش رہوں آپؐ سے
میں جو مرنے لگوں جی اٹھوں آپؐ سے

کامرانی بھی پھر پاؤں چومے مری
ابتدا کام کی جو کروں آپؐ سے

آپؐ ہیں آسرا بے کسوں کے لیے
ظلم کا ہر نشاں سرنگوں آپؐ سے

خواب ہی میں عطا ہو یہ اعزاز بھی
کچھ کہوں آپؐ سے کچھ سنوں آپؐ سے

ایک نسبت سے پہچانے دنیا مجھے
میں جو قائم ہوں نقوی ہوں آپؐ سے

☆☆☆☆

کرامت بخاری

ماورائے فکرِ انساں ہے ثنائے مصطفیٰؐ
پا نہیں سکتے فرشتے بھی ہوائے مصطفیٰؐ

دل کی آنکھوں سے کوئی دیکھے صحیفِ زندگی
اس کے دامن میں نہیں کچھ بھی سوائے مصطفیٰؐ

کیوں نہ میں ذاتِ پیمبرؐ کی ثنا خوانی کروں
ہے ثنا خوانی میں شامل خود خدائے مصطفیٰؐ

نعمتِ قلب و جگر ہے الفتِ آلِ رسولؐ
اور ہے آنکھوں کا سرمہ خاکِ پائے مصطفیٰؐ

دنیا بھر کے جام و مینا سے توجہ ہٹ گئی
جب سے میں نے پی لیا جامِ ولائے مصطفیٰؐ

سب کے سب معصوم تھے جتنے تھے محرم آپؐ کے
اور سب کے سامنے تھی بس رضائے مصطفیٰؐ

دونوں عالم جھوم اُٹھے ہیں مرے اشعار پر
یہ گدائے مصطفیٰؐ پر ہے عطائے مصطفیٰؐ

☆☆☆☆

ماجد صدیقی

پیامِ ابدی

میں بے کسوں کے اَلم میں کھو کر ہمیشہ زار و قطار رویا
قلم کو میں نے ہمیشہ خونِ دلِ تپیدہ سے ہے بھگویا
یہ اس لیے ہے کہ میرے آقا! پیام ہے حرزِ جان تیرا
گدا ہوں دہلیز کا میں تیری، ہے میرے کاسے میں دان تیرا
پیام تیرا، کہ جس کا ہر حرف معدنِ گوہرِ حقیقت
پیام تیرا، کہ جس کا ہر لفظ منبعِ قوت و حرارت
پیام تیرا، کہ جس سے انسان پہ ہو روشن مقامِ انساں
ہر ابنِ آدم کے دل میں جس سے ہو پختہ تر اعتقادِ یزداں
پیام تیرا، ہوں جس کے کہنے سے دل کو پہنائیاں میسّر
پیام تیرا، کہ جس کے جاننے سے چشمِ بینا ہو دیدۂ تر
پیام تیرا، کہ جس سے مٹتی ہے ایک سے دوسرے کی وحشت
پیام تیرا، کہ جس سے بڑھتی ہے ایک سے دوسرے کی چاہت
پیام تیرا، کہ پشت پر جس کی کارفرما عمل ہے تیرا
افق پہ انسانیت کے جس سے ہوا ہے پیدا نیا سویرا
پیام تیرا، کہ جس سے کوئی بشر دگر ہو نہ وجۂ زحمت
ہے دشمنوں تک پہ یہ ہویدا کہ ختم ہے تجھ پہ عفو و رحمت
پیام تیرا، کہ جس میں پنہاں ہیں ضابطے زندگی کے سارے
پیام تیرا کہ جس نے بگڑے معاملے ایک اک سنوارے
پیام جس سے ہیں فرض بیداریاں جہانِ دگر سے پہلے
ہے جس سے تحریک آہ و زاری ہر اک نمودِ سحر سے پہلے

پیام تیرا، کہ جس کا غلبہ رہے گا تا حشر اس جہاں پہ
پیام تیرا، کہ جس سے جاری ہیں زمزمے سے زباں زباں پہ
پیام تیرا، دل ایسے ذرّے کی قوتیں جس سے ہیں ہویدا
پیام تیرا، نگاہِ مومن میں جس سے ہیں برق و رعد پیدا
پیام تیرا، کہ دونوں عالم کی جس سے رعنائیاں عیاں ہیں
پیام تیرا، کہ جس سے انسان کی توانائیاں عیاں ہیں
پیام تیرا، کہ روح مانندِ بحر جس سے اتھاہ ٹھہرے
نگاہ اور دل میں یاس و حرماں کا واہمہ تک گناہ ٹھہرے
پیام تیرا، کہ درسِ ایثار جس کی بنیادِ اوّلیں ہے
ازل سے اب تک مثال جس کی جہان بھر میں کہیں نہیں ہے
پیام تیرا، کہ جس سے جسمِ فعال، وجہِ حصولِ عظمت
پیام تیرا کہ جس سے قلبِ تپیدہ وجہِ نزولِ رحمت
پیام تیرا، کہ جس سے بیدار قوتیں جسم و جان کی ہوں
پیام تیرا، کہ جس سے شیرینیاں دوبالا زبان کی ہوں
پیام تیرا، جواب نفرت کا بھی محبت ہی جو بتائے
جہان بھر کی روش سے جو مختلف ہوں آداب، وہ سکھائے
پیام تیرا، کہ آئنہ ہے صفا و صدق و مروّت کا
دلوں میں جس سے کبھی نہ پیدا ہو شائبہ تک مغائرت کا
پیام تیرا، کہ جس سے آقا بھی بندہ سے آشنا ہو
بیک دگر برتری کا باعث اگر یہاں ہو تو اتقا ہو
پیام تیرا، کہ زیست در زیست جس سے اسرار نو ہیں پیدا
پیام تیرا ہر آن جس سے ہے ایک عظمت نئی ہویدا
پیام تیرا، حیات و بعدِ حیات کے ضابطے ہیں جس میں
پیام تیرا کہ خاک سے عرشِ پاک کے رابطے ہیں جس میں
پیام تیرا، کہ زندہ رہنے کا ہر سلیقہ سکھایا جس نے
دلوں کی تہ میں اتر کے جینے کا ہر طریقہ سکھایا جس نے

☆☆☆☆

مجتبیٰ حیدر شیرازی

تمہارا ذکر جب کیا ہنر کمال ہوگیا
ہر ایک شعر نعت کا فلک مثال ہوگیا

تمام ہوگئی مری کشیدگی نصیب سے
تم آگئے خدا سے رابطہ بحال ہوگیا

درود کیمیا ہے قلب و جاں کے اطمینان کو
لبوں پہ آگیا تو دور ہر ملال ہوگیا

مرا جہان ہست اس کے دم قدم کا فیض ہے
وجود کا سبب جو ایک خوش خیال ہوگیا

☆☆☆☆

محسن شیخ

رب نے فرہاد کو پُر ہنر کردیا
پھر نبیؐ نے مجھے جھولی بھر کردیا

دھوپ میں چھاؤں بننے کی توفیق دی
ایک پودے سے مجھ کو شجر کردیا

راہرو جس جگہ کوئی چلتا نہ تھا
وہؐ چلا تو اُسے راہگزر کردیا

رہ میں تاریک جنگل تھا اور آپؐ نے
روشنی کو مرا ہم سفر کردیا

سب کی آنکھیں تو تھیں پر بصیرت نہ تھی
آپؐ نے سب کو صاحب نظر کردیا

ٹیلوں ٹبوں کے کنکر تھے انسان بھی
آپؐ نے چھو کے اُن کو گُہر کردیا

آپؐ نے اپنے اخلاق و کردار سے
حُسنِ انساں ابد تک امر کردیا

داد اہلِ سخن سے ملی ہے مجھے
آپؐ کے ذکر نے معتبر کردیا

☆☆☆☆

محمد حنیف

آپؐ کی بات کیا کہ ہیں دونوں جہاں کے بادشاہ
کون و مکاں ہیں آپؐ کے، کون و مکاں کے بادشاہ

آپؐ کی ذات پاک سے دونوں جہاں میں روشنی
آپؐ یہاں کے بادشاہ، آپؐ وہاں کے بادشاہ

پست قدوں کا رخ ہوا گنبدِ سبز کی طرف
ان کی طرف بھی اک نظر سرو قداں کے بادشاہ

کرنے ہیں کیسے حل ہمیں ہیں جو ہمارے مسئلے
ہم پہ بھی یہ بھید کھول دے نکتہ وراں کے بادشاہ

ہم کہ ہیں بے بساط لوگ ہم کیا ہماری شان کیا
معتبری ہے آپؐ کی، معتبراں کے بادشاہ

گاؤں بھی آپؐ کے تمام، شہر بھی آپؐ کے تمام
آپؐ کے سب غلام ہیں خورد و کلاں کے بادشاہ

رہتی ہے ساری کائنات آپؐ ہی کے حصار میں
آپؐ کی ہر طرف مہک گلبدناں کے بادشاہ

کس کو پکارتے کہ ہے جائے پناہ کوئی اور؟
آپؐ ہیں اور صرف آپؐ بادشہاں کے بادشاہ

دشتِ دلِ حنیف پہ چھائی ہوئی ہے تیرگی
تھوڑی سی چاندنی ادھر ماہ رخاں کے بادشاہ

☆☆☆☆

پروفیسر محمد سبطین شاہجہانی

مشکلِ فن ہے نہ بات کی خوشبو
دل میں ہے اُن کی بات کی خوشبو

وہ ولی ہے جو جس کے دامن میں
اُنؐ کی اعلیٰ صفات کی خوشبو

گنبدِ سبز کا تصدق ہے
کائنات حیات کی خوشبو

ذکرِ احمدؐ ہے میری سانسوں میں
ہر نفس ہے حیات کی خوشبو

ہیکلِ شاہِ ذہرا کی قسم
ہر طرف اُن کی ذات کی خوشبو

اُن سے روشن ہیں آسمان و زمیں
اُن سے ہے کائنات کی خوشبو

شامِ معراج سے مجلّیٰ ہے
شام کی، دن کی، رات کی خوشبو

سینکڑوں جنتوں سے افضل ہے
اُن کے اک التفات کی خوشبو

دل میں ہیں ذکرِ حق سے مہکاریں
ذہن میں اُن کی بات کی خوشبو

تا ابد حرف کی مہک آن سے
ہر صدی اب ہے نعت کی خوشبو

وردِ شاہِ ہدیٰ کا صدقہ ہے
میرے صوم و صلوات کی خوشبو

باغِ بطحا سے مجھ کو آتی ہے
مرغزارِ نجات کی خوشبو

گنبدِ سبز کی زکوٰۃ کہو
خلد کے پات پات کی خوشبو

اُن کے ارشاد سے معطر ہے
کیا قلم کیا دوات کی خوشبو

شاہ صابر سے میں نے پائی ہے
شاہِ اعلیٰ صفات کی خوشبو

صبحِ میلاد سے ملی سبطینؔ
ہم کو لیلِ برات کی خوشبو

☆☆☆☆

محمد سلیم احسن

میرے زخموں کا دنیا میں مرہم نہیں
میں مدینے چلا اب کوئی غم نہیں

خاکِ طیبہ کو چھو کر نہ آئے اگر
مہرباں کوئی بھی ایسا موسم نہیں

آپؐ کے گھر پسینے سے نسبت نہ ہو
کوئی خوشبو نہیں کوئی شبنم نہیں

حشر میں ہوگی سب کی نظر آپؐ پہ
آپؐ جیسا کوئی بھی مکرم نہیں

آپؐ کے در پہ جس نے سلامی نہ دی
کوئی اعلیٰ نہیں کوئی اعظم نہیں

آپؐ کے دم سے حق کو ملی زندگی
کفر کے سینے میں آج بھی دم نہیں

قطب و ابدال غوث اور شاہ و گدا
کون ہے جس کا طیبہ میں سر خم نہیں

خود خدا بھیجتا ہے دُرود و سلام
نام احمدؐ ہی کیا اسمِ اعظم نہیں

ذکرِ احمدؐ سے احسنؔ کرم ہوگیا
اب مصائب کا بوجھ بھی برہم نہیں

☆☆☆☆

بول اے سوختہ جاں راحتِ جاں ہے کہ نہیں
شہرِ محبوبِ خدا کوئے جناں ہے کہ نہیں

سانس میں لمس گھلاتی یہ ہوائے خضری
روح تک لطف و عنایت کا سماں ہے کہ نہیں

پھول تو پھول ہیں کانٹے بھی اماں گیر ہوئے
یہ جہاں رحمتِ عالم کا جہاں ہے کہ نہیں

مسجدِ نبویؐ سے آتی ہوئی آواز کو سُن
یہ اذاں عشقِ بلالؓ کی زباں ہے کہ نہیں

فاختائیں ہی نہیں امن بھی رہتا ہے یہاں
سب جسے ڈھونڈ رہے ہیں وہ یہاں ہے کہ نہیں

دعویٰ عشقِ نبیؐ تو نہیں تاباںؔ لیکن
حرف میں اُن کی محبت کا گماں ہے کہ نہیں

☆☆☆☆

مرتضیٰ برلاس

آنکھیں حضورؐ سے میں ملاؤں گا کس طرح
روزِ جزا میں سامنے آؤں گا کس طرح

فردِ عمل پڑھیں گے فرشتے تو اُس گھڑی
گردن جھکی ہوئی میں اُٹھاؤں گا کس طرح

ہر اُمتی کے واسطے بے چین ہوں گے آپؐ
مجھ سا بھی اُمتی ہے بتاؤں گا کس طرح

اصنامِ مصلحت کی پرستش کے باوجود
مُشرک نہ تھا یقین دلاؤں گا کس طرح

قدموں میں آپؐ کے مری مٹی عزیز ہو
اب لوٹ کے یہاں سے میں جاؤں گا کس طرح

محفل میں ہوں گے سعدیؔ و حسانؔ و ذہنؔ زُہیرؔ
اشعارِ نعت کے میں سناؤں گا کس طرح

☆☆☆☆

منظر نقوی

نور ہی نور کی برسات ہوئی جاتی ہے
مجھ پہ الہام تری نعت ہوئی جاتی ہے

میں ترے ذکر کی محفل میں چلا آیا ہوں
خوشبوئے باغِ عدن ساتھ ہوئی جاتی ہے

آج بھی ورطۂ حیرت میں پڑی ہے دُنیا
اک تسلسل سے تری بات ہوئی جاتی ہے

صورتِ ابر مرے سر پہ رہا سایہ فگن
اب تلک سیرِ سماوات ہوئی جاتی ہے

شکر اللہ کا منظرؔ ہے کرم مولا کا
رنگ مدحت میں مناجات ہوئی جاتی ہے

☆☆☆☆

ناصر بشیر

سیرت کروں بیان، صفاتِ نبیؐ لکھوں
اذنِ سخن ملے تو میں نعتِ نبیؐ لکھوں

ہر کیفیت میں آپؐ مرے ساتھ ساتھ ہیں
روتے رلاتے، ہنستے ہنساتے نبیؐ لکھوں

خالق نے مالِ حُسنِ فراواں اُنھیں دیا
کردار دہر کو میں زکیا نبیؐ لکھوں

ہے نعت گوئی میں بھی ضروری کچھ احتیاط
میں پُل صراط کو بھی صراطِ نبیؐ لکھوں

میں ربط و صبر و ضبط سے واقف نہیں ابھی
کس طرح واقعاتِ حیاتِ نبیؐ لکھوں

مجھ سا گناہ گار بھی آیا ہے راہ پر
اس کو بھی میں کرشمۂ ذاتِ نبیؐ لکھوں

ناصر بشیر جب مجھے آتا نہیں قرار
دل آپ چاہتا ہے کہ نعتِ نبیؐ لکھوں

☆☆☆☆

ناصر زیدی

نہ مال و زر کی ہوس اور نہ خو گدائی کی
تونگری مجھے حاصل ہے بجز سائی کی

ہر ایک دشمنِ جاں کو معاف کر دینا
زمانہ دیکھ لے یہ شان کبریائی کی

کہ ایک دو کے نہیں سب کے واسطے رحمت
صفت بھی ہے بہت آپ کی بڑائی کی

ہے کار ساز دو عالم سے اک شرف مجھ کو
میں بات کیسے کروں اپنی نارسائی کی

وہ حد سے بڑھ کے قبولِ عوام و خاص ہوئی
نبیؐ کی شان میں جب بھی مدح سرائی کی

حضورِ رحمتِ عالم کی ذات کے صدقے
رہی طلب نہ کسی سے بھی داد خواہی کی

سخنوری کے جہاں میں ہے معتبر ناصرؔ
بفیضِ مدحتِ سرور بھی کمائی کی

☆☆☆☆

نثار ناسک

تجھ پہ پورے کبھی اترے نہیں معیار مرے
لفظ کے عجز کا اظہار ہیں اشعار مرے

سائباں ہے مرا احساس ترے ہونے کا
جس کے سائے میں کھڑے ہیں در و دیوار مرے

تیری نعتوں سے اَٹے ہیں ترے رمضان کے شہر
تیری خوشبو سے بھرے قریہ و بازار مرے

گھنٹیاں روح کے سناٹوں میں بج اُٹھتی ہیں
جب بھی یاد آتے ہیں وہ کارواں سالار مرے

میرے دشمن کے لبوں پہ ترا نام آیا تھا!
خود بخود بگر سی گئی ہاتھ سے تلوار مرے

نعت پڑھتا ہوں تو محسوس یہ ہوتا ہے نثار
جیسے اس بزم میں موجود ہیں سرکارؐ مرے

☆☆☆☆

نجیب احمد

تُو نے وہ دیا جلا دیا ہے
ذرات کو جگمگا دیا ہے

اے صبحِ جمال تو یہ کس نے
چپ کو حسیں نوا دیا ہے

اے عفو کے کہسار تُو نے
دریاؤں کو راستہ دیا ہے

پابوس ترے سبھی تھے
کیسا سکہ چلا دیا ہے

ہم کو سامنے آسماں دکھا کر
یارا بھی اڑان کا دیا ہے

آیا ہے جہاں بھی ذکر تیرا
قرآن بھی مسکرا دیا ہے

کوئی نہ کبھی بھٹک سکے گا
ایسا رستہ دکھا دیا ہے

☆☆☆☆

نسیم سحر

ہادی و رہ نما آپؐ کا نقشِ پا
مقتدا، مجتبیٰ آپؐ کا نقشِ پا

اپنا منشور ہے اپنا آئین ہے
اے شہِ دوسراؐ، آپؐ کا نقشِ پا

یہ زمیں کتنی روشن ہوئی، جس گھڑی
ثبت اس پر ہوا آپؐ کا نقشِ پا

کاش اہلِ نظر کی نظر میں رہے
کہکشاں پر لکھا آپؐ کا نقشِ پا

آپؐ کی شان کا تو ہے مذکور کیا
گوہرِ بے بہا آپؐ کا نقشِ پا

بس ہمیں اور کچھ بھی نہیں چاہیے
بس ہمیں مل گیا آپؐ کا نقشِ پا!

ہوگی کیا آپؐ کی شانِ حسن و جمال
دل نشیں دل ربا آپؐ کا نقشِ پا!

سارے عالم پہ یہ راز کھلنے لگا
نورِ کیمیا، آپؐ کا نقشِ پا

ہر زمانے کے ماتھے پہ مرقوم ہے
مثلِ حرفِ دعا آپؐ کا نقشِ پا

اب اسی سمت میں سب سفر ہیں مرے
جس طرف بھی ملا آپؐ کا نقشِ پا

آپؐ کے شہر میں جب بھی حاضر ہوا
بس نہیں دیکھا کیا آپؐ کا نقشِ پا

اپنے اعمال نامے میں میں نے لکھا
آپؐ کا نقشِ پا، آپؐ کا نقشِ پا!

میں نے ہر تیرگی پہ نسیمِ سحر
روشنی سے لکھا آپؐ کا نقشِ پا

☆☆☆☆

نصرت صدیقی

دلوں سے ہو کے گزرتا ہوا مدینے کو
نظر سے جاتا ہے اک راستہ مدینے کو

میں اس کے ساتھ تصور میں چلتا جاتا ہوں
روانہ ہوتا ہے جو قافلہ مدینے کو

ہزار حسرت و ارماں کے ساتھ دیکھتا ہے
مری نگاہ کا ہر زاویہ مدینے کو

بدن کا دشت سلگتا تھا ایک مدت سے
میں کہہ کے رو پڑا کالی گھٹا مدینے کو

مجھے سکون کی دولت نصیب ہوتی ہے
میں بھیجتا ہوں جو کوئی دعا مدینے کو

خیال و خواب میں دل میں نگاہ میں نصرتؔ
سجائے پھرتا ہوں میں جا بجا مدینے کو

☆☆☆☆

نصیر احمر

اے نگاہِ شوق کھل کر دیکھ لے دلکش سماں
اُنؐ کا روضہ جب ہے تیرے سامنے جلوہ فشاں
دُور تک پُر کیف خاموشی سی ہے چھائی ہوئی
مسکراتی ہے فضا، تاروں کو نیند آئی ہوئی
اُنؐ کے روضے پہ یوں سجدے کر رہی ہے چاندنی
چار سُو پھیلی ہوئی ہے، اک معطر روشنی
کر دیا ہے چاندنی نے، ایسا مست و شادماں
میری آنکھوں نے کبھی دیکھا نہیں، ایسا سماں
دیکھتا ہوں جس طرف، ہے ایک عالم نُور کا
کیا بتاؤں کھینچ کر، نقشہ دلِ مسرور کا
نُور کا سیلاب ٹھاٹھیں مارتا ہے چار سُو
ہر طرف سے آرہی ہے روشنی کر کے وضو
آسماں پہ چاند تارے، محوِ استغراق ہیں
اور مصروفِ ثنا، سب آپؐ کے مشتاق ہیں
ہے بدن میرا زمیں پہ رُوح ہے افلاک پہ
ہو نظر اے ساقیِ کوثر مرے ادراک پہ
خُلد سے آکر فرشتے بھی مزارِ پاک کو
جھاڑتے ہیں اپنی پلکوں سے خس و خاشاک کو
مائلِ بندہ نوازی ہے خُدا، صَلِّ یا خدا
بانٹتے خیرات ہیں، خیر الوریٰ، صَلِّ یا خدا
اس حسیں منظر کو شعروں میں بیاں کیسے کروں
چشمِ احمر نے جو دیکھا ہے عیاں کیسے کروں

☆☆☆☆

نوید حیدر ہاشمی

درود پڑھتے رہے قریۂ حضورؐ کے پیڑ
صحابیوں کی طرح پاک تھے کھجور کے پیڑ

یہ لفظ اذنِ محمدؐ سے پھول بنتے ہیں
اسی لیے تو ثمردار ہیں کھجور کے پیڑ

سفر میں آپؐ کی ہجرت اگر ہو پیشِ نظر
دکھائی دیتے ہیں آنکھوں کے پاس، دور کے پیڑ

میں اُن کو نعتیں سُناتا وہ داد دیتے مجھے
اسی لیے مرے عاشق ہیں سب کھجور کے پیڑ

میں جب لکھتا ہوں سینے پہ پنجتن کے نام
چمکنے لگتے ہیں آنکھوں میں پانچ نور کے پیڑ

☆☆☆☆

نورین طلعت عروبہ

خوشیوں میں سلیقے، صدا کے رکھے ہیں
ان آنسوؤں میں قرینے دُعا کے رکھے ہیں

فلک کی آنکھ بھی طیبہ کو رشک سے دیکھے
وہاں کسی نے ستارے بچھا کے رکھے ہیں

وہ اُن کے پیار کی شبنم سے پا رہے ہیں نمو
جو پھول شاخِ دعا پہ کھلا کے رکھے ہیں

نثار ہونا ہے ان کو سنہری جالی پہ
یہ اشک آپؐ کی خاطر بچا کے رکھے ہیں

ہمیشہ نور کی بارش مرے مدینے میں
یہاں چراغ جو غارِ حرا کے رکھے ہیں

عمل کا شوق عطا ہو کہ ہر ساعت میں
پیام آج بھی صدقِ علی کے رکھے ہیں

مرے حضورؐ کی مسجد کا صحن، گنبدِ پاک
نظر میں کیسے مناظر سجا کے رکھے ہیں

☆☆☆☆

نوشابہ عدنان

نبیؐ کی یاد میں مہکے چمن آہستہ آہستہ
گل و گلزار ہوں کوہ و دمن آہستہ آہستہ

سفر در پیش ہے مجھ کو مدینے کی فضاؤں کا
قدم آہستہ آہستہ، تھکن آہستہ آہستہ

نبیؐ کی نعت لکھنے سے مجھے یہ فیض حاصل ہے
نکھرتا جارہا ہے میرا فن آہستہ آہستہ

درود پاک جب معمور ہو جاتا ہے نوشابہؔ
تو میٹھا ہونے لگتا ہے دہن آہستہ آہستہ

☆☆☆☆

وفا چشتی

سیاہ دفترِ اعمال کیسے رُسوا ہو
جب اُس پہ آپؐ کی رحمت ردا ہو، پردہ ہو

نہ ماورا کی طلب ہو نہ ماسوا کا خیال
کچھ اس طرح سے دل و جاں پہ تیرا قبضہ ہو

حضورِ غیب سے مجھ پہ ترا خیال اُترے
مرا خیال ترے قُرب سے مہکتا ہو

ہر ایک لمحہ کی جاں ملے فقیروں کو
ہر ایک لحظہ جاں میں ترا بسیرا ہو

سیاہیٔ دل نگین آئینہ ہو جائے
اس آئنے کو تمہاری نظر کا پکا ہو

عجیب عالمِ وارفتگی میں پڑھتا ہوں
کہ جیسے سورۂ یٰسین اُن کا چہرہ ہو

مرے کریمؐ کی روحانیت کا ابرِ مطیر
کوئی مکاں نہیں ایسا جہاں نہ برسا ہو

☆☆☆☆

ڈاکٹر عزیز احسن

پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر

کرۂ ارض پر پاکستان کا وجود مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کا عکس ہے۔ کیوں کہ اس کا خواب دیکھنے والوں نے اسے اسی طرح کے تصورات کا حصہ بنایا تھا۔ خطبہ الٰہ آباد میں اقبالؒ نے فرمایا تھا

"ہندوستان دنیا میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کرے" (خطباتِ اقبالؒ۔ ص ۸۲)

علامہ اقبالؒ کی تمنا تو بر آئی لیکن پاکستان میں "اسلام" ایک تمدنی قوت کے طور پر 65 سال گزر جانے کے بعد بھی نہیں ابھر سکا۔ ملکی سیاست کے حصہ لینے والوں میں بیشتر اسلام کو بہ حکمتِ عملی اپناتے رہے اور پاکستانی ادب کی تخلیق میں بیشتر شعرا و ادبا کی تخلیقی صلاحیتیں لادینی ادب تخلیق کرنے میں صرف ہوتی رہیں۔ اس فضا میں نعت کی تخلیق شعرا کے لیے عار ٹھہری۔ یہاں تک کہ فیض جیسے مقبول اور دینی پس منظر رکھنے والے شاعر کے ہاں نعت نہیں ملتی۔ لیکن جب ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی نے ایک ٹی وی پروگرام میں اس کا ذکر کیا تو ایک محفل میں فیض صاحب نے ان کی توجہ اپنی غزلوں کے ایسے اشعار کی طرف مبذول کروائی جن کے مفاہیم میں نعت کا پہلو بھی نکلنے کی گنجائش تھی۔ ڈاکٹر کشفی لکھتے ہیں

"ہوا یوں کہ ٹیلی ویژن کے ایک مذاکرے میں میں نے کہا کہ اردو کے ہر بڑے شاعر کے کلام میں ہمیں نعت نظر آتی ہے۔ عہدِ حاضر کے ایک بڑے اور اہم شاعر کے کلام میں ہمیں نعت کا جلوہ نظر نہیں آتا۔ اس واقعے کے کچھ عرصے بعد کمن باجوہ سرور نے اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ (نعت اور تنقیدِ نعت ص ۱۰۵)

وہاں فیض صاحب نے کشفی صاحب سے کہا:

"آپ تو ادب کے استاد ہیں۔ کیا آپ اپنے طالب علموں کو اشارات ہزار شیوہ سے متعارف نہیں کراتے جسے غزل کہتے ہیں۔ اگر آپ نے ہمدردی اور دلِ بیدار کے ساتھ میری غزلوں کا مطالعہ کیا ہوتا تو نعت کے اشعار مل جاتے۔" اور اس مختصر گفتگو کے بعد فیض صاحب نے اپنا یہ شعر پڑھا

شمعِ نظر، خیال کے انجم، جگر کے داغ
جتنے چراغ ہیں تری محفل سے آئے ہیں" (ایضاً)

فیض صاحب سے مکالمے کے بعد کشفی صاحب تو مطمئن ہو گئے تھے لیکن تنقیدِ ادب کو معروضی انداز سے دیکھنے والے تو اس شعر میں بھی "جگر کے داغ" کا حضور اکرمؐ کی محفل سے انتساب مناسب نہیں سمجھتے۔ حضور اکرمؐ تو سراپا رحمت ہیں ان کی محفل میں تو جگر کے داغ مٹائے جاتے ہیں۔ زخموں کے لیے نگاہِ لطف و کرم کا مرہم فراہم کیا

جاتا ہے۔ وہاں تاریخ نہیں ملتے، واقعوں کا ماتم کیا جاتا ہے۔

بہر حال، اس واقعے سے اندازہ ہوا کہ پاکستان میں ادب کی ملحدانہ فضا کے باعث فیض جیسا بڑا شاعر بھی نعت لکھنے سے کتراتا رہا۔ غزلوں میں اتفاقیہ طور پر کسی شعر کا نعتیہ آہنگ اختیار کر لینا اور بات ہے اور بالقصد نعت کہنا اور بات ہے۔ نسخہ ہائے وفا میں فیض کی ایک فارسی نعت موجود ہے جو غالباً ان کی زندگی کے آخری دور کی یادگار ہے لیکن اردو میں ان کی نہ تو کوئی نعت ہے اور نہ ہی غالبؔ اور اقبالؔ کی طرح فیض کی کسی غزل میں واضح طور پر کوئی نعت کا شعر وارد ہوا ہے۔

دریں ہمہ، ادب کی اس فضا میں بھی فکرِ اسلامی کے علم بردار چند مجاہدین نے نعتیں کہیں اور خوب کہیں۔ ان کا ذکر شمیم احمد نے بڑے سلیقے سے اپنے جائزے میں کیا ہے:

"قیامِ پاکستان کے بعد جب مسلم لیگ کا طرزِ عمل اپنے ہی نصب العین کے خلاف حرکت کرتا ہے، اور اس سے مایوسی اور شکست خوردگی پیدا ہوتی ہے، تو ادب کے ایک طالبِ علم کو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ادب کے جدید علم برداروں کی صفوں سے مختار صدیقی، یوسف ظفر، قیوم نظر نکل نکل کر اس ذاتِ گرامی کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کر رہے ہیں، جس کا پرتو بھی چند سال قبل تک ان کی شاعری پر نہیں پڑا تھا۔ نعت گوئی نے اردو شاعری کے جدید اسلوب میں اس طرح اپنی لازوال قوت کا ثبوت دیا ہے۔" (سیارہ ڈائجسٹ، رسول نمبر، جلد دوم، ص ۶۲۷، نومبر ۱۹۷۹ء)

نعت کی اس تبدیلی میں قلم کے ان مجاہدین کا وافر حصہ تھا جن کو "رفعنا لک ذکرک" ([اے نبیؐ] ہم نے تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا) کے اعلانِ ربانی کے تحت نعت گوئی کی خصوصی توفیق ارزانی ہوئی تھی۔ دراصل اللہ رب العزت نے حضور اکرمؐ کے رفعِ ذکر کے دیگر طریقوں کے ساتھ ساتھ تمام سعید روحوں کو اپنے محبوب رسولؐ کی تعریف و توصیف کرنے کا وظیفہ سونپ دیا تھا۔ اسلامی دنیا میں تو ابتدا ہی سے تمام حق شناس لوگ بلا امتیاز مذہب و ملت، حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مدحت نگاری میں مصروف ہو گئے تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی مسلمانوں کی آمد کے بعد جس نئی زبان کا یہاں پودا لگا اور اس کی کونپلیں نکلیں تو ان میں حرفِ مدحت کی اشتہا بھی تھی اور یہ کیوں نہ ہوتا کہ اس خطے کی جانب سے حضور رسولِ اکرمؐ کو ٹھنڈی ہوا آتی تھی۔۔۔ جسے اقبال نے یوں نظم کیا ہے

میرِ عربؐ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

لیکن جیسا کہ ہر صنفِ سخن کے ساتھ ہوتا ہے، اردو نعت بھی اپنی ابتداء سے حالی کے عہد تک روایتی مضامین اور مخصوص شعری اسالیب کی اسیر رہی جس میں حضور نبی کریمؐ کی ذات سے والہانہ عشق کا اظہار رہتا تھا۔ بیشتر نعتیں غزل کی طرح ہجر و وصال کے مضامین پر مشتمل ہوتی تھیں۔ مدحت نگاری کی یہ روش بہت بعد تک قائم رہی اور آج بھی بیشتر نعت گو شعراء اسی روش پر قائم ہیں۔ اسی لیے ایک مجاہد نعت نگار رحمٰن کیانی کو یہ کہنا پڑا تھا کہ

ان کی توصیف میں بھی حسنِ ادب کی باتیں
نعت میں ساقی و مے، بزمِ طرب کی باتیں

ایسی باتیں کہ اگر حد سے نکل جاتی ہیں
سن کے بے پردہ خواتین بھی شرماتی ہیں

حالی سے قبل کی نعتیہ شاعری کا وافر حصہ ایسے ہی مضامین پر مشتمل تھا۔ حالی نے مسدس میں چند نعتیہ بند لکھ کر اس روش کو بدلنے کی کوشش کی اور یقیناً بعد کی شاعری پر حالی کے نظریۂ نعت کے اثرات مرتب ہونے اور سیرت نبویؐ کے جوہر نعتیہ شعر میں نئی چمک دکھانے لگے۔ حالی سے قبل صرف محسن کاکوروی ایسے شاعر نظر آتے ہیں جن کی شاعری نے ادبی مکالمے (literary discourse) کی راہ ہموار کی لیکن نعتیہ ادب کو سنجیدگی سے قریب کرنے کی کوشش حالی ہی کے ہاں نظر آتی ہے۔ پھر اقبال نے نعت کے نئے آفاق دریافت کئے۔ میرے نزدیک اقبال کا یہ شعر جدید نعتیہ شاعری کا نقطۂ آغاز ہے

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں!

اس کے باوجود ایک طویل عرصے تک نعت کو ادبی صنفِ سخن کے طور پر قبول نہیں کیا گیا۔ نعتیہ شاعری کو ادبی سطح پر قابلِ قبول صنف بنانے میں کچھ عوامل بھی مانع تھے مثلاً اس صنفِ سخن کی طرف ہر کہ و مہ کا مائل ہو جانا اور مستند شعرا کا اس طرف کم کم آنا۔ اس طرح نعتیہ ادب میں مقدار کا تو اضافہ ہوا لیکن معیاری کام کی عدم موجودگی نے نقادانِ ادب کو اس طرف متوجہ نہیں ہونے دیا۔ چنانچہ اب تک اس میدان میں مردانِ کار کی کمی محسوس کی جا رہی ہے۔ گو تنقید کا کام شروع ہو چکا ہے لیکن ابھی تو صرف ابتدا ہوئی ہے۔

اس مقالے میں ہمیں مختصراً یہ بتانا ہے کہ پاکستان میں نعت میں کن کن شعرا کی شعری کاوشیں منظرِ عام پر آئیں۔ کن کن شعرا نے اس صنف کو باقاعدہ صنفِ سخن کے طور پر اپنایا اور کون کون سے اہلِ فن مدحیہ شاعری میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ نعت گوئی کا علمی سطح پر کن کن لوگوں نے تنقیدی اور تحقیقی جائزہ لیا اور یہ کام کس حد تک اطمینان بخش ہے؟ اسی طرح یہ بھی دیکھنا ہے کہ مختلف شعراء کے انفرادی نعتیہ مجموعوں کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اجتماعی انتخاب مرتب کرنے میں کن کن اہلِ فکر و نظر نے دلچسپی لی اور ان کی ان کاوشوں سے نعت کو ادبی سطح پر روشناس کرانے میں کیا مدد ملی؟

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اردو نعت پر اب تک جو کام ہوا ہے وہ اطمینان بخش نہیں ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ پاکستان بننے کے بعد جس قدر کام اس صنفِ شریف پر ہوا، پاکستان کے قیام سے پہلے اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہوا تھا۔ متحدہ ہندوستان میں تو زیادہ تر محافلِ میلاد کی ضرورتوں کے پیشِ نظر نعتیں کہی جاتی رہی تھیں یہی وجہ ہے کہ ادبی افق پر محسن کاکوروی کے سوا کوئی اور نعت گو شخص نہ ابھر سکا۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام شعراء سے زیادہ علماء اور عوام میں چمکا۔ عشقِ رسول کی صداقت اور نعتیہ ادب میں مسلسل محنت نے بہرحال انہیں قبولیتِ عام و بقائے دوام کا درجہ دلوا دیا۔ اکبر میرٹھی کے سلام کے بعد سب سے زیادہ مقبولیت مولانا ہی کے سلام (مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام) کو حاصل ہوئی۔

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے کچھ عرصہ قبل خواجہ محمد اکبر خان وارثی میرٹھی نے "میلادِ اکبر" کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا جسے پاکستان میں بھی سب میلاد ناموں سے زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ بالخصوص اکبر وارثی کا لکھا ہوا

سلام اس قدر مقبول ہوا کہ برصغیر پاک و ہند میں آج بھی اس کی گونج سنائی دے رہی ہے

یا نبیؐ سلام علیک یا رسولؐ سلام علیک
یا حبیبؐ سلام علیک صلوٰۃ اللہ علیک

مولانا ظفر علی خاں تحریک پاکستان کے جواں ہمت سپاہی تھے۔ انہوں نے اپنی تمام صلاحیتیں قلمی جہاد میں صرف کر دیں، وہ خود فرماتے ہیں۔

خدا کی حمد، پیغمبر کی نعت، اسلام کے قصے۔۔۔!
مرے مضموں ہیں جب سے شعر کہنے کا شعور آیا

مولانا کے نعتیہ کلام میں اسوۂ حسنہ کے نمونے اور پیام محمدیؐ کے پرتو سے لفظ لفظ جگمگا رہا ہے۔ اگرچہ بہارستان اور چمنستان علی الترتیب ۱۹۳۷ء، ۱۹۴۴ء میں شائع ہو چکی تھیں لیکن پاکستان کی فضاؤں میں مولانا کی نعتوں کی گونج کل بھی تھی اور آج بھی ہے۔ آپ کا سن وفات ۱۹۵۶ء ہے۔

رشتہ مرا خدا کی خدائی سے چھوٹ جائے
چھوٹے مگر نہ ہاتھ سے دامان مصطفیٰؐ
سایہ پرور تیری رحمت کا حرم بھی دیر بھی
سود اور بہبود ایمان و فلاں کی تجھ سے ہے

فتنۂ قادیانیت کے خلاف جو قلمی جہاد ہوا اس میں بھی مولانا ظفر علی خاں پیش پیش تھے۔

نبیؐ کے بعد نبوت کا ادعا جو کرے
ہر ایسے بطل خرافات سے خدا کی پناہ

پاکستان کے ابتدائی دور کے نعت نگار شعراء میں ماہر القادری، حفیظ جالندھری، بہزاد لکھنوی، محشر رسول نگری، علامہ ضیاء القادری بدایونی، علامہ سیماب اکبر آبادی، اثر صہبائی، اختر انصاری، صبا اکبر آبادی، رعنا اکبر آبادی، صبا متھراوی، اقبال صفی پوری، ادیب سہارنپوری اور وفا ڈبائیوی کے نام آتے ہیں۔ یہ تمام شعراء شعر و سخن کی کلاسیکی قدروں کے محافظ تھے۔ ان کی نعتوں میں زبان کی صفائی بھی ہے اور قادرالکلامی کی شان بھی۔ ان کی شاعری میں حضورؐ کے حسن صوری سے زیادہ حسن معنوی کا بیان ہے۔

ذکر جمیل کی اشاعت نے ماہر القادری کو نعت گو شاعر کی حیثیت سے متعارف کروایا تھا۔ ان کی مدحیہ شاعری میں سب سے زیادہ شہرت ان کے لکھے ہوئے سلام کو ملی جو منظر عام پر آتے ہی گویا کلاسیک کا حصہ بن گیا

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دست گیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
تیرے جلال کے حضور سطوت روم سجدہ ریز
تیرے قدم پہ جبہ سا شان و شکوہ سومنات

حفیظ جالندھری نے شاہنامہ اسلام میں حضورؐ کی سیرت اور آپؐ کے غزوات کا تفصیلی ذکر کیا ہے شاہنامہ کے حصہ اول میں سلام کے اشعار میں حضورؐ کے اخلاق کریمانہ اوراوصاف حمیدہ کا تذکرہ بڑے دل نشین انداز میں ملتا ہے۔ یہ بھی سلام ہی ہے

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوبؐ سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی
سلام اے صاحب خلق عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغال روحانی

بہزاد لکھنوی کی شاعری میں ہجر مدینہ سے پیدا ہونے والی تڑپ ہے۔ انھوں نے ایک مجبور مدینہ کی دلی کیفیات کو بڑے موثر طریقے سے شعری جامہ پہنایا ہے۔ ان کی زبان سادہ اور بیان تصنع سے پاک ہے اس سے ان کی شاعری جذبوں کی زبان بن گئی ہے:۔

میرے کانوں میں بہزاد جیسے کوئی
کہہ رہا ہے یہ پیہم مدینے چلو
میں ذوق طلب تیرے قربان جاؤں
تصور میں جلوہ نما ہے مدینہ

علامہ ضیاء القادری بدایونی ایک عالم دین تھے۔ ان کی شعری دانش نعت گوئی کے لیے وقف تھی۔ اس صنف شریف کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں انھوں نے بڑا کام کیا۔ آستانہ دہلی میں ان کی نگارشات باقاعدگی سے شائع ہوتی رہیں۔ پاکستان میں ان کے تلامذہ کا وسیع حلقہ تھا جو نعت گوئی کے ذوق میں منہمک تھا۔ ''خزینۂ بہشت'' موصوف کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ ''دربار نبیؐ'' کے نام سے ان کا منظوم سفرنامہ حجاز بھی شائع ہوا تھا۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

ہے مرقع روداد جہاں نور محمدؐ
افسانۂ تخلیق بعنوان نبیؐ ہے
جہاں سر کے بل آتے جاتے ہیں قدسی
محبت کی وہ رہگذر ہے مدینہ

علامہ سیماب اکبرآبادی، شعروسخن کی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کی شاعری زبان و بیان کے اعتبار سے قابل توجہ اور قادرالکلامی کے حوالے سے قابل رشک ہے۔ نعت میں بھی ان کی سخنوری کی خصوصیات مضمون کی عظمت اور آہنگ کی موزونیت کے ہم قدم چلتی ہیں۔

آدمی کو اپنی نوع آدمیت پر ہے ناز
فخر ہے ذات محمدؐ آدمیت کے لیے
عازم طیبہ ہوں جب سیماب اہل کارواں
مجھ کو بھی ہمراہ لے لیں اپنی خدمت کے لیے

محشر رسول نگری نے فخر کونین کے زیرعنوان ایک طویل مسدس لکھا جس میں رسول اکرمؐ کی حیات طیبہ اور

سیرت مطہرہ کو نظم کا جامہ پہنایا۔ اردو نعت کی تاریخ میں یہ ایک اہم اور منفرد کارنامہ ہے۔ قادر الکلامی، فصاحت و بلاغت اور موزوں پیرایۂ بیاں کے حوالے سے یہ کاوش لائق صد ستائش ہے۔ حفیظ کی مسدس کو اردو کے کسی بھی معروف مسدس کے ساتھ رکھ کر پڑھا جا سکتا ہے۔ اس مسدس میں واقعاتی صداقتیں، حسیاتی صداقتوں سے ہم آہنگ ہو کر تخلیقی سطح پر ابھر کر سامنے آتی ہیں۔

روز ازل سے پہلے بھی مولائے کل تھے آپؐ
آدم تھا ماء و طیں میں کہ ختم الرسل تھے آپؐ
حضرتؐ کے بعد آ نہیں سکتا کوئی نبی
عاقب بھی ہیں حضورؐ پہ صد شان طہری

کاملؔ جونا گڑھی کا "مسدس کامل" بھی ۱۹۵۳ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا جو عقیدت کے جذبات سے لبریز اور متن کے اعتبار سے خاصی حد تک مستند ہے۔ سلام کا ایک بند ملاحظہ ہو۔

الصلوٰۃ والسلام اے محفلِ امکاں کے صدر
الصلوٰۃ والسلام اے آسمانِ دیں کے بدر
الصلوٰۃ والسلام اے آفتابِ چرخِ قدر
الصلوٰۃ والسلام اے ماحیِ طغیان و غدر
الصلوٰۃ والسلام اے گوہرِ درجِ شرف
الصلوٰۃ والسلام اے نیرِ برجِ شرف

ذہین شاہ تاجی ایک بزرگ شاعر تھے، جن کا سارا کلام تصوف کے رموز و نکات سے پر تھا۔ ان کی تحریروں میں وحدۃ الوجودی فکر اور مکمل متصوفانہ زندگی کی جھلک موجود ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری بھی فکری بلندی اور فلسفیانہ طرز فکر کا استعارہ بن گئی۔ گو ان کا کوئی نعتیہ مجموعہ طبع نہیں ہوا لیکن اس صنف میں ان کے رشحات قلم، معیار فن کے اعتبار سے بڑے وقیع ہیں۔

تھے مشک فشاں جگر جاں خلد بداماں
اللہ رے گل ہائے گلستان محمدؐ

ادیب رائے پوری نے نعت خوانی کے ذریعے نعت گوئی اختیار کی اور سادہ اور عوامی جذبات سے مملو شاعری کر کے فضائے نعت پر چھا گئے۔ انہوں نے نعتیہ ادب میں چند نثری کتب کا بھی اضافہ کیا اور نعت گوئی و نعت خوانی بھی جاری رکھی۔ ان کی بعض نعتیں بڑی مشہور ہوئیں۔ "مقصود کائنات"، اور "ذرا ناز عاشق" ان کے کلام کے مجموعے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

خدا کا ذکر کرے، ذکر مصطفیٰؐ نہ کرے
ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں، خدا نہ کرے
مدینہ جا کے نکلنا نہ شہر سے باہر
خدا نخواستہ یہ زندگی وفا نہ کرے

اقبال صفی پوری نے کراچی میں بڑے بڑے نعتیہ مشاعرے منعقد کر کے نعتیہ شاعری کے فروغ میں عملی حصہ لیا۔ ان کا نعتیہ مجموعہ "رحمت لقب" سادہ زبان میں اچھی شاعری کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ چند اشعار دیکھیے

چاہیے آپ ہی کا سہارا ہمیں
اور کوئی سہارا نہیں چاہیے
بس یہی ہے مری التجائے طلب
ان کے کوچے میں دو گز زمیں چاہیے

آخری شعر میں جو بات کہی گئی ہے وہ اقبال صفی پوری نے عملاً کر کے دکھائی ہے۔ ان کی دعوت پر نعتیہ مشاعروں میں شرکت کرنے والے بہت سے اہل قلم کو واقعی ان کی تحریک پر نعت کہنے کی سعادت ملی۔

صبا اکبر آبادی کلاسیکی مزاج کے استاد شاعر تھے۔ "دستِ دعا" کے نام سے ان کا ایک نعتیہ مجموعہ شائع ہوا تھا۔ ان کے اشعار ان کی قادرالکلامی کے مظہر ہیں۔ ملاحظہ ہوں

جس کو چاہا اسے قدموں میں ترے ڈال دیا
خود حقیقت بھی سمجھتی تھی ارادہ تیرا

قصیدہ شاعری کی مشکل ترین صنف ہے، کیوں کہ اس میں الفاظ کا شکوہ، بیان کی متانت، خیال کی بلندی، تخیل کی رنگینی اور تسلسل بیان میں بڑی خوبی مطلوب ہے۔ صبا اکبر آبادی کے جو قصیدے "دستِ دعا" میں شامل ہیں ان کے مطالعے سے ان کی فن شناسی کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱۹۵۷ء، ۱۹۶۶ء کے عشرے میں چالیس پینتالیس نعتیہ مجموعے شائع ہوئے۔ ان شعری مجموعوں کے تخلیق کاروں میں صابر براری، راسخ عرفانی، عزیز حاصل پوری اور عبدالعزیز خالد کے نام نمایاں ہیں۔

صابر براری کے دو نعتیہ مجموعے "ذوقِ عقیدت" اور "آئینہ کمال" تو اسی عشرے میں چھپے۔ "جام طہور" بعد کے دور میں آیا۔

حالات جہاں بھر کے اہم شرح ہیں ان پر
رکھتے ہیں وہ ہر گوشۂ عالم کی خبر بھی
ذرات کف پا سے بنے اختر و انجم
روشن ہوئے اس چاند سے خورشید و قمر بھی

راسخ عرفانی ایک کہنہ مشق شاعر اور جید عالم دین تھے۔ وہ نعت گوئی کی نزاکتوں سے آگاہ تھے اس لیے اس راہ میں بڑی احتیاط سے قلم اٹھاتے تھے۔ "غبارِ حجاز"، "ارمغانِ حرم" اور "ذکرِ خیر" کے نام سے ان کے مدحیہ کلام کے مجموعے منصۂ شہود پر آ چکے ہیں

حضور سید عالم کا ذکر خیر کرو
خزاں کے دور میں چھیڑو ذرا بہار کی بات

"جامِ نور" کے خالق عزیز حاصل پوری نے بھی اسی عشرے میں نعت گو شاعر کی حیثیت سے اپنا تعارف
کروایا اور پھر وہ مسلسل اسی میدان میں رخشِ فکر دوڑاتے رہے۔ ان کے ایمان شعر میں فن کی کلاسیکی قندیلوں کے
اجالے پھیلے ہوئے ہیں۔

عاصیو! رحمتِ عالم کا وسیلہ ڈھونڈو
حشر کی دھوپ سے بچنا ہے تو سایہ ڈھونڈو

عبدالعزیز خالد نے مضامینِ نعت کو وسعت دی اور اپنی قادرالکلامی، ندرتِ بیان، لہجے کی انفرادیت اور
ہمہ دانی کی وجہ سے بہت جلد وہ مقام حاصل کر لیا جو اس سے پہلے اردو نعت گوئی کی تاریخ میں کسی کو نہیں ملا تھا۔ ان کی
شاعری میں عالمی ادب کی فکری و تصوفی عکس ریزی ہے۔ اردو نعت گوئی کی تاریخ میں قدیم و جدید علوم اور السنہ سے ماہرانہ
آگاہی رکھنے والا اس قدر اعلیٰ تخلیقی صلاحیتوں کا حامل عبدالعزیز خالد کے علاوہ شاید ہی کوئی اور شاعر ہو۔ خالد کا طویل
نعتیہ قصیدہ "فارقلیط" ۱۹۷۳ء میں کتابی صورت میں آیا تھا۔ بعد میں ان کی کتابیں "منحمنا"، "مطاب"، "ماذ ماذ"، "طاب
طاب" اور "عبدہٗ" کے نام سے بھی شائع ہوئیں۔

میں فرشِ زمیں ہوں تو سقفِ سما ہے
میں سانسوں کا مہماں تو صوتِ ہوا ہے
شہنشاہِ لولاک و مولائے سدرہ
تو میرے تخیل سے بھی ماورا ہے

عبدالعزیز خالد وہ خوش نصیب نعت نگار ہیں جن کے فن کی پہچان ان کے معاصرین نے ہی نہیں کی بلکہ اس
کی پذیرائی بھی ہوئی۔ نعتیہ ادب کو نئی روایات، اعلیٰ فنی اقدار، بیان و بدیع کے نئے معیارات اور اسلوب کی متانت
سے روشناس کروانے والے اور کثیر اللسانی تجربات سے نعتیہ شاعری کو باثروت کرنے والے شعراء کی صفِ اول میں
عبدالعزیز خالد ہی نظر آتے ہیں۔

اسی دہائی میں آرزو اکبر آبادی، تحسین امنی، وفا ڈبائیوی، اختر الحامدی، سکندر لکھنوی اور ہلال جعفری وغیرہ کی
نعتیہ شاعری بھی کتابی صورت میں منظرِ عام پر آئی۔

۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۶ء تک تقریباً ستر نعتیہ مجموعے طبع ہوئے جن کے مصنفین میں بعض تو ایسے تھے جن کے
مجموعے اس عشرے سے قبل بھی منصۂ شہود پر آ چکے تھے۔ جب کہ بعض شعراء پہلی بار بزمِ نعت میں داخل ہوئے تھے۔
معروف شعراء میں رعنا اکبر آبادی، حافظ لدھیانوی، ساغر صدیقی، جعفر طاہر، احسان دانش، عاصی کرنالی، عبدالکریم ثمر،
عبداللہ ہلال صدیقی اور حافظ مظہر الدین کے نام نمایاں ہیں۔

"شمیمِ رعنا" کے شاعر رعنا اکبر آبادی کا اسلوب روایت سے پیوستہ ہے

بڑھا لیا اور بھی سوزِ محبت شانِ ہجرت نے
جہاں روشن ہوئی یہ شمع، پروانے وہیں آئے

حافظ لدھیانوی کا پہلا نعتیہ مجموعہ "ثنائے خواجہ" آیا تھا۔ پھر ان کی متعدد کتابیں سرمایۂ نعت میں اضافے کا

سبب ہیں۔ حافظ لدھیانوی نظم گوئی کی طرف زیادہ مائل تھے۔ ان کی نعتیہ غزلوں میں بھی نظم کا سا تسلسل ہوتا ہے درج ذیل نظم ملاحظہ ہو

ہو نعت اس درجہ حسیں
ہر شعر ہو صد آفریں!
لیکن تری مدح و ثنا
الفاظ میں ممکن نہیں

ساغر صدیقی کا مختصر سا مجموعہ نعت "سبز گنبد" کے نام سے چھپا تھا۔ ان کا رنگ کلام بھی دیکھتے چلیے۔

غار حرا کو یاد ہیں سجدے رسولؐ کے
دیکھی ہے پتھروں نے عبادت رسولؐ کی

جعفر طاہر قادر الکلام اور ذی علم شاعر تھے۔ ان کی شاعری کا آہنگ بڑا توانا تھا اور شگفتہ بیانی ان کا طرۂ امتیاز تھی

نہ جلوہ گاہ خطا میں نہ دل فتن میں لگے
ہمارا دل تو شہ دیں کی انجمن میں لگے

نیساں اکبر آبادی اساتذۂ فن میں شامل ہیں۔ ان کے نعتیہ مجموعے "دارین" اور "ابر نیساں" شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے ہاں جدید تجربوں، اسالیب اور نئے ادبی میلانات اور تازہ رجحانات کو سمجھنے اور اپنانے کا جذبہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آخری عمر تک ان کی شاعری بوسیدگی کا شکار نہیں ہوئی۔

جب میں بجز حضورؐ کسی کا نہیں غلام
پھر کیوں کسی کی نازش بے جا اٹھائی جائے

احسان دانش کا ایک مسدس ۸۰ صفحات کے کتابچے کی شکل میں طبع ہوا تھا۔ مسدس نویسی کے لیے جس قادر الکلامی، روانی، تاریخی شعور اور فصاحت و بلاغت کی ضرورت ہوتی ہے، احسان دانش کے مسدس سے مترشح ہیں۔

ذروں میں تو نے بھانپ لیا خون آفتاب
خود ساز ہائے زیست اٹھے لگے خواب

عاصی کرنالی موضوع کے ادراک کے ساتھ ساتھ طرز ادا میں ایک خاص قسم کی اعلیٰ سنجیدگی کے قائل ہیں اور بات کو خوب صورت بنا کر پیش کرنے میں مہارت رکھتے ہیں۔ وہ ایک حد تک کلاسیکی مزاج کی تشبیہات اور استعارات استعمال کرتے ہیں لیکن ان کے انداز نگارش سے نئے پن کا احساس جنم لیتا ہے۔ ان کا پہلا مجموعہ "مدحت" ۱۹۷۶ء میں منظر عام پر آیا۔ پھر "نعتوں کے گلاب" اور "حرف شیریں" کے نام سے دو کتابیں آئیں۔ بعد ازاں یہ کتابیں ان کی کلیات "تمام و ناتمام" میں شامل کر دی گئیں۔

ظاہر ہوا قلم تو محمدؐ کے لطف پر
شیریں ہوئی زباں تو محمدؐ کے نام سے

عاصی کی نعتیہ نظمیں بھی فن پر ان کی بھرپور قدرت اور موضوع کی کامل تفہیم کی عکاس ہیں۔ نعت گو شعرائے

کا اظہار عجز کیا ہے۔ سہیل غازی پوری نے جس خوب صورتی سے عاشقانہ انداز میں اظہار عجز کیا ہے اس کی مثال پوری اردو نعت کی تاریخ میں نہیں ملتی

ثنائے خواجہ میں اے ذہن! کوئی مضموں سوچ
جناب! وادیٔ حیرت میں گم ہوں کیا سوچوں؟
زبان! مرحلہ مدح پیش ہے، کچھ بول
مجال حرف زدن ہی نہیں ہے کیا بولوں؟

حافظ مظہر الدین کے نعتیہ مجموعے "تجلیات"، "جلوہ گاہ" اور "باب جبریل" کے نام سے شائع ہو چکے تھے۔ 2013ء میں ارسلان احمد ارسل نے "کلیات مظہر" بھی مرتب کر دی جس میں ان کا نعتیہ اور عمومی کلام شامل ہے۔ حافظ مظہر الدین نے نعتیہ شاعری میں اپنی پوری تخلیقی صلاحیت صرف کر دی ہے۔ ان کے کلام سے سوز دروں، جذبۂ اندروں [Internal Urge] اور عشق رسول سے سرشار ہے۔ نعتیہ غزل کا رکھ رکھاؤ اور اسلوب کی دلکشی ملاحظہ ہو

ذرے ذرے میں ہے دل اے ساربان آہستہ چل
یہ ہے راہ سرور کون و مکاں آہستہ چل
اے حدی خواں، اے امیر کارواں آہستہ چل
ہے شریک کارواں اک خستہ جاں آہستہ چل

اسی عشرے میں اعظم چشتی، عبداللہ ہلال صدیقی، ہلال جعفری، سکندر لکھنوی، عبدالکریم ثمر، ساجد اسدی، یوسف ظفر، مرحوم حمید صدیقی لکھنوی، اختر الحامدی، خالد محمود خالد نقشبندی، سرور سہارن پوری، حفیظ جعفری، شمس وارثی اور منور بدایونی کے نعتیہ مجموعے بھی زیور طباعت سے آراستہ ہوئے۔

منور بدایونی کا نعتیہ کلام "منور نعتیں" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ بعد ازاں "کلیات منور" میں ان کا تمام کلام شامل کر دیا گیا۔ ان کی نعتیہ شاعری میں احوال دل بیان کرنے کا سادہ سا انداز ہے۔ اسی سادگی کے باعث ان کا کلام عوام و خواص میں یکساں مقبول ہے۔ منور بدایونی کی شاعری میں تشبیہات، استعارات اور علامتوں کا ایچ پیچ نہیں ہے وہ بے تکلف انداز میں شعری حسن پیدا کرنے کے عادی ہیں۔ ان کے شعری عمل میں ان کے قلب کی گرمی اور عشق رسول کی تپش محسوس کی جا سکتی ہے۔

دیکھنے کو تو کیا کیا نہ دیکھا
تجھ کو دیکھا تو تجھ سا نہ دیکھا
اس کو پایا تو کیا کیا نہ پایا
اس کو دیکھا تو کیا کیا نہ دیکھا

ہلال جعفری نعت گوئی کا طویل تجربہ رکھتے تھے اور خوشا نصیب کہ اسی حوالے سے دنیائے ادب میں پہچانے جاتے ہیں۔ "مشکول ہلال" میں نعتیہ تشامیں ہیں اور "تو شہ جاں" ان کا نعتیہ مجموعہ ہے

تضمین نگاری ایک مشکل فن اور تخلیقی حوالے سے دوسرے درجے کا کام ہے۔ کیوں کہ اول درجے کی تخلیق ہمیشہ طبع زاد ہوتی ہے۔ لیکن کبھی دوسرے درجے کا تخلیقی کام بڑے بڑوں کے چھکے چھڑا دیتا ہے۔ کیونکہ جس شاعر کے

کلام کی تضمین کی جاتی ہے۔ تضمین نگار کو اس کے تخلیقی تجربے کو پہلے اپنے تخلیقی مزاج سے ہم آہنگ کرنا پڑتا ہے۔ پھر اصل شاعر کے ہر شعر پر کم از کم تین مصرعے اسے بہم پہنچانے ہوتے ہیں۔ جو تضمین نگار کے مصرعوں سے پیوستہ ہو کر ذہن قلب کا احساس دور کرتے ہیں اور معنوی سطح پر ایک نئی دنیا وجود میں آجاتی ہے۔ ہلال جعفری نے یہ کوشش کی ہے کہ الگ الگ ایک سو پانچ شعروں کے کلام پر بالالتزام تضامین کہی ہیں اور پیش نظر ان کی کاوش کامیابی سے ہمکنار ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو

طیبہ کی وادیوں کے در و بام چوم کے
واللیل کی اداؤں سے دامن بھرے ہوئے
والفجر کی متاعِ ضیا دوش پر لیے
"ہر روز روشنی آقا کے واسطے!
ہر صبح لے کے آتی ہے پھول آفتاب کا"

(تضمین بر نعت مذاق العیشی)

تضامین کے ان نمونوں سے ہلال جعفری کے فنِ تضمین نگاری کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ہلال جعفری کا نعتیہ مجموعہ "توشۂ ہلال" بھی نعتیہ ادب میں ان کے معتبر contribution کا عکاس ہے۔

رات بھر کہتے رہو نعتیں شہِ ابرارؐ کی
اک خط صورت بھی ہے صبح کے آثار کی

ان اشعار سے ہلال جعفری کے اسلوب کا نعتیہ روایت سے گہرا اور مضبوط رشتہ ظاہر ہوتا ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نعتیہ ادب میں تخلیق کی رفتار بھی تیز ہوتی گئی۔ چنانچہ م۔ لکھتے ہیں کہ ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۲ء کے مختصر سے عرصے میں دو سو تیس (۲۳۰) شعری مجموعے شائع کیے گئے۔ اسی عرصے میں ادبی رسائل میں بھی نعتوں کے لیے اوراق وقف کیے جانے لگے۔ مدحتِ مصطفیٰ کی طرف شاعروں کی توجہ مبذول ہونے میں اس دور کے متعدد رجحانات بالخصوص صدر ضیاء الحق مرحوم کی ذاتی نعت میں دلچسپی کو بھی دخل تھا۔ بہر حال حقیقت یہ ہے کہ نعت کو اس عہد میں خوب خوب فروغ ملا اور ادبی سطح پر اس صنفِ شعر کی پذیرائی ہونے لگی، جبکہ اب تک شعرا و ادبا مدحیہ شاعری کی طرف سے مجرمانہ تغافل کا شکار تھے۔

"شمشیر خیبر" رحمان کیانی کا مجموعہ کلام ہے۔ انہیں ۱۹۶۵ء میں رجز خوانی کے باعث اچانک شہرت مل گئی۔ اس کے بعد انہوں نے مسلسل انقلابِ اسلامی کو اپنا موضوع بنایا اور اپنے کلام کے ذریعے اسلام کے حرکی نظریۂ حیات کی تبلیغ کرنے لگے۔ یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ جہادِ اسلامی کے حوالے سے اردو شاعری میں رحمان کیانی سے بہتر شاعری اب تک سامنے نہیں آسکی ہے۔ رحمن کیانی اردو کے پہلے شاعر تھے جو صرف نعت گو تھے بلکہ واضح نظر نقاد کی طرح مدحِ رسولؐ کے مروجہ اسالیب اور آہنگ سے اپنی بے اطمینانی کا برملا اظہار بھی کرتے تھے۔ رحمن کیانی نعتیہ شاعری کے اسقام ہی نہیں گنواتے تھے بلکہ ایک نیا تخلیقی شعور بھی پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ان کی شاعری ان کے تخلیقی آدرش کا بھرپور نمونہ پیش کرتی ہے۔ مروجہ اور مقبول نعتیہ مضامین کی تکرار اور مدحتِ مصطفیٰ میں رنگِ تغزل کی آمیزش پر وہ اس طرح تنقید کرتے ہیں۔

رقص کرنے کی جگہ منبر و محراب نہیں
باریاب اس میں کوئی بربط و مضراب نہیں

اس کے علاوہ انہوں نے ایک مجلہ کی طرف سے نعت پیش کرنے کا ذوق بھی اپنی شاعری ہی کے ذریعے عام کرنے کی سعی کی۔

راجا رشید محمود جو تحقیق نعت کے فروغ میں مصروف ہیں، وہ کئی سال سے ماہنامہ "نعت" نکال رہے ہیں، جس کے کئی خصوصی نمبر بھی شائع ہو چکے ہیں۔ "نعت کائنات" ایک ایسا نعتیہ انتخاب ہے جس کی تدوین پر انہیں جتنی داد دی جائے کم ہے۔ ان کی نعتیہ تخلیقات متعدد مجموعوں کی شکل میں مرتب کی جا چکی ہیں مثلاً حدیث شوق، محمد، ورفعنا لک ذکرک، منشور کرم، حرف نعت، نذرانہ نعت، مدح رسول وغیرہ۔ ان کی نعتوں میں پیغام بھی ہے اور ذکر رسول کی حلاوت بھی۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو

ذہن میں دشت مدینہ کا تصور آیا
پھول الفت کے مری شاخ نظر پر چمکے

۱۹۷۸ء میں حفیظ تائب کا مجموعہ نعت "صلوا علیہ وآلہ" مدح رسول کے افق پر چمکا اور اس کی اشاعت کے ساتھ ہی حفیظ تائب نعت کے تخصص میں ہو گئے۔ اس عہد کے نعت گو شعرا میں حفیظ تائب وہ واحد شاعر ہیں جنہوں نے نعت گوئی کے تقاضوں کو بھرپور طریقے سے سمجھا اور شعر کے ادبی پہلوؤں کو چن کر نعتیہ شاعری میں ایک دلکش اسلوب کی بنا رکھی ہے۔ "وسلموا تسلیما" کے نام سے حفیظ تائب کا جو دوسرا مجموعہ نعت شائع ہوا اس میں اصناف سخن کے ہیئتی تجربات کی بوقلمونی اس بات کا ثبوت ہے کہ شاعر نعت کو محض عقیدت ہی کے زاویے سے نہیں بلکہ شعریات (Poetics) کے حوالے سے بھی مرکز نگاہ دیکھنے کا متمنی ہے۔ اس مجموعے میں ترجیع بند، مثلث، آزاد اور پابند نظمیں، سانیٹ اور حرفی جیسی کئی اصناف شامل ہیں، جن کی تخلیق میں شعری جمالیات پر شاعر کی توجہ اور اسلوبیاتی حسیت کا بھرپور تاثر جھلک رہا ہے۔ حفیظ تائب کی کلیات میں ان کے اردو اور پنجابی کلام کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ مدینہ منورہ پہنچنے کی آرزو اور پہنچ سکنے کے احساس نے کیسے کیسے شعر کہلوائے ہیں۔ ملاحظہ ہوں

دیار محبوب کے مسافر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا
جو دیکھنا دلکشا مناظر، ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا
قبا میں جب ہوں ادا نوافل، سکون پائیں جو دیدہ و دل
جو کیف میں روح بھی ہو ذاکر، ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

سرور کیفی کا پہلا شعری مرقع "حرف ثنا" تھا، پھر اس کے بعد ان کے کئی نعتیہ مجموعے منصہ شہود پر آئے مثلاً طہٰ و ماہ، جمال حرم، مولائے کل، محراب رحمت، نور بردار، سیالکوٹین، سجدہ، حرف حرف عطا، آئینہ انوار، گلشن جمال، عکس تمنا، حرم در حرم، دیار نور، رنگ ثنا، بادہ نور، مرحبا اور سلام ہادی وغیرہ۔ سرور کیفی وہ خوش نصیب نعت گو تھے جن کا نعتیہ کلام متعدد انتخابوں کی شکل میں بھی منظر عام پر آیا مثلاً سفینۂ نعت مرتبہ ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی، محمد عربی مرتبہ محمد اکبر حسین، شافع محشر مرتبہ ارسلان کیفی

سرور کیفی کی شاعری میں سادگی، سلاست اور چھوٹی بحر میں بڑے مفاہیم کے شعری پیکر نظر آتے ہیں

ان کے ہاں حبِ رسولؐ اور اتباعِ رسولؐ کا داعیہ بھی ہے اور دعوت بھی۔ کچھ اشعار ملاحظہ ہوں

رنگینیِ حیات بھی ہے آپ سے حضور
تخلیقِ کائنات کا منشاء بھی آپ ہیں

ڈوب جاؤں خیالِ طیبہ میں
اس طرح کچھ قرار ہوتا ہے

مظفر وارثیؒ "بابِ حرم" کے ذریعے شہرِ نعت گویاں میں داخل ہوئے۔ پھر تو نعت ان کی شاعری کا نمایاں وصف ہوگئی۔ مظفر وارثیؒ کی شعری کائنات میں ان کی گیت نما نظمیں ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں۔ ان کا ایک خاص اسلوب ہے، جس کے حوالے سے ان کی انفرادیت مزید نمایاں ہوگئی ہے۔ ان کی نظمیں اور نعتیہ غزلیں سب ہی مترنم بحروں میں ہیں ورنہ روکاری کے حسن سے آراستہ بھی۔ مظفر وارثیؒ کے اسلوب کی دلکشی اور بیان کی خوبی ان کے کلام سے بھی ظاہر ہوتی ہے اور ان کے لحن کی گونج سے بھی ان کا آہنگ فضائے نعت پر چھایا ہوا لگتا ہے۔ ان کے متعدد مجموعے شائع ہوئے مثلاً دل سے درِ نبیؐ تک، کعبۂ عشق، میرے اچھے حضور، صاحب التاج، نورِ ازل وغیرہ۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو

تو امیرِ حرم، میں فقیرِ عجم، تیرے گن اور یہ لب
میں طلب ہی طلب، تو عطا ہی عطا، تو کہاں میں کہاں

"اعجازِ مصطفیٰ"، "پہلی کرن آخری روشنی"، "افکار کی خوشبو" اور "چراغِ مدحت" کے مصنف اعجاز رحمانی کی شاعری سراپا دعوتِ عمل ہے۔ سیرتِ رسولِ اکرمؐ کی خوشبو ان کی نعتوں میں رچی بسی ہے۔ ان کی شاعری سادہ زبان اور پیغام کے براہِ راست ابلاغ کے حوالے سے انفرادیت کی حامل ہے۔

رہنما ہے آپؐ کا کردار بھی اور ذات بھی
ماننے کا راستہ ہے روشنی کی روشنی!

سلامتی کا سفر، اعجاز رحمانی کا طویل مسدس ہے جس کا موضوع "تاریخِ اسلام" ہے۔ بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ تاریخِ اسلام مسدس کی ہیئت میں لکھنے کا یہ پہلا تجربہ ہے۔ مسدس کی زبان رواں دواں ہے اور تاریخی استناد کی بھی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ اختتام پر اسلامی تمدن کے حوالے سے چند بند لکھے گئے ہیں جن میں وہی جذبہ کارفرما ہے جو اقبال کے اس مصرع سے جھلک رہا ہے

ع بھٹکے ہوئے راہی کو پھر سوئے حرم لے چل!

ملاحظہ ہو ایک بند

حضورؐ سا کوئی آیا بشر نہ آئے گا — کسی کی بات میں اتنا اثر نہ آئے گا
کوئی خدائی میں ان سا نظر نہ آئے گا — اب ایسا اور کوئی راہبر نہ آئے گا
ہمارے واسطے تفویض کرکے قرآں کو — جناں کا راستہ دکھلا دیا ہے انساں کو

اسی دہائی میں حامد احمد کی کتاب "تقریب" منظرِ عام پر آئی جس میں تین نعتیہ قصائد ہیں۔ جدید شعراء میں قصیدہ گوئی کی طرف مائل شعراء میں حامد احمد بہت نمایاں ہیں۔ فنِ نعت کے سلسلے میں ادیب رائے پوری کی مساعی

جمیل قاتل شخصیت ہیں۔ "تصویر کمال محبت" کے نام سے ان کا مجموعۂ نعت بھی آ چکا ہے۔ اس کے بعد بھی ان کی کچھ کتابیں نثر و نظم میں اسی موضوع پر شائع ہو چکی ہیں۔ وہ نعت میں ایک طویل ترین (پابند) نظم کا تجربہ بھی کر چکے ہیں۔ ان کا بیش تر کلام محافلِ نعت میں پیش کرنے کی غرض سے وجود میں آتا ہے۔ اس لیے وہ نعت کے مروجہ مضامین کے دائرے میں ہی رہتے ہیں۔ ان کا کلام غنائی آہنگ کی وجہ سے نعت خوانی کی محفلوں میں گداز قلب پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے۔ ستار وارثی ایک صوفی شاعر تھے۔ ان کا مجموعہ "آیۂ رحمت" "مدحتِ مصطفیٰ" میں متصوفانہ رنگِ کلام کا آئینہ دار ہے۔ طفیل دارا کا مجموعہ "امول" مضامین کی بوقلمونی کے باعث لائقِ توجہ ہے۔ انھوں نے شعوری طور پر مدحتِ رسول کو متن (Text) کے تنوع سے آشنا کیا ہے۔ خالد عرفان نے طنز و مزاح کی روش بدل کر دیا ہے نعت میں قدم رکھا اور نعتیہ ادب میں "الہام" کا اضافہ کیا۔

"مرسل آخرؐ" کے نام سے سید قمر ہاشمی نے مختلف آہنگ و بحور کی نظموں کو فکری اکائی میں شیرازہ بند کیا ہے۔ نعتیہ ادب میں یہ تصنیف اپنے ادبی اسلوب اور ہیئت کی کارگری کے باعث ایک منفرد تصنیف ہے۔ تاریخ کے پہلو کے حوالے سے شاعر کی موضوعیت (Subjectivity) تو بعض مقامات پر نمایاں کھٹکتی ہے۔ تاہم سخن مندی کے سلیقے اور اسلوب کی جدت نے اس کوشش کو وقیع بنا دیا ہے۔ نظمیہ نعت کا ایک ٹکڑا ملاحظہ ہو۔

"آپؐ سے پہلے جہاں میں یہ خلش کب عام تھی؟
اہلِ دنیا نے بہت دشمنوں کو اچھالی ہے کیچ
آپؐ کی تکلیف کو سوچا تو ہمارے زخم ٹھنڈے پڑ گئے
اہلِ طائف نے بہت پھینکے ہیں پتھر آپؐ پر
اہلِ زر کے لالے ہو گئے تھے جان کے
آپؐ کے ضبط و تحمل کی نہیں ملتی مثال
آپؐ کے اخلاق نے فولاد کو پگھلا دیا" (مرسل آخرؐ)

فدا خالدی دہلوی کہنہ مشق شاعر اور سیکڑوں شعراء کے استاد ہیں۔ بیخود دہلوی کے جانشین ہونے کے باعث آپ داغ سکول کے نمائندہ و غالباً اس رنگِ سخن کے واحد شاعر ہیں۔ فدا خالدی کا نعتیہ مجموعہ "حم" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اس نام میں حروفِ مقطعات کی پیروی جھلک رہی ہے۔ نام کی اس تجرید (Abstraction) نے معانی کے دائرے کو وسیع تر کر دیا ہے۔ "حم" میں قدیم اصنافِ سخن کی بھرپور نمائندگی ہے۔ روایت سے آگاہی اور عقیدہ مندی اس کتاب کے ہر شعر سے مترشح ہے۔ غزلوں میں نعت کے موضوع کے احترام اور حدود مدح کے شعور کے ساتھ ساتھ رنگِ تغزل اور سوز مجبوری بھی ہے اور نظموں میں پختگی اور مشق و پیامت کی جھلک بھی۔ کتاب میں ایک ہی قصیدہ ہے لیکن بھرپور فنی شعور کے ساتھ۔ رباعی پر فدا خالدی کی گرفت ملاحظہ ہو

عالم انھیں محبوبِؐ خدا کہتا ہے
اک آئینۂ صدق و صفا کہتا ہے
کیا شانِ محمدؐ ہے کہ اللہ اللہ
جو نام سنے صلِ علیٰ کہتا ہے

شعر و ادب اور فکر و فلسفے کی دنیا میں عارف عبدالمتین کا نام یوں تو پہلے بھی قابلِ اعتبار تھا لیکن جب سے انہوں نے نعت گوئی شروع کی ان کا نام نیا اور روشن ہو گیا۔ عارف عبدالمتین کی مدحت نگاری کسی خارجی تحریک سے شروع نہیں ہوئی بلکہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ صداقت کی تلاش میں مادیت کے فلسفوں سے تھک کر انہیں پیامِ نبویؐ نے اپنی طرف متوجہ کیا اور اس طرح ان پر مدحت گزاری کے در وا ہو گئے۔ "بے مثال" عارف عبدالمتین کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ ان کی شاعری میں ادب شناسی کا رچاؤ اور فنی سجاؤ نسبتاً جدید لہجے کے ساتھ جلوہ گر ہے

کھلے گلاب و سمن جس طرف سے تو گزرا
ترے خرام سے آئی صبا نگاہوں میں

صبیح اختر نے اپنا ارژنگِ شاعری لفظوں کی خوب صورت تصاویر سے سجایا تھا۔ نعت کے اسالیب میں انہوں نے اپنے تہہ دار لہجے اور پر شکوہ الفاظ کے ساتھ ساتھ مضمون آفرینی کے حوالے سے خاصا اچھا اضافہ کیا۔ "اقرا" میں شامل ان کی شاعری ان کی قادر الکلامی کی عکاس ہے۔ وہ طویل پابند نظمیں لکھتے تھے۔ ایک بند ملاحظہ ہو

صبح دم جب بزمِ گل میں چہچہاتے ہیں طیور
پو پھٹے جب لہلہاتا ہے فضائے شب میں نور
روشنی جب پردۂ ظلمت سے کرتی ہے ظہور
تب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کیا ہوں اے حضورؐ

امید فاضلی بھی جدید شعراء میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ نعت میں ان کی کاوشوں نے "میرے آقا" کے عنوان سے صورت ظہور پائی ہے

جو دیکھ پاتے انہیں ہم تو حال کیا ہوتا
نہ دیکھنے پہ یہ عالم کہ جیسے دیکھا ہے

"قاب قوسین" اقبال عظیم کا پہلا مجموعۂ نعت تھا۔ اس کے بعد بھی ان کے دو مجموعے اور ایک کلیاتِ نعت "زبورِ حرم" منصۂ شہود پر آئے۔ اقبال عظیم سادہ لفظوں میں اپنے دل کی کیفیات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان کی شاعری کسی قسم کی امیجری، علامت یا استعارے کے استعمال سے گریز کی عکاس ہے۔ خیال کا ابلاغ اور مفہوم کی ترسیل کی شعوری کوشش بھی ان کی شاعری سے مترشح ہے۔ سہل و سادہ زبان اور مترنم بحروں کے باعث ان کی شاعری عوام میں بھی مقبول ہوئی اور خواص نے بھی اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے

ہم نے بھی کبھی جلوے آنکھوں میں سمیٹے ہیں
انوار کا اک عالم زنجیر ہے آنکھوں میں
ان کا خیال، ان کی ثنا، ان کا ذکرِ خیر
وارفتگانِ عشق کو اپنی خبر کہاں

راغب مراد آبادی اپنے عہد کے اساتذۂ سخن میں شمار ہوتے تھے۔ نعت کے حوالے سے انہوں نے پہلے پہل غالب کی زمینوں میں کاوشِ سخن گوئی کا مظاہرہ کیا۔ "مدحتِ خیر البشر" ان کی ایسی ہی نعتوں پر مشتمل کتاب ہے

بعد ازاں ان کے اور بھی نعتیہ مجموعے طبع ہوئے۔ "بہ حضور خاتم الانبیاؐ" میں راقب مراد آبادی کی ساٹھ غیر منقوط رباعیات چھپی ہیں۔ غیر منقوط شاعری لکھنے کی کوشش کوئی قادرالکلام شاعر ہی کر سکتا ہے۔ چنانچہ یہ فنی کوشش بھی ان کی استادانہ قوتِ طبع کی مظہر ہے

علم و حلم و عمل کا ہے اک کہسار
اسلام کا داعی وہ رسولؐ احرار
واللہ ہے اسی کا حاکم و مالک ملک
عالم عالم کو ہے محمدؐ درکار

تابش دہلوی منفرد لہجے اور مخصوص اسلوب کے شاعر تھے۔ بیان کی ندرت، فکر کی نفاست اور زبان کی سلاست نے ان کی شاعری کو پروقار بنا دیا۔ روایت سے مربوط ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی شعری کاوشوں میں تجدد کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ نعت میں انہوں نے اپنے دھیمے لہجے، اجابیوں اور قدرے فلسفیانہ شعری رویے کے باعث انفرادیت حاصل کر لی

محور ہستی فقط ذات رسولؐ
دین و دنیا مصطفیٰؐ تا مصطفیٰ

"نورِ حرا" کے خالق نصیر آرزو کا لہجہ سادہ اور دل نشیں ہے۔ ان کی نعتیہ غزلیں رنگِ تغزل سے مملو بھی ہیں اور ان میں احترام کے ساتھ ساتھ موضوع کی تعظیم کے شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔

قرار ہے یہی دنیا میں غم کے ماروں کا
تمہاری یاد سہارا ہے بے سہاروں کا

حنیف اسعدی نے وادیٔ نعت میں قدم رکھا تو ان کے پر اعتماد لہجے اور سلیقے کے باعث انہیں جلد قبولِ عام حاصل ہو گیا اور وہ "ذکرِ خیر الانامؐ" کے سہارے مدحت گزارانِ سرکارِ دو جہاںؐ میں ممتاز مقام پر فائز ہو گئے۔ "آپؐ" ان کا دوسرا شعری مرقع ہے۔ عجز و حیرت کے احساس سے مملو شعر ملاحظہ فرمائیے:

مجال مدحِ رسالت مآبؐ کس کو ہے؟
شعور مرتبۂ بے حساب کس کو ہے؟

حافظ افضل فقیر بھی ہمہ تن نعتیہ ادب کی خدمت کے لیے وقف رہے۔ وہ موضوع کے ابعاد (Dimensions) سے پوری طرح آگاہ بھی تھے اور ثنائے مردِ مومنؐ کے تقاضوں? قرینے سے بھی واقف تھے۔ ان کی شاعری آدابِ شیفتگی اور زبان و بیان کی طرفگی کی عکاس ہے۔ "جانِ جہاں" اور "عطائے محمدؐ" ان کی شاعری کے مجموعے ہیں۔

عرق آلود جبیں یاد آئی
کچھ مرے پاس نہ تھا، یاد آئی

"میانِ دو کریم" اور "فیضانِ کرم" کے مصنف ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی اپنی نعتوں میں ادبیت اور عقیدت کا حسین امتزاج پیش کرتے ہیں۔ ان کے لہجے کی متانت، بیان کی سلاست، محبوبِ رب العالمین سے ان کی والہانہ شیفتگی

وراثت ساعت کا پتا دیتی ہے

خدا کی ذات کا عرفاں انھی کو حاصل ہے
جو لوگ حضرت خیرالوریٰ سمجھتے ہیں

ان شعرا کے علاوہ اسی عشرے میں قیصر نجفی کی کتاب "نعت مصطفیٰ"، نعیم تقوی کا مجموعہ "بصیرت"، قمر انجم کا نذرانۂ عقیدت "حسنت جمیع خصالہ"، جمال آغائی کا نعتیہ کلام "سلسلۂ خواب"، قمر یزدانی کا شعری مرقع "مہر درخشاں"، صبا متھراوی کا مدحیہ کلام "مصدر الہام"، عبدالکریم ثمر کی کتاب "احسن تقویم"، قیصر کانپوری کا ہدیۂ نعت "نور ازل"، اثر زبیری کا مجموعۂ مدحت رسول "سلسبیل" اور وحید وسیم کا ہدیۂ عقیدت "نعت وسلام" کے نام سے منصۂ شہود پر آیا۔ اس عشرے میں مدحیہ ادب کی تخلیقی رفتار قابل لحاظ حد تک تیز رہی۔ "نور ازل" کے خالق قیصر کانپوری کے شعری آہنگ میں ان کی مناجات آمیز نعتیہ غزل کے اشعار لائق تحسین ہیں۔

شعور فن جو دیا ہے تو یہ کمال بھی دے
کہ نعت لکھوں تو لفظوں کو خد و خال بھی دے
جو ان کی ذات سے وابستگی مستحکم ہے
تو ان کی شان کے شایاں کوئی خیال بھی دے

عبدالکریم ثمر کے دو نعتیہ مجموعے "احسن تقویم" اور "شاخ سدرہ" منصۂ شہود پر آئے تھے۔ ان کا شعری لہجہ روایت اور جدت کے امتزاج سے عبارت ہے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو۔

حدودِ وسعت کون و مکاں سے ملتی ہے
مرے خیال کو وسعت کہاں سے ملتی ہے

اثر زبیری نے قرآن پاک کا منظوم ترجمہ "نور البیان" کے نام سے کیا تو جسے اہل علم کے حلقوں میں بڑی پذیرائی ملی۔ "سلسبیل" ان کی نعتیہ نظموں اور مناقب اصحاب و صحابیات کا مجموعہ ہے۔ اس شعری عمل میں حقن کی استادی شان بھی ہے اور شعری جمال بھی۔ ملی زوال وانحطاط پر شاعر کے دل سے نکلنے والی آہ بھی ہے اور امت کو کمال کے درجے پر فائز دیکھنے کے لیے دعاؤں کی سسکی آمیز التجا بھی۔ نعتیہ ادب میں ملی درد کے اظہار کا یہ رجحان حالی سے اقبال اور ظفر علی خاں تک اور وہاں سے اثر زبیری تک پہنچا جسے اثر زبیری نے صدق دل سے اپنایا ہے۔ "التجا بحضور سید والا" ایک قصیدہ نما نظم ہے جس میں تشبیب کے بجائے براہ راست تخاطب کا انداز اپناتے ہوئے شاعر نے عرض مدعا کیا ہے۔ دو شعر دیکھیے۔

قاتل نجم فاراں برباد ہوئے ہیں
اے قبلہ گزینی حرم خاندہ ارقم
ہیہات ہر کنگرۂ قصر مسلماں
اترا نہیں اب صولت صدیقؓ کا پرچم

شاعری کے یہ چند نمونے اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ اثر زبیری کو نعت کے مافیہ [content]، اسلوب [style] اور شعری ضرورتوں کی آگاہی نے قادر الکلامی کا امتیاز عطا کر دیا ہے۔

۱۹۷۸ء سے ۱۹۹۷ء تک کے دورانیے میں تخلیقی، تحقیقی اور تنقیدی سطحوں پر کام مزید آگے بڑھا تنقید کی جہت تو بالخصوص نئی عشرے میں روشن ہوئی۔ اس دورانیے میں کم و بیش پونے چار سو نعتیہ مجموعے شائع ہوئے۔ اس عہد میں چھپنے والا کلام، دلی خوبیوں کے لحاظ سے وقیع تر آ گیا۔ لہجے اور اسلوب کے حوالے سے جدید تر اور نئی شعریت کے شعور کے پھیلاؤ اور نعت میں اس کے بھرپور ادراک کے سلسلے میں لائق اعتنا ہے۔ اس دہائی میں سامنے آنے والی کتب میں دنیائے ادب میں معروف اور مستند شعرا کے شعری مجموعے عصری بات کا استعارہ مرتب کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ اب باقاعدہ و تخلیقی ادب تخلیق کرنے والے شعرا بھی صفِ نعت گویاں میں شامل ہونے کو سعادت سمجھنے لگے ہیں شعر کی اس فہرست میں خاطر ہوشیارپوری (برگِ سبز)، سعید وارثی (ورثہ)، سلیم گیلانی (سیدنا)، سہیل غازی پوری (شہرِ علم)، نعیم صدیقی (نور کی ندیاں رواں)، احمد لکھنوی (حضور)، منیر قصوری (چادرِ رحمت)، جعفر بلوچ (بیعت)، سرشار صدیقی (اساس)، لالہ صحرائی (لالہ زارِ نعت)، احمد ندیم قاسمی (جمال)، مظہر الدین (اے ہوا موذن ہو)، محشر بدایونی (حرفِ ثنا)، حافظ لدھیانوی (سلسلۂ انوار)، حسن رضوی (جمال احمد مرسل)، نسیم سحر (یہ جو سلسلے ہیں کلام کے)، جاوید اقبال ستار (رحمتِ بے کراں)، محسن احسان (اجمل و اکمل)، خالد شفیق (عامِ اذن)، ریاض مجید (اللھم صل علی محمد)، صبیح رحمانی (ماہِ طیبہ اور جادۂ رحمت)، ریاض حسین چودھری (زرِ معتبر)، سید سلمان رضوی (شہِ کونین)، قمر وارثی (کیفِ نوری)، شوکت ہاشمی (سارے حرف گلاب)، مبارک مونگیری (ذکرِ رفیع)، احمد شہباز خاور (قندیلِ مدحت)، افسر ماہ پوری (طور سے حرم تک)، طفیل ہوشیارپوری (رحمتِ بے کراں)، حافظ لدھیانوی (شہپرِ جبریل)، غوث متھراوی (جلوہ)، رئیس مسلم (زمزمۂ درود، زمزمۂ سلام، کاروانِ حرم، حمد و نعت)، لطیف اثر (محیطِ نعت)، اثر فاضلی جے پوری (تجلیاتِ حرم)، رحیم الہ آبادی (نورِ بے مثال، منارۂ نور)، اے کے طالب (یا اللہ یا رسول اللہ)، شاہ انصار الہ آبادی (سرورِ سالکین، صلوٰۃ و سلام)، آفتاب کریمی (آنکھ بنی کشکول) اور تبسم فاضلی (طیبِ اسم) وغیرہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

سعید وارثی کی کتاب "ورثہ" جدید لہجے میں نعتیہ شعر تخلیق کرنے کی کوشش سے عبارت ہے۔ ان کی شاعری میں روایت کے سہارے اسلوب کی جدت کے شواہد ملتے ہیں۔ درِ حضور پر حاضری کی تمنا کا اظہار نعتیہ شاعری میں تقریباً ہر شاعر کرتا ہے۔ سعید وارثی نے بھی یہ آرزو شعر میں ڈھالی لیکن دوسرے انداز سے۔

یہ تو بجا وہ شہرِ گل رشکِ بہشت ہے مگر
عزت و ادبِ حاضری، موت بنا گیا مجھے

سلیم گیلانی کا مجموعہ مدحِ سید الکونین موسوم بہ "سیدنا" نعتیہ ادب میں ایک معتبر اضافہ تصور کیا جائے گا۔ وہ کلاسیکی شاعری کے آہنگ سے مانوس بھی ہیں اور جدید رنگِ سخن کا شعور بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کی شاعری میں روایت کو ساتھ لے کر جدت کی طرف قدم بڑھانے کا رجحان جھلکتا ہے

ذرہ ہوں پہ خورشید سے ہے ربط مجھے
قطرہ ہوں پہ نسبت ہے مجھے وسعتِ یم سے

سلیم گیلانی نے استعاراتی بیان بھی شعرِ عقیدت کے لیے بڑی کامیابی سے استعمال کی ہے

جب وہ چاند نہ ابھرا تھا کتنا گھور اندھیرا تھا
پورن ماشی کا چندا پچھلی رات کا لگتا تھا

ثنا نے خواجہ کونین کو مسلمانوں کی حیات اجتماعی سے ہم آہنگ کر کے امت مسلمہ کو آئینہ دکھانے کا کام جس فنی شعور کے ساتھ نعیم صدیقی نے کیا ہے، وہ منفرد بھی ہے اور قابل تقلید بھی۔ عشق رسولؐ کو اتباعِ رسولؐ سے مشروط کر کے پیش کرنے کا جذبہ ان کا رہنما ہے۔ مدحتِ سرکار کو ادب کے عصری تقاضوں کے حوالے سے شعری پیکر دینے کے سلسلے میں نعیم صدیقی کا کام ہمیشہ نمایاں رہے گا:

اے عشق محمدؐ اب اتنی سی تمنا ہے
باطل کے طلسموں سے ایماں کو بچا لے چل
ہاں اے سبق اقرأ ہاں اے سفر اسرا
جنت سے گراہوں میں بھٹکی سے اٹھا لے چل

منیر قصوری کی شاعری میں فن کی پختگی منعکس ہے۔ شعور مقام محمدیؐ تابناکی ہے، ان کے اشعار خورشید بداماں ہیں اور پیامِ رسالت کی روشنی سے حرف حرف منور ہے:

ماہ تمثیل نیم شب، مہر تمثیل نیم روز
چاندنی ہو کہ روشنی، آپؐ کے دم قدم سے ہے

اختر لکھنوی مدح نبوی کو غزل کے عصری تقاضوں سے ہم کنار کرنے میں کامیاب بھی رہے اور ان کی شاعری میں احترام نعت بھی قائم رہا۔ انہوں نے مدحتِ سرکار دو عالم بڑی جگر کاوی سے کی۔ ان کے دو نعتیہ مجموعے شائع ہوئے، "حضورؐ" اور "سرکارؐ"۔

انؐ کے در پہ گئے گرد راہ سفر جسم پر رکھ کے ہم
اور پھر یہ ہوا عمر بھر روتے رہے در پہ سر رکھ کے ہم

پاکستان میں نعتیہ ادب کے فروغ اور نعت خوانی کے احیا کے لیے ریاض سہروردی کی خدمات ہمیشہ یاد کی جائیں گی۔ ریاض سہروردی نے محافل نعت کے لیے کثیر تعداد میں کلام لکھا اور ان کا کلام محافل میں پڑھا گیا۔ ان کے حینِ حیات متعدد مجموعہ ہائے نعت شائع ہوئے اور اب ڈاکٹر شہزاد احمد نے ان کی کلیات بھی شائع کر دی ہے۔ یہ کلیات ان کے بسیار نویس ہونے کی دلیل ہے۔ صوفی، صافی دل ہونے کے باعث ان کی نعت میں والہانہ پن جھلکتا ہے۔ چند ابیات ملاحظہ ہوں:

مجھے نہ دیکھو شہ بحر و بر کی بات کرو
گناہگار پہ ان کی نظر کی بات کرو
کسی بھی شے کے اثر کا کرو نہ ذکر ریاضؔ
کرو تو اسم نبیؐ کے اثر کی بات کرو

علامہ ریاض سہروردی سلسلۂ طریقت کے مسند نشین بھی تھے اس لیے انہوں نے پیر و مرشد کی مطلوبہ شان، یا qualification بھی بتا دی ہے۔ نعت کو زندگی کے کُل معاملات سے ہم کنار کرنے کی یہ کوشش لائق تقلید ہے

مجموعۂ نعت "زینت" کے ذریعے جعفر بلوچ نے تازہ اسلوب اور فکری اجتہاد کی قابلِ قدر مثال پیش کی ہے

اسے بھی ڈھانپ لے گی رحمت آقائے دو عالمؐ
پکارا حسنِ نیت سے اٹھیں جب عصرِ حاضر نے

"مطلع" کے عنوان سے جو نظم کتاب کی زینت بنی ہے وہ اپنی رمزیت اور تازگی و عقیدتی اشاریت کی علامت ہے۔ اس نظم میں شاعر پہلے دریائے سندھ کی بات کرتا ہے جس کے کنارے اس نے پرورش پائی ہے۔ اس کے بعد وہ دریائے رحمت کی بات کرتا ہے۔

سنو اب ایسے دریا کی کہانی
بھرے ہے جس کے آگے سندھ پانی

جعفر بلوچ کی یہ نظم ملاحت اور توضیح، دونوں سطحوں پر کامیاب نظم ہے۔ اس نظم کا ہجو نعتیہ شاعری میں خاصی حد تک منفرد اور تازہ کاری کا نمائندہ لہجہ ہے۔

سرشار صدیقی کی مدحت نگاری کی "اساس" نے طرزِ احساس اور جدید نظریۂ فن پر سے سات کی لفظیات میں عظمتِ بشر کا عکس اور حروف میں عقیدت کا رنگ جھلکتا ہے۔ شعریت کا ادراک سرشار صدیقی کے تخلیقی وجدان کا حصہ ہے اور ان کی مدحیہ شاعری اس شعری ادراک کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے:۔

دور سے گنبدِ خضریٰ دیکھ کے دل اس طور سے دھڑکا تھا
روح کے گہرے سناٹے میں جیسے شورِ نشور ہوا
نعتوں میں برتتے ہیں آداب عبادت کے
ہر چند غزل میں ہم شوریدہ بیاں ٹھہرے

"میثاق" سرشار صدیقی کا دوسرا مجموعۂ نعت ہے۔ اس میں حضورِ اکرمؐ کی مدحت کے ساتھ ساتھ "والذین معہ" (صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کے مناقب بھی ہیں۔

"جمال" مدحت نگاری میں شعری جمالیات کا بھرپور عکاس ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے غزل کے اسلوب میں سرکارِ رسالت مآبؐ کا ایسا سراپا لکھا ہے جو آپؐ کی سیرت کے نور سے مستنیر ہے۔ "جمال" کی شاعری میں عقیدت کا مقدس جذبہ فن میں اس طرح ڈھل گیا ہے کہ عقیدت اور شعر کی تخلیقی دانش میں ایک حسین توافق (Harmony) پیدا ہو گیا ہے

اے مرے شاہِ شرق و غرب، نانِ جویں غذا تری
اے مرے بوریا نشیں! سارا جہاں، گدا ترا
یوں تو تری رسائیاں فرش سے عرش تک محیط
میں نے تو اپنے دل میں بھی پایا ہے نقشِ پا ترا

پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

مسیحی نعت گو نذیر قیصر کی شاعری میں موضوع کے حوالے سے اپنے احساسات کو لفظوں کی گرفت میں لانے کی کوشش نظر آتی ہے۔ ان کی شاعری میں علامتوں کا جا بجا استعمال ان کی تہ دار پسند طبیعت کا فنی رنگ بھی ہے اور لفظوں کو معنیاتی وسعتوں کے ساتھ استعمال کرنے کی کوشش کا آئینہ دار بھی۔ نذیر قیصر کی مدحیہ شاعری کا محرک آرزوئے تخلیق کا بے ساختہ پن ہے جس نے اس شاعری کو پرکشش بنا دیا ہے

چھوں پاؤں ہجرت والے
ہجرت والے برکت والے
کومل کومل، شبنم شبنم
لمحے لمحے، بشارت والے

مذہب کی ناقابلِ تردید حقیقتیں جب پیرایۂ سخن میں صورت اظہار پاتی ہیں تو لفظ لفظ میں شاعر کا والہانہ جذبہ لمحہ ریز ہونے لگتا ہے اور شعر نعت میں ڈھلا ہوا ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں قاری نعت کو شاعری کا وش کی داد دیے بغیر رہ نہیں سکتا۔ بخشش بدایونی کی نعتیہ شاعری میں جمال فن بھی ہے اور جذبہ و احساس کی لطافت بھی، لہٰذا قاری ان کی شاعری پڑھ کر وجدانی لمحوں سے آشنا ہوتا ہے

آ کے طیبہ سے طلب اور ہے تشنہ تشنہ
دھڑکنیں دل کی صدا دیتی ہیں طیبہ طیبہ
کسی دیوار کا سایہ بھی کوئی سایہ ہے؟
آپؐ کے دامنِ رحمت کا ہے سایہ سایہ

خاطر غزنوی کے نزدیک نعت گوئی اپنی زندگی کے لمحہ موجود کو سنوارنے اور مستقبل کو نکھارنے کا عمل ہے۔ وہ وجدانی کیفیت میں نعت کہتے ہیں اور اس کیفیت میں دوسروں کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں۔ ''سلسلۂ انوار'' خاطر غزنوی کی مدحت گزاری کی مخلصانہ کوشش کا آئینہ دار بھی ہے اور ان کے تخلیقی وجدان کا منہ بولتا ثبوت بھی۔

آؤ مستقبل کو نکھاریں نعت کہیں
چن لیں حال کی سب مہکاریں نعت کہیں
گنبدِ خضریٰ کی ہریالی آنکھ میں ہے
موسم دل پر چھائیں بہاریں نعت کہیں

غزل گو شعرا جب وادیٔ نعت میں قدم رکھتے ہیں تو اپنے مخصوص لہجہ و احساس کو اس طرح بروئے کار لاتے ہیں کہ نعت کی تغزلیت اور طرز ادا سے ایک خاص قسم کی ندرت پیدا ہو جاتی ہے۔ محسن احسان کی نعت گوئی میں بھی یہی تخلیقی رویہ کارفرما ہے۔ ان کی نعت نگاری ادبیت اور عقیدت کے حسین رنگوں سے مزین ہے۔ محسن نے خوب صورت تراکیب تراش کر زندگی کے مدحیہ سرمایے کو جزو فن بنایا ہے اور تعلیمات محمدی کو موضوعات شعر کے طور پر اختیار کیا ہے

لذتِ جاں اس نے دی درد آشنا اس نے کیا
بے نوا محسن کو سرمست نوا اس نے کیا

ایک سجدے میں ہے پنہاں کیفِ سارِ زندگی
یہ سبق دے کر شناسائے خدا اسؐ نے کیا

ڈاکٹر ریاض مجید نے تحقیقی اور تخلیقی سطح پر قابلِ قدر نقوش قائم کیے ہیں۔ ان کی نعتیہ تخلیقات متعدد کتب کی صورت میں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں مثلاً اللّٰھم صلی علی محمدؐ، سیدنا محمدؐ، اللّٰھم بارک علی محمدؐ اور سیدنا رحیمؐ۔ ریاض مجید موضوع کی نزاکتوں سے بھی آگاہ ہیں اور ان کے شعری عمل میں اسوۂ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعلیمات کا انسانیت نواز پہلو بھی نمایاں ہے۔ ان کی شاعری میں اسلوب کی جدت اور اظہار کی صفائی نے جاذبیت پیدا کر دی ہے۔ بول و بیاں میں شعریت کا عنصر نمایاں ہے۔ انتخابِ الفاظ میں وہ بڑے محتاط ہیں۔ ان کی نعتوں میں بندش کی چستی اور رسول اکرمؐ سے تخاطب کا سلیقہ بھی قابلِ تحسین ہے۔ مثلاً

یقیں ابھارتی، تشکیک دور کرتی ہے
محبت آپؐ کی، دل با حضور کرتی ہے
انا و نفس کو کرتی ہے عجز آمادہ
خوشا وہ عاجزی جو بے غرور کرتی ہے

ریاض حسین چودھری کے کئی نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں مثلاً زرِ معتبر، سلام علیک، رزقِ ثنا، تمنائے حضوری، متاعِ قلم اور کشکولِ آرزو۔ تازہ و حسین تشبیہات، نئے استعارے اور نئے علائم کی تلاش میں ریاض حسین چودھری بڑی محنت کرتے ہیں وہ حسین جدید شعر بنانے میں بڑی جگر کاوی کا ثبوت دیتے ہیں۔ ان کی نعتیات ادبی حسن کاری کا مظہر اور ایک دلگداز ماحول کی ذہنی اپج کے غماز ہیں۔

ایک لمحہ بھی نہیں ان کے کرم سے خالی
ہر مہینے کو محمدؐ کا مہینہ لکھوں
شہرِ مژگاں میں چمکتے ہیں جو آنسو میرے
میں انہیں اپنی عقیدت کا پسینہ لکھوں

صبیح رحمانی ادبی خلوص، شاعرانہ سچائی اور تخلیقی لطافت کے ساتھ نعت گوئی میں مصروف ہیں۔ فن میں جدت پسندی اور الفاظ کی قوت کے بامعنی استعمال نے انہیں وہ مقام دلا دیا ہے جس کے لیے لوگوں کی عمریں بیت جاتی ہیں پھر بھی حاصل نہیں ہوتا۔ صبیح کی شاعری میں شاعرانہ مصوری کی بہترین مثالیں ملتی ہیں۔ ایک خاص بات جو صبیح کی نعتیہ شاعری میں بڑی نمایاں ہے، یہ ہے کہ جدت طرازی اور نادرہ کاری کی عمدہ مثال ہونے کے باوجود ان کی نعت تاثر کی سطح پر نعت ہی رہتی ہے، غزل یا عام نظم کے درجے پر نہیں آتی۔ موضوع سے اتنی گہری وابستگی اور نسبت شکوہؐ کا اس قدر شدید احساس آج کے کم شعرا کو ہے۔

صبیح ان کی ثنا اور تو کہ جیسے برف کی کشتی
کرے سورج کی جانب طے سفر آہستہ آہستہ

صبیح رحمانی نے مواجہہ شریف پر کھڑے ہوئے ہجومِ دل زدگاں کے تاثرات بڑی خوبی اور دل سوزی کے ساتھ رقم کیے ہیں

کھویا کھویا ہے دل، ہونٹ چپ، آنکھ نم، ہیں مواجہ پہ ہم
روبرو ان کے للہ ہے ان کا کرم، ہیں مواجہ پہ ہم

ابوالامتیاز ع س مسلم اپنی فکر راسخ کے ساتھ پیغامِ مقصدِ نبوت پر قلم اٹھاتے ہیں اور نعت کی مختلف جہتوں پر بڑی قادر الکلامی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی تخلیقات پیش کرتے ہیں۔ مثلاً انھوں نے درود اور سلام پر الگ الگ دو کتابیں "زمزمۂ درود" اور "زمزمۂ سلام" تصنیف کی ہیں۔ اسی طرح حج کے موضوع پر ان کا طویل مثنوی "کاروانِ حرم" کے نام سے منظرِ عام پر آئی ہے جس میں مدحتِ رسولؐ کے اشعار بھی بڑی آب و تاب سے روشن ہیں۔ مسلم کی شاعری میں واقعاتی صداقتیں بڑی استادانہ شان کے ساتھ جلوہ آرا ہیں۔ وہ حدودِ شریعت کا پاس رکھتے ہوئے مقامِ محمدیؐ پر گفتگو کرتے ہیں:۔

سلام انؐ پر محبت جن کی تابِ اہلِ دانش
ہے جنؐ کے عشق کا سودا سرِ اہلِ جنوں میں

علاوہ ازیں انھوں نے حمد و نعت، ماللہ و رسولؐ، رہبر و رہنما جیسی کتب شائع کر کے نعتیہ ادب میں اضافہ کیا ہے۔ حال ہی میں ان کی تمام کتب کا خلاصہ حضور اکرمؐ کے اسما اور آپ کی ذات کی طرف راجع "ضمائر" کی شناخت کے ساتھ بھی سامنے آیا ہے۔ یہ دونوں کتب "اسما ءالنبیؐ پیر ۹ سو شعر میں" اور "اسما ءالنبیؐ صدف ضمائر میں" کے نام سے شائع ہوئی ہیں۔

یہاں ایک بات عرض کرنی ہے۔ بعض ادبی حلقوں میں یہ بحث چھڑی ہوئی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے "تو، تیرا، تم، تمہارا" کے ضمائر استعمال کرنا سوءِ ادب ہے۔ لیکن وہ لوگ شعر کی نزاکتوں اور الفاظ کی حرمتوں سے واقف نہیں ہیں یا شعر گوئی کے لیے بھی اپنا کوئی نصاب مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں میری رائے ان علمی حلقے کے ساتھ ہے جو شاعری کے تقاضوں اور لفظوں کے برتنے کے سلیقوں کا ادراک رکھتے ہوئے ان ضمائر کے استعمال کو معیوب نہیں جانتا۔ جس کا موقف یہ ہے کہ شعری مقتضیات، نثر کے تقاضوں سے مختلف ہوتی ہیں اس لیے شعر میں واحد حاضر کی ضمیر کا استعمال، اگر تہ بے سے کیا جائے تو جائز ہی نہیں بلکہ اپنائیت کے حسن کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے ع س مسلم کے ان اشعار کا حوالہ دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کی ہے جن میں ایسے ضمائر استعمال ہوئے ہیں۔ جیسے:

مانتا ہوں تیرے کہنے سے، جسے دیکھا نہیں
جو ترا معبود ہے، میرا وہی معبود ہے

سا... اوہ حکیم سید محمود احمد سرو سہارنپوری نے نعتیہ تخلیقات کو "زمزمۂ دل" اور "تمنائے خواجہ" کی کتابی شکل دی۔ ان نعتوں میں خیال کی پاکیزگی اور اظہار کی نفاست نمایاں ہے۔ نعتیہ غزلوں سے شاعر کے وجدان پر غالب موضوع کی عظمت کا خیال اور غزل کی مقتضیات کا فنی ادراک مترشح ہے۔ قلبِ مجبور کی تڑپ کی شدت حساس ملاحظہ ہو

ہر ایک دھڑکن پہ اب تو دل کی گماں یہ ہوتا ہے سرو جیسے
مجھے وہ آواز دے رہے ہیں: غلام آ جائے غلام آ جا!

نقش عقیدت" از وراثؔ "مولانا حامد حسن قادری کی مدحیہ کتاب "بیاضِ نعتیہ"، گوہر ملسیانی کی کتاب عقیدت "متاعِ شوق"، یوسف مرزا کے گل ہائے عقیدت کا مرقع "عقیدت"، حکیم شریف احسن کا نقش عقیدت "... " عبدہ ورسولہ"، قاتل عظیم کی کلیات نعت "نور و رحم"، ریاض احمد قادری کا نعتیہ مجموعہ "نکہت نعت"، ریاض حسین چودھری کی طویل نعتیہ نظم "تمنائے حضوری"، بشیر قصوری کا عقیدت نامہ "سوئے مصطفیٰ" وغیرہ۔ ان شعرا میں سے بیشتر کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ کیونکہ ان کی ایک سے زیادہ کتب منظر عام پر آ چکی ہیں۔ بعض شعرا ایسے ہیں جن کی شاعری محض عقیدت کا اظہار ہے لیکن بعض شعرا کا کلام ادبی حسن اور سلیقہ مندی کے باعث لائق توجہ ہے

وقار صدیقی اجمیری کے "حرف حرف خوشبو" سے فن کی پروقار خوشبو مہک رہی ہے۔ ان کی شاعری میں نفاست بھی ہے اور وقار و رکھ رکھاؤ بھی۔ شعری متن (Poetic text) میں استعاری شان بھی ہے اور زبان کے استعمال میں لسانیاتی حسن کی آگاہی بھی جھلک رہی ہے۔ مثلاً

دیکھو تو ذرا نقش کفِ پائے محمدؐ
یہ بات کھلا ہے کہ قدم کچھ نہیں گھٹتے
یہ راز اہلِ یقیں پہ کھلا شبِ معراج
جو روشنی ہے وہی روشنی سے ملتا ہے

اس کے علاوہ "حرف حرف خوشبو" میں قصیدہ اور نظمیں، وقار صدیقی اجمیری کی فن پر گرفت اور زبان و بیان پر پروقار دسترس کی آئینہ دار ہیں۔

"نسبت" وہ نعتیہ مجموعہ ہے جس میں شعریاتی لطافت، احساساتی صباحت، زبان و بیان کی نفاست اور موضوع سے گہری وابستگی اور بصیرت آمیز آگہی چھلکی پڑتی ہے۔ میرے خیال میں پروفیسر ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی کی شاعری میں نعتیہ شاعری کے منظرنامے میں پہلی بار شعوری طور پر تخلیقِ شعر کا تاثراتی میلان جزو بنتا ہے۔ تاثراتی نقوش قائم کرنے میں حسن شدتِ احساس اور فنی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے وہ کشفی کی تخلیقی دانش کا حصہ ہے۔ Impressionistic Style یا تاثراتی اسلوب میں کسی منظر کا داخلی تاثر ابھرتا ہے اور احساس کی لطافت کے ساتھ مصور paint کر رہا ہے کا تاثر ملتا ہے۔ "نسبت" کی شاعری میں ایسے بہت سے مناظر جنت نگاہ بنتے ہیں۔

افلاک کو جھکتے ہوئے دیکھا ہے نظر نے
ہے خواب کہ شاہِ مدینہ مرے آگے

شعورِ نعت نگاری اور احساس کی لطافتوں کو لفظوں میں زنجیر کرنے کا ہنر نسبت کے شاعر کا طرۂ امتیاز ہے ان تاثراتی نقوش یا Impressionistic paintings کے علاوہ کشفی کی نعتیہ شاعری میں اسلوب کی کشش نے شاعری کو قابلِ توجہ بنا دیا ہے۔ ان کی شاعری میں تجسیمات بھی ملتی ہیں جو بوجھل پن پیدا نہیں کرتیں کیونکہ وہ تجسیمات کو بھی اس طرح جزوِ شعر بناتے ہیں کہ شعر لطافتوں کے دائرے سے باہر نہیں جاتا۔ احساس کا ایک لطیف ہالہ ان کے شعری مرقع کے گرد قائم رہتا ہے

چوڑی بجتی ہے تو برکت کی صدا آتی ہے
مرضیء شاہ ہدیٰ رنگ حنا میں شامل

علیم ناصری کی کتاب "مطلع انوار طیبہ" ان کی قادرالکلامی پر دال ہے۔ علیم ناصری کی قصیدہ نگاری کی طرف میلان زیادہ مائل ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی نعتیہ غزلوں پر بھی نظموں کا گمان ہوتا ہے۔ ان کی بعض نظموں پر اقبال کا پرتو بھی صاف دیکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً

ساحلِ وادی پہ ہے شام ابد کا سکوں
آب سبک رو میں ہے صبح ازل کا جنوں
فیضِ خلائق بنے دانش و علم و کتاب
مکتبِ عرفاں بنا عالمِ کون و مکاں

علیم ناصری کا لہجہ شستہ ہے ان کی شاعری کا مافیہ (Content) حُبِ رسولؐ جذبہ اطاعتِ رسولؐ اور پیامِ رسولؐ ہے۔ ان کی نظمیں وسیع منظر نامہ پیش کرتی ہیں اور ایک خاص حد تک فکری گہرائی کی حامل ہیں اور ان کی نعتیہ غزلیں لطافتِ بیاں سے مملو ہیں۔ ایجاز و اختصار ان کے کلام کی نمایاں خصوصیت ہے جو ان کی قادرالکلامی پر دال ہے۔

رسالت ابدی پر ہے جس کی مہر دوام
وہ جس کے بعد نبیؐ و رسول کوئی نہیں

گوہر ملسیانی علم و ادب سے بالعموم اور نعتیہ شاعری سے بالخصوص شغف رکھتے ہیں۔ ان کی مطبوعہ کتب میں "مظہر نور" اور "متاعِ شوق" مجموعہ ہائے نعت ہیں اور "عصر حاضر کے نعت گو" اسی شعری جہت سے منسلک شعرا کا تذکرہ ہے۔ گوہر ملسیانی سادگی سے نعتیہ غزلیں لکھتے ہیں جو سادہ ہونے کے ساتھ ساتھ غزل کی مخصوص زبان اور حسنِ بیاں کے باعث پرکشش ہیں

امت کا غم کھاتے کھاتے رو پڑتا
کتنا درد بسا تھا ان کی آنکھوں میں

حامد شفیق کی نعت سے وابستگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے نعتیہ شاعری اور اس کے متعلقات پر تحقیقی لوازمہ (Matter) "شام و سحر" کے چند نعت نمبروں میں بڑی محنت، علمی لگن اور رسول اکرمؐ کی محبت سے سرشار ہو کر پیش کیا۔ "عالم نور" حامد شفیق کا نعتیہ مجموعہ کلام ہے۔ عام اردو نعتیہ شاعری میں عشقِ نبویؐ کی دھیمی دھیمی آنچ، مدحت کرنے کا دھیما لہجہ، ادبی شعور اور نعتیہ شاعری کو ادب کے اجتماعی دھارے (Main Stream) سے منسلک کر کے ایک ادبی صنف کے طور پر پیش کرنے اور منوانے کا جذبہ کارفرما ہے۔ حامد شفیق کی شاعری میں روایت اور عصری حسیت ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔

پھر ارضِ مقدس سے سندیس ہمیں آئے
پھر ہم کو بلائیں وہ ہم بار دگر جائیں

حکیم شریف احسن نے اپنا نذرانہ عقیدت "عبدہٗ و رسولہٗ" کے عنوان سے پیش کیا۔ احسن کی شاعری میں

قادر الکلامی کا عنصر غالب ہے اور زبان و بیان سے نفاست جھلکتی ہے۔ حکیم صاحب اپنے خیال کو استادی شان کے ساتھ شعری پیکر عطا کرتے ہیں۔ قصیدہ گوئی کے لیے جس علمی مزاج کی ضرورت ہے اور سخن پر جو قدرت درکار ہے وہ احسن کی شاعری سے مترشح ہے

اے روشنیِ چشمِ مہ و مہر محبت
محتاج ترے نور کی ہر صبح و مسا ہے
فردوس تری نکہتِ جاں بخش سے فردوس
جنت میں ترے نور سے جنت کی فضا ہے

حکیم شریف احسن کی شاعری پر لہجے کی متانت اور رفعتِ فکر کے حوالے سے اقبال کا پرتو محسوس ہوتا ہے۔ گدازِ قلب و ملی درد کے اظہار میں حالی کا سوز جھلکتا ہے۔ اسی طرح ان کی قصیدہ گوئی، عبدالعزیز خالد کے رنگ کی یاد دلاتی ہے۔ ان کی شاعری دل و دماغ دونوں کو بیک وقت متاثر کرتی ہے۔

دھلتی ہے مہ و مہر سے کب دل کی سیاہی
درکار اسے شمعِ رسالتؐ کی ضیا ہے

آصف بشیر چشتی کی کتاب "تمنائے نعت" میں متنوع موضوعات نے شعری لباس میں اظہار پایا ہے لیکن ان کی دلی تمنا نعت کہتے رہنے کی ہے۔ یہی تمنا ان کی روح کا نغمہ بن کر شعروں میں ڈھل گئی ہے۔ اس تمنا کے مختلف روپ عقیدت کے پھول بن کر گلستانِ نعت میں مہک رہے ہیں۔

ثنائیں آپؐ کی نوکِ زباں پر آ کے ٹھہری ہیں
نوائے شوق کو دائم رواں ہونے کی خواہش ہے

آصف بشیر چشتی کے تخلیقی مزاج کا بنیادی وصف "نعت کہتے رہنے کی تمنا" ہے۔ ظاہر ہے اس تمنا کی اصل "عشقِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام" ہے جس کے اظہار کے لیے نمونے کے طور پر صرف ایک شعر درج کر دینا کافی ہے۔

مئے ولائے رسالت مآبؐ کا نشہ
سرور و لطف دو عالم سے آگے ہے

تمنا کرنا تو ہر نعت گو کا حق ہے لیکن آصف بشیر چشتی وہ خوش نصیب ہیں جنہیں ان کی تمنا کے ثمر کے طور پر نعت کہنے کا سلیقہ، معیارِ عقیدت کو سنوارنے کا ہنر اور زبان و بیان کی نفاست کا خاصی حد تک شعور حاصل ہو گیا ہے۔ یہ اوصاف کسی کسی شاعر کو میسر ہوتے ہیں۔

سرور جالندھری ایک کہنہ مشق شاعر تھے۔ ان کی نعتیہ شاعری کی کتاب "مدینے کے قریں" کی بدولت نعتیہ ادب میں ان کی شناخت قائم رہے گی۔ ان کی شاعری میں جدید و قدیم روایت کا امتزاج ہے۔ کتاب میں تمام نعتیں غزلیہ طرز سے لکھی گئی ہیں۔ "مدینے میں" کی ردیف میں انہوں نے نعتیہ طرزِ احساس کا بھرپور عکس پیش کیا ہے

حسن کی تشریح ہو نہیں سکتی
حالِ دل ہے عجب مدینے میں

مجموعہ نعت "تحیت" شہزاد مجددی کے عجز عقیدت کا حوالہ ہے۔ ان کے کلام میں شاعرانہ اسلوب، زبان کی پاکیزگی و شگفتگی، بحر کی ملاست، سی اور بیان کی سادگی نے شعر عقیدت کو ایک خاص لطافت سے ہمکنار کر دیا ہے۔ وہ محبت کے تقاضوں اور اس کے مدارج طے کرنے کے آئینے سے آگاہ ہیں اس لیے بڑی سادگی سے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں:

طے کیے ایسے محبت کے مدارج ہم نے
رب کے محبوبؐ سے منسلک ہے عقیدت اپنی

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور پرنور سید کونینؐ پر صلوٰۃ بھیجنے کا ذکر کیا ہے اور فرشتوں کو بھی اسی وظیفے میں مشغول بتا کر ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے والوں کو حکم دیا ہے کہ تم بھی یہ عمل کرو۔ آیت صلوٰۃ کے اس حوالے کو بعض غیر محتاط شعراء اس طرح شعر کا متن بناتے ہیں جیسے وہ اس مقدس کام میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہو گئے ہیں۔ شہزاد مجددی چونکہ ایک عالم دین ہیں اس لیے انہوں نے مناسب سمجھا کہ اس مضمون کو شعری جامہ پہناتے ہوئے اپنی محدودات کا بھی ذکر کر دیں۔

میرا درود اور ہے، اس کا درود اور
کیسے بھلا میں خود کو شریک خدا کہوں

مدینے کی حاضری تو اکثر خوش بختوں کو نصیب ہو جاتی ہے لیکن وہاں سے واپس آ کر کچھ دن بعد وہ کیف قائم نہیں رہتا۔ خوش قسمت ہیں شہزاد مجددی کہ یہ کہہ سکتے ہیں:

بحیثیت کیف مسلسل ابھی یہ لگتا ہے
تمام عمر ہوئی ہے بسر مدینے میں

عقیدۂ ختم نبوت کو چونکہ شیاطین کے گروہ کی طرف سے اہانتِ نبوت کے اجرا کی بھونڈی کوششوں سے کمزور کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں اس لیے نعت گو شعراء پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنی نعتوں میں اس عقیدے سے لوگوں کو روشناس کریں اور اپنے دعووں کے ساتھ دلیل بھی پیش فرماتے رہیں۔ شہزاد مجددی نے یہ کام بڑی خوبی سے کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

کہا اللہ نے قرآں میں ختم المرسلیں ان کو
"عقیدہ اس لیے رکھتے ہیں ہم ختم نبوت کا"

شہزاد مجددی نے اپنے عالم ہونے کا احساس کرتے ہوئے اپنا عقیدہ بھی بیان کیا اور قوم کو پیغام بھی دیا ہے۔

جس ذات نے بخشی ہیں شہزاد ہمیں سانسیں
اس ذات کا دم بھرنا سرکارؐ کی سنت ہے

مضامین کا تنوع اور فکری گہرائی سے مملو شاعری شہزاد مجددی کا طرۂ امتیاز ہے۔

ایک بہت ہی مشاق کلاسیکل شعری روایت کے نمائندہ بزرگ شاعر کا پہلا نعتیہ مجموعہ "تقدیس قلم" تھا اور دوسرا نعتیہ مجموعہ "حدیث شوق" ہے۔ رشید ساقی سیالکوٹی اس کے ضمن میں روایت کے قائل اور تابع ہیں لیکن ان کے اسلوب میں عصری شعری تقاضوں کے رنگ بھی نمایاں ہیں۔ ان کا کل کلام غزل کی ہیئت میں ہے اور بیشتر غزلیں،

مضامین کے ربط اور بیان کے بے جھول انداز کے باعث غزل مسلسل کا روپ لیے ہوئے نظر آتی ہیں چونکہ وہ غزل کے مزاج شناس ہیں اس لیے ان کے کلام میں مصرعوں کی چستی اور اظہار کی برجستگی دیدنی ہے

آپؐ کی خاطر تجلی ہے تخیلِ کون و مکاں
نقشِ کن کے آئینے کا اصل جوہر آپؐ ہیں

پیر سید نصیر الدین نصیر (گولڑہ شریف) نے نعتیہ ادب میں متین لہجہ اور شستہ متن (Text) کے اہتمام کے ساتھ نعتیں کہیں۔ غزل کا کلاسیکی مزاج ان کے شعری مذاق سے ہم آہنگ ہے اس لیے انہوں نے اپنی نعتیہ شاعری میں وہی مذاقِ سخن جاگزیں کیا۔ ردیف و قوافی کے اعتبار سے ان کی نعتیں سادہ بھی ہوتی ہیں اور ان میں تلمیحاتی التزام بھی ہوتا ہے۔ قرآن و احادیث کے مضامین ان کی بوطیقا (poetics) کا جزو لاینفک بن کر ابھرتے ہیں۔ عقائد اہل سنت کے برملا اظہار و ان کے درست ہونے پر اصرار بھی ان کی شاعری سے مترشح ہے۔ مثلاً

ہے منقطع نظیر تری ذات خلق میں
پھر کیا کہوں تجھے جو نہ تجھ سا کہوں تجھے
بے مثل ہے تری بشریت بھی نور بھی
لکھوں بشر کہ نور سراپا کہوں تجھے

"دیں ہمہ اوست" پیر سید نصیر الدین نصیر کا مجموعہ نعت ہے جس میں قدم دیکھ کر شاعر کی قدرتِ کلام و ندرتِ اظہار پر خوشگوار حیرت ہوتی ہے۔ "مصحفِ اسرار الٰہ" کے عنوان سے جو قصیدہ لکھا ہے اس کی تشبیب میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے خطاب ہے اور ان سے حضور اکرمؐ کا جمال صوری و معنوی جاننے کی کوشش کی ہے۔ پھر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی طرف سے جواب ہے:

روحِ حسانؓ کی جانب سے ملا مجھ کو جواب
ہو نہ آزارِ تردد میں طبیعت مشغول

ان اشعار کے بعد نعت کے جو اشعار ہیں ان میں والہانہ پن کے ساتھ ساتھ علمی ترفع بھی ہے اور لہجے کی تمکنت بھی۔ یہ شعر طویل بحر کے ہیں جن کو پڑھ کر عبدالعزیز خالد کی شعری لغت کی طرف دھیان جاتا ہے۔

نصیر الدین نصیر نے کئی زبانوں میں شاعری کی۔ ان کا نعتیہ کلام ان کے دینی فہم، حبِ رسولؐ، تاریخی شعور، ادبی سلیقے اور فنی مشق و ریاضت کا آئینہ دار ہے۔

آفتاب کریمی کی کتاب "آنکھ بنی کشکول" ایک ہدیۂ عقیدت، مرقعِ عشقِ رسولؐ اور سادہ شاعری میں تغزل کی آنچ لیے ہوئے شعری نگار خانہ ہے۔ ان کی شاعری والہانہ پن، بارگاہِ نبویؐ میں جاں سے گزر جانے کے جذبے اور مدینے کی فضاؤں میں تحلیل ہو جانے کی آرزو سے عبارت ہے۔ یہ شاعری جذبے کی شاعری ہے جس کی سادگی اور پرکاری سے ترسیلِ جذبات اور ابلاغِ خیال سہل ہو گیا ہے

خدا کرے کہ وہ سجدہ ہو آخری سجدہ
جھکے تو پھر نہ اٹھے سر نبیؐ کی مسجد میں

"صلوا علی الحبیبؐ" کے نام سے محمد مسعود اختر کا نعتیہ مجموعہ شائع ہوا ہے۔ ان کی شاعری میں انتہائی درجے

کی پختگی، سنجیدگی اور شعری اقدار کی پاسداری جھلکتی ہے۔ انھوں نے غزل کے مزاج سے ہم آہنگ شعرِ عقیدت میں اپنے جذبات، احساسات اور فکری رجحانات کو اس طور سمویا ہے کہ دل سے بے ساختہ داد نکلتی ہے اور ان کی اس بات پر یقین پختہ ہو جاتا ہے کہ

توفیقِ ثنا ان کا کرم ان کی عطا ہے
ہر اہلِ سخن نعت کے قابل نہیں ہوتا

ڈاکٹر نثار احمد نثار کو اپنا شعرِ عقیدت ''نورالہدیٰ محمدؐ'' کے عنوان سے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اس نعتیہ مجموعے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں شاعر نے اپنی فکر کا جو مرکزی سادگی اور سلاست کے ساتھ عام پر منعکس کردیا ہے۔ موضوعاتِ نعت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمتِ شان کے حوالے سے بھی اشعار ہیں اور عصری حسیت کے حوالے عکس بھی نظر آتے ہیں۔ دین سے بے تعلقی اور دین پر چلنے کی پر خلوص آرزو بھی ڈاکٹر نثار کے شعری منظر نامے کا حصہ ہیں۔ ان کے اشعار میں قرآن و احادیث کے مضامین بھی شعری پیکر میں آگئے ہیں، جن کے باعث شعری متون میں استنادی شان پیدا ہوگئی ہے۔ شاعر کی راست فکری اور سوزِ دروں نے خلدِ طیبہ میں قدم رکھنے کی آرزو کو سورج کی چمک اور لفظوں کو عشقِ نبوی کی مہک عطا کردی ہے۔

روشنی کیسے نہ ہوتی ان کے آنے سے نثار
ظلمتِ شب رک نہیں سکتی سحر کے سامنے

لالہ صحرائی کے متعدد نعتیہ مجموعے منظرِ عام پر آئے مثلاً بارانِ نعت (1992ء)، قلم سجدے (1993ء)، خزینۂ رحمۃ للعالمین (1997ء)، قصیدہ و نعتیہ (1998ء)، گلہائے حدیث (1998ء)، نعت ستارے (1999ء)، پھولوں کے لیے پھول (2000ء)، نعت دھنک (2000ء)، نعت سہرا (2000ء)، نعت حرف (2000ء)، نعت چہ عالی (2000ء)، نور پارے (س ن) موضوعاتی تنوع کے باعث لالہ صحرائی کی نعتیہ شاعری کو ایک منفرد مقام حاصل ہوگیا ہے۔ حضور اکرمؐ کے اوصافِ حمیدہ، اسوۂ حسنہ اور غزوات کے حوالے سے ان کی شاعری اپنی علاحدہ شناخت رکھتی ہے۔ ایک طویل عرصہ ادبی خدمات انجام دینے کے بعد وہ اچانک بڑی عمر میں نعت کی طرف مائل ہوئے۔ وہ کہتے ہیں:

عشق میرا بے زباں تھا، گنگ تھا، لب بستہ تھا
معجزاتِ نعت سے نطق و بیاں تک آ گیا

نعتیہ شاعری میں حضور اکرمؐ کی جنگ سے متعلق تعلیمات کا بیان بھی لالہ صحرائی نے بڑے سادہ اور دل نشین انداز میں کیا ہے۔

عدو کی کرتا نہ املاک نذرِ آتش تم
نہ پھینکنا کسی دشمن کو آگ میں اصلا

لالہ صحرائی نے سادہ سی زمینوں میں بھی نعتیں کہی ہیں اور اچھے اشعار نکالے ہیں۔

دل مرا سینے سے باہر اب جو اچھلا جائے ہے
کیا کوئی قاصد مدینے سے مرے گھر آئے ہے؟

جو ہم مدینے کی ہیں دل میں گفتگو کرتے
تو اس میں دوڑتے خوں کو ہیں مشکبو کرتے

حزیں صدیقی کی نعتیہ شاعری "حرفِ ابد" کے نام سے علیاز صدیقی نے ۱۹۹۹ء میں مرتب کی جس میں نعتیہ شاعری کے علاوہ ایک حمد، ۸۲ نعتیں، ۳ مناقب، ۳۰ سلام ہیں۔ حزیں صدیقی کی شاعری میں کلاسیکی رچاؤ اور فنی رکھ رکھاؤ موجود ہے

نہ کیوں ثنائے محمدؐ کروں کہ قرآں میں
خدا نے آپ یہ بابِ جمیل کھولا ہے

حزیں صدیقی کی شعری فضا پر عجز کا احساس بھی چھایا ہوا ہے اور سرکارؐ کے دربار سے عطا کیے جانے والی قوتِ اظہار کا تشکر آمیز بیان بھی۔ حضورِ اکرمؐ کے دربار میں ذاتی طور پر حاضر ہونا اور بذریعہ شعر اس دربار تک رسائی کی کوشش کرنا ایک خاص قسم کے ادب کا متقاضی ہے۔ ملاحظہ ہو

خودی بھی جرم وہاں بے خودی بھی گستاخی
ادب کا ہوش حضوری میں کام آتا ہے

روایتی شاعری میں یہ خیال بار بار اظہار میں آتا رہا ہے کہ کوئی شخص محبوب کی توجہ سے خود لائقِ توجہ بن گیا۔ حزیں نے نعتیہ شاعری میں اس روایتی خیال کو قادرالکلامی کے ساتھ رقم کیا ہے۔

زمانہ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتا مجھ کو
ترے خیال نے آئینہ کر دیا مجھ کو

قمر وارثی کی نعتیہ کتب ۱۔ بادۂ عرفاں، ۲۔ شگفتہ بحر، ۳۔ مہر درخشاں، ۴۔ ساغر موجِ وفا وغیرہ منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔ ان کا شاعرانہ لہجہ بھی روایت سے ہم آہنگ ہے اور ان کی شعری کائنات میں مضامین کے ستارے بھی روایتی انداز سے چمک رہے ہیں۔

حضورِ کریمؐ کی یکتائی ظاہر کرنے کے لیے شاعر نے سوال جواب کے انداز میں کچھ حقائق پردۂ شعر پر ابھارے ہیں

نازشِ کل، فخرِ آدم کون؟ احمد مجتبیٰ
باعثِ تخلیقِ عالم کون؟ احمد مجتبیٰ
حضرتِ عیسیٰ نے جس کے حق میں من بعدی کہا
وہ نویدِ ابنِ مریم کون؟ احمد مجتبیٰ

نعت نگاری میں عقیدت کے اظہار کا رچاؤ اور جذبے کی کہکشاں کا سجاؤ اپنی جگہ، لیکن شاعرانہ بصیرت اور ذہنی شعور کی شمولیت سے شعر میں جو جوہر نظر آتا ہے اسے صاحبانِ ذوق ہی سمجھ سکتے ہیں۔ "نسیمِ نعت درخشاں" میں سلیم اختر فارانی کی نعتیں پڑھ کر پہلا تاثر یہی قائم ہوا کہ ان کی نعت محض جذبۂ عقیدت کا اظہار نہیں ہے بلکہ وہ شاعری کے عصری رجحانات اور رویوں کی تازگی سے بھی آگاہ ہیں۔ ساتھ ہی وہ نعت کے مافیہ Content کے معاملے میں بھی بڑے باادب، آگاہ اور فن کی استادی شان برقرار رکھنے کے خواہش مند بھی نظر آتے ہیں۔

اللہ کے رسولؐ نے ہمیں یقیں دیا
جاگا شعور وہم و گماں دور ہو گیا

پروفیسر عظمت اللہ خاں کا پہلا نعتیہ مجموعہ "گلشن صل علیٰ" پیش نظر ہے۔ اس مجموعے کی شاعری میں لہجے اور لفظیات کی سطح سے پختہ تازہ کاری کا شعوری عمل ظاہر ہوتا ہے۔ شعر کی تازہ کاری کا یہ عمل روایت[2] آگاہی کی اساس پر قائم ہے۔ تازہ کاری اور جدت پسندی نعتیہ شاعری کے لیے فال نیک ہے۔ اسی لیے میں اس مجموعے میں ہونے والے اجتہاد کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ مجھے درج ذیل اشعار پسند آئے

پھول، بادِ صبا آپؐ کا تذکرہ
خوشنما باغ سا آپؐ کا تذکرہ
چین آجائے گا، راحتیں پاؤ گے
کرکے دیکھو ذرا آپؐ کا تذکرہ

عظمت اللہ خاں کی بیشتر شاعری میں یہی تازہ کاری کی فضا ملتی ہے۔ اگر وہ اس صنف شریف سے منسلک رہے اور شعری محاسن اور لہجے کی ملاحت کا خیال رکھا تو ان کا نام اس صنف کے حوالے سے ان شاء اللہ معتبر ٹھہرے گا!

شرف الدین شامی کی "مقاماتِ شامی" روحانی دنیا کے سفر کا رومانی اور جمالیاتی بیان ہے۔ حرمین الشریفین کی زیارت کے ہنگام جو تاثرات شرف الدین شامی کے دل نے قبول کیے ان کا شعری عکس ہی مقاماتِ شامی میں محفوظ ہے۔ اس شعری نگارخانے میں داخل ہو کر قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ جن مقامات سے وہ حج یا عمرے کے دوران میں گزرا تھا، ان مقامات پر احساسات و واردات کی جو لہریں اس کے دل میں موجزن ہو سکتی تھیں یا ہوئی تھیں ان کا اظہار اس کے لیے ممکن نہ تھا لیکن اب وہ اس کتاب کے مندرجات کے ذریعے اپنی قلبی روداد بیان کر سکتا ہے۔ مدینہ منورہ میں حاضری اور حضوری کی کیفیات سے طلوع ہوئے اشعار ملاحظہ ہوں۔

محبوبِ رب شانِ محمد حبیبِ ختم الرسلؐ ہے
دوسرے کلمے کی نصف آخر
شہادت کی محرابِ نوریں
زبانِ حال سے یہ کہہ رہی ہے

یہ وہ شاعری ہے جس کے لیے خالقِ کائنات نے اجازت مرحمت فرمائی اور خود رسول اللہؐ نے شعراء کو ترغیب دی ہے۔ ایسی شاعری جو انسان کی روحانی بالیدگی کا سبب بھی ہے اور ذوقِ لطافت کی بھی آبیاری کر سکے!

نعتیہ شاعری کی عظمت کا خیال ایک عرصے تک انور مسعود جیسے قادر الکلام شاعر کو نعت کہنے سے روکتا رہا۔ سچ ہے جو شعرا نعتیہ مضامین کی اہمیت جانتے ہیں وہ بس ایک آدھ شعر کہہ کر داخلِ حسنات ہونے کو کافی سمجھتے ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ جو شعرا کوچۂ مدحت میں داخل ہو کر پھر کسی اور طرف نہیں دیکھتے وہ عمر بھر نعت ہی کہتے رہتے ہیں۔ باشعور شعرا کی شاعری میں نعت گوئی کے حوالے سے احساسِ بے بضاعتی کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی احساسِ بے بضاعتی نے انور مسعود سے یہ چار مصرعے کہلوائے

فقط حصولِ سعادت کا اک بہانہ ہوا
کسی سے نعتِ پیمبر کا حق ادا نہ ہوا
کوئی بھی اس کی تجلی سے آشنا نہ ہوا
نظر کو تنگیٔ داماں سے کب گلہ نہ ہوا
وہ ظلمتوں کے سمندر کو پی گیا ہی گیا
وہ روشنی کا کنول تھا کہ تیرتا ہی گیا

"دُرِ یتیم" میں نور مسعود کی شاعری کا منظر نامہ حضورِ اکرمؐ کی حیاتِ طیبہ کے منور گوشوں سے مستنیر ہے جس کا اسلوب بہت سادہ بلکہ سہلِ ممتنع ہے۔ حضورِ اکرمؐ کا مطمحِ نظر کیا تھا اس کی بڑی موثر، دل کش اور سادہ تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے۔

وہ چاہتا تھا رہ و رسمِ زندگی بدلے
بگڑ گیا تھا جو اندازِ بندگی بدلے
بھٹک رہا تھا جو اسلوبِ آگہی بدلے
اسے یہ دھن تھی کہ اندر سے آدمی بدلے

نور مسعود کی نعتیہ شاعری میں ایک پہلو بڑا اہم اور قابلِ تقلید ہے۔ انہوں نے ایک نعتیہ نظم بچوں کے لیے لکھی ہے ور دو تقاضا کی سی زبان استعمال کی ہے کہ بچوں کے لیے مفہوم سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ اس نظم میں تلمیحات بھی اس طرح آئی ہیں کہ ان کا مفہوم جاننے میں زیادہ وقت نہ ہو مثلاً

جب وہ سفر پہ جایا کرتے
سر پہ بادل سایہ کرتے
ان کے بول بہاروں جیسے
اور اصحابؓ ستاروں جیسے

علامہ اقبال کے فکری نظام میں "عذابِ دانشِ حاضر" کا ذکر بڑی شد و مد سے ملتا ہے۔ نور مسعود نے اپنے ایک شعر میں اس منتش کی توجیہ بیاں طرز کی ہے کہ "دانشِ حاضر" کی تشریح اور اس کی معترضہ رسائی کا اظہار ہو گیا ہے۔

بجھی گئی ہے نئی روشنی تو روحوں کو
دلوں کو دانشِ حاضر نے مار ڈالا ہے

نور مسعود نے درج بالا شعر میں دانشِ حاضر کی تخریب کاری کا ذکر کرتے ہوئے اگلے شعر میں ہی دانشِ حاضر کے زہر کا تریاق بھی بتا دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں

فروغِ جاں بھی وہاں ہے، فراغِ خاطر بھی
جہاں جہاں بھی تری روشنی کا ہالہ ہے

"سلسبیل" کے مصنف ڈاکٹر توصیف تبسم کا نام ادبی دنیا میں جانا پہچانا ہے۔ وہ تحقیق کے میدان کے شہسوار بھی ہیں، بچوں کے ادب کے ماہر بھی، عام شاعری بھی کرتے ہیں اور حمد و نعت و منقبت بھی کہتے ہیں۔ سلسبیل، حمد

کی یک نہر کا کام ہے شعراء کو اس امام کے معنوی فیضان سے مسلسل رزق ملتا رہتا ہے جو ان کی نورانی فکر کے اظہار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ جو شعراء کوچۂ جاناں کے مجازی آستانے سے غزل کی انگلی پکڑ کر شاعری کرتے ہوئے میدانِ حقیقت میں پہنچتے ہیں وہ حقائق و معارف کے موتی اس طرح رولتے ہیں کہ ان کی شعری آواز بھی توانا رہتی ہے اور ان کے جذبی احساسات بھی لطافتوں اور وسعتوں کے ساتھ اظہار میں آجاتے ہیں۔ ڈاکٹر توصیف تبسم کا شمار بھی ایسے ہی شعراء میں ہوتا ہے جو کوچۂ غزل سے حلقۂ مداحانِ مصطفیٰ میں آئے ہیں۔ چنانچہ ان کی شعری قدر کے بارے میں تو بلا جھجک کہا جا سکتا ہے کہ وہ مثالی طور پر ادبی اسلوب کی حامل ہیں۔ حضور اکرمؐ کے مقام و مرتبے کے حوالے سے بہت سے شعراء نے خامہ فرسائی کی ہے توصیف تبسم نے بڑے سلیقے سے وہ مضمون باندھا ہے

وہ خالق و مخلوق میں اک ربط جلی ہے
دھیان اس کا بھلا کیسے کسی دل سے نکل جائے

ڈاکٹر توصیف تبسم کی نعتیہ شاعری میں آزاد نظم کے پیکر میں نعت بڑی سجی بنی نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر ان کی ایک نظم (جو مدینہ منورہ میں لکھی گئی تھی) کی چند لائنیں ملاحظہ ہوں۔

یہاں سے چلو گے
تو رستے میں اک خشک صحرا پڑے گا
تو پھر کیا کرو گے؟
کھجوروں کے اس جھنڈ سے
اس طرف، وہ بہت دور روشن منارہ
منارے کے پہلو میں وہ سبز گنبد
ابھی تک نظر آ رہا ہے!
وہ ہر لحظہ تبدیل ہوتا ہوا اخضری رنگ
تو ہدایات کا مستقر ہے!
فضا میں فرشتوں کی پرواز کی سرسراہٹ
عجب لحظۂ سرمدی ہے کہ جیسے یہاں
وقت بھی سانس روکے ہوئے چل رہا ہو!
یہ تصویر دل میں سجا لو!
ان انوار سے اپنے سینے کو بھر لو!
یہاں سے چلو گے
تو رستے میں اک دشتِ ظلمت پڑے گا
تو پھر کیا کرو گے! (مراجعت)

نعتیہ شعری منظر نامے میں مافیہ (content)، ہیئت (form) اور اسلوب (style) کے امتزاج کی چند مثالوں میں توصیف تبسم کی شاعری کو بھی بلا جھجک رکھا جا سکتا ہے۔

حافظ نور محمد قادری کا شعری مجموعہ "متاعِ نور" ایک شعری مجموعہ ہے کیوں کہ انہوں نے ۱۳ سال کی عمر میں جب سے شاعری شروع کی اور اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو حمد و نعت و مناقب اصحابِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اہل اللہ رحمہم اللہ کے لیے وقف کر دیا۔ روضۂ انور پر حاضری کے ہنگام انہوں نے حضور پر نور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی جناب میں یہ عرض کرتے ہوئے اپنا شعری نذرانہ پیش کیا:

نور کو آپؐ کے در ہی سے ملی ہے توفیق
ہو قبول اس کا یہ دیوان، مدینے والے

"رسائی روشنی تک" حمیرا راحت کا مجموعۂ نعت ہے۔ جس کا اختصاصی پہلو یہ ہے کہ اس میں شاعرہ نے نسوانی جذبات کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ حمیرا نے عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے اظہار میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

شبِ سیاہ مجھے بھی ڈرا رہی تھی مگر
لبوں پہ نام تھا ان کا چراغ ہاتھ میں تھا

حمیرا راحت نے "نرگس" کے عنوان سے بھی ایک علامتی نظم لکھی ہے جس میں نرگس کا یہ احساس کہ وہ زائرین کے لیے حضورِ اکرم ﷺ کے دربار تک رسائی کا ذریعہ بننے کے باوجود خود روضۂ انور سے پہلے ہی معدوم ہو جاتی ہے۔ یہ نظم حمیرا کی تخلیقی ذہانت پر دال ہے۔ نسائی احساسات سے مملو شاعری نے حمیرا راحت کی شاعری کو ایوانِ نعت میں گونجنے والی منفرد آواز بنا دیا ہے۔

ادیب، صحافی اور شاعر سعید بدر کی نظم "نعت کیا ہے؟" متعدد رسائل و جرائد میں شائع ہو کر داد وصول کر چکی ہے۔ اس نظم میں شاعر کا تخلیقی اور تنقیدی شعور ضو ریز ہے۔ اس نظم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ سعید بدر نعت کو کیا سمجھتے ہیں؟ "عرضِ تمنا" میں شامل اس نظم کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں

نعت توصیفِ خداوندی کا اک اظہار ہے
جس کو یہ نعمت ملے اس کا سفینہ پار ہے
نعت سے تشکیک کے کہسار ہوتے ہیں نگوں
نعت سے تحسین و فن کے دشت، ویران و زبوں

"دل دل مدینہ" اور "عرضِ تمنا" سعید بدر کی نعتیہ شاعری کے مجموعے ہیں جن میں شاعر کا سوز و گداز قلب، امت کے حال کو بچشمِ تر دیکھنے کی آرزو اور دینی و ایمانی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت جھلکتی ہے۔

رشید ہاشمی غزل بھی کہتے ہیں اور حمد و نعت بھی۔ "خدا دیا کے آگے" ان کا پہلا نعتیہ مجموعہ ہے۔ جس میں مدحتِ مصطفیٰ ﷺ سے شاعر کا خلوص منعکس ہے۔ مذکورہ کتاب میں غزلیہ طور سے لکھی گئی نعتوں میں اظہار کی بلند مندی اور بیان کی سادگی کے باعث کچھ ایسے اشعار بھی وارد ہو گئے ہیں جن کو سہلِ ممتنع کا درجہ حاصل ہے۔ مثلاً

نعت گوئی کا سلیقہ تو نہیں مجھ میں امینؔ
میں نے لفظوں میں پرو دی ہے محبت ان کی

اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کی معیت میں حضور پر نور رحمت اللعالمین ﷺ پر درود بھیج رہا ہے اور اہلِ ایمان کو بھی درود و سلام بھیجنے کا حکم دے رہا ہے۔ نعتیہ شاعری بھی حضورِ اکرم ﷺ پر درود بھیجنے ہی کی ایک شکل ہے جس پر رب تعالیٰ کی

سنت ادا کرنے کا بہترین ذریعہ بھی یہی ہے۔

بزرگ شاعر مہر وجدانی نے ۱۹۲۵ء سے شعروادب کی دنیا میں قدم رکھا اور تا حیات علم وادب کی خدمت میں مصروف رہے۔ اردو اور انگریزی زبان میں مہر وجدانی کی، درسی اور اخلاقی نوعیت کی تقریباً ایک سو کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ''رحمت عالمین'' (نعتیہ کلام) اُن کی کثیر اللسانی سوجھ بوجھ کا آئینہ ہے۔ اس میں فارسی، اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں میں نعتیہ شاعری کی گئی ہے۔

قدم قدم پہ رہے، مہر پیروی رسول
ثبوت عشق کا ممکن نہیں، وفا کے بغیر

مہر وجدانی نے رسالت مآب کی حیات طیبہ کے 63 سال کے عنوان سے 63 قطعات پر مشتمل ایک نظم بھی کہی ہے۔ آخری قطعہ ملاحظہ ہو

رفیق اعلیٰ سے ملنے کو خود بے تاب تھے حضرت
بشر تھے، اس لیے کچھ روز ان کو بھی بخار آیا
اسی حالت میں اپنے رب کی خدمت میں ہوئے حاضر
تریسٹھ سال کی تھی عمر جس دم پردہ فرمایا

پروفیسر محمد طاہر صدیقی نے اپنے مجموعہ نعت ''اعزاز حضوری'' میں اسوۂ رسول کی ہمہ جہت اور ہمہ زماں استمراری شان اجاگر کرنے کی سعی کی ہے۔ مثلاً

دورِ جدید اور نہ دورِ قدیم میں
ہر لمحہ ہم ہیں عہد رسولِ کریمؐ میں

یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ شاعر نے کوئی خیال کس خوبصورتی سے فنی دروبست اور ہنرکاری کے ساتھ شعری پیکر میں ڈھالا ہے۔ شاعر ''اعزاز حضوری'' نے اہم موضوعات پر اچھے شعر کہے ہیں۔ کتاب میں ایک قصیدہ بہت عمدہ ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو

علوم کو تحقیق کی میزان پہ لاکر
لکھتا ہے سراپائے شہ ساقیٔ کوثر

بلقیس شاہجہانی کا نعتیہ مجموعہ ''قلزم انوار'' اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس میں محسن کاکوروی کی طرح ثنا طیبہ لہجے کی کھنک موجود ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمایئے جن میں ما بعد حاضری وحضوری کی کیفیات جلوہ فگن ہیں

جلوؤں سے فیضیاب ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں
مہتاب و آفتاب ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

شاعر کو شہر نبیؐ میں جو سرشاری، آسودگی اور قلبی سعادت میسر آئی اس کا بیان کسی ایک نعتیہ غزل کے بجائے اس نے مختلف بحروں اور مختلف قافیوں کی غزل کہہ کر کیا۔ شہر نبی کی حاضری کا یہ منظر بھی ملاحظہ فرمایئے

رنگوں کی آبشار ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں
صد رشک لالہ زار ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

نعتیہ لہجے والی شاعری میں بحروں کا انتخاب ترنم ریزی کے حوالے سے ہوتا ہے۔ بسمل شاہجہانی کی تخلیقی دانش کا حصہ بننے والی بیشتر بحریں مترنم ہیں۔

نعتیہ شاعری کے فروغ میں عملاً حصہ لینے والے اہلِ قلم میں، ماہنامہ فیض الاسلام، راولپنڈی، کے مدیر، محقق اور شاعر قمر رعینی کا نام نمایاں ہے۔ انہوں نے ''تذکرۂ نعت گویانِ راولپنڈی، اسلام آباد'' لکھ کر نعتیہ ادب سے شغف کا عملی مظاہرہ کیا اور پھر ''والیِ رسولؐ'' کے نام سے اپنا نعتیہ کلام پیش کیا۔ قمر رعینی کے نعتیہ کلام میں حبِ رسولؐ کا اظہار ربط، شگفتگی، رچاؤ اور زبان و بیان کے قابلِ قدر معیار کے ساتھ ہوا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو

پھر مجھے روضۂ اطہر سے بلاوا آیا
آیا آیا مرے سرکار میں آیا آیا

زبان کے سادہ و پرکار استعمال، استادانہ قدرتِ کلام، بیان کی رعنائی اور وقار انداز نے قمر رعینی کی شاعری کو جداگانہ اسلوب عطا کر دیا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ نعتیہ ادب میں قمر رعینی کی آواز اپنی ایک الگ پہچان رکھتی ہے۔

''ارمغانِ جمیل'' جمیل نقوی کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ ان کی شاعری میں غزل کے پیرائے میں لکھی ہوئی نعتوں میں نظم کی سی تنظیم پائی جاتی ہے جس کے باعث غزل کو غزلِ مسلسل کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ کہیں کہیں انہوں نے غزل کو نظم کا روپ دینے کے لیے خود ہی ایک مصرع اضافی کہہ دیا ہے تاکہ فکری وحدت قائم رہے۔ شعر دیکھیے:

محمد عربی رہنمائے خیر سُبُل
جمالِ صدق بھی ہو مظہرِ صداقت بھی
جمیل مدحتِ محبوبِ لاشریک لہٗ
ہمارا ہدیۂ الفت بھی ہے عبادت بھی

کلام سے پختگی اور بین السطور عشق کی تڑپ محسوس ہوتی ہے۔ الفاظ کا استعمال زبان پر قدرت کا آئینہ دار ہے اور اظہار کی طرزگی مشق و مزاولت کی عکاس۔ نعتیہ شاعری کے لیے شاعر کو جن اوصاف کا حامل ہونا چاہیے جمیل نقوی میں وہ تمام اوصاف بدرجہ مکمل موجود ہیں۔ سچ ہے

یہ بیاں کی دین ہے جسے پروردگار دے!

نعت بہ موضوعاتی تخصص ہونے کی وجہ سے ہر صنفِ شاعری کے ظرف میں ڈھالی جا سکتی ہے اس لیے شعراء نے بھی نعتیہ متن (text) کے لیے کسی خاص صنفی ہیئت کی پابندی قبول نہیں کی ہے۔ سید شمس الحق بخاری قادری قدیری شمسی نے ''مثنوی... ل محمدؐ'' میں اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ یہ مثنوی بڑی رواں دواں بحر میں ہے اور سہلِ ممتنع کی مثال ہے۔

خدا نے کہا آپؐ کی شان میں
دلیل اس کی موجود قرآن میں
ملائک تمام اور ربِ ودود
سبھی بھیجتے ہیں نبیؐ پر درود

پوری مثنوی تقریباً نو سو اسی (980) ابیات پر مشتمل ہے۔ جو حمد سے شروع ہو کر دعائیہ اشعار پر ختم ہوتی ہے۔ (محسن منال، مجلہ، کراچی، ۱۹۹۱ء)

بشیر حسین ناظم اردو، فارسی، عربی، انگریزی اور پنجابی زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ ان کی زبان دانی کا یہ شہرہ تھا [illegible] زبان کو خاطر میں [illegible] دیکھنا چاہتے تھے۔ اردو شاعری ذرا مشکل زبان میں ہوتی تھی لیکن گنجینۂ معنی کا طلسم بھی اس میں پوشیدہ ہوتا تھا۔ غالب کی زمینوں میں ان کی طبع آزمائی کا نقش "جمال جہاں فروز" کی شکل میں ظہور پذیر ہوا چند اشعار دیکھیے

حسنِ کلام، حسنِ عمل، حسنِ خلق کی
تکلیف بن کے مردِ مسلماں اٹھائیے
فسق و فجور و اثم و خطا، جرم کے خلاف
تحسین و زور و جوش سے طوفاں اٹھائیے

قمر وارثی نے "شمس تجلی" (۱۹۸٦ء)، "کہکشاں نور" (۱۹۹۵ء) اور "حرم سے حرم تک" (۲۰۰۸ء) میں نعتیہ شاعری کا انوکھا تجربہ کیا ہے۔ انہوں نے طویل ردیفوں کو جزوِ بدن بنایا ہے اور اس خوبی کے ساتھ کہ نعت کا "متن" مدحتِ خیرالوریٰ کے شعری اور شرعی تقاضوں سے ہم کنار رہا۔

ہیں رہِ طیبہ میں کب سے ہم سفر میں اور چراغ
شمع رکھیے سرور و کیف کی [illegible] کے آنچل میں
کہ لب جس وقت کہتے ہیں محمد گل کے آنچل میں

طویل ردیفوں کو جدید شعری منظر نامے کا حصہ بنانے کی جو کوشش عام شاعری کے دلدادہ شعرائے کرام نے کی اور جس خوبصورتی سے طویل ردیفوں کے استعمال کو عصری تقاضوں اور ادبی معیاروں سے ملایا اس کی مثالیں ہمیں [illegible] کے ہاں بھی ملتی ہیں اور چند دیگر شعرا نے بھی اس ضمن میں کمالِ فن دکھایا ہے۔ قمر وارثی کی یہ کوشش ایک جداگانہ اور تجرباتی رویہ مقدس صنفِ سخن "نعت" کے ضمن میں ہوتی ہے۔ کیا زمیں کیا آسماں، میں اور چراغ، گل کے آنچل میں، چاندنی چاندنی، کہکشاں کہکشاں، قلب و جاں کے دیے، کے دروازے کھلے وغیرہ ردیفوں کو تقدس کے ساتھ نبھانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

میرا بنیادی مقدمہ یا Thesis یہ ہے کہ بیشتر شعرا تخلیقِ نعت میں اپنا وہ ہیجان بھی برقرار نہیں رکھ پاتے جو عام شاعری میں ان کی پہچان بن چکا ہوتا ہے یا کم از کم عصری میلانات اور ایک مخصوص شعری رویے کا عکاس کہا جا سکتا ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں جن کا ذکر یہاں طولِ کلام کا باعث ہوگا۔ البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ بیشتر شعرا نعت گوئی میں نعت کے مافیہ (Content) کو جزوِ بدن نہیں بنا پاتے کیونکہ یہ موضوع ان کی تخلیقی دانش کا حصہ نہیں ہوتا۔ لیکن یہ کوئی کلیہ بھی نہیں ہے۔ بہت سے ایسے شاعر بھی ہیں جو نعت بھی فنی شعور کے ساتھ کہتے ہیں اور اس طرح مدحتِ مصطفیٰ کو اپنی تخلیقی دانش کا حصہ بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ جاذب قریشی کی کتاب "پہچان" میں شامل نعتوں کے مطالعے سے بھی یہی تاثر ملتا ہے۔

دشمن لہو کو امن کی پوشاک کر دیا
خنجر تمام توڑ دیئے انتقام کے
لہجے عداوتوں کے وہ منسوخ کر گئے
آواز کو سکھا گئے جوہر احترام کے

پاکستان میں جب نعتیہ شاعری کا غلغلہ ہوا تو اس فنِ شریف کی آبیاری کرنے والے شعراء نے موضوع کی عظمت کو شعری رفعتوں سے آشنا کرنے کے لیے غالب کی زمینوں میں نعتیں کہہ کر نعتیہ شاعری کو شاعری کے اعلیٰ نمونوں سے ہم کنار کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ متعدد نعتیہ مجموعے اس رجحان کی عکاسی کے مظہر بن کر منصۂ شہود پر آئے۔ ساجد اسدی نے غالباً سب سے پہلے غالب کے پورے دیوان کی غزلوں پر نعتیہ غزلیں کہیں اور "پیغامِ مغفرت" کے تاریخی نام سے شائع کیں۔ پیغامِ مغفرت کے اعداد ۱۹۷۷ء ہیں۔ اس مجموعے کا دوسرا نام "مخزنِ نعتِ مقبول" ہے جس کے اعداد ہجری سن ۱۳۹۵ھ کے غماز ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

اک ناتواں ہوں بوجھ ہے مجھ پر گناہ کا
طالب ہوں میں حضورؐ کرم کی نگاہ کا
وعدۂ لا تقنطوا بھلائیں کیا؟
رحم سے مایوس ہم ہو جائیں کیا؟

غالب کی زمینوں میں نعت کی آبیاری کرنے میں ساجد اسدی نے پہل کی تو ان کے بعد متعدد شعراء نے اس روش کو اپنایا۔ نور صدیقی نے بڑے فنی رچاؤ اور شعری اسلوب کی دلکشی کے ساتھ غالب کی ۹۲ غزلوں کی طرحوں پر نعتیں کہیں اور خوب کہیں۔ ان کے ہاں غالب کے مصرعوں پر گرہ لگانے کا انداز اس قدر کامیاب ہے کہ معلوم ہوتا ہے اگر غالب بھی چاہتے ان مصرعوں کو نعتیہ شکل دینا چاہتا تو شاید اس سے زیادہ خوبصورت انداز و اسلوب اختیار نہیں کر سکتا تھا۔

غالب کی غزلوں کے مصرعے اس خوبصورتی سے استعمال کر کے نور صدیقی نے ثابت کر دیا کہ کسی بھی خیال کا تقدس کس طرح درست کیا جا سکتا ہے۔ غالب کے جو مصرعے نعتیہ مضمون کی ذیل کے کام آئے ہیں ان کی شعری تشکیل جن مصادر سے مل کر ہوئی تھی ان کو دیکھ کر کوئی بھی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ یہ مصرعے نعت کی تخلیق میں بھی کام آ سکتے ہیں۔ اب چند اور شعر دیکھیے جن میں بحر، قوافی اور ردیف تو غالب کی غزلوں سے مستعار ہیں لیکن متن (text) اور اسلوب (style) نور صدیقی ہی کا ہے۔

میرے ہاتھوں میں بیاضِ نعت کا شیرازہ تھا
ساتھ اک امی لقب کا فیض بے اندازہ تھا

غالب کی زمینوں میں نعت کہنے کی کوشش بشیر حسین ناظم اور راغب مرادآبادی نے بھی کی تھی۔ ناظم کی شاعری کے نمونے ہم نے کہیں نقل کر دیے ہیں۔ راغب کا مجموعہ فی الحال سامنے نہیں ہے۔

غالب کی فارسی غزل "ز من حق جلوہ گر بطرزِ بیانِ محمد است" پر بھی اردو اور فارسی میں بہت سی نعتیں کہی گئی ہیں۔ حد ہے کہ تجمل حسین خاں کے لیے کہے گئے قصیدے میں جو لاجواب شعر وارد ہوا تھا

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

اس شعر کو بھی لوگوں نے نعتیہ شعر تصور کیا اور اس پر کئی تضامین لکھ ڈالیں۔ ناصر کاظمی اور عبدالعزیز خالد نے کمال کی تضامین کہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

یہ کون طائرِ سدرہ سے ہم کلام آیا
جہانِ خاک کو پھر عرش کا سلام آیا
جبیں بھی سجدہ طلب ہے یہ کیا مقام آیا
"زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے"

(ناصر کاظمی، نعت رنگ شمارہ ۱۲، کراچی)

سخنوری کے سفر میں یہ کیا مقام آیا
مرے خامہ سے آوازۂ سلام آیا
جو رزقِ دل تھا وہی سوزِ عشق کام آیا
"زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے"

(عبدالعزیز خالد، نعت رنگ شمارہ ۱۲، کراچی)

پاکستان میں نعتیہ ادب کی رفتار کا سال بہ سال جائزہ لینے کی روایت حفیظ تائب مرحوم نے قائم کی تھی۔ راجا رشید محمود، [illegible] میاں، چودھری محمد یوسف ورک قادری اور طاہر حسین وغیرہ نے نعتیہ کتب کی فہرستیں تیار کی ہیں۔ ان تمام فہرستوں کے اندراجات کی روشنی میں دیکھا جائے تو نعتیہ مجموعوں، نعتیہ انتخابوں، نعت سے متعلق تحقیقی و تنقیدی کتب و رسائل کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ ظاہر ہے اس مقالے میں تو اس قدر ادبی سرمائے کی کھپت ممکن ہے اور نہ ہی وقت اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ تمام نعتیہ ادب کا احاطہ کیا جائے۔ اس لیے نعتیہ مجموعوں سے ایک ایک شعر نقل کر کے زیادہ سے زیادہ صاحبانِ کتب کا ذکر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قربان کروں ان پہ دانائی زمانے کی
جو عشقِ محمد میں، فرزانہ دوانے ہیں

(محمد فیروز شاہ، [illegible]، [illegible])

جلوہ فرما ہیں نظر میں چار یارانِ رسولؐ
کر رہے ہیں اس طرح سیرِ گلستانِ رسولؐ

(کلیاتِ حجر شاہ وارثی، کراچی)

تیرے عدو کی زندگی موت ہے زندگی نہیں
تیرے شہیدِ ناز کی مرگ بھی داخلِ حیات

(واماندگیِ شوق، منظر صابری، اٹک)

آپ ہی غزوات میں ہر کامیابی کی دلیل
اور امن و آشتی کی بھی علامت آپؐ ہیں

(مقبول نقش، حرف ثبات، کراچی)

مجھے کو مرنے میں بھی جینے کا قرینہ چاہیے
طلب محبوب خدا خاک مدینہ چاہیے

(عارف اکبر آبادی، ذوب آرزو، کراچی)

نعت کہتا بھی ہوں نعت پڑھتا بھی ہوں
ہے مرے لب پہ صلِ علیٰ ہر گھڑی

(عزیز الدین خاکی القادری، ذکر صلِ علیٰ، کراچی)

سر کے بل جیسے کوئی جائے مدینہ حیرت
در طیبہ میں قدم ایسے ادب سے رکھنا

(حیرت الہ آبادی، نور بے مثال، کراچی)

ضبطِ تحریر میں آئیں گے کہاں آپ کے وصف
میں بھلا آپؐ کی لکھ پاؤں گا مدحت کیسی

(علی احمد قمر، ترجیل، اسلام آباد)

وجود ان کا وجودِ جہاں کا باعث ہے
وہ اک گلاب ہر اک گلستاں کا باعث ہے

(نسرین گل، تیرا وجود گلاب، لاہور)

جلوۂ حسنِ قدرت پہ بے حد درود
مہرِ فاراں کی زحمت پہ بے حد درود

(عبدالغفار رحا فظ، تضمین بر سلام امام احمد رضاؒ)

درود اس پر کہ آداب شریعت جس نے سکھلائے
درود اس پر کہ اسرار حقائق جس نے سمجھائے

(تضمین بر کلام رعنا اکبر آبادی)(حافظ عبدالغفار حافظ، مدحت تشناعین، کراچی)

یہ آرزو ہے کہ ہو جاؤں میں نثار حبیب
مگر دکھائے تو قسمت کبھی دیار حبیب

(وسیم فاضلی، روشنی کا سفر، کراچی)

مجھے تو اس زمیں کو دیکھ کر ہی پیار آتا ہے
یہاں کے ذرے ذرے نے مرے آقا کو دیکھا ہے

(ریحانہ تبسم فاضلی، مہکتے حرف، کراچی)

محمد مصطفیٰ کا نام جس دل میں نہ ہو روشن
منور اس کی قسمت کا ستارا ہو نہیں سکتا

(ریاض ندیم نیازی، خوشبو تری جوئے کرم، سبی)

باعث رشک بنی ہے مری قسمت لوگو
کیسا اعزاز ہے اس نام سے نسبت لوگو

(عبدالحلیم کے طالبؔ، یا اللہ یا رسول اللہ، کراچی)

تھی نہاں خواب گہہ کن میں ابھی رحمت حق
دست قدرت نے نہ چھیڑا تھا ابھی ساز ازل

(ساحر لکھنوی، صحیفہ مدحت، کراچی)

قصد کر شہر مدینہ کی طرف پرواز کا
تیری آنکھوں میں اتر آئیں گے طائر رنگ و نور

(طاہر سلطانی، نعت میری زندگی، کراچی)

یہ جہانِ مدحت شاہ رسلؐ کا فیض ہے
جس نے بخشی ہے مجھے قلب و نظر کی روشنی

(رشید وارثی، خوشبوئے التفات، کراچی)

اترا ہے دل میں نقش کف پا حضور کا
رفتار کہہ رہی ہے مسلسل نبیؐ نبیؐ

(شیخ عبدالعزیز دباغ، مطاف نعت، لاہور)

رہ حیات میں اے کاش وہ مقام آئے
مجھے حضور کی جانب سے پھر پیام آئے

(سفرِ فاطمہ نصیر، صدائے روح، راولپنڈی)

مرضی، حق تھی کہ یہ نور زمیں پر بھی رہے
لامکاں سے مرے سرکارؐ مکاں تک آئے

(حسن اکبر کمال، التجا، کراچی)

ہم سے عاصی لوگوں کو آسرا محمدؐ کا
واسطے سہارے کے در کھلا محمدؐ کا

(منظر پھلوری، ارحم عالم، ٹوبہ ٹیک سنگھ)

جس کا محور ہو ذات رسول
ایسی فکر رسا مانگیے

(منظر عارفی، اللہ کی سنت، کراچی)

علم حقیقت ان کی بدولت
اور انھیں سے معجزۂ فن
(نظر لکھنوی، لمعاتِ نظر، اسلام آباد)

ایک وہ شب تھی کہ ہونا پڑا دہلیز بدر
ایک یہ دن ہے کہ دنیا تری دہلیز پہ ہے
(ماجد خلیل، روشنی ہی روشنی، کراچی)

وہ دو جہاں میں خدا کی ہیں منفرد تخلیق
انھیؐ کے ذکر سے خلقِ خدا کی بات کرو
(محسن علوی، یہی تصرِ دل کی اذان ہے، کراچی)

حسنِ سرکارؐ کی تعبیر نہیں ہو سکتی
یہ وہ صورت ہے جو تصویر نہیں ہو سکتی
(قیصر نجفی، ادب آشنا، کراچی)

خوشبو کو بہر رنگ بنا دیتی ہے
مرجھائے ہوئے پھول کھلا دیتی ہے
کرتے ہیں کرم جس پہ شہِ کون و مکاں
بخشش اسے سینے سے لگا لیتی ہے
(محبوب الٰہی عطا، چرخِ اطلس، نعتیہ رباعیات، لاہور)

اس کا ہر لمحہ عبادت، اس کی ہر ساعت لطیف
دے جسے طیبہ سے توحید پینے کی نوید
(مشفق بنارسی، حرفِ عطائے خاص، کراچی)

خدا کے بعد نام آتا ہے ان کا
فضیلت کا یہ قصہ مختصر ہے
(مبارک مونگیری، ذکرِ ارفع، کراچی)

آپؐ ہیں اول نبیؐ آخر نبیؐ حق کا نبیؐ
ہم دلائل سے یہ کہتے ہیں محمد مصطفیٰ
(خورشید عاور امروہوی، توشۂ فن، کراچی)

ادب کر ادب اے نگاہِ تمنا
کہاں میں کہاں حسنِ روئے محمدؐ
(محسن زیدی، کیفِ دوام، اسلام آباد)

ملی نجات جو آئی تھا مدینے میں
گناہ ڈوب گئے موت کے پسینے میں
(مولانا جامی بدایونی، زادِ آخرت، کراچی)

ہر اک شے کیوں نہ دیکھی ہو کہ ہے یہ کائنات ان کی
گواہی ہیں خدا کی ذات پہ ساری صفات ان کی
(منصور ملتانی، مُرسل و مُرسَل، کراچی)

وہ بے مثال ہیں اختر مثال کس سے دوں
گلاب ان کا پسینہ ہے وہ گلاب نہیں
(اختر اندوری قنداں، پیر رسولِ عربی، کراچی)

سرکارؐ مدینے میں
سرکارؐ مدینے میں
(نظیر مصطفےٰ امیر، عبیر جمال و نور، فیصل آباد)

جہاں میں چار سو نورِ محمدؐ کی ضیا پھیلی
اُجالوں کے سفیر آئے زمانوں کے امام آئے
(انور بابر، حرفِ وفا، لاہور)

سب ہی صداقتوں کے پیمبر ہوئے ہیں آپؐ
ہر اک جہان کے لیے رہبر ہوئے ہیں آپؐ
(محمد ساجد اعظم نوری، معراجِ محبت، لاہور)

آپؐ کا ہی تھا حوصلہ آقا
کتنا مشکل تھا راستہ آقا
(ڈاکٹر محمد فاروق بجلی، ذکرِ رسولؐ، فیصل آباد)

سب ہیں آپؐ کے مدح سرا
انس و ملک حور و غلمان
(منیر احمد منیر، راستے مدینے کے، فیصل آباد)

انہی کے شہر کا جلوہ انہی کے شہر کی حسرت
یہ چشم و دل مجھے کتنے حسیں معلوم ہوتے ہیں
(ثمار فاروقی، مکارمِ اخلاق، کراچی)

یہ مسلماں سے نعیم اصرار ہے
دین کی دولت فقط کردار ہے
(محمد نعیم انصاری، صدائے نعیم، کراچی)

مدینہ جاتے ہوئے راستوں پہ ہو کے نثار
غبار بن کے مرا کل وجود کھو جائے
(ہیثم شعیب، وسیلہ، ساہیوال)

آپؐ کے دم قدم سے جہالت مٹی
مصدرِ آگہی آگہی آپؐ سے
(جمشید کمبوہ، سفرِ نعت، پاکپتن)

لفظ بھی نام و نسب رکھتے ہیں یہ جان رکھو!
مدح کرنی ہے تو ہر لفظ کی پہچان رکھو!
(واجد امیر، اذان، لاہور)

بھر دیتے ہیں ہر جھولی گل ہائے محبت سے
مجھ پہ ہی نہیں ان کا وا باب کرم تھا
(سعیدہ اکرم، لوح بھی تو قلم بھی تو، چکوال)

مجھے بھی آرزو ہے زندگی کی
درِ احمدؐ پہ مرنا چاہتا ہوں
(سید معراج جامی، معراجِ عقیدت، کراچی)

مجھ سے کسی نے جب کہا حشر پہ ہے یقین کیوں
قول رسولؐ پاک کا پڑھ کے بتا دیا کہ یوں
(امان خان دل، شہِ لولاکؐ، کراچی)

یہاں بھی دینِ بقا آپؐ کی شریعت ہے
وہاں بھی اذنِ شفاعت سے سالمیت ہے
(احمد ندیم شیخ، اک آنسو نعت ہوا، بورے والا)

میں جو پلکوں پہ سجاتا ہوں تری یاد کا دیپ
وہ مرے درد کا معصوم نشاں ہوتا ہے
(پیرزادہ نور علی شکوری، حرفِ تمنا، چکوال)

جس نے سب و شتم پر بھی دی ہے دعا
پیکرِ عفو و احساں ہمارا نبیؐ
(قاضی عبدالدائم دائم، سید البشر، گوجرانوالہ)

بس وہ مداں کی توصیف میں آئی ہے
ناقص نے عارض کی تعریف سنائی ہے
(سید حبیب احمد حسنی نقشبندی مجددی، برقِ نور، کراچی)

آپؐ کے نورِ یقیں سے جی اٹھے مردہ جہاں
ناتوانوں کے ارادوں کو توانائی ملی

(بشیر رحمانی، بشارتیں، لاہور)

ہمیشہ بخشش کی فکر ہوتی کبھی مداوائے غم نہ ہوتا
گناہ گاروں پہ یا محمدؐ اگر تمہارا کرم نہ ہوتا

(پیر قمر الہ آبادی، عشقِ محمدؐ، کراچی)

سچ تو یہ ہے آپؐ کے نقشِ قدم کو چھوڑ کر
منزلِ وحدت کا کوئی راستہ ملتا نہیں

(وقار عظیمی، وسیلہ، کراچی)

مرے حال پر مری فکر پر نہ ہوں کیسے عام نوازشیں
میں گدائے کوئے حضورؐ ہوں سو ہیں گام گام نوازشیں

(سجاد حسن، حاضری اور حضوری، کراچی)

پھر نبیؐ کی سمت ہو چلنے کا اہتمام
افکارِ منتشر کو چلو یوں بہم کریں

(سجاد مرزا، چراغِ آرزو، گوجرانوالہ)

خوشبو صفت مزاج، تبسم جلیس رخ
شیریں سخن نبیؐ ہے منور خصال ہے

(گستاخ بخاری، مدحِ ممدوحِ خدا، فیصل آباد)

آپؐ آئے تو کافور ہوئی کفر کی ظلمت
وحدانیت حق کا یہاں پھیل گیا نور

(عثمان قیصر، جلال سے جمال تک، کراچی)

سینۂ ہستی روشن روشن کہکشاں ہے جگمگ جگمگ
ماہِ مدینہ تیری ضیا سے سارا جہاں ہے جگمگ جگمگ

(قمر انجم، جنت جمع خصائل، کراچی)

نورِ حق کائنات کا مطلوب
پیکرِ عظمت دوام آیا

(محمد کمال اظہر، حرفِ عقیدت، لاہور)

جب صداؤں کی خنک شبنم سے دھلتی ہے زباں
اب تو لب ہیں پھول کی صورت نکھر جاتا ہے دل

(شکیل غازی پوری، حمد و نعت، کراچی)

سوچتا تھا میں قلم کا حق ادا کیسے کروں
غیب سے آئی صدا نعت رسولؐ پاک لکھ

(وقار احمد وقار صدیقی، نقش کف پا، کراچی)

بیدار ہوں یا خواب کے عالم میں ہوں آقاؐ
ہر وقت ہیں سب کے نگراں سرور عالمؐ

(سراج الدین سراج، چراغ مصطفوی، کراچی)

نگاہ لطف و کرم ہم پہ بھی بروز محشر
کہ آنجنابؐ کے مدحت نگار ہم بھی ہیں

(سید غلام قطب الحق گیلانی، گولڑہ شریف)

محبت میں اطاعت ہے، اطاعت میں محبت ہے
مرا سرمایۂ ہستی مرے آقاؐ کی سنت ہے

(اقبال حیدر، ۔۔۔، کراچی)

طیبہ کا عزم ہونٹوں پہ صل علیٰ کا ورد
میں اور میرے ساتھ ہے اک کاروان شوق

(محراب گل حیدر یاسین راحت چغتائی، راولپنڈی)

ثنا ہو کس طرح مخلوق اولیں مجھ سے
کلام خالق کونین تیری شان میں ہے

(نعیم تقوی، بصیرت، کراچی)

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا مدینے کی
مہکی مہکی فضا مدینے کی

(محمد الیاس عطار قادری، مغیلان مدینہ، کراچی)

زمانے بھر میں اجالا ہی اور کوئی نہیں
کہ انؐ کے نور کا ہالا ہی اور کوئی نہیں

(نسیم سحر، یہ جو سلسلے ہیں کلام کے، راولپنڈی)

روشن روشن حرفوں میں ہے عکس ترا
سورج، جگنو، چاند، ستارا تیرا نام

(جاوید اقبال ستار، رحمت بیکراں)

نہیں مخلوق میں ثانی ہے کوئی ذات احمدؐ کا
احد کے بعد احمدؐ مجتبیٰ کی ذات مفرد ہے

(انوار حزیں، تنویر پھول، کراچی)

جبیں سے روشنی پائی سبھی بے نور قدروں نے
اسی کے فیض سے مشرق سے مغرب تک اجالا ہے

(حسن رضوی)

اسے کوئی کیوں کر بھلا رنج و غم ہو
سہارا ہی جس کا نبیؐ کا کرم ہو

(شفیق احمد فاروقی، سلام ربی علی نبیؐ، فیصل آباد)

کس کو یارا ہے نبیؐ کی ثنا خوانی کرے
ہاں مگر جس کی خدا توفیق ارزانی کرے

(محمد حنیف نازش قادری، کاموکے ضلع گوجرانوالہ)

ایک امی اور اتالیقِ جہانِ آگہی
علم و دانش کی علامت رحمۃ للعالمیں

(ضیا صدیقی، فتوحاتِ اسلام، کراچی)

دھنک خوشبو ہوا بھیگی ہے ہر سو
مدینے کی ہوا بھیگی ہے ہر سو

(احمد خیال، نکہت نکہت خوشبو، کراچی)

سلام ان پر کہ جن کی اک نظر گر شاملِ غم ہو
تو پھر دشواری شامِ گراں کم ہوتی جاتی ہے

(فضل حق، بہرِ عرب، لاہور)

ان کو دل میں بسا لیا ہم نے
دل مدینہ بنا لیا ہم نے

(سکندر لکھنوی، سحابِ رحمت، کراچی)

روشنی کی ہے نگاہوں کو تلاش
آسرا ہے آپؐ کا عکسِ اتم

(لطیف اثر، مجید طور، کراچی)

محمدؐ مقصدِ تخلیق ہے ساری خدائی کا
محمدؐ دہر میں مظہر ہے شانِ کبریائی کا

(اختر بجنوری، محرابِ جاں، کراچی)

سلسلے عشق کے طیبہ سے ملائے جائیں
مدحِ سرکارؐ کے پھر پھول کھلائے جائیں

(رضا اللہ حیدری، مدینہ یاد آتا ہے، لاہور)

دیکھیے گر دیدۂ بینا سے فرشِ خاک پر
جلوہ گاہِ لا مکاں ہے آستانِ مصطفےٰ

(سید خورشید انور علی نور، خورشید، کراچی)

جن کی مٹھی میں ہے کونین کی دولت احسنؔ!
ان کے دربار میں جاتا ہوں گدا کی صورت

(جاوید احسنؔ، لوحِ شفاعت، ڈیرہ غازی خان)

دیکھیے خود میں عکسِ سیرتِ پاک
اک طرف اپنا آئینہ رکھیے

(شفیق الدین شارقؔ، نزول، کراچی)

آخر میں اپنے تین نعتیہ مجموعوں سے ایک ایک شعر نقل کر کے اپنی حاضری لگوانا چاہتا ہوں۔

تڑپ تو رکھتا ہوں زادِ سفر نہیں رکھتا
کرم حضورؐ! کہ میں بال و پر نہیں رکھتا

شاعری جز مدحِ آقاؐ پر کھل ہوتی نہیں
جب سے میں نے نعت پر سوچا، غزل ہوتی نہیں

جس فضا میں مرے آقاؐ کی صدائیں گونجیں
ہے وہ محتاجِ تکلم سے معطر اب تک

(کرم و نجات کا سلسلہ، مہرِ توثیق، امیدِ طیبہ رسی، عزیز احسن، کراچی)

جن شعرا کی توجہ شاعری کے ہمہ رنگ دھارے کی طرف ہے اور جو عام شاعری (General Poetry) میں اپنی ساکھ قائم کر چکے ہیں وہ جب نعتیہ شاعری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اس میدان میں بھی شاعری کے حوالے سے فن کے اچھے نقوش بنانا چاہتے ہیں اور خاصی حد تک کامیاب رہتے ہیں۔ ایسے شعرا کی نعتیں کمیت (Quantity) کے اعتبار سے قلیل ہونے کے باوجود کیفیت (Quality) کے لحاظ سے وقیع ہوتی ہیں۔ ایسے شعرا کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لیے صرف چند شعرا کا کلام نمونے کے طور پر پیش کر کے ایک عمومی تاثر قائم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ شاعری ذائقے کے اعتبار سے ذرا مختلف ہے۔

چل رہے ہیں جس پہ ہم یہ راستہ اُن کا نہیں
سنت و پیغامِ ختم المرسلیں کچھ اور ہے

(انوار عزمی)

کس نے موجوں سے سنا ذکرِ محمدؐ سورج
کس سفینے کے مقدر میں اُجالا آیا؟

(سورج نرائن، کوہاٹ)

دفاع و انتظام و عدل یا قانون سازی ہو
صلوٰۃ و صوم کے مانند کلّا یہ عبادت ہے

(علامہ سروری، جے پوری، حیدرآباد)

نہیں کہ تجھ کو بشر ہی سلام کرتے ہیں
شجر حجر بھی ترا احترام کرتے ہیں

(شاہ حسن عطا)

اللہ اللہ میری قسمت، ایسا رتبہ اور میں
جاگتی آنکھوں سے دیکھوں خواب طیبہ اور میں

(سرور بارہ بنکوی)

ثبوت حق کی جو دانش وروں سے بات ہوئی
تو اتفاق کا محور انھیؐ کی ذات ہوئی

(شبنم رومانی)

وہ ذاتؐ شہرِ علم تو ہم طالبانِ علم
ہم ذرہ ہائے خاک ہیں وہ آسمانِ علم

(صباحت علی شاعر)

شان انؐ کی سوچیے اور سوچ میں کھو جائیے
نعت کا دل میں خیال آئے تو چپ ہو جائیے

(خورشید رضوی)

نبیؐ کے در پہ پہنچ کے خود کو نہال کرتی ہیں میری آنکھیں
کمال رحمت کو دیکھتی ہیں، کمال کرتی ہیں میری آنکھیں

(شاعر لکھنوی)

جلوۂ عارضِ نبیؐ رشکِ جمالِ یوسفی
سینہ بہ سینہ سر بہ سر چہرہ بہ چہرہ ہو بہ ہو

(رئیس امروہوی)

دل سے ہم رحمت عالم کے ہیں قائل ایسے
نہ شمائل ہیں کسی میں نہ فضائل ایسے

(سحر انصاری)

کچھ دھوپ ہے کچھ حبس کا پہرا مرے آقاؐ
ایسے میں ہوا کا کوئی جھونکا مرے آقاؐ

(سلیم کوثر)

حسنِ کائنات کا حاصل حضورؐ ہیں
محفل حضورؐ باقی، محفل حضورؐ ہیں

(ناصر زیدی)

کسی غمگسار کی محنتوں کا یہ خوب میں نے صلا دیا
کہ جو میرے غم میں گھلا کیا اسے میں نے دل سے بھلا دیا

(عنایت علی خاں عنایت)

نازوں میں کل مدینے کا بڑا چرچا رہا
ہو کرم آقاؐ کہ میں ان سب کا منہ تکتا رہا

(یار محمد ایوبی)

جو پوچھا رب نے عمل بھی ہے کوئی پاس ترے
کہوں گا ہاں! ترے محبوبؐ کی ثنا کی تھی

(عرش ہاشمی)

انؐ کی سچائی کے اقرار ازل تا بہ ابد
انؐ کے کردار پہ سایہ نہیں انسانوں کا

(مسعود صدیق رضی)

پروانۂ جمالِ شہِؐ دو جہاں نہیں
جو خود ہر ایک سمت نہ پھیلائے روشنی

(مجید فکری)

ترے خیال نے وہ رفعتیں عطا کی ہیں
قدم زمیں پہ رہے آسماں کو چھو آئے

(طارق نعیم)

جو ہجر کے موسم کو بدل دے وہ ملے سمت
جو ان کے درِ خاص پہ لے جائیں وہ پر دیں

(ندیم نیازی عیسیٰ خیلوی)

نعتیہ شاعری کا غالب حصہ تو غزل کی ہیئت (Form) میں ہے لیکن مدحتِ سرورِ دو جہاں کسی صنفِ سخن کے ظرف و مخصوص ہیئتی دائرے میں محدود نہیں۔ اظہار و ابلاغ کی جتنی صورتیں اور شعر کی جتنی اصناف ہیں وہ سب کی سب نعتیہ شاعری میں برتی جاتی ہیں۔ مدحتِ شہؐ کا اعجاز ہے کہ اس میں اصنافِ شعر کے ہیئتی تنوع سے ایک طرف تو صورت (Form) کی رنگارنگی پیدا ہوتی ہے دوسری طرف ہیئت سے ہم رشتہ اسلوب (Form's Related Style) کی طرفگی اور تازگی جنم لیتی ہے۔

قدیم اصنافِ سخن میں نظم کے بہت سے روپ ہیں مثلاً مثنوی، قصیدہ، قطعہ، مسدس، مخمس، ترجیع بند، مثمن،

قادری، قمر خالدی دہلوی، اسعدی انجم، حافظ عبدالغفار، حامد یزدانی، راغب مراد آبادی، صبا متھراوی اور حافظ افضل فقیر کی کوششیں لائق ستائش ہیں۔ صبا متھراوی، راغب مراد آبادی، شاعر لکھنوی، محبوب الٰہی عطا، امین نقوی نے جو منقوط رباعیاں بھی لکھی ہیں۔ رباعیات لکھنے والے شعراء کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے ہم چند رباعی گو شعراء کی تخلیقات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

نورِ احدیت کی تنویر ہیں آپؐ
انساں کے لیے باعثِ توقیر ہیں آپؐ
سیرت بھی ہے سانچے میں ڈھلی صورت بھی
فی احسنِ تقویم کی تفسیر ہیں آپؐ

(قمر رعینی، آبِ زم زم، راولپنڈی)

اے کاش کبھی دیکھ لوں صورت ان کی
ہو جائے کسی روز زیارت انؐ کی
کرتا ہوں انھیں یاد کرم ہے انؐ کا
رہتے ہیں تصور میں محبت انؐ کی

(قمر خالدی دہلوی، م ص، کراچی)

خوشبوؤں کی حکایت ہو کہ افسانۂ غم
جو کچھ بھی ہے لولاک لما ہے رقم
آغاز ابد ہو کہ ہو تمہید حدوث
عنواں ہے بہر رنگ رخِ شاہِ امم

(محبوب الٰہی عطا، چراغِ اطلس، لاہور)

نعتیہ غزلوں کے اشعار پر تضمین کرنے والوں میں ہلال جعفری، ساجد اسعدی، حنیف اسعدی، حافظ عبدالغفار اور خورشید محمود پیش پیش ہیں۔ یہاں صرف حنیف اسعدی کی تضامین کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے

کون ایسا ہوا ہے مرحلہ داں
شانِ معراج کس طرح ہو بیاں
مہر و مہ ان کی منزلوں کے نشاں
"گرد راہ ان کی بزم کا کہکشاں
رہگزر ان کی چرخ مینائی"

(تضمین بر کلام راغب مراد آبادی)

خوشا کہ مجھ کو بھی نعتِ نبیؐ کا اذن ملا
نصیب وجد میں ہے رقص میں ہے فکرِ رسا
لگے لگاؤں تجھے اے شعورِ مدح و ثنا

"بلائیں لوں تری اے جذبِ شوقِ صلِّ علیٰ
کہ آج دامنِ دل کھنچ رہا ہے سوئے رسولؐ"

(تضمین بر کلام بیدم وارثی)

یورپی صنفِ سخن سانیٹ اردو میں زیادہ نہ چل سکی لیکن نعت کے میدان میں سانیٹ لکھنے والے جو شعراء نمایاں رہے ہیں ان میں اسعد صدیقی امروہوی، نعیم تقوی، تنویر پھول، حفیظ تائب، عارف منصور اور صبیح رحمانی وغیرہم کے نام آتے ہیں۔

آزاد نظم کو نعتیہ مضامین سے آشنا کرنے والے شعراء میں احمد نفیس، ظہور نظر، شبنم رومانی، سرشار صدیقی، نعیم صدیقی، عبدالعزیز خالد، قمر ہاشمی، انور مسعود، جیلانی کامران، عارف عبدالمتین، ثنا گورکھپوری، محمد فیروز شاہ، سعید وارثی، حفیظ تائب، محمود شام، جاذب قریشی، ریاض حسین چودھری، رشید قیصرانی، امجد اسلام امجد، جعفر بلوچ، جمیل نقوی، حامد یزدانی، تحسین فراقی، انجم نیازی، ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر توصیف تبسم، سحر انصاری، محسن احسان، اقبال صلاح الدین، رضوان عنایتی، احمد صغیر صدیقی، عمران نقوی، سلیم اختر فارانی، نذیر قیصر اور صبیح رحمانی شامل ہیں۔
شاعرات نے بھی اس صنف میں گل ہائے عقیدت پیش کئے ہیں جن میں پروین شاکر، رفعت حسن تسنیم، ناہید، رعنا ناہید اور ناہید قاسمی کے نام نمایاں ہیں۔

بحر و قافیہ کی آزادی سے نظم آزاد لکھنے والے شعراء کے لیے فکری مضمون کو گرفت میں لینے کی سہولت پیدا ہوئی۔ اس تخلیقی تجربے نے نعت میں تازہ کاری کو راہ دی اور آزاد نظم کے ذریعے عصری حسیت نعتیہ شاعری میں بھی جھلکنے لگی۔ نعتیہ شاعری کو ادبی صنفِ سخن بنانے میں آزاد شاعری لکھنے والوں کا بڑا حصہ ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آزاد نظم کے کچھ نمونے بھی پیش کر دیے جائیں۔

تمام دنیاؤں، سب جہانوں میں آپؐ سے بڑھ کر
کوئی پیارا نہیں خدا کا
کوئی دلارا نہیں خدا کا
خدا سے کہیے!
خدارا، اپنے بزرگ و برتر خدا سے کہیے!
کہ ہم کو پھر سے آپؐ کے دین پہ
آپؐ کے نقشِ پا پہ چلنے کی استقامت دے
استقامت دے
حوصلہ دے!

(ظہور نظر)

جس نے دیکھا انہیں
اس کی بینائی کے حجاب ڈھل گئے
اس پہ آفاق کے سب ورق کھل گئے

جس نے مانا انہیں
اپنے پیکر میں شہرِ یقیں ہو گیا
جس نے جانا انہیں
جہل بھی اس کا علم آفریں ہو گیا
جس نے چاہا انہیں
اس کی چاہت بقا کی نگارش بنی
اس پہ دن رات پھولوں کی بارش ہوئی
جس نے چاہا انہیں
اس کو چاہا گیا
اس کی دہلیز تک ہر وفا آ گیا

(حرفِ نسبت ـــ شبنم رومانی)

تیری آواز بھی روشنی کا سفر
برف پگھلی تو سورج چمکنے لگا
تو نے صحرا کی اڑتی ہوئی ریت کے درمیاں
بے چراغاں زمینوں پہ گھر رکھ دیے
تیری چھاؤں میں زخمی ہرن آ گئے
تو نے دریا میں پیاسے شجر رکھ دیے

(لوحِ جاں ـــ جاذب قریشی)

اس کا پیغام
کل خلق کو سب بانٹ کے کھائیں، پئیں
کوئی بھوکا نہ رہے کوئی برہنہ بھی نہ ہو
ایک بھائی سے کسی بھائی کو ایذا نہ ملے
آج میں سوچتا ہوں، دیکھتا ہوں، سوچتا ہوں
روشنی پاس ہے، ہم پھر بھی ہیں ظلمت کے اسیر
ہم ترا نام تو لیتے ہیں مگر تیرا پیام
کس قدر پیار سے طاقوں پہ سجا رکھا ہے

(شام ـــ محمود شام)

سلام اس پر
جو بے نواؤں کا آسرا ہے
جو سارے عالم کی ابتداء ہے

جو سب تمناؤں کی انتہا ہے
سلام اُس پر
جو راہِ حق پہ چلا رہا ہے کہ رہنما ہے
جو سب کو حق سے ملا رہا ہے، کہ حق نما ہے

(کہ حق نما ہے ۔۔۔ اطہر نفیس)

یہ دل وہ دل ہے
کہ وجہِ تخلیقِ دو جہاں کا ورود ہوگا
ورود ہوگا
تو ہم سے بے راہ و کم عقیدہ
گناہگاروں کا ذکر ہی کیا
کہ انبیاء ان کے خیر مقدم کو
صف بہ صف ایستادہ ہوں گے
اور ان کے لب پر درود ہوگا
سلام ہوگا
سلام ان پر
درود ان پر
خدا ہمارا درود ان پر

(ظہور ۔۔۔ سرشار صدیقی)

عرش
کرسی اور مکاں
کائنات
کتنے بڑے ہیں ۔۔۔ یہ لفظ
اور ان کے مقابل ہم ۔۔۔ ہمارا اور کائنات کا مقدر ہیں
ہم ہیں ۔۔۔ یہ لفظ بھی ایسے ہی ہیں
مگر ان کا کوئی مفہوم نہ ہوتا
یہ لفظ ۔۔۔ موتی سے خالی صدف کی طرح ہوتے
اگر محمدؐ نہ ہوتے
محمدؐ ۔۔۔ ان سب لفظوں کا مفہوم ہیں
سلام ان پر ۔۔۔ درود ان پر

(ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی)

اور یہ خوشبو بکھرتی رہی تئیس برس
اور افق تا بہ افق
مسلسل صدا ہوئی صبا بن کے بڑھا
اس کے ہونٹوں سے نکلتا
شعاعوں جیسے
جاگتی بولتی سرمدی سوچیں
ذہن انساں میں اٹھانے لگیں طوفان نئے
ایسے طوفاں
کہ بت سارے زمیں بوس ہوئے

(احمد صغیر صدیقی)

برہنہ پا قافلے بیابانِ بے اماں میں
بھٹک رہے تھے، بھٹک رہے تھے
نہ کوئی چشمہ، نہ کوئی سایہ، نہ کوئی تناور رہا تھا
بشر کہ مر مر کے جی رہا تھا، بشر کہ جی جی کے مر رہا تھا
عجیب آشوب حشر آثار چھا رہا تھا
بشر خود اپنی ہی آگ میں کسمسا رہا تھا ___ کہ دفعتاً یہ پہنچی
کہ شہرِ بطحا کی ریگ در ریگ سرزمیں پر
بلند فاراں کی چوٹیوں سے
طلوعِ مہرِ منیر و انور کے ساتھ ہی تابشوں کے سیل ہزار پہلو نکل کے نکلے
(میلادِ حضورؐ ___ تحسین فراقی)

اداسی کے سفر میں جب ہوا رک رک کے چلتی ہے
سوادِ ہجر میں ہر آرزو چپ چاپ جلتی ہے
کسی نادیدہ غم کا کہر میں لپٹا ہوا سایہ
زمیں تا آسماں پھیلا ہوا محسوس ہوتا ہے
گزرتا وقت بھی ٹھہرا ہوا محسوس ہوتا ہے
تو ایسے میں مدینے کی خوشبو
محمد مصطفیٰ صلِ علیٰ کے نام کی خوشبو
دلِ وحشت زدہ کے ہاتھ پر یوں ہاتھ رکھتی ہے
تھکن کا کوہِ غم ہٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے
سفر کا راستہ کٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے

(امجد اسلام امجد)

جاپانی صنفِ سخن ہائیکو کے تجربات اردو شاعری میں کیے گئے تو شعراء نے اس زمین کو بھی مدحِ رسولؐ سے آسماں بنادیا۔ شبنم رومانی، سہیل غازی پوری، سرشار صدیقی، اقبال حیدر، صبیح رحمانی، شفیق الدین شارق، نجم مصطفیٰ، سید ابوالخیر کشفی، محسن بھوپالی، وضاحت نسیم، رونق حیات، عمران حسن عامر، آفتاب مضطر، رضی الدین رضی، سلیم کوثر، اختر شمار، مقبول نقش، سید قمر ہاشمی، ظفر وارثی، اکرم کلیم، اقبال نجمی، آفتاب کریمی اور طاہر سلطانی وغیرہ ہم نے نعتیہ ہائیکو کہے۔

ہو کرم یا احمد و محمود
میری مشکل کے یہ سہارے ہیں
آپؐ کے نام کتنے پیارے ہیں

(محمد اقبال نجمی)

طائران تیرگی سب اڑ گئے
جس طرف سے بھی ہوا ان کا گزر
راستے منزل کی جانب مڑ گئے

(ظفر وارثی)

تیرے قدموں کی آہٹ
اک عنواں بلاغت کا
اک خطبہ ہدایت کا

(سید ابوالخیر کشفی)

زیست کیسے شکست کھائے گی
موت مجھ کو سلام کرتی ہے
میں محمدؐ کا امتی ٹھہرا

(اختر شمار)

اس کا نام لکھوں
جس کے نام کی برکت ہی
ردِ ور کھتی ہے

(سلیم کوثر)

صرف مدینے میں
اور کہاں پر اگتے ہیں
سورج سینے میں

(صبیح رحمانی)

ہر ذرہ تارہ
کاہکشاں سے بڑھ کر ہے
طیبہ کا رستہ

(محسن بھوپالی)

یہ بھی ہے عظمت
سارے عالم پر پھیلا
دامانِ رحمت

(سہیل غازی پوری)

حسن مکمل ہے
حسن محمد صلی اللہ
کامل و اکمل ہے

(آفتاب مضطر)

دنیا کی مختلف زبانوں میں ہونے والی نعتیہ شاعری کے تراجم بھی ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اس سمت میں کام کرنے والے شعرا میں پروفیسر محمد مجیب، ڈاکٹر شان الحق حقی، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی، عبدالعزیز خالد، منیر قصوری، ڈاکٹر نجم الاسلام، عزیز حامد مدنی، افتخار احمد عدنی، پروفیسر آفاق صدیقی، پروفیسر سحر انصاری، آفتاب کریمی اور صبا اکبر آبادی شامل ہیں۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی یک سمت کا ترجمہ راقم الحروف نے بھی کیا ہے۔ تراجم کے چند نمونے ملاحظہ ہوں

وہ پاکیزہ چشمہ جو اونچ فلک سے چٹانوں پہ اترا
سحابوں سے اوپر بلند آسمانوں پہ جولاں ملائک
کی چشم نگہداشت کے سائے سائے
چٹانوں کی آغوش میں عہد برنائی تک جو رہے جولاں رہا
چٹانوں سے نیچے اترتے اترتے
وہ کتنے ہی صد رنگ، انمول خزف ریزے
آغوش شفقت میں اپنی سمیٹے
بہت سے سسکتے ہوئے، رینگتے سست، کم مایہ سوتوں کو
چونکاتا، للکارتا، ساتھ لیتا ہوا، خوش خراماں چلا
بے نمو وادیاں لہلہانے لگیں
پھول ہی پھول چاروں طرف کھل گئے
جس طرف اس کا رخ پھر گیا
اس کے فیض قدم سے بہار آ گئی

(نغمہ محمدی گوئٹے جرمن شاعر) مترجم شان الحق حقی۔ جواہر النعت، مرتب عزیز احسن [صابری])

ہماری حمد کا طالب خدا تھیں
محمدؐ چشم بر راہِ ثنا تھیں
خدا ہے تجو حمد مصطفےٰ بس
محمدؐ حامد حمد خدا بس
دعا کی ہو اگر خواہش تو الگی
قناعت چاہیے اس شعر پر ہی
رہوں خواہاں محمدؐ سے خدا کا
خدا سے وصف حبِ مصطفےٰؐ کا
نہیں مظہر مناسب بالا رادہ
سخن کرنا ضرورت سے زیادہ

(میر مظہر جان جاناں (فارسی) مترجم سحر انصاری۔ نعت رنگ شمارہ ۲۰)

اگر محمد مصطفیٰ اچانک
آپ کے دروازے پہ دستک دیں
...مگر میں سوچتی ہوں
انہیں اپنے گھر کی جانب آتے دیکھ کر
آپ دروازے پہ ان کا استقبال کریں گے
یا پہلے کپڑے بدلیں گے اور پھر گھر کے اندر بلائیں گے
(کہ لباس کے اسلامی تقاضوں کے مطابق ہوں)
یا کچھ رسالے چھپائیں گے
اور ان کی جگہ قرآن رکھ دیں گے
اور اپنے ٹی وی پر چلتی بالغ موویز کو
کہاں لے جائیں گے
اور ریڈیو بند کریں گے؟

ذرا سوچئے!
اگر سرکار آجائیں
آپ کے ساتھ کچھ وقت گزارنے!

(I Wonder) مسز کوسیلا بیرو، مترجم آفتاب کریمی، نعت رنگ ۲۰)

اے سید السادات! ترے در پہ کھڑا ہوں
خوشنودی کی امید پہ مصروفِ دعا ہوں

اللہ کی مخلوق میں تو عجز و برتر
میں شیفتہ "دیوانہ" ترا صرف ترا ہوں
یہ دل تری عزت کی قسم، تجھ پہ نچھاور
سب جانتے ہیں کس پہ میں دل و جاں سے فدا ہوں
کوئی بھی نہ ہوتا جو تری ذات نہ ہوتی
دنیا ترے قدموں میں پڑی دیکھ رہا ہوں
وہ معجزے تیرے تھے کہ مخلوق تھی عاجز
کیا ذکر فضائل ہو کہ بے خلق و لٹا ہوں
اک گوشت کے ٹکڑے نے کہا زہر ہے مجھ میں
اک گوہ پکاری کہ میں حاضر بہ صدا ہوں
اک بھیڑیا بولا کہ ہوں بھوکا کئی دن سے
ہرنی کا گلہ میں بھی تو محروم غذا ہوں
جنگل کے درندے تجھے دیتے تھے سلامی
اک اونٹ کا شکوہ تھا میں دنیا سے خفا ہوں
جب تو نے درختوں کو اشارے سے بلایا
ہر پیڑ پکارا کہ میں قدموں میں پڑا ہوں
تو وہ کہ کف دست سے پانی ہوا جاری
کنکر کی صدا آئی کہ میں محو ثنا ہوں
بادل نے کیا صرف تری راہ میں سایا
اک بطن کا رونا کہ میں ملنے کو کھڑا ہوں
بیمار تھی دنیا، ترے ہاتھوں نے شفا دی
ہر زخم پکارا، میں طلب گار دوا ہوں
وہ قحط کے حالات وہ پانی کا برسنا
ہر بوند کا کہنا کہ محمدؐ کی دعا ہوں

(امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ [عربی] مترجم قیصر الجعفری نعت رنگ ۱۲)

تراجم کی تعداد سینکڑوں میں ہے لیکن یہاں صرف چند نمونے ہی پیش کرنے کی گنجائش ہے۔

منظوم سیرت کی کتب بھی اچھی خاصی تعداد میں شائع کی گئی ہیں۔ شاہنامہ اسلام تو حفیظ جالندھری نے لکھا تھا جس میں بیشتر ذکر غزوات کا تھا۔ فتوحات اسلام کے نام سے حامد صدیقی نے منظوم تاریخ اسلام لکھی تھی جس کے کچھ اشعار ہم نے کہیں نقل کر دیے ہیں۔ "حیات طیبہ و سیرت مطہرہ حضرت محمدؐ" کا منظوم اظہار سید محمد علی ولی صاحب مگری نے کیا تھا۔ خورشید ناظر نے "بلغ العلیٰ بکمالہٖ" کے نام سے اردو میں ساڑھے سات ہزار اشعار پر مشتمل

سیرتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام لکھی ہے جسے نشریات لاہور نے شائع کیا ہے ''سرورِ کائنات'' کے عنوان سے محمد اعظمی نے منظوم سیرتِ پاک لکھی ہے۔ نمونہ کلام دیکھیے۔

صبح دم کوہِ صفا پر چڑھ گئے اک دن نبیؐ
نام لے کر سب قبیلے والوں کو آواز دی
آپؐ کی آواز سن کر لوگ سارے آ گئے
کیا ہوا کیا بات ہے ان سے لگے وہ پوچھنے
میں کہوں کیا مان لو گے لشکرِ جرار ہے
کوہ کے پیچھے جو لڑنے کے لیے تیار ہے
سب یہ بولے ہم کو تیری بات پر آیا یقیں
جانتے ہیں تجھ کو ہم بچپن سے صادق اور امیں
سن لو! میں بھیجا گیا ہوں، یہ کہا پھر آپؐ نے
اک عذابِ سخت سے تم کو ڈرانے کے لیے

(محمد اعظمی، سرورِ کائنات، منظوم سیرتِ پاک، کراچی)

حضورِ اکرمؐ کی احادیثِ مبارکہ کے بھی منظوم تراجم سامنے آئے ہیں۔ ایک نمونہ حاضر ہے۔

رسولِ حق سے کسی نے پوچھا
کہ کیا ذریعہ نجات کا ہے؟
تو اس کو آقا نے یہ بتایا
زباں کو قابو میں اپنی رکھو
گھروں میں اپنے رہو مقید
کرو خطاؤں پہ اشک ریزی

(نجات کا ذریعہ) (انہی شعلوں سے دیے جلے، منظوم احادیث، جعفر عارفی)

نور رحمت نے حضورِ اکرمؐ کا ''خطبہ تبوک'' نظم کیا ہے اور اس کی تشریح میں بھی اشعار کہے ہیں۔ متن کے کچھ شعر دیکھیے

لبِ اقدس ہلے تو چشمۂ صافی ابل آیا
رسول اللہ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا
مجھے جو تم سے کہنی ہے یہ پہلی بات ہے لوگو
کتاب اللہ بے شک سب سے سچی بات ہے لوگو
کہا اس مخبرِ صادق نے سن لے جو بھی سنتا ہے
جہاں میں ''سب سے محکم حلقۂ زنجیر تقویٰ ہے''
یہ پھر حضرت نے فرمایا مسلّم اس کی ہے عظمت

جہاں میں بہتریں ملت ہے ابراہیمؑ کی ملت
کہا پھر یاد رکھنا یہ مری سب کو ہدایت ہے
جہاں میں بہتریں سنت محمدؐ ہی کی سنت ہے"

(شرح خطبہ حجۃ الوداع منظوم، انوار صولت، اسلام آباد)

پاکستان کے مختلف شہروں میں نعتیہ شاعری کی رفتار اتنی تیز رہی کہ اب بعض شہروں کے حوالے سے نعت کے دبستان تشکیل پاتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں (۱) دبستان کراچی (۲) دبستان لاہور اور (۳) دبستان فیصل آباد وغیرہ کے حوالے سے باتیں بھی ہوتی رہی ہیں۔

اردو نعتیہ شاعری کو شعریت اور شریعت کی کسوٹی پر پرکھنے کے لیے ۱۹۹۵ء میں "نعت رنگ" کے ذریعے ایک تحریک کا آغاز ہوا۔ ابتداء میں تو اس رسالے کے قلمی معاونین کی تعداد تھوڑی تھی لیکن پھر اس رسالے کے مدیر صبیح رحمانی کی مسلسل، انتھک اور پر خلوص محنت رنگ لائی لہٰذا اب اس کتابی سلسلے کے قلمی معاونین میں بڑے بڑے نام شامل ہو گئے۔ راقم حروف کو بھی تنقیدی مضامین لکھنے کا حوصلہ "نعت رنگ" کی قلمی معاونت کے ذریعے ہی ہوا۔

تخلیق کے علاوہ تحقیق، تنقید اور تدوین کا کام بھی نعتیہ ادب کے سرمائے میں اضافے اور ارتقاء کا سبب بنا ہے اس لیے لازم ہے کہ اجمالی طور پر ان مساعی کا بھی ذکر کر دیا جائے۔

تحقیق: اردو نعت کے تحقیقی سرمائے میں وہ تمام کام شامل ہو سکتا ہے جو انفرادی طور پر کسی محقق نے مقالے یا مضمون کی شکل میں لکھا ہو یا ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر باقاعدہ طور پر منصوبہ بندی کے تحت لکھا گیا ہو۔ اردو نعت میں "پی ایچ ڈی کی سند حاصل کرنے کے لیے لکھے گئے تحقیقی مقالے درج ذیل ہیں:

☆ اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق
☆ اردو میں نعت گوئی، ڈاکٹر ریاض مجید
☆ اردو حمد و نعت پر فارسی روایت کا اثر، ڈاکٹر پروفیسر عاصی کرنالی
☆ اردو نعت کے جدید رجحانات، ڈاکٹر شوکت زریں چغتائی
☆ اردو نعت کا تحقیقی مطالعہ، ڈاکٹر افضال احمد انور
☆ اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ، ڈاکٹر عبدالعزیز عان (عزیز احسن)
☆ پاکستان میں نعت، ڈاکٹر شہزاد احمد
☆ ہماری ملی شاعری میں نعتیہ عناصر (سقوطِ دہلی سے سقوطِ ڈھاکہ)، ڈاکٹر محمد طاہر قریشی
☆ حافظ لدھیانوی کی نثر اور شاعری، ڈاکٹر شبیر احمد قادری

علاوہ ازیں ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی نے پہلی مرتبہ اپنے مقالے (لکھنؤ کا دبستانِ شاعری) میں کسی نعت گو شاعر کا تفصیلی ذکر کیا اور شعری محاسن کی قدر دانی کی۔

ڈاکٹر جمال نقوی (؟) پھلواری نے پاکستان میں پہلی مرتبہ نعتیہ شاعری کے حوالے سے ایک تذکرہ، کتاب "اردو کی نعتیہ شاعری" لکھی جس میں نعتیہ ادب کا اجمالی جائزہ بھی لیا۔

اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق۔ یہ مقالہ بھارت میں ۱۹۵۵ء میں لکھا گیا تھا۔ ان

۱۹۷۶ء میں پاکستان میں بھی شائع کیا گیا۔ اس کے باعث پاکستان کی جامعات میں نعتیہ ادب کی تحقیقی سرگرمیوں میں بے پناہ اضافہ ہوا۔

۱۹۸۰ء میں پاکستان میں "اردو میں نعت گوئی" کے عنوان سے ڈاکٹر ریاض مجید نے پہلا تحقیقی مقالہ لکھا جس پر انہیں پی ایچ ڈی کی سند سے نوازا گیا۔

اردو حمد و نعت پر فارسی روایت کا اثر۔ ڈاکٹر پروفیسر عاصی کرنالی کا مقالہ بھی پی ایچ ڈی کی سند کے لیے لکھا گیا تھا جس پر انہیں ڈاکٹریٹ کی سند عطا کی گئی۔ اس مقالے نے اردو نعت پر مرتب ہونے والے فارسی اثرات کا ادراک پیدا کیا۔

"اردو نعت کے جدید رجحانات" کے عنوان سے مقالہ قلم بند کرنے پر ڈاکٹر شوکت زریں چغتائی کو پی ایچ ڈی کی سند ملی۔ اس مقالے میں نعتیہ شاعری میں راہ پانے والے جدید رجحانات کی نشاندہی کی گئی ہے جو تنقیدی شعور بیدار کرنے کا وسیلہ ہیں۔

"اردو نعت کا فنی مطالعہ" کے موضوع پر مقالہ لکھ کر ڈاکٹر افضال احمد انور نے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ یہ مقالہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔ موضوع کے اعتبار سے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیوں کہ اس مقالے میں اس بات کا جائزہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ نعت جو ایک موضوعاتی صنف سخن ہے وہ شاعری کی کس کس ہیئت کو اپنی آغوش میں سمیٹے ہوئے ہے۔

"اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ" کے عنوان سے مقالہ لکھنے پر راقم الحروف (ڈاکٹر عبدالعزیز خان (عزیز احسن)) کو جامعہ کراچی سے ۲۰۱۲ء میں پی ایچ ڈی کی سند حاصل ہوئی۔ یہ مقالہ شائع ہو چکا ہے۔ اس مقالے میں کل آٹھ ابواب ہیں جو تمام کے تمام ایسی تحریروں کی نشاندہی کرتے ہیں جن میں نعتیہ ادب میں تنقیدی شعور کی جھلک پائی جاتی ہے۔

"پاکستان میں نعت" ڈاکٹر شہزاد احمد کا وہ مقالہ ہے جس پر انہیں جامعہ کراچی سے ۲۰۱۲ء میں پی ایچ ڈی کی سند عطا کی گئی ہے۔ اس مقالے میں تحقیقی طور پر بتایا گیا ہے کہ پاکستان میں تذکرہ نگاری اور نعتیہ ادب کی رفتار کیسی رہی ہے۔ یہ مقالہ بھی تشنۂ طباعت ہے۔

"ہماری ملی شاعری میں نعتیہ عناصر (سقوطِ دہلی سے سقوطِ ڈھاکہ)" کے موضوع پر مقالہ لکھنے پر ڈاکٹر محمد طاہر قریشی نے جون ۲۰۱۳ء میں جامعہ کراچی سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ ڈاکٹر محمد طاہر قریشی نے اس مقالے میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۷۱ء تک اردو ادب میں ملی رجحانات کی حامل شاعری کو منتخب کر کے اس میں نعتیہ عناصر کا سراغ لگایا ہے۔ یہ مقالہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔

"حافظ لدھیانوی کی نثر اور شاعری" کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹر رشید احمد قادری نے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ حافظ لدھیانوی چوں کہ ایک اہم نعت گو شاعر تھے اس لیے اس مقالے میں ان کی نعت گوئی کے حوالے سے بہت کچھ کہا گیا ہے۔ یہ مقالہ بھی شائع نہیں ہوا ہے

لکھنؤ کا دبستانِ شاعری، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی۔ یہ مقالہ شاعری کے عمومی رجحان کی عکاسی کرتا ہے۔ لیکن یہ اردو ادب میں پہلا تحقیقی مقالہ ہے جس میں "محسن کاکوروی" کے نعتیہ کلام پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے

گویا یہ مقالہ نعتیہ شاعری کے ادبی معیارات اور شعریت و شرعیت کی پرکھ کی طرف متوجہ کرنے کی اولین کوشش ہے۔

اردو کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر فرمان فتح پوری۔ یہ کتاب نعتیہ ادب کے مبصرانہ جائزے کی صورت میں ۱۹۷۴ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ اس کتاب نے پاکستان میں ادبی سطح پر نعتیہ شاعری کی اہمیت کا احساس دیا۔

تنقید ۱۹۹۵ء میں کراچی سے صبیح رحمانی نے ایک کتابی سلسلہ ''نعت رنگ'' کا اجرا کیا جس کا مقصد نعتیہ ادب میں تنقید کو فروغ دینا تھا۔ الحمد للہ اس کتابی سلسلے کے ۲۴ شمارے منظر عام پر آ چکے ہیں جن میں تنقیدی مضامین کی تعداد پاکستان میں شائع ہونے والے تمام رسائل سے زیادہ ہے۔ اسی لیے اس میں شائع ہونے والے تنقیدی مضامین بعد ازاں کتابی صورت میں بھی شائع ہوئے۔ پھر دوسروں نے بھی تنقید کی طرف توجہ دی اور کچھ کتب منصۂ شہود پر آ گئیں۔ کتب کی تفصیل درج ذیل ہے۔

- ☆ اردو نعت اور جدید اسالیب (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)، عزیز احسن
- ☆ نعتیہ ادب میں تنقید اور مشکلاتِ تنقید، ادیب رائے پوری
- ☆ نعت کی تخلیقی سچائیاں (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)، عزیز احسن
- ☆ بحر نازک ہے (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)، عزیز احسن
- ☆ نعت کے تنقیدی آفاق (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)، عزیز احسن
- ☆ نعت اور تنقیدِ نعت، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی
- ☆ شاعرانِ نعت، راجا رشید محمود
- ☆ فنِ نعت کی نئی جہت، محمد حیات چغتائی
- ☆ اردو میں نعت گوئی چند گوشے، پروفیسر شفقت رضوی
- ☆ اردو نعت مابہ الامتیاز، جی ایس مسلم
- ☆ نعت کے جدید رنگ، جاذب قریشی
- ☆ اردو نعت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ شریعت اسلامیہ کے تناظر میں، رشید وارثی
- ☆ نعت گوئی اور اس کے آداب، پروفیسر عبداللہ شاہین، نظر ثانی پروفیسر ڈاکٹر اشفاق احمد ورک
- ☆ نعت حقیقت کے آئینے میں، محمد شفیق اختر
- ☆ غالب ثنائے خواجہ، سید صبیح الدین صبیح رحمانی
- ☆ نعت اور آدابِ نعت، کوکب نورانی اوکاڑوی
- ☆ صوت ہزار رنگ، میرزا امجد رازی
- ☆ نعت نگر کا باسی، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کی نعت گوئی و نعت شناسی کا ایک جائزہ، صبیح رحمانی
- ☆ نعت میں کیسے کہوں، پروفیسر محمد اقبال جاوید
- ☆ قافلہ شوق کے مسافر، پروفیسر محمد اکرم رضا
- ☆ تاجدار مملکت سخن، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان، پروفیسر محمد اکرم رضا
- ☆ نعتیہ ادب کے تنقیدی نقوش، پروفیسر محمد اکرم رضا

☆ کاروانِ نعت کے حُدی خواں، پروفیسر محمد اکرم رضا
☆ جادۂ رحمت کا مسافر، ڈاکٹر مسرت کاظمی
☆ نعت رنگ کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ، پروفیسر شفقت رضوی
☆ دبستانِ آفتاب، مطالعاتِ نعت، ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی
☆ نعت کے آبدار موتی، محمد اقبال نجمی
☆ نعت شناسی، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی، مرتبہ ڈاکٹر داؤد عثمانی
☆ عاشقِ رسولؐ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ، مرتبہ طاہر سلطانی
☆ توشیقِ سرشار صدیقی کے شعر عقیدت پر اہل علم کے تاثرات، مرتبہ اطہر عباسی

یہ تمام کتب ایسی ہیں جن میں نعتیہ شاعری کی پرکھ کے شواہد ملتے ہیں اور جن میں نعتیہ تخلیقات کے بیشتر محاسن کا جائزہ لیا گیا ہے۔ بعض کتب میں کسی حد تک معائبِ سخن کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ ان کتب میں نعتیہ مجموعوں پر تفصیلی یا اجمالی آرا موجود ہیں۔ ان کتب کی اشاعت کے بعد ناقدینِ فن بھی اس طرف متوجہ ہوئے اور اب نعتیہ ادب میں تنقیدی تحریروں کا دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔

تدوین: نعتیہ ادب میں "گلدستے" شائع کرنے کی روایت بڑی پرانی ہے۔ پاکستان میں انفرادی نعتیہ مجموعوں کے ساتھ ساتھ بعض لوگوں نے نعتیہ انتخاب بھی شائع کیے ہیں۔ ان کتب میں قابلِ ذکر انتخاب درج ذیل ہیں

۱۔ شہ بشرؐ کے حضور میں، مرتبہ ممتاز حسن
۲۔ ارمغانِ نعت، مرتبہ شفیق بریلوی
۳۔ مخزنِ نعت، مرتبہ محمد اقبال جاوید
۴۔ جی بہار نعت، مرتبہ عزیز (احسن) صابری
۵۔ نقوش، رسول نمبر، جلد ۱۰، انتخاب نعت
۶۔ نور ہی نور، مرتبہ صدیق اسماعیل
۷۔ بوستانِ نعت، مرتبہ احمد علی سیف نگانوری
۸۔ بہارِ نعت، مرتبہ حفیظ تائب
۹۔ صلی اللہ علیہ وسلم، مرتبہ راز کاشمیری
۱۰۔ گلدستۂ نعت، مرتبین حبیب محمد حبیب و طاہر شادانی
۱۱۔ کشف العرفان، مرتبہ ڈاکٹر نور محمد ربانی
۱۲۔ رحمتِ تمام، بہ اہتمام نیشنل بینک آف پاکستان
۱۳۔ نعتِ کائنات، مرتبہ راجا رشید محمود
۱۴۔ بابِ نعت، مرتبہ صبیح رحمانی
۱۵۔ حریمِ نعت، رئیس احمد
۱۶۔ منتخب نعتیہ کلام، مرتبہ قاری محمد اسحاق ملتانی

۷۔ گلہائے نعت، مرتب: عبدالغفور قمر، تیرہ جلدیں

۸۔ شہر نعت، مرتب: آصف بشیر چشتی

۹۔ درود ان پر سلام ان پر، مرتب: یوسف مثالی

۱۰۔ رنگ نعت، (نعت رنگ شمارہ ۱ تا ۱۹ سے نعتوں کا انتخاب) مرتب: پروفیسر محمد فیروز شاہ

۱۱۔ خواتین کی نعتیہ شاعری، ترتیب و تقدیم: غوث میاں

ان انتخاب ہائے نعت میں نعتیہ شاعری کے حوالے سے تحقیقی اور کسی حد تک تنقیدی مضامین بھی ہیں جن میں مرتبین کا تحقیقی و تنقیدی شعور جھلکتا ہے۔ کئی تحریریں ایسے مباحث پر مبنی ہیں کہ اگر مستقبل کا محقق توجہ دے تو بہت زیادہ تحقیقی مقالے صرف ان انتخابوں کے دیباچوں یا مقدموں میں اٹھائے ہوئے نکات کی روشنی میں لکھے جا سکتے ہیں۔

دبستان وارثیہ، کراچی کے ارباب قلم نے طرحی مشاعروں کے لیے صرف ردیف کا انتخاب [illegible] دینے کی طرح ڈالی۔ اس کے مشاعرے کئی برس سے باقاعدہ بنیاد پر منعقد کیے جاتے ہیں اور ہر سال کے آخر میں ان مشاعروں میں پیش کیے جانے والے کلام کا انتخاب شائع کر دیا جاتا ہے۔

تذکرہ نگاری:

☆ تذکرۂ نعت گویان (راولپنڈی، اسلام آباد)، تحقیق و ترتیب: قمر رعینی، اسلام آباد

☆ بہر زماں بہر زباں، (غیر مسلم نعت گو شعرا کا عالمی تذکرہ) تحقیق و ترتیب: نور احمد میرٹھی، کراچی

☆ عصر حاضر کے نعت گو، گوہر ملسیانی، لاہور

☆ پاکستان کے نعت گو شعرا، سید محمد قاسم، کراچی

☆ نعت گو شاعرات، ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری

☆ تذکرہ نگاری کے ضمن میں پروفیسر سید یونس شاہ، شاکر کنڈان اور محمد صادق قصوری کے اسمائے گرامی بھی اہم ہیں۔

نعتیہ کتابی سلسلے، مجلے اور رسائل:

نعت، جب نعت خوانی کی محافل سے "ادبی" میدان میں آئی تو اس کی ترویج کے لیے کچھ رسائل، کچھ کتابی سلسلے اور کچھ مجلے بھی منظر عام پر آئے۔ ایسے رسائل، کتابی سلسلوں اور مجلوں کی تعداد کا مکمل طور پر احاطہ کرنا تو ناممکن ہے۔ چند مطبوعات کے نام البتہ پیش کیے جا سکتے ہیں

☆ "خاتون پاکستان" مدیر: شفیق بریلوی۔ ادارہ: مسرت جہاں اور طلعت شہناز۔ رسول نمبر

☆ "نقوش" رسول نمبر، مدیر: محمد طفیل

☆ ماہنامہ بصیر، کراچی، رسول پاک نمبر، مدیر اعلیٰ: ظفر حمید دہلوی

☆ سیارہ ڈائجسٹ، رسول نمبر، مدیر اعلیٰ: سید قاسم محمود

☆ صریر خامہ، قصیدہ نمبر، مدیر و علیا: رعنا طلعت خان، (جامعہ سندھ) یہ مجلہ نعت سے متعلق نہیں ہے لیکن اس میں نعتیہ قصائد پر بھی مضامین ہیں

☆ حمایت علی شاعر، مرتب: صریر خامہ، نعت نمبر (شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد)

- ☆ حضرت حسان نعت ایوارڈ، کراچی مجلہ (مدیر اعلیٰ) غوث میاں، حضرت حسان حمد و نعت بک بینک کراچی
- ☆ محمد اقبال نجمی، مینیجنگ، سہ ماہی (نعت نمبر)، گوجرانوالہ
- ☆ مجلہ لیوت النعت، مجلس بہار نعت کونسل پاکستان ٹرسٹ کراچی
- ☆ ڈویژنِ نعت، اٹک، مدیر سید شاکر القادری چشتی نظامی، اہتمام ادارہ مطبوعات اٹک (پاکستان)
- ☆ ماہنامہ سیارہ، عبدالعزیز خالد نمبر، مینیجنگ ایڈیٹر تویدا اسلام صدیقی
- ☆ شام و سحر نعت نمبر، مدیر خالد شفیق
- ☆ مجلہ گورنمنٹ سی کالج (پاکستان نمبر)، مدیر پروفیسر وسیم فاضلی، ناظم آباد کراچی (اس مجلے میں راقم احروف کا ایک طویل مضمون "پاکستان میں نعت گوئی" ہے)
- ☆ کتابی سلسلہ ایوانِ نعت، مرتب ملک فاروق، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور
- ☆ دنیائے نعت، مرتبہ عزیز الدین خاکی کراچی
- ☆ عقیدت، مرتبہ شاکر کنڈان، سرگودھا
- ☆ ماہنامہ الاحسن، مفتی روشن خان، کراچی
- ☆ ماہنامہ رشید (نعت نمبر) مدیر عبدالرشید ارشد، لاہور
- ☆ "بیاض" ماہنامہ، نعت نمبر، خالد احمد، عمران منظور، لاہور
- ☆ اوراق" لاہور مجلہ ترتیب و تدوین ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی گورنمنٹ ڈگری کالج شاہدرہ لاہور
- ☆ ماہنامہ نعت، (مدیر) راجا رشید محمود، لاہور
- ☆ ماہنامہ حمد و نعت (مدیر) شہزاد احمد، کراچی
- ☆ کتابی سلسلہ ایوانِ نعت، (مرتبین) ڈاکٹر مصطفیٰ ملک فاروق احمد، لاہور
- ☆ کتابی سلسلہ نعت رنگ، (مرتب) سید صبیح الدین صبیح رحمانی، کراچی
- ☆ ماہنامہ نوائے نعت (مدیر اعلیٰ) ادیب رائے پوری، کراچی
- ☆ کتابی سلسلہ کاروانِ نعت بانی و ناشر و مدیر محمد ابرار حنیف مغل، لاہور
- ☆ کتابی سلسلہ سفیرِ نعت، (مرتب) آفتاب کریمی، کراچی
- ☆ کتابی سلسلہ مناجات، (مرتب) غلام مجتبیٰ اسعدی کراچی
- ☆ سہ ماہی عقیدت (مرتب) شاکر کنڈان، سرگودھا
- ☆ کتابی سلسلہ نعت نیوز، (مرتب) محمد زکریا شیخ الاشرفی، کراچی
- ☆ کتابی سلسلہ شہرِ نعت، (مدیر اعلیٰ) شمس احمد قادری، فیصل آباد
- ☆ کتابی سلسلہ خوشبوئے نعت سرگودھا، (مرتب) ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم
- ☆ ششماہی "متاعِ امیر" (میلادِ مصطفیٰ نمبر) مدیر اعلیٰ محمد امیر نواز امیر، فیصل آباد
- ☆ نقوش رسول نمبر، مدیر محمد طفیل، لاہور
- ☆ ماہنامہ دعوۃ (سیرت و نعت نمبر)، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

☆ ماہنامہ تحریریں (نعت نمبر)، مدیر حفیظ صدیقی، رابعہ صدیقی

☆ ماہنامہ نکھار (نعت نمبر)، ایڈیٹر اقبال زخمی، لاہور

☆ گلِ چیدہ، حفیظ تائب، لاہور

ان کتابی سلسلوں، مجلوں اور رسالوں میں سے اشاعت باقاعدگی سے نکل رہے ہیں۔ ”نعت رنگ“ ان میں سرِ فہرست ہے۔ یہ باقاعدہ کتابی سلسلہ ہے جس کا تنقیدی جائزہ بھی شائع ہو چکا ہے اور جس میں شامل مضامین اور خطوط بھی کئی کتب کی صورت میں منظرِ عام پر آ گئے ہیں۔ نیز اہلِ علم کی نظر میں اس کتابی سلسلے کی جو قدر ہے اس پر بھی ایک کتاب مرتب کی جا چکی ہے۔ اس کے اداریوں پر مشتمل ایک کتاب الگ سے مرتب کی جا چکی ہے اور ڈاکٹر سہیل شفیق نے نعت رنگ میں شائع ہونے والے مضامین اور دیگر مواد کا اشاریہ بھی مرتب کر دیا ہے جو کتابی صورت میں طبع ہو چکا ہے۔

مصاحبے (INTERVIEWS):

طاہر سلطانی نے ”نعت کی بہاریں“ کے نام سے ۱۲۳ صفحات پر مشتمل کتاب مرتب کی ہے جس میں کراچی کے ۱۰۳ نعت گو شعراء سے مصاحبوں کا اندراج ہے۔

نعتیہ شاعری کرتے ہوئے بعض ثقہ شعراء کا تو ذکر کیا بعض ثقہ شعراء سے بھی متنی (Textual) اغلاط ہو جایا کرتی ہیں۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مضمون کے آخر میں چند تنقیدی اشارے بھی دے دیے جائیں۔ یہ تنقیدی نکات میں نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے ”اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ“ میں ذرا تفصیل سے پیش کر دیے ہیں۔ یہاں ان کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے۔

لفظوں کا صحیح استعمال:

تلفظ: ادب چونکہ لفظوں کے بہترین استعمال کا متقاضی ہے اس لیے اشعار میں الفاظ کے تلفظ کی پابندی لازمی ٹھہرتی ہے۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ الفاظ کا تلفظ شعر ہی سے واضح ہوتا ہے اسی لیے سند کے طور پر صرف اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

معنوی استعمال: جن الفاظ کے معنوی پھیلاؤ میں اچھے اور کراہیت آمیز، دونوں طرح کے مفاہیم پیدا ہونے کا احتمال ہو ان کا ترک کرنا ضروری ہے۔ حضورِ اکرمؐ کی محفل میں ”راعنا“ کے بجائے ”انظرنا“ کا لفظ استعمال کرنے کا قرآنی حکم پیشِ نظر رہنا ضروری ہے۔ ایک مثال سے یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے: میٹھے نبیؐ

ایک صاحب نے بلا سوچے سمجھے حضورِ اکرمؐ کے لیے میٹھے نبیؐ کی ترکیب استعمال کی۔ میٹھا، اشیاء کی شیرینی کے لیے تو استعمال ہوتا ہے، افراد کے لیے اس کے استعمال میں خوبی کے بجائے ذم کا پہلو ہے

”عرشِ علی سے اعلیٰ میٹھے نبیؐ کا روضہ
ہے ہر مکاں سے بالا میٹھے نبیؐ کا روضہ“

اس نعتیہ غزل کے بارہ اشعار ہیں۔ اس طرح ”میٹھے نبیؐ“ کی ترکیب تیرہ مرتبہ دہرائی گئی ہے۔ اب لفظ ”میٹھے“ کے وہ استعمالات ملاحظہ ہوں جو افراد کے لیے ہوں تو کیا معانی دیتے ہیں۔

میٹھا: (کنایۃً) وہ شخص جس کی باتیں اور حرکتیں عورتوں کی سی ہوں، زنانہ مخنث، زنانہ، زنخا، ہیجڑا (فرہنگ آصفیہ)

۲۔ ٹھگ۔ میٹھی میٹھی باتیں بنا کر ٹھگنے والا یار، دغاباز، بددیانت، جھوٹا دوست، منافق دوست۔ ٹھگوں کے اس فرقے کا آدمی جو میٹھا تیلیا (ایک زہر) کھلا کر مسافروں کو ہلاک کرتا اور لوٹ لیتا ہے، میٹھے والا (فرہنگ آصفیہ، نوراللغات) ۳۔ میٹھی چھری۔ (مجاز) دشمن، دوست، وہ شخص جو دوستی کے پیرائے میں دشمنی کرے، وہ شخص جو بظاہر دوست اور بباطن دشمن ہو، ظاہر میں خوشنما اور باطن میں مضرت رساں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ "میٹھا" اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو حلیم الطبع، بردبار، دھیمے مزاج کا آدمی ہو اور جسے غصہ نہ آئے۔ لیکن یہ بات طے ہے کہ جس لفظ میں برائی کا کوئی پہلو پوشیدہ ہو وہ اشرف جناب رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے استعمال کرنا بے ادبی اور روحِ قرآن کے منافی ہے۔

عروض: کلاسیکی و روایتی اصنافِ سخن مثلاً غزل، رباعی، قطعہ، مثنوی، مسدس، مسمط، مخمس، ترجیع بند وغیرہ ہیئت کے علاوہ عروضی اوزان و بحور کی بھی پابند ہوتی ہیں۔ یہ ضروری تو نہیں کہ ہر شاعر عروض داں ہو۔ لیکن ہر شاعر کا موزوں طبع ہونا بہر حال لازمی ہے۔ عروضی اسقام سے بچنے کے لیے تھوڑی بہت عروض کی شدبد بھی ہونا چاہیے۔

صنائع بدائع کے استعمالات کا جائزہ: شاعری میں حسن پیدا کرنے کے لیے خیال کو اچھے سے اچھے اور نہایت موزوں الفاظ کا جامہ پہنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کوشش میں شاعر کچھ صنائع بدائع کا استعمال بھی کرتا ہے۔ صنائع بدائع کے دانشمندانہ استعمال سے کچھ الفاظ میں حسن تو پیدا ہو جاتا ہے لیکن اشعار میں تصنع اور بناوٹ کا عنصر بھی داخل ہو جاتا ہے۔ تاہم فنکارانہ کاوش شعری حسن میں اضافے کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

معائبِ سخن سے گریز: شاعر کے لیے معائبِ سخن سے بچنا بھی ضروری ہے۔ مثلاً یہ معلوم ہونا چاہیے کہ عیب تنافر کیا ہے اور کیسے پیدا ہوتا ہے؟ تعقید کسے کہتے ہیں اور اس کی موجودگی سے شعر میں کیسی کراہیت پیدا ہو جاتی ہے؟ شتر گربہ کیا ہوتا ہے اور اس عیب سے شاعری میں کیا خرابی پیدا ہوتی ہے؟ ایطا کسے کہتے ہیں اور اس سے بچ کر شعر کہنا کتنا ضروری ہے؟ معائبِ سخن کی فہرست خاصی لمبی ہے۔

شعری معیارات کی پرکھ کے اصول: نعت کے مافیہ (content) یا متن (text) کی اہمیت ہر قسم کی شاعری کے مافیہ سے بڑھ کر ہے۔ نعت کے تحسینِ مضمون کے فکری رشتے قرآن و حدیث سے بڑے گہرے ہیں۔ اس لیے قرآن و حدیث کے مفاہیم کو شعری قالب میں ڈھالنے کے ہنگام استنادی شان کو برقرار رکھنا اور متن کا شعری حسن بھی برقرار رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ تاریخِ اسلام کے مستند حوالوں کو شعری پیکر دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس موقع پر اپنے جذبات، اپنی خواہشات اور اپنے مذہبی تعصبات کو قابو میں رکھتے ہوئے راہِ مستقیم پر چلنا اور روایتی نعت سے سرخرو گزر جانا بہت بڑی کامیابی کی دلیل ہے۔ کیوں کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ سچائی کا عنصر برسرِ پیکار رہ سکے۔ نعتیہ شاعری میں جذبے اور احساس کے ارتعاشات کو شعری پردے پر ابھارنے کا عمل انتہائی سچائی اور احتیاط کا تقاضا کرتا ہے۔ یہاں شاعر کا ایمان داؤ پر لگا ہوتا ہے۔

جدید عہد نے نعتیہ مضامین کو بڑی وسعتوں سے ہمکنار کیا ہے۔ ان موضوعات میں کیا کیا شامل ہے؟ اس طرح کی کوئی فہرست بنانا تو ممکن نہیں ہے لیکن اس مسئلے کو چند احساساتی اور فکری ابعاد (dimensions) کے حوالے سے دیکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھ کر نعت کہی جا سکتی ہے

☆ حضورِ اکرم کی ذات کے جمالِ صوری، اسمائے مبارک کی معنوی توجیہ، جمالِ معنوی یعنی اسوۂ مقدسہ

☆ حضورِ اکرمؐ کی اقتدا اور آپ کی اتباع کی آرزو
☆ حضورِ اکرمؐ کی تعلیمات کا ذکر
☆ حضورِ اکرمؐ کا تعلق مع اللہ
☆ نبیؐ کا تعلق مع الخلق
☆ نبیؐ کی ذات کی عظمت کا ذکر
☆ نبیؐ کے معجزات کا ذکر، اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے نبی اکرمؐ کے تعلق کا اظہار
☆ نبیؐ کا اپنے اہل بیت یعنی آپ کی ازواج مطہرات کے ساتھ تعلق
☆ نبیؐ کا اپنی آل اور اہلِ رسالت کے ساتھ تعلق
☆ نبیؐ کے قول، نبیؐ کے اعمال
☆ نبیؐ کی "تقریر" حضورِ اکرمؐ کے غزوات کا ذکر، حضورِ اکرم کے خطبات کا منظوم اظہار
☆ حضورِ اکرمؐ کی بارگاہ میں شاعر کی طرف سے اپنے غم کا استغاثے کی شکل میں اظہار، امت کی طرف سے استغاثہ پیش کرنے کا عمل، شفاعت نبیؐ کی التماس
☆ خواب میں حضورِ اکرمؐ کے دیدار کی آرزو کا شعری اظہار، حضورِ اکرم سے نسبت رکھنے والے اشخاص، اصحاب، رواج اور شہر کا ذکر (شرط صرف یہ ہے کہ آپؐ کے اقوال یا تاریخی حوالوں سے بات بالکل سچی ہو اور بیان میں احتمال رہے)، مدینہ منورہ کا ذکر، اس تک رسائی کی آرزو اور اس شہر کی خصوصیتوں کا بیان، گنبدِ خضریٰ کا تذکرہ سب ہی کچھ نعتیہ ادب کا حصہ بن سکتا ہے۔ شاعر اپنے احساسات کی سچی عکاسی کرتے ہوئے حبِ رسول کا اظہار کرے تو وہ بھی نعت ہی ہے شرط صرف یہ ہے کہ شاعر موضوع کے تقدس کا خیال رکھے اور زبان و بیان کے معاملے میں محتاط رویہ اپنا سکے۔

شاعروں کے لیے یہ بات بھی بہت لازم ہے کہ اگر وہ براہِ راست حضورِ اکرمؐ سے مخاطب کریں تو قرآن کریم کی ہدایات کو پیشِ نظر رکھیں۔ قرآن کریم میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ
بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ بلند کرو اپنی آوازیں اوپر نبی کی آواز کے اور نہ اونچی کرو اپنی آواز اس کے سامنے بات کرتے وقت جیسے اونچی آواز میں بولتے ہو تم ایک دوسرے کے ساتھ، کہیں ایسا نہ ہو کہ غارت ہو جائیں تمہارے اعمال اور تمہیں خبر بھی نہ ہو ۝ (القرآن ۴۹:۲)

ممنوعاتِ نعت: نعت کے اشعار کی شعری بُنت میں شرعی حدود کا خیال رکھنے کے بے پناہ احتیاط کی راہوں کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ مثلاً

☆ نبی کریمؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اس تصور کے منافی کوئی خیال شعر میں نہیں باندھنا چاہیے
☆ حضورِ اکرمؐ مقدس رب العزت کے بندے ضرور ہیں لیکن اللہ کی تمام مخلوقات میں صرف آپ کی ذات افضل ہے

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ایسی صورت میں کسی اور کو آپؐ کا ہم مرتبہ یا ہم رتبہ ظاہر کرنا۔ کسی خاص صفت میں نبی کا شریک قرار دینا صریح شرک فی النبوت ہے۔ حضور اکرمؐ کی ذات ہی صرف وجہ تخلیق کائنات ہے۔ صرف حضور اکرمؐ ہی کی ذات "معصوم عن الخطاء" ہے۔ حضور اکرمؐ کے اہل بیت اطہار، اصحاب اور ازواج سب "محفوظ عن الخطاء" ہیں۔ یہ نکتہ ضرور ملحوظ رہے۔

☆ محض عوام میں مقبولیت حاصل کرنے کے خیال سے کسی فلمی گانے کی طرز پر نعتیہ شعر کہے جائیں اور نہ ہی اس گانے کی دھن اپنائی جائے۔

☆ حضور اکرمؐ سے ایسا مطالبہ نہ کیا جائے کہ "آپ ایک بار پھر دنیا میں تشریف لا کر ہماری حالت زار دیکھ جائیں"۔ کیوں کہ اسلام میں آپؐ کی بعثت ثانی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ استغاثہ کا احتمال پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

☆ انبیائے سابقین کی ذات سے حضور اکرمؐ کی ذات اقدس کی افضلیت ثابت کرتے ہوئے کہیں ان انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین کا پہلو نہ نکلے۔ اس ضمن میں بہت احتیاط درکار ہے۔

☆ کسی صحابی یا آپؐ کے کسی رشتہ دار ساتھی کا ذکر اس طرح نہ کیا جائے کہ حضور اکرمؐ کی تبلیغی سرگرمیوں کی کامیابی کا سہرا ان کے سر باندھنے کی کوشش ظاہر ہو یا یہ ظاہر ہو کہ اگر وہ صحابی نہیں ہوتے تو دین پھیلتا ہی نہیں۔ تمام اصحاب النبیؐ، ازواج النبیؐ و بنات النبیؐ، اہل بیت اطہار، امت کے لیے محترم ضرور ہیں لیکن حضورؐ کے صرف خادم اور داعی ہیں۔

☆ معراج میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کو اپنی نشانیاں دکھانے کے لیے ہفت افلاک کی سیر کرائی تھی۔ اسی بات کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بات نہیں ہے۔ معراج کی تفصیلات قرآن کریم میں موجود ہیں اور تفاسیر میں معراج کی روایات صحیح احادیث کی روشنی میں بھی ملتی ہیں۔ اس لیے یہ کہنا کہ "اللہ نے حضور اکرمؐ کو دیدار کے لیے طلب کیا تھا" بڑی بھاری غلطی اور ظلم ہے کیوں کہ اللہ کی شان "البصیر" کا استخفاف ہوتا ہے۔

☆ معجزات کے بیان میں بھی صرف حضور اکرمؐ کی عظمت کا خیال پیش کیا جائے۔ کسی صحابی کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے کسی معجزے کا تصور پیش کرنا بہت بڑی جسارت ہے۔

☆ نعتیہ شاعری میں اصحاب النبیؐ، ازواج النبیؐ اور نبیؐ کے اہل بیت اطہار کا ذکر مناقب کے اشعار کی صورت میں آ سکتا ہے۔ لیکن صرف اس لیے کہ ان اشعار سے حضورؐ ہی کی عظمت ظاہر ہو۔ ان حضرات میں سے کسی کا بھی حسن سیرت و کردار، کرامت، و حسن معنوی صرف اور صرف حضور اکرمؐ کی تربیت اور فیضان نظر کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

تاریخی استناد کی روشنی میں نعتیہ اشعار کی پرکھ کے اصول:

☆ تاریخی واقعات کو بھی اپنے تعصب کی نذر نہیں کیا جانا چاہیے۔ حقائق کسی کے توڑنے مروڑنے سے چھپتے نہیں ہیں، البتہ ان کوششوں سے تفرقے پیدا ہو جاتے ہیں۔ تاریخ میں کذب و دروغ کی بڑی گنجائش ہوتی ہے۔ تاریخ اسلام میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں۔

☆ خیال کو قصہ بنا کر پیش کرنے کی وجہ سے نعت میں بھی "کذب و دروغ" کو فروغ ملا ہے جو نعتیہ شاعری کے مطلوبہ معیار اور مزاج کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات سے بھی متصادم ہے۔ ایسے اشعار بہت بڑی تعداد میں مل سکتے ہیں جن میں یا تو شاعر قبر سے شعری زبان میں گفتگو کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے یا حشر کے ہنگامہ ای

کامیابی کا مداوا کرتا ہوا لگتا ہے۔ عام شاعری کے اس رویے پر ڈاکٹر عندلیب شادانی نے گرفت کی تھی۔ وہ ملاحظہ فرمایئے، ورنعت کے حوالے سے تصور فرمایئے کہ یہ روش اس صنف مقدس کے لیے کتنی مضرت رساں ہو سکتی ہے

"معاد کا عقیدہ تو اکثر مذاہب میں پایا جاتا ہے لیکن قیامت کب آئے گی اس کی تعیین کسی نے نہیں کی۔ ہمارے شعرا خصوصاً متوفی کے غزل گو جس درجہ حساس واقع ہوئے ہیں، وہ ظاہر ہے۔ بھلا ان سے اس غیر معین مدت کی برداشت کہاں ممکن تھی اور وہ کب تک انتظار کر سکتے تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنی خیالی دنیا بنائی اور اس دنیا میں پہنچنے کے لیے ذہنی طور پر یا تو جلاد محبوب کی چھری سے ہلاک ہو گئے یا پھر اس کے جور و ستم کے باعث ایڑیاں رگڑ رگڑ کے جان دے دی۔ پھر قیامت قائم کی حشر و نشر کے سامان ہوئے۔ خدائی دعویٰ رچایا اور داور محشر کے سامنے فریادیں لے کر پہنچے۔ چوں کہ یہ حضرات شاعر ہونے کی حیثیت سے گویا ایک ہی "امت" کے افراد ہیں۔ اسی لیے حشر میں سب کو تقریباً ایک ہی قسم کے واقعات پیش آتے ہیں"۔

(دور حاضر اور غزل گوئی، ڈاکٹر عندلیب شادانی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۵۱ء)

اس تحریر کی قرأت کے بعد یہ کہنے کی قطعی حاجت باقی نہیں رہتی کہ نعت میں قیامت و حشر کے احوال اس طرح بیان کرنا جیسے وہ پیش آ چکے ہیں یا پیش آ رہے ہیں، دراصل جھوٹ ہونے کے باعث لائق ترک ہے۔

☆ **اللہ کے ذاتی نام کے غلط تلفظ کی مثال:**

قمر رعینی اپنی کتاب "ولائے رسول" میں لکھتے ہیں:

"[میں نے] لفظ اللہ کو فعلن کے وزن پر الا نہیں کہا بلکہ اس میں اللہ کی ہائے ہوز کو واضح طور پر مفعول کے وزن پر باندھا ہے یعنی

ع اللہ کو الا نہیں اللہ کہا"

اللہ کا لفظ پنج حرفی ہے (بروزن مفعول) اور اس کا ہر لفظ پورا پڑھا جاتا ہے۔ اس لیے اسے کسی طور چار حرفی (بروزن فعلن) بنا کر نہیں لکھنا چاہیے۔

☆ **"کبریا" کا بے محل استعمال:**

کبریا کا لفظ ہمارے ہاں بڑے بڑوں نے "اللہ" کے صفاتی نام کے طور پر استعمال کیا ہے۔ شعرا نے بھی اس طرف دھیان نہیں دیا کہ "کبریا" کو پہلے پہل جس نے بھی اللہ کے صفاتی نام کے طور پر استعمال کیا ہوگا اس نے عربی قاعدے سے ناواقفیت کی بنا پر یا پھر غلط اجتہاد کی بنا پر ایسا کیا ہوگا۔ حالانکہ یہ صرف صفت ہے اسم صفت نہیں ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ صرف دو جگہ آیا ہے۔ سورۂ یونس اور الجاثیہ میں۔

۱۔ وَتَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ ط

۲۔ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ص

۱۔ اور حاصل ہو جائے تم دونوں کو سرداری اس ملک میں۔ (القرآن ۷۸:۱۰)

۲۔ اور اسی کو سزاوار ہے بڑائی آسمانوں اور زمین میں۔ (القرآن ۳۷:۴۵)

قرآن کریم کی درج بالا آیات سے صاف ظاہر ہے کہ کبریا بڑائی کو کہتے ہیں "بڑے" کو نہیں۔ اللہ کے لیے "کبیر" بھی اسم ذات (اللہ) کے ساتھ کہا جاتا ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ یہ غلطی اتنی عام ہو گئی ہے کہ اردو لغت

بورڈ کی مرتب کردہ لغت میں بھی "کبریا" کے معنی خدا تعالیٰ کے صفاتی نام کے ہی دیے ہیں۔ جامع لغات کی لغت میں اس لفظ کے معنی بزرگی، عظمت، شان و شوکت، جاہ و جلال، قدرت اور فضیلت بھی رقم ہیں اور میر کا یہ شعر بھی درج ہے جو اس لفظ کے بالکل درست استعمال کی طرف اشارہ کر رہا ہے

"تھا ماجرا مشت خاک اللہ
ان نے یہ کبریا کہاں پائی"

ان حقائق کی روشنی میں "کبریا" کا اللہ کے صفاتی نام کے طور پر برتنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

☆ مدینہ منورہ کے لیے یثرب کا استعمال

حضور کریمؐ کے ورودِ مسعود سے قبل جو شہر "یثرب" کہلاتا تھا وہ آپ کی آمد کے بعد "مدینۃ النبی" ہو گیا۔ اس لیے نعت گو شعرا کے لیے یثرب کا لفظ استعمال کرنا مناسب نہیں۔ پھر اس لفظ کے معانی بھی اچھے نہیں ہیں۔ بعض احادیث میں بھی مدینہ منورہ کو "یثرب" کہنے کی ممانعت آئی ہے۔

قرآن کریم میں سورۃ احزاب (۳۳) کی آیت نمبر ۱۳ میں لفظ یثرب منافقین کے قول کے طور پر آیا ہے

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ یٰٓاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ (اور جب کہا ان (منافقوں) کی ایک پارٹی (یعنی اوس بن قیظی و اس کے ساتھیوں) نے کہا "اے یثرب والو! (یہاں تمہارے قیام کا کوئی موقع نہیں"۔

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر کے حاشیے میں لکھا

جوی نے لکھا ہے کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا یہ طابہ ہے۔ حضورؐ نے مدینہ کو یثرب کہنا اس لیے پسند نہیں فرمایا کیونکہ یثرب کا لفظ ثرب سے، یثربہ اور ثربہ اور ثرب علیہ اور ناثرب سے مشتق ہے (یعنی مادہ سب کا ایک ہے لیکن استعمال فعل یفعل اور تفعیل اور فعال سے ہوتا ہے) اور ثرب ہو یا تثریب سب کا معنی ہے ملامت کرنا، عار دلانا، کسی جرم پر ذلیل کرنا اور ثرب اس شخص کو کہتے ہیں جو بخشش میں روا رو ست نہ ہو۔ قاموس۔ (تفسیر مظہری، جلد نہم، ص ۳۲۵)

میں نے اپنے مضمون میں اچھے، زبان و بیان کے لحاظ سے قدرے بے داغ، اسلوب میں دلکش اور اظہار میں کلاسیکی یا جدید معیارات کے رو سے کے حامل اشعار کے زیادہ سے زیادہ نمونے اقتباس کر دیے ہیں۔ لیکن بہت ساری کتب ایسی بھی نظر سے گزریں جن میں نہ تو بیان کی معیاری تھی اور نہ ہی بیان میں احتیاط کے شواہد پائے جاتے تھے۔ تاہم میں نے کتب کے نقائص ظاہر کرنے کے بجائے اچھے دو دو چار چار اشعار منتخب کر لیے ہیں۔ مضمون کی حدود کے پیش نظر بھی شاعری کے نمونے بھی بعض صورتوں میں زیادہ بعض میں بہت کم دیے ہیں۔ اس مضمون میں کسی شعری کاوش میں نقائص کی نشاندہی سے گریز کیا ہے۔ اسی لیے آخر میں معائب سخن کی چند صورتوں کی صرف نشاندہی کر دی ہے۔

حضور کریمؐ کے زمانے میں عرب کا بچہ بچہ شعری ذوق سے مالامال تھا۔ اس ماحول میں بھی معیار برقرار رکھنے کے لیے حضورؐ نے دوسرے شعرا پر حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترجیح دی اور ان کی اس قدر عزت بڑھائی کہ منبر بھی عطا فرمایا اور ان کے لیے دعا بھی فرمائی "اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ" (اے اللہ روح القدس کے ساتھ اس کی مدد فرما) کیا آج کا کوئی سنجیدہ شاعر نعتیہ شاعری کرتے ہوئے اس حقیقت کو نظر انداز کر سکتا ہے؟؟؟

اس مقالے میں اردو نعتیہ شاعری کے ادبی سفر کا جائزہ لینے کے لیے پاکستان کی تخلیق کے بعد سے ۲۰۱۳ء تک پسے نعت گو شعرا کا نیا دور ذکر ہے جن کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس لیے ۱۹۴۷ء سے قبل کی اردو شاعری کا ذکر نہیں چھیڑا گیا۔ اختتام پر اقبالؒ کے دو اشعار ضرور دینا چاہتا ہوں

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

(اقبال، بالِ جبریل، ۲۵، کلیاتِ اردو ۳۱۷)

اس مختصر سے جائزے سے اندازہ ہو معلوم ہو گیا کہ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد بتدریج شعر میں عشقِ نبوی، تعلیمِ رسول اور سیرت و کردارِ رسولؐ کے ذکر سے اپنے کلام کو سجانے کا رجحان بڑھ رہا ہے جو "**ورفعنا لک ذکرک**" (اے نبی! ہم نے تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا۔ القرآن ۴:۹۴) کے اعلانِ ربانی کی عملی تفسیر ہے۔

خواجہ میر درد نے معرفت کے مضامین کے حوالے سے پیش گوئی کی تھی

پھولے گا اس زبان میں گلزارِ معرفت
یاں میں زمین شعر میں یہ تخم بو گیا

ہمارے عہد میں فروغِ نعت کی کوشش کرنے والا کوئی بھی شاعر کہہ سکتا ہے:

کھلتے رہیں گے مدحتِ آقاؐ کے اب گلاب
یاں میں شعورِ نعت کا وہ تخم بو گیا

☆☆☆☆

نوٹ: مضمون کے متن میں اکثر حد تک کتابوں کے حوالے درج کر دیے گئے ہیں۔ اس لیے کتابیات کا تفصیلی ذکر ضروری نہیں سمجھا گیا۔

ڈاکٹر احسان اکبر

برصغیر اور زبانِ اُردو تک سیرت نگاری کا سفر

عرب ہند رابطے تو بہت پہلے سے تھے مگر محمد بن قاسم کے ہاتھوں سندھ کی فتح سے عرب ہند رشتہ ایک تسلسل کے ساتھ قائم ہوا۔ ورنہ جنوب میں مالابار کے ساحل تک عرب تاجروں کے بیڑے بہت پہلے سے آتے جاتے رہے ہیں۔ شمال تک بھی عرب قراصطہ آتے رہے ہیں۔ فتح سندھ کے ساتھ یہ ہوا کہ برصغیر کا عرب کے علمی مرکز یعنی مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، بغداد، دمشق، کوفہ اور بصرہ کے علمی و عسکری مقامات سے رشتہ قائم ہو گیا۔ سندھ میں علماء کے لیے عربی رسم الخط مقامی زبان کے لیے بھی رائج ہو گیا۔ پہلی دو صدیوں تک یہاں کے مسلمان اہل علم نے عربی میں جن میدانوں میں کام کیا وہ فقہ، اصول فقہ، ادبیات، معقولات، حدیث، تفسیر اور قرآن کریم کی تعلیم پر ہونے والا کام تھا۔ اس سارے زمانے میں سیرت النبی اور مغازی پر کام کی توجہ کم تھی۔ ورنہ علمی رفتار یہ تھی کہ اکیلے شہر منصورہ (سندھ) کے اہل علم کی کتب کیفیت و کم میں عرب علماء کے کارناموں کے برابر ہو گئیں۔ دوسری صدی ہجری کے امام عبدالرحمن الاوزاعی، محمد ہاشم ٹھٹھوی، ابوالحسن سندھی، محمد عابد سندھی کے کتب کے کام عرب دنیا میں مقبول و مشہور ہو چکے تھے۔

تاہم سیرت رسول کریمؐ کے ناتے برصغیر کے اندر جو اہم کام ہوا وہ حالیہ دو صدیوں میں ہوا اور یہ اہم کام متقاضی کہ عرب اہل علم نے اپنی کتب میں ان کے حوالے دیے۔ کہنا چاہیے کہ انہی کے کام نے عرب علماء کو اس میدان میں آگے بڑھنے کے ناتے مہمیز فراہم کی۔ محمود غزنوی کے زمانے کے عرب حکمران جو عباسی تھے ان کی کمزوری نے انہیں محدود کر دیا تھا۔ اب برصغیر کے واسطے قدرت نے فیض کا دوسرا دروازہ فارسی کے ناتے کھول دیا۔ دہلی کی خودمختار حکومت قطب الدین ایبک کے زمانے ابھرتی ہے۔ تب یہاں وسط ایشیائی نصاب ہائے تعلیم پڑھائے گئے۔ مدارس میں بھی قرآن شریف، حدیث پاک اور سیرت آنجناب پر پوری توجہ ہی نہ دی جاتی تھی۔ اور یونانی افکار کی اہمیت کے حوالے سے علم الکلام پر بہت زیادہ زور رہا۔ برصغیر کے مسلمانوں کو اب تو عربی اور فارسی زبانوں کی وسیع لغت اور زبان دانی ہی نہیں بلکہ ان کے ناتے ہند و علم کا فیض بھی نصیب ہوا۔ یہاں شرقی ابھرنے والی زبان کے لیے نکھار کا کام کر رہا تھا۔ اردو کو ابھرتے ہی نکھار کے یہ تو ناخوش نصیب ہو گئے۔ برصغیر کی مسلم بادشاہتوں نے گو اسلام کے پھیلنے کے حوالے سے کوئی خدمات نہ انجام دی تھیں تاہم عربی و فارسی زبان و ادب تک رسائی رکھنے کے باعث یہاں کا مسلمان دین اسلام کو اس کے بنیادی مآخذ و ذرائع سے پہچاننے اور سمجھنے کے ہمیشہ قابل رہا اور مذہب کسی تصوف کی بھول بھلیوں میں گم نہیں ہوا۔ باوجودیکہ یہاں بہت سی مقامی تحریکوں نے اسلام کو جذب کر کے ختم کر دینے کے پورے اہتمام ہر زمانے میں کیے۔

پہلے ہزار برس گزرنے کے ساتھ ہی الفی تحریک کے زمانے سے ایک پرفریب ہلچل یہ کہہ کر جاری کر دی گئی کہ اسلام صرف ایک ہزار سال کے لیے آیا تھا۔ اقبال جیسے دانشور ہی دیکھ سکتے ہیں کہ اس

دھوکے کا پردہ چاک کرنے کا کتنا بڑا کام حضرت مجددؒ نے اپنے مقدس ہاتھوں میں لیا جنھوں نے بڑے مبسوط اور مبسوط دلائل سے اس فتنہ کا تار و پود بکھیر کے رکھ دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کام میں عمریں کھپا دیں۔ اسی عظیم الشان کام کو روشن تر رکھنے والی سیرت محمدیؐ تھی، روایات و احادیث تھیں۔ شاہ ولی اللہؒ حضرت محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ نے فارسی زبان میں سیرت آنحضورؐ پر بنیادی کام کیا۔ پہلی کتاب شیخ محدث کی تھی۔

۱۸۵۷ء سے پہلے اردو میں بھی سیرت کے موضوع پر بیس پچیس کتب لکھی جا چکی تھیں۔ ان میں جہاں دلدل کی کتاب سیرت اہمیت رکھتی ہے۔ غیاث احمد کاکوروی انگریز کے معتوب ہو کر انڈمان کے جزائر میں بھجوا دیئے گئے تھے۔ وہاں گندگی اٹھانے کی ڈیوٹی بھی کرائی گئی مگر وارفتگی جب رسولؐ اس سارے پراگندہ ماحول میں بھی لکھنے کو وقت نکالتے رہے اور محض یادداشت کے زور پر "تواریخ حبیب اللہ" لکھ دی۔ تاہم عقیدہ کا یہ عالم تھا کہ اصل ذرائع دیکھے بغیر طباعت کو نہ جانے دی۔ آزاد ہو کر کتب خانے دیکھے تو "تواریخ" کے مندرجات کو ٹھیک درست پایا۔

فارسی کتب سیرت کا ایک سلسلہ تو عربی زبان سے کیے جانے والے ان تراجم پر مشتمل ہے جو ماخذ کی حیثیت رکھتے تھے۔ "سیرت ابن ہشام" کا ترجمہ "فتوح الشام" کے نام سے چھپا۔ فتوح الشام کا پھر اردو میں منظوم ترجمہ ہوا جو بے حد مقبول بھی رہا۔ امام ترمذی کی "شمائل نبوی" کا ترجمہ کرامت علی جونپوری نے کیا۔ "زاد المعاد" کا ترجمہ نواب مصطفیٰ خان شیفتہ نے کیا۔ "سیرت ابن ہشام" کا ایک ترجمہ مولوی انشاء اللہ نے بھی کیا۔ اسی طرح قاضی عیاض کی کتاب "الشفاء" کا فارسی ترجمہ مولانا اسمٰعیل کاندھلوی نے کیا۔

نورِ مصطفویؐ کے شعلے کو جب طوفانوں نے بجھانا چاہا جس پہ آنحضورؐ کے عرفان کی روایت رہی کہ انھوں نے اور بھی تن دہی سے خدمات سیرت نگاری کی توجہ دی۔

لارڈ کیننگ کے دور میں دہلی کی آخری شمع بھی جب بجھ گئی۔ مسلمانوں کے عقائد و روایات شک و تعزیر کی رو میں لائے گئے تو ایک طرف عمادالدین جیسے لوگ پادری ہو کر آنحضورؐ کے خلاف لکھنے لگے وہیں مولانا حالی، چراغ علی ایسے دانشوروں نے سیرت پاک کا لکھ کر دفاع کیا۔ سرسید نے یوپی کے لیفٹیننٹ گورنر کی لکھی کتاب "Life of Muhammad" جو چار جلدوں میں تھی اس کا جواب دیا۔

سرسید احمد خان نے علمی انداز میں خالص معروضی حوالوں سے سیرت پاک کا پہلی جلد میں جائزہ لیا۔ ۶۳-۱۸۶۰ء میں لکھی گئی اس کتاب کا سرسید بھی چاروں جلدوں میں جواب دینا چاہتے تھے۔ مگر دیارِ فرنگ میں رہنا ان کے لیے مشکل ہو گیا سو انھیں واپس آنا پڑا۔ سرسید اس کام کے لیے اپنا کتب خانہ تک جائیداد تک فروخت کر کے اسے مکمل کرنا چاہتے تھے۔ سرسید اردو میں لکھ کر انگریزی میں ترجمہ کرا کے طبع کراتے تھے۔ اس کتاب نے تاہم سیرت نگاری کے جذباتی کے بجائے علمی اسلوب اور معروضی نقطۂ نظر کو جو راہ دی تھی اس نے بعد کے سیرت نگاروں کو فائدہ پہنچایا ہے۔

ظہور پاکستان سے ملتے زمانے میں مولوی عبدالحق نے سیرت آنحضورؐ کے سلسلے میں لکھنے والوں کا ایک قاموس مرتب کرایا تھا جس کے مطابق تب تک اردو میں سیرت پاک پر کوئی دو سو کتب اور میلاد نامے، معجزات نامے وغیرہ کے الگ سے کوئی ساڑھے سو نسخے ۲۲۵ مطبوعہ طور پر موجود تھے۔

ان زمانوں میں اور طرح سے یادگار کام سامنے آئے۔ پروفیسر سید نواب علی کی لکھی سیرت کے علاوہ قاضی سلیمان منصور پوری کی ''رحمۃ اللعالمین'' مولانا شبلی اور سید سلمان ندوی کی ''سیرت النبی'' ایک یادگار تاریخی تحریر سامنے آئیں۔ ''خطباتِ مدارس'' میں بھی شبلی نے سیرت کے حوالے سے اہم کام چھوڑا ہے۔ مگر جب رسولؐ پیا موضوع نہیں کہ جمع رسالت کے پروانے اپنے حصے کی خدمت انجام دیئے بغیر رک جاتے۔ شاید سب سے اہم کام وہ ہے جو آخری نصف بیسویں صدی پر محیط ڈاکٹر حمید اللہ کا سیرت نبیؐ، غزوات اور قانونِ اسلام پر مشتمل تحقیقی کام ہے۔

اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ بیسویں صدی ایسے دور کے زمانے کا دانشور مورخ صدیوں کی تاریخ کی گرد ہٹا کر قرآن، بعوث قدیم، احادیث صحیحہ اور ادبی تحاریر کی داخلی شہادتوں سے تاریخ کا موقع و مقام کی بھی صحت سے بار آفرینی کر لے گا۔ انہوں نے خود سفر کئے، ذاتی طور پر جنگ اور وقت کی پیمائش کی، ہر موڑ سے ہی میدانِ جنگ کا بات ہوئے سب کمل جہاں اہم فیصلے ہوئے ان کی نشاندہی کر دی۔ ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم فرانسیسی، جرمن، انگریزی، یونانی، عربی، فارسی اور اردو سب سے حسبِ ضرورت مدد لے سکتے تھے۔ سب کے وسیلے سے تحقیق کر کے ماخذ تک جا سکتے تھے۔ ایک ہزار مقالات اس عظیم علمی کام کے علاوہ بھی جس کا نام ہے "The Prophet of Islam-His Life and Work" انہوں نے یہ کتاب اولاً فرانسیسی میں لکھی۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے بڑھتے ہوئے شوقِ تحقیق کو بھی مخالف اور معاصر یورپی اسرائیلی مستشرقین، ''محققین'' کے ان بودے دعووں نے تحریر دی جن کا لب لباب یہ تھا کہ نعوذ باللہ حضورؐ کی اسمٰعیلؑ ہی سے تعلق نہیں رکھتے تھے یا حدیثیں غیر تاریخی بنیاد رکھتی ہیں یا اسی طرح قرآن کریم کے بارے میں ان کے بیہودہ دعوے۔ ہر حوالے سے روایت کے استناد کو ڈاکٹر صاحب نے تردید کی اور مشکوک روایت کو دلائل سے رد کر کے موزوں صحت قدموں سے اپنی دلیلیں دیں جن کا معترضین جواب نہیں دے سکتے تھے۔ ان کے مضامین کو دیکھ کر اندازہ ہو جاتا ہے کہ مغرب اسلام کے بارے میں محض نظری نہیں عملی بھی ہے۔ یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ مغازی کے ساتھ انہوں نے جس اعتبار اور صحت و تدقیق سے بات کی ہے وہ خود مغازی کی مرکزی اہمیت کو واضح کرتی جاتی ہے۔

اردو میں مغازی کے ساتھ مولانا ابو البرکات عبدالرؤف دانا پوری کی کتاب اپنا ہی مقام رکھتی ہے۔ مولانا ادریس کاندھلوی کی سیرت نے پہلے کے سیرت نگاروں کی بعض کوتاہیوں کو درست کیا مگر مستشرقین کی مسلسل دراندازیاں شاید ان کے علم ہی میں نہیں آئیں۔

علامہ اقبال کی یہ مکمل آرزو بھی کہ قرآن پاک سے سیرت پاکؐ کا نقشہ مرتب کیا جائے۔ یہ آرزو لگتا ہے کہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے ہاتھوں پوری ہوئی ہے۔ عسکریات کے ساتھ پاکستان کے جنرل اکبر خان کی ''حدیث دفاع'' اور بریگیڈیئر گلزار کی غزوات نبوی قابل توجہ کتب ہیں۔ تاہم عراق کے بریگیڈیئر جنرل محمود شیت خطاب کی ''الرسول القائد'' نے جزئیات پر لکھنے کا حق ادا کر دیا۔ شام کے جنرل مصطفیٰ طلاس نے اپنے رنگ پر حربیات پر لکھا۔ ان کتابوں کے اردو تراجم کی شاید ابھی صورت نہیں بن سکی۔

☆ ☆ ☆ ☆

ڈاکٹر اقبال آفاقی

نعت: ایک روحانی تجربہ

نسیم اللغات کے مطابق نعت سے مراد وہ نظم ہے جو حضورؐ کی مدح میں ہو۔ نعت کی اس تعریف میں تین الفاظ اہم ہیں۔ ایک نظم، دوسرا مدح اور تیسرا حضورؐ۔ چونکہ یہاں تیسرا لفظ مرکزیت کا حامل ہے، اس لیے بات کا آغاز اسی سے کرتے ہیں۔ جب حضورؐ کا سراپا ذہن میں ابھرتا ہے تو اس کے ساتھ ہی احسن و اکمل کے تصورات بھی طلوع ہوتے ہیں۔ شیخ سعدی سے منسوب تصورات کمال و جمال کو اپنے ایک نعتیہ قطعے میں یکجا اس طرح باندھا ہے کہ یہ قطعہ اسلام کی تہذیبی روایت کا ناقابلِ فراموش حصہ بن چکا ہے۔ لکھتے ہیں ۔۔۔ حضورؐ کی ذات میں کمال ایسا تھا کہ سدرۃ المنتہیٰ کی خبر لائے اور جمال ایسا کہ جس نے زمانے کی تاریکیوں کو پاش پاش کر دیا۔ جہاں تک نعت کے حوالے سے لفظ "نظم" کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ نعتیہ شاعر کو قادر الکلام، فصیح و بلیغ اور ہنرمند ہونا چاہیے۔ بعد ازاں لفظ "مدح" توجہ طلب ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ مدح کس کی اور کیوں؟

یہ دنیا جس میں ہم زیست کرتے ہیں کمینگی، لالچ اور خوشامد کی دنیا ہے۔ چاپلوسی اور مطلب براری کے لیے انسان کس کس کی تعریف نہیں کرتا؟ حاکمِ وقت کی قصیدہ خوانی تو ہر عہد میں ہوتی رہی ہے۔ بعض اوقات ہم چھوٹے چھوٹے عہدے داروں کے دل جیتنے کے لیے تعریفوں کے پل یہاں تک باندھتے ہیں کہ قعرِ مذلت میں گرتے چلے جاتے ہیں۔ قرطاس و قلم کی تقدیس کا معاملہ تو خیالِ محال کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ حزم و احتیاط تو ایک طرف ہم عزتِ نفس کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ نعت کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ جب نبی اکرمؐ کی مدح کا مقام آتا ہے تو حزم و احتیاط کے ساتھ احترامِ آدمیت کی شرط لازمی قرار پاتی ہے۔ یہاں بندی و دیوانگی چلتی ہے۔ نہ مطلب براری۔ چاپلوسی اور Propitiation کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آخری لفظ جسم و عمر کی دنیا سے متعلق ہے۔ اس لیے زیادہ پرہیز کی ضرورت پڑتی ہے۔ یوں کہہ لیجیے کہ پل صراط کا سفر درپیش ہوتا ہے۔ خدا کے معاملے میں دیوانگی کا اظہار ممکن ہے۔ مگر جب ہم مدحتِ رسولؐ میں کچھ لکھنا چاہیں تو ہوش و حواس میں رہنا پڑتا ہے۔

حضرت اقبال عاشقِ رسولؐ تھے۔ اس کے باوجود وہ ڈر ڈر کر قدم رکھتے تھے۔ چنانچہ یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ با محمدؐ ہوشیار باش۔ یعنی دربارِ رسالت میں حاضری کے لیے حدِ ادب کی پاسداری ہی پروانۂ راہداری ہے۔ غالب کو ہی دیکھیے جب وہ توحید وجودی پر مضامین باندھتا تو سرشاری اور بے باکی سے اس قدر کام لیتا کہ تاویلات کے پر لگا کر اُڑتا ہی چلا جاتا۔ وہ وحدت الوجودی تھا۔ کسی نے کہا ہے وحدت الوجود برائے شعر گفتن خوب است۔ غالب کے ساتھ بھی کچھ یہی معاملہ تھا۔ اس میدان میں اس کا توسنِ فکر سرپٹ دوڑتا تھا لیکن جب وہ حضورؐ کے بارے میں کچھ کہتا تو وہ بڑی احتیاط سے کام لیتا یا گنگ ہو جاتا کہ ثنائے خواجہ میں بندی و دیوانگی کا وطیرہ ممکن ہی نہیں جو غالب کے یہاں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ ایک اور وجہ شاید احساسِ گناہ کا غلبہ ہے۔ وہ خود گناہ گار آدمی تھا۔ اپنے اعمالنامے کو کیسے فراموش کر سکتا

تھا۔ وحدت الوجودی تصور جہاں کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تاویل کی دنیا اس حد تک وسعت پذیر ہوتی ہے کہ عالم مثال تک چلی جاتی ہے اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انفرادیت و داخلیت کا عمل دخل بہت زیادہ ہوتا ہے۔ انا، آتما یا Self کی تکمیل کی جاتی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ غالب کے یہاں اپنی انا کی تکمیل کا ذوق بے مقدار وافر موجود تھا۔ اس سلسلے میں نمونہ ہے "شب و روز تماشا مرے آگے" والی غزل کا ایک ایک شعر گواہی دیتا ہے۔ ایسے انا پرست شخص کے لیے نعت کے میدان میں طبع آزمائی کرنا کیوں کر ممکن تھا؟ اس کے باوجود غالب کا یہ نعتیہ شعر کمال کی چیز ہے

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

غالب کے بارے میں اس قدر طویل گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ اگر آپ کو اپنی انا اتنی ہی عزیز ہے تو کوچۂ عشق میں داخل ہونے سے گریز میں ہی عافیت ہے۔ کوچۂ عشق میں تو عجز و انکسار سے کام لینا اور سراپا ادب ہونا پڑتا ہے ورنہ ہم اختر شیرانی جیسے رند مشرب شاعر کو بھی گستاخ کا سر پھوڑنے کو تیار پاتے ہیں۔ نبی اکرمؐ کا احترام اُن کی توقیر سلام کا بنیادی جز ہے۔ صحابہ کرامؓ آپؐ کو اپنے والدین اور جان و مال سے زیادہ عزیز رکھتے۔ وہ نہ صرف آپؐ کے معتقد و پیروکار تھے بلکہ آپؐ کی حرمت و تقدیس کے تحفظ کے لیے جان نثار کرنے کے لیے ہر لحظہ تیار رہتے۔ رسول مقبول کی ذات مقدس میں ان کو وہ سب کچھ نظر آتا جو بہت کم اوقات انسانی تجربوں میں موجود ہوتا ہے۔ اس تجربے کو ایک نئی بعد یعنی ڈائمنشن کہا جا سکتا ہے جسے وٹگنسٹائن نے Seeing-as کا نام دیا ہے۔ اس میں ادراک تجربے کی کیفیت تجربے سے معنویت میں مختلف ہو جاتی ہے۔

اگرچہ آقائے نامدارؐ نے اپنے بشر ہونے پر مسلسل اصرار کیا اور خود کو ذات حق تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ اور پیغامبر کہا جس کو خدا نے اپنے احکامات لوگوں تک پہنچانے کی ذمہ داری (vocation) سونپی تھی لیکن بایں ہمہ حضورؐ کی صحبت کا شرف حاصل کرنے والوں کو ہر زمان معلوم تھا۔ وہ راز جسے ابوجہل اور اس کے پیروکار کبھی نہ جان سکے کیونکہ وہ علمیاتی اندھے پن (Epistemic Blindness) کا شکار تھے۔ ان کے برعکس صحابہ کبار کو خدا نے وہ بصیرت عطا کی تھی جو ہیرے اور پتھر کا فرق کرنا جانتی تھی۔ یاد رہے کہ ہیرا کوئلے کی کان سے ہی برآمد ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ ان کے نزدیک فرق صاف ظاہر تھا۔ وہ نہ صرف خدا کے محبوب اور مثالی انسان تھے بلکہ اُنؐ کے ہر کام میں خدا کا ہاتھ نظر آتا۔ اسوۂ حسنہ کے ہر ایک پہلو میں ان کو عالم مثال کا عکس دکھائی دیتا۔ حضورؐ کی ذات صحابہؓ کے لیے ایک سراپا نور اور تجلیات ربانی کا مرکز تھی۔ انؐ کی عظمت کا ایک ایک نقش صحابہ کرامؓ کے قلوب پر کچھ ایسا ثبت ہو گیا کہ پھر کبھی مٹ نہ سکا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی صحابی کو کبھی بنی اسرائیل کی طرح ان سے بے وفائی کرنے اور یہود کی طرح ان کے انکار کی جسارت نہ ہوئی۔ آپؐ سے بے پناہ محبت کا یہ فیض تھا کہ ان کے صحابہؓ دونوں جہاں کی دولتوں سے مالا مال ہوئے۔ انھیں نبی مکرمؐ کی کیمیا گری نے خالص کندن میں تبدیل کر دیا۔ یوں کہیے کہ یہ ستاروں کا ایک جھرمٹ تھا جو زمین پر اتر آیا تھا۔ یہ ستارے اپنے سورج کے اس قدر وفا کیش تھے کہ تاریخ میں ان کی مثالیں نہیں ملتیں۔ وفا کیشی اور کردار کے کندن پن کا انعام یہ تھا کہ حضورؐ کے شیدائی جلد ہی قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کے مالک بن گئے۔ علامہ فرماتے ہیں:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

صحابہ کرامؓ کے لیے حضورؐ کی ذاتِ اقدس اس قدر پرکشش تھی کہ ایک جماعت جنھیں اصحابِ صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مسجدِ نبوی کے صحن میں ایک چبوترے میں آن بیٹھی تاکہ نہ صرف رشد و ہدایت سے فیضیاب ہوں بلکہ آفتابِ رسالت کا مسلسل دیدار بھی کر سکیں۔ سید علی ہجویری لاہوری کی کتاب کشف المحجوب میں اصحابِ صفہ کی مکمل فہرست مندرج ہے۔ ان عاشقانِ نبوت نے کبھی واپسی کا تصور بھی نہ کیا کیونکہ آنحضرتؐ کی Presence سے ان کو وہ اعلیٰ شعورِ ذات حاصل ہوا تھا جس نے ان کی زندگیوں کو تسکین اور اطمینان سے بھر دیا تھا۔ اب ان کے یہاں حزن و ملال تھا نہ رنج و پشیمانی۔ حتیٰ کہ موت کا خوف بھی ختم ہو چکا تھا۔ اس سے بڑا معجزہ اور کیا ہو سکتا تھا۔

لاریب توحید کے تصور کو قرآن میں مرکزیت حاصل ہے لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ توحید کا تصور حجاز کی سرزمین پر نیا نہیں تھا۔ حضورؐ کی بعثت سے پہلے بھی یہ تصور موجود تھا۔ مزید یہ کہ مکہ کے مشرک اللہ کے وجود کے منکر نہیں تھے۔ وہ اسے ربِ کعبہ کے علاوہ رب الارباب کے نام سے بھی جانتے تھے اگرچہ وہ لات، منات اور عزیٰ کے بتوں کی پرستش بھی ساتھ ساتھ کرتے۔ یہ بت بیت اللہ میں پرستش کے لیے رکھے گئے تھے چنانچہ اندازہ یہی ہے کہ وہ Pagan نہیں تھے۔ قریش مکہ کو بالخصوص اس کے بارے میں تشکیک بہر حال لاحق ہوگی۔ کیونکہ قرآن کا یہ دعویٰ درست تھا کہ وہ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی اولاد ہیں تو دینِ ابراہیمی کی بنیادی شرائط ان کے تحت الشعور کے کسی نہ کسی کونے کھدرے میں ضرور جاگزیں ہوں گی۔ ان کے درمیان احناف کا موجود ہونا ہمارے اس دعوے کی تائید کرتا ہے۔ حنفا جو سختی سے دیوی دیوتاؤں کے منکر تھے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر پختہ ایمان رکھتے۔ احناف کی فہرست میں بہت سے حضرات کا نام آیا ہے۔ قرآن کریم میں بھی احناف کا ذکر ملتا ہے۔

مستشرقین کے مطابق قدیمی نظریۂ توحید (Primordial Monotheism) کے عناصر بھی عرب روایات میں شامل تھے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قدیمی نظریۂ توحید اور اسلام کے مابین بنیادی فرق کیا تھا؟ اور پھر حنفا کے نظریۂ توحید اور اسلام کے نظریۂ توحید کے درمیان حدِ فاصل کون سی چیز تھی۔ وہ کون سی تیوری تھی جس نے اسلام کی امتیازی شان کو واضح کیا؟ ان سوالات کا جواب حضورؐ کی شخصیت اور ان کے نظریۂ رسالت میں مضمر ہے۔ جو بات خاص طور پر جدید، منفرد و امتیازی تھی وہ رحمت للعالمین کا تصور اور حضورؐ کے بعد دنیا میں نبوت کے خاتمے (لا نبی بعدی) کا نظریہ تھا۔ یہ ایک بالکل نیا تصورِ جہاں تھا۔ یہود و نصاریٰ کے تصوراتِ جہاں سے بالکل مختلف۔ نہ کسی نسل کی خدائی کا دعویٰ تھا اور نہ ہی خدا کی منتخب قوم کا تصور۔ اسلام کے تصورِ جہاں میں حضورؐ کی سیرت، رسالت اور انسانی مساوات کو مرکزیت حاصل تھی۔ شہادت صرف یہ نہیں کہ کوئی الٰہ نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ شہادت کا دائرہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ ہم اس بات کی گواہی نہ دیں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ گویا اسلام کا اصل راز حضورؐ کی نبوت اور خاتمیت میں ہے۔ اگر آپ توحید کی تصدیق کریں اور حضورؐ کی رسالت و شخصیت کو فراموش کر دیں یا انسانی شرف و مساوات کے تصور کو پس منظر میں دھکیل دیں تو آپ کا اسلام مکمل نہیں ہوتا

یہ وہ خصوصی نکات ہیں جو اسلام کی شناخت کا سبب ہیں اور جن پر مسلم تہذیب کی بنیادیں استوار

ہو گئیں۔ اس کے بغیر نہ اسلام کا امتیاز واضح ہوتا ہے اور نہ ہی توحید کے معنی کہ کون سی توحید؟ کیا یہ وہ توحید ہے جسے یہودی مانتے ہیں؟ یا یہ وہ توحید ہے جس کی تشریح مسیحی نظریہ تثلیث کے حوالے سے کی جاتی ہے۔ یقیناً اسلام کا نظریہ توحید ان دونوں مدلولات سے مختلف ہے۔ اسلام میں توحید کے وہ معنی قابلِ قبول ہیں جن کو نبی کریمؐ نے رائج کیا، جس کا ایک مخصوص سیاق و سباق ہے اور ایک مخصوص متن۔ اس متن سے باہر توحید کے معنی بدل جاتے ہیں۔ ۱۸ ایک تصور جہاں سے دوسرے تصور جہاں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

اس تصورِ توحید کو حقیقتِ محمدیہ کی تفہیم کے بغیر جانا نہیں جا سکتا۔ واقعہ معراج حقیقتِ محمدیہ کی تفہیم کا ایک مقدم اشارہ (Signifier) ہے اور سورہ الم نشرح کی آیت "ورفعنا لک ذکرک" اس اشارے کی تصدیق۔ حقیقتِ محمدیہ کے سربیان کو منصور حلاج سے ابن عربی اور جامی و سعدی و بوصیری تک سب ایک تجربے کے طور پر جانتے اور مانتے تھے۔ اقبال نے بھی دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دینے کی بات اسی حوالے سے کی۔ یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ حقیقتِ محمدیہ میں صرف توحید کے معنی ہی نہیں، اس میں انسانیت کی معراج، تہذیب کی سربلندی، روح کے ارتقائی ورثہ کی توقیر کے معانی بھی موجود ہیں۔ گویا حقیقتِ محمدیہ کے تصور کا دائرہ بے پناہ وسعت کا حامل ہے۔ اس میں جاہ و جلال کے مقامات بھی آتے ہیں اور احساسِ جمال کے پُرلطف لمحات بھی۔ اس جلال و جمال کے وسیع تر دائرے میں ہی اسلامی تہذیب کی تشکیل اور انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے۔ نعتِ رسولؐ بھی چونکہ جلال و جمال کے اس وسیع تر دائرے سے برآمد ہوتی ہے، اس لیے نعتِ رسولؐ بنیادی طور پر ایک روحانی تجربہ ہے جو حضوری (Presence) کے شعور کے بغیر ناممکن ہے۔ بقول شمیم احمد نعت کا شعر ایک ایسے انسانی، تہذیبی اور فکری شعور سے برآمد ہوا "جس نے دنیا کو ایک نئے موڑ اور ایک نئی جہت سے آشنا کیا ہے۔"

ہمارے نزدیک نعت کا مقصد ایک قلبی واردات کو شعری سانچوں میں ڈھالنا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل میں نہ صرف شعری برکتوں اور خوبیوں پر مکمل دسترس کی اہمیت ناقابلِ فراموش ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اظہارِ عقیدت و جذبہ محبت کو تہذیب اور شائستگی کی حدود میں رکھنا بھی لازمی ہے۔ نعت یقیناً ایک تخلیقی عمل ہے لیکن عام شاعری کے تخلیقی عمل سے ذرا مختلف۔ نعت کے تخلیقی عمل کا ایک پہلو شعری جمالیات ہے جس میں احساسِ مسرت و حظ کی اپنی حیثیت ہے۔ احساسِ مسرت جو Sublime کے وقوف سے بھرپور ہوتا ہے۔ تاہم نعت جمالیاتی مسرت و حظ کی خاطر ذہنی آوارہ گردی اور تخیل کے بے محابا استعمال کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ یہاں کسی Poetic Licence کے دعویٰ کا امکان نہیں۔ جس کا دعویٰ نظم میں بالعموم اور غزلیہ شاعری میں بالخصوص شعرا کرتے نظر آتے ہیں۔ نعت میں طائرِ خیال کی ایک حد متعین ہے۔ نعت کے تخلیقی عمل کا دوسرا پہلو روح کی لطافت و رفعت ہے۔ کچھ اس طرح کہ روح کا گداز من آئینوں کو پگھلاتا چلا جائے۔ محبتیں ذات کی گہرائیوں میں اترتی چلی جائیں اور رشتوں اور رابطوں کی ایک حسین دنیا آباد ہوتی چلی جائے۔ چہرے سے چہرے روشن ہوں۔ چونکہ نعت کا اظہار ایک روحانی واردات کا آئینہ دار ہوتا ہے لہٰذا اس میں لہو و لعب و ژولیدہ سری کا کوئی کام نہیں۔ نعت کی ان آخری حدود کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

نعت جس قلبی واردات سے برآمد ہوتی ہے اس میں یقیناً وارفتگی کا ایک ایسا مقام بھی آتا ہے جہاں زمان و مکاں بے معنی ہو جاتے ہیں۔ بس وارفتگی ہی وارفتگی رہ جاتی ہے لیکن اس وارفتگی میں حالتِ سکر سے گریز اور شطحیات سے پرہیز کڑی شرط ہے۔ گویا نعت کا غلبہ قابلِ گرفت ہونا چاہیے۔ بلند آہنگی اور خود سری بھی یہاں ممنوع ہے۔ نعت

لکھتے ہوئے نبی کریمؐ کے شخصی وقار اور ان کی سیرت و تعلیمات کی پابندی ہی سرچشمۂ تحریک ہے۔ یہاں یہ کسی قسم کی مقصدیت کی وضاحت نہیں کر رہے، بات تو سعادت کے معیار اور لوازمات حد ادب کی ہو رہی ہے جن نعت کے شاعر کے تخیل کو دانش و حکمت کی حدود اور اس کے روحانی ترفع کو شریعت کے قواعد کی پاسداری کرنا ہوتی ہے۔ چنانچہ نعت ایک ایسی تنگنائے ہے جس سے گزر کر ہی نعت گو قبولیت و کامرانی کی منزل کو پا سکتا ہے ورنہ دونوں اطراف میں غول بیابانی کی شکل دری ہے جو انسان کو گمراہ کر کے جلتے ہوئے صحرا کے بیچ لا کھڑا کرتے ہیں۔ اس صورت حال کی مزید وضاحت کے لیے قصیدہ بردہ کے مصنف امام شرف الدین بوصیری کا یہ شعر مددگار و معاون ہو سکتا ہے

دع ما ادعته النصارى في نبيهم

واحكم بما شئت مدحاً احتكم

ترجمہ: مدح رسولؐ میں صرف وہ بات چھوڑ دو جس کا دعویٰ نصرانیوں نے اپنے نبی کے بارے میں کیا ہے۔ اس کے بعد جو تمہارا جی چاہے حضورؐ کی شان میں کہو اور جو حکم چاہے لگاتے جاؤ۔

☆☆☆☆

جاذب قریشی

قرطاس و قلم کی روشنیاں

انسانی تاریخ کے سفر میں بیسویں صدی ایک ایسی ابھرتی ہوئی آتش فشاں چٹان کی تمثیل بن گئی ہے جس کے آس پاس آفات و امکانات کا شمار ممکن نہیں ہے۔ جہتوں کے غیبی منظروں کے درمیان انسان زمینوں سے نکل کر خلاؤں میں سیاروں تک جا پہنچا ہے۔ علمی و سائنسی بصیرتوں کی گہرائی اور عملی و تکنیکی قوتوں کے پھیلاؤ سے ذاتی اعتماد و اعتبار کو وہ تیز سا حوالہ ملا ہے جس میں بہت سے ارضی و سماوی تصوراتی چہرے اپنے رنگ اور اپنے خدوخال تبدیل کرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ تغیرات کا ایک سیلاب انسان کے باطن سے خارج تک کے مسلمہ عقائد و تسلیم شدہ اصولوں کو اور زندہ تجربات کو خس و خاشاک کی طرح بہائے لیے جا رہا ہے۔ زلزلہ خیز نئے اجالوں میں بہت سی بلند چوٹیاں شکستہ ہو کر پہاڑ ہو گئی ہیں لیکن یہ ہوتا کہ منظر نامے کے درمیان بھی محمد مصطفیٰ کی عظمتوں کو ان ذہنوں نے تسلیم کیا ہے جن کے سینے بیسویں صدی کے سائنسی، علمی اور تکنیکی انقلاب سے جا ملتے ہیں۔ قرآن کریم کی صداقتوں کو مقبولیت حاصل ہے کہ رسول کریمؐ کے اس کثرت عملی حوالے جدید انسانی فکر میں تشکیل ہو کر نئے رستوں کی دستاویز میں لکھے جا رہے ہیں۔ حضور اقدسؐ کا آخری خطبہ جدید دنیا کے انسانی منشور کی اساس ہے ساتھ بار انسانی میں یہ بات بھی شریک ہے کہ تکوین کائنات اور تخلیق فطرت کا روشن محرک رحمت للعالمین کی ذات گرامی کا پرتو ہے۔ آپ کی آمد کے بعد جن بہترین بشری مسلکوں کی بندہ وری ہوئی ہے وہ آپ ہی کی ذات گرامی سے خود کو وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ معلوم سے نامعلوم تک زمین و آسمان کے درمیان کوئی ایسی دوسری شخصیت نہیں ہے جو آپ کی مثال کہی جا سکے۔

محمد کی ثنا کا پہلا نقش خدائے قدوس کی آواز میں قرآن حکیم کی آیات کے درمیان چمکا ہے جہاں سورہ حجر، سورۂ نور، سورہ احزاب، سورۂ آل عمران، سورۂ مائدہ اور سورہ نساء کے علاوہ متعدد جگہوں پر مدحت مصطفیٰ کی خوشبو لکھی ہوئی ہے۔ مدحت رسول کی نظم شدہ تحریر کو عام طور پر نعت سمجھا جاتا ہے لیکن اہل علم و دانش نے اس قید کو توڑ دیا ہے اور حضور کی مدحت میں لکھی ہوئی ہر نثر و نظم کو نعت کہا ہے۔ ملت اسلامیہ کی تمام زبانوں کے ادب میں نعت کو ایک ایسی صنف تصور کیا جاتا ہے جس میں حضورؐ کے اوصاف عالیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی محبتوں کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اللہ نے اپنے محبوب کی جو ثنا قرآن مجید میں لکھائی ہے اسے اسالیبی اور معنوی دونوں سطحوں پر اولیت حاصل کی ہے

اللہ کے بعد صحابہ کرامؓ بھی رسول اکرمؐ کے مدحت گزار رہے ہیں۔ ان میں حسان بن ثابتؓ، کعب بن زہیرؓ، عبداللہ بن رواحہؓ اور علامہ قصیمی کے علاوہ ایک بڑی تعداد عربی میں لکھنے والے قدیم صحابیوں کی ہے جنہوں نے نعتیں لکھی ہیں، لیکن جو شہرت و سعادت مذکورہ حضرات نے پائی ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں مل سکی ہے۔ حسان بن ثابتؓ کو تو شاعر دربار رسول کہا جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ حسان بن ثابتؓ کے لیے منبر لگواتے اور نعت پڑھنے کی تلقین کرتے۔ حسان کھڑے ہو کر حضورؐ کی جانب سے مدافعت و مفاخرت کرتے تو حضورؐ فرماتے

"بیشک اللہ تعالیٰ حسانؓ کی مدد جبریلؑ سے فرماتا ہے"

نعتیہ شاعری کی اپنی ایک مذہبی روایت ہے جو عربی سے فارسی میں منتقل ہوئی اور پھر اردو ہندی دونوں کے علاوہ برصغیر کی تمام علاقائی زبانوں تک پھیل گئی۔ فارسی کے نامور شاعروں نے نعت گوئی کو اپنے ... اپنی فکر، اپنی محبتوں اور اپنی تہذیبی قدروں کا اظہار بنایا ہے۔ عطار، نظامی، خاقانی، رومی، سعدی، جامی، امیر خسرو، عرفی، قدسی، نظام الدین اولیاء اور اقبال نے نعت گوئی کے حوالے سے بڑی اہمیت پائی ہے۔ اردو میں قلی قطب شاہ سے غالب تک تمام شاعر اپنے دیوان میں حمدیں اور نعتیں عاشقانہ تہذیبی عقیدت کے ساتھ پیش کرتے رہے لیکن حالی نے جدید شاعری کی طرح جدید نعت کو بھی متعارف کرایا۔ انہوں نے پہلی بار آشوب عصر کی آگہی کو اور ملت اسلامیہ کے نامساعد حالات کو نعت کے حوالے سے پیش کرنے کی کوشش کی۔ حالی نے نعت کے عاشقانہ یا جمالیاتی اسلوب میں فکری و عملی عناصر کو شامل کیا۔ رسول اکرمؐ کی زندگی کو اپنی زندگی کے مسائل سے ملا کر خود کو سمجھنے اور سمجھانے کی ایک نادرہ جہت کو مسدس حالی کی نعتیہ مناجات میں تلاش کیا ہے۔

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
اُمت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

حالی نے مشرقی اقتدار کی شکست و ریخت کو اسلامی تعلیمات سے دوری کو اور مسلمانوں کو انگریزی غلامی کی ذلتوں سے آگاہ کیا۔ جدید نعت کی اس روایت کے ساتھ نئے مضامین کے پیش نظر ہادی برحق کے اسوۂ حسنہ کو موضوع بنانے کا رجحان پیدا ہوا۔ اردو میں نعتیہ شاعری کی یہ ایک نئی توانائی اور ایک نئی صورت تھی۔ اس سے پہلے امیر مینائی، محسن کاکوروی اور بیدم وارثی نے اپنے اپنے تخلیقی اسالیب میں نعت کو آگے بڑھایا تھا۔ محسن کاکوروی نے اپنی رواں نعت کے ذریعے ہند اسلامی تہذیب کو اور اپنی مٹی اور اپنے موسموں کی خوشبو کو نعت کا حصہ بنا دیا اور کہا کہ

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل

محسن کاکوروی کا یہ نعتیہ اسلوب آگے چل کر غیر منقسم ہندوستان میں ایک نیا رجحان ثابت ہوا۔ اس سب سے پہلے کرامت علی خان شہیدی اور غلام امام شہید، دو رسولؐ سے محبت کرنے والے تھے جنہوں نے نعت گوئی کے معیار کو بلند کرنے کی اہم کوششیں کی تھیں۔ ان دونوں شاعروں نے فارسی اور اردو زبانوں میں نعتیں لکھی ہیں۔ بیسویں صدی کے برصغیر میں انگریزوں کی آمرانہ عملداریوں میں مسلمانوں پر ہونے والے تشدد کو شاعروں نے بھی محسوس کیا اور نعتیہ اسالیب میں اپنے احساس و خیال کا اظہار کرنے کی کوششیں کیں۔ علامہ اقبال، محمد علی جوہر، ظفر علی خان، حسرت موہانی، جوش اور حفیظ جالندھری نے حالی کے پیش کردہ نعتیہ اسالیب کو ایک ایسی جدت کے ساتھ تخلیق کیا کہ نعت کو پوری توانائیوں کے ساتھ آگے بڑھنے کی سمت مل گئی۔ اقبال نے نعت کو نہ صرف فکر و عمل سے ہم آہنگ کر دیا بلکہ اقبال اردو کے اہم ترین نعت نگاروں میں شمار کیے جانے لگے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں متعدد جگہوں پر آنحضرتؐ کی سیرت کا والہانہ اظہار کیا ہے۔ جرمن شاعر گوئٹے کی مشہور نظم (نغمۂ محمدی) کا آزاد ترجمہ بھی کیا جو "پیام مشرق" میں "جوئے آب" کے نام سے شامل ہے۔ اقبال کی شاعری کا حقیقی محور سیرت محمدی اور اسوۂ رسولؐ ہی ہے

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اس زمانے میں لطف بدایونی نے ایک ایسا شعر تھا جس کی مثال نہیں مل سکے گی۔ انہوں نے کہا کہ

رخِ مصطفیٰؐ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

لطف بدایونی نے اس شعر میں جس طرح عاشقانہ جمالیات کو اور سیرتِ طیبہ کو ایک دوسرے سے پیوست کیا ہے کہ اس میں خدا اور انسان دونوں کے درمیان رسول اکرمؐ کی عظمت کا اعتراف ہو جاتا ہے۔ یہی وہ اسلوب تھا جس پر پاکستانی شاعروں نے حیاتِ طیبہ کی عملی و فکری، مادی اور روحانی صداقتوں کو الگ الگ کر ایک عظیم وحدت میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ رسول اکرمؐ کی بزرگی و برتری ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ نعت لکھنے والے قرآن و حدیث سے روشنی حاصل کر کے اپنی تمام تر ذہنی و وجدانی صلاحیتوں کے ساتھ لکھنے کی خواہش کرتے ہیں، اس طرح فن اور خیال مل کر اعلیٰ معیارِ زندگی کے عمل کو تیز کر دیتے ہیں۔

اللہ کی بادشاہی کی محبتوں سے وابستہ ہے کہ ذاتِ حق تو مبتدا کی طرح ہے جس کی خبر رسول اکرمؐ ہیں۔ گمان سے یقین تک کے سارے امکانات رسول اکرمؐ کے ذریعے ہی کھلتے ہیں اور رسول کی صفات کا ادراک اور اس کا اظہار شاید اور کسی طرح امکان میں نہیں جس طرح اللہ کی عظمتوں کو محدود حقیقت کے ساتھ سمجھنا اور اس کا بیان امکان میں نہیں۔

ہزاروں سال کا انسانی ارتقا ہمارے عہد بے مہری کی ٹیکنالوجی اور سائنسی ایجادات کے ساتھ اپنی جن فتوحات تک پہنچا ہے ان کے درمیان رسول اکرمؐ کی فکر اور ان کا عمل اپنے اہم ہونے اور اپنے اثبات کے ساتھ موجود ہے بلکہ گزرے ہوئے موجودہ اور آنے والے زمانوں کی تصدیق تائید رسول اکرمؐ کے فکر و عمل ہی سے ہو رہی ہے۔

موجودہ نعتیہ شاعری رسول امامؐ کی ان صفات کا انتخاب کرتی ہے جو عصر حاضر میں بند دروازوں کو کھولتی ہیں۔ پاکستان کے بعد نعتیہ شاعری کے حوالے سے شناخت رکھنے والے بزرگوں میں بہزاد لکھنوی، حمید صدیقی لکھنوی، یوسف ظفر، نعیم صدیقی، ماہر القادری، جگر مراد آبادی، شمیم ملیح آبادی، خورشید آرا بیگم، منور بدایونی اور عابدہ پنہاں کے نام شامل ہیں۔

رسول کریمؐ کے حوالے سے شہر مدینہ اور گنبد سبز رنگ نعت گوئی کے اہم موضوعات رہے ہیں۔ اس شہر کی عقیدت و محبت کی تمام بنیادیں رسول اکرمؐ کے تعلق پر رکھی گئی ہیں۔ نبی کریمؐ کی صفات و توصیف بے حد و حساب ہیں کہ اس سمندر کا کوئی ساحل نہیں۔ اس کے آفاق بے کنار اور اس زمین کے طویل سلسلے کا اختتام نہیں۔

پچھلی دہائی میں جن شاعروں کی پہچان نعتیہ شاعری بنی ہے ان میں حفیظ تائب، حنیف اسعدی، ظفر وارثی، سرشار صدیقی، اعجاز رحمانی، ماجد خلیل، ادیب رائے پوری، قمر انجم اور قمر وارثی کے نام سامنے ہیں

حفیظ تائب تسلسل کے ساتھ نعتیں لکھتے رہے ہیں۔ انہوں نے سیرتِ طیبہ کے طاقوں میں بے شمار چراغ جلائے ہیں۔ ان کی عقیدتیں بڑی گہری ہیں۔ وہ عربی اور فارسی لفظیات کے درمیان اردو کے لفظوں کو اسی عاجزی سے لکھتے کہ نعت کا داخلی و خارجی وجود ہالے کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ حفیظ تائب کے اسالیب میں علمی و فکری سطح

کرتا ہے اور اسے اپنے ہاتھوں سے عمل میں بھی لے آتا ہے۔ جدید نعتیہ شاعری کی روح کوئی مذہبی تشخص نہیں ہے بلکہ وہ انسانی تہذیبی اور فکری شعور ہے جس نے دنیا کو ایک نئے موڑ سے اور ایک نئی جہت عمل سے آشنا کیا ہے۔"

نعتیہ شاعر کے سامنے صرف ایک صنف سخن کی ضرورتوں کا مسئلہ ہی نہیں ہے بلکہ عظمت کی بے حد و حساب رفعتیں، خیال و احساس کے لیے اونچی اڑانوں کا سبب بنتی ہیں جہاں ہر جنبش پر خود احتسابی چاہتی ہے۔ نعت ایسے سچے جذبوں اور ایسے پاکیزہ خیالات کی تصویریں اتارتی ہے جو ہر اعتبار سے محترم بھی جاتی رہی ہیں۔ نعت شاعر کے ذہن و فکر کی آواز ہوتی ہے بلکہ پورے وجود کا اظہاریہ ہوتی ہے۔ مدحِ رسول محض اوصاف کا تذکرہ نہیں۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ جو شاعر ہر کسی کی تعریف میں مبالغہ کی حدوں کو پار کر کے رائی کو پہاڑ بنانے کا فن جانتے تھے وہ مدحتِ رسولؐ میں ایسے ژولیدہ بیاں ہوئے کہ ایک شعر بھی نہ لکھ سکے۔ سفلی جذبات کے اور دنیاوی خواہشات کے لوگ نعت کے قائل نہیں ٹھہرتے۔ نعت لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ حضور اکرمؐ کے حالات و واقعات، سیرت اور ان کی تمام فکری و عملی فضیلتوں کا مطالعہ کیا جائے تاکہ جدت طرازی کے درمیان غلو آرائی سے بچا جا سکے۔ امیر حسن سجزی نے خواجہ نظام الدین اولیاء سے شاعری میں مبالغہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ "جھوٹ بولنا گناہ ہے لیکن وہ جھوٹ جو شعر میں بولا جائے گناہ نہیں ہے"۔ خواجہ صاحب نے اس کے ساتھ لکھنے والے کے دردمند ہونے کو ضروری قرار دے کر ارشاد کیا ہے کہ شعر کی صداقت حسن و اثر پذیری میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔ ذاتِ ممدوح کے اوصاف سے بے خبری یا بے خودگی توصیف کے بجائے تردید بن جاتی ہے۔ نعت میں شعری لوازمات اور عظمتِ رسولؐ کے مقام کا شعور نعت کو ادبِ عالیہ میں برتر مقام دلا دیتا ہے اور ایسا پیغامِ رسالتؐ کے حوالے سے شہرت و سعادت کی علامت بن جاتا ہے۔

ہمارے عہد کی نعت گوئی کوئی رسمی چیز نہیں ہے۔ یہ ہمارے سنجیدہ ترین ابلاغ اور پرخلوص جذبات سے دمکتی ہوئی شاعری ہے جس سے نعت گوئی کے سرمائے میں جدید اسالیب کا وہ بھرپور تجربہ شامل ہو گیا ہے جس نے نعتیہ شاعری کو باقاعدہ فن کی شکل دے دی ہے۔ نعتیہ شاعری صنف سخن نہیں ہے ایک عظیم موضوع ہے جس کے حوالے سے آخر میں ایک بات کا تذکرہ اور کرنا چاہوں گا کہ دنیا کی شاعری کے اساسی موضوعات کائنات، انسان اور ان دونوں کے درمیان پیدا ہونے والے عملی و فکری سوالات و واقعات ہیں لیکن نعتیہ شاعری کا مرکز اور اس کا دائرہ اور اس کے دائرے کے تمام پھیلاؤ ایک عظیم ذات ایک افضل ترین انسان اور ایک لازوال نام سے وابستہ ہیں۔ رسول اکرمؐ ایک ایسے ممدوح ہیں اور ایک ایسا موضوع ہیں جن کی انفرادیت کو جن کی یکتائی کو اور جن کی بے کناری کو ان گنت اسالیب میں لکھنے کے بعد بھی کوئی قلم اپنی تحریر پر آسودہ نہیں ہوا ہے۔ رسول اکرمؐ کی حیات لازوال کو لکھنے والے تمام ہاتھ شرمندہ ہیں کہ وہ رحمتِ عالمین کی مثالی تصویر اتارنے سے قاصر ہیں اور ڈیڑھ ہزار سال سے حفیظ اسعدی کی طرح یہی دعا کر رہے ہیں کہ

یارب یہ تمنا ہے کہ نازل ہو وہ ہم پہ
جو نعت ابھی تشنہ ہے قرطاس و قلم پہ

☆☆☆☆

پروفیسر ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان

ممدوحِ کائنات ﷺ

مشہور روایت کے مطابق رحمت کائنات ﷺ کی صفات عالیہ کا بیان اسی دن سے آغاز ہوا جب آدمؑ کی تخلیق ہوئی۔ جب آدمؑ پر پہلا سہو ہوا تو آپ کو "ابو محمد" کہہ کر پکارا گیا۔ آدمؑ نے نورِ محمدی دیکھ کر تعجب سے پوچھا۔ اے میرے پروردگار یہ کیسا نور ہے؟ ارشاد ہوا۔

"یہ نور اس نبی کا ہے جو تمہاری اولاد میں سے ہوگا۔ جس کا نام آسمانوں پر احمدؐ اور زمین پر محمدؐ ہوگا۔ اگر یہ نور نہ ہوتا تو میں نہ تمہیں پیدا کرتا نہ یہ زمین و آسمان پیدا کئے جاتے"۔ (سیرت النبویہ والآثار المحمدیہ از سید احمد زینی الشافعی، حاشیہ سیرت حلبی مطبوعہ ۱۳۲۰ ہجری صفحہ نمبر ۷)

گویا خود رب کائنات نے اپنے بندے کا تعارف کرایا اور جب عالم مثال میں اولادِ آدم کی روحوں سے عہد لیا۔ الست بربکم؟ وہاں اولاد آدم سے مبعوث کئے جانے والے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی روحوں سے اپنے بندے اور رسول کی نصرت و اعانت کا عہد بھی لیا۔

و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔ قال ءاقررتم و اخذتم علی ذالکم اصری۔ قالوا اقررنا۔ قال فاشھدوا و انا معکم من الشھدین۔ (۳/آل عمران: ۸۱)

ترجمہ: "اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو مصدق ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم اس رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اس کی طرف داری بھی کرنا۔ فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قبول کیا؟ وہ بولے ہم نے اقرار کیا۔ ارشاد فرمایا تو گواہ رہنا اور میں اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں"۔

یہ اولین مجلس میلاد تھی، مقصد میلاد کا کھلا بیان ہے۔

ہبوطِ آدم کے بعد جب آدمؑ کو حضرت حوا سے قرب کی خواہش ہوئی تو حضرت حوا کا مہر حضرت محمد ﷺ پر بیس بار درود ٹھہرا۔ (نشر الطیب فی ذکر الحبیب، مولانا اشرف علی تھانوی، فصل دوم روایت ۳، بحوالہ صلوۃ الاحزان، ابن جوزی، سیرۃ النبویہ، ص ۸)

روئے زمین پر حبیب خدا کا یہ پہلا ذکر تھا، پہلا درود، پہلی مدح اور پہلی نعت جو انسانوں کے جد امجد، پہلے انسان اور خلیفۃ الارض، حضرت آدمؑ نے آنے والے محمد ﷺ بن عبد اللہ کے حضور میں پیش کی۔ اب تو ہر آنے والے پر واجب ہو گیا کہ جانے سے پہلے ممدوحِ کائنات ﷺ کے آنے کی بشارت دے۔ اس کی نشانیاں بتائے (نعت کہے) اور اس کی صفات بیان کرے (مدح کہے) مشرق و مغرب کے سبھی انبیاء و مرسلین نے اس روایت کو

کی ہے جس کا اندراج یہاں ممکن نہیں۔

ان کاہنوں کی تجارت کا کاروبار بالوضاحت ان کتب سماوی پر منحصر تھا جن سے اہل عرب آشنا تھے۔ شرک و بت پرستی سے متنفر رہے اور اپنی کتابوں کے حوالے سے رسول اکرم کی آمد کے چرچے عام کرتے رہے اور آپ کی آمد کے منتظر رہے۔ یہ معاملین کا شر رو تھا۔ اور ان کی پیش گوئیوں کی بنیاد کتب سماوی پر تھی

اناجیل میں یوحنا کی انجیل نے حضرت عیسی علیہ اسلام کے الوداعی پیغامات میں جس روح القدس (فارقلیط) جو پیرکلی طوس کا معرب ہے اور جس کا معنی احمد ہے، برناباس نے اپنی انجیل میں "احمد" بحال رکھا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو انجیل برناباس (اردو) صفحات خلیل بک مطبوعہ ۱۹۳۲ صفحہ ۱۱-۱۱ انجیل برناباس اردو پروفیسر بشیر محمود اختر مطبوعہ ۱۹۷۶ء) مددگار، شفیع، سچائی کی روح اور وکیل ہی فارقلیط یا احمد کی صفات ہیں۔ انجیل میں بار بار ذکر ہوا۔ مثلاً

۱۔ حضرت عیسیٰ کی اصل تعلیم جسے لوگ بھلا چکے یا جس میں رد و بدل کر دیا گیا از سر نو دہرانے والا۔
۲۔ حضرت مسیح کی عظمت و جلال کو دنیا میں قائم کرنے والا۔
۳۔ حضرت مسیح کی گواہی دینے والا اور ان پر ایمان نہ لانے والوں کو گنہگار ٹھہرانے والا۔
۴۔ اپنی طرف سے کچھ نہ کہنے والا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی باتیں بیان کرنے والا۔

(یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۵، ۲۹، باب ۱۵ آیت ۲۶، باب ۱۶ آیت ۱۳ تا ۱۴)

یوحنا نے جب بپتسمہ دینا شروع کیا تو یروشلم سے فریسیوں کے فرستادہ کاہن اور لاوی (یہودی علماء) اس سے پوچھنے لگے کیا تو "وہ نبی" ہے؟ تو اس نے جواب دیا: "نہیں میں تو اس کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے لائق بھی نہیں۔ وہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا"۔ غرض یوحنا، لوقا، اعمال، کتاب پیدائش، کاشفہ، یوحنا اور استثنا میں حضور اکرم کی مذکور صفات یوں ہیں:

"روح آور، روح القدس، دنیا کا سردار، بنی اسرائیل کے بھائیوں سے آنے والا، مثیل موسیٰ، فاران سے ظاہر ہونے والا، جب تک سورج رہے گا اس کا نام رہے گا۔ ایک ابدی عہد باندھنے والا تا کہ اور دیا ابراہیم اور دنیا خدا کو یاد کرنے والی رہے، سچا، برحق اور راستی کے ساتھ انصاف کرنے والا، بہت تابعین والا، پر وشوہوں کا وشاہ اور خداوندوں کا خداوند، جامع اکملات ہی"۔ (علی الترتیب لوقا باب ۳، آیت ۱۲، یوحنا باب ۱۴ آیت ۳۵، اعمال باب ۳ آیت ۲۱ تا ۲۳، استثنا باب ۳۳ آیت ۲، حبقوق باب ۳ آیت ۳، کتاب پیدائش باب ۱۷ آیت ۱۷، کاشفہ باب ۹ آیت تا ۱۴)

سات برس کی عمر میں آپ آشوب چشم میں مبتلا ہوئے تو دادا محترم آپ کو عکاظ کے راہب کے پاس لے گئے جو مرض چشم کا ماہر تھا۔ اس نے آپ کو دیکھتے ہی کہا تو وہی ہے جسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا خطاب دے چکے ہیں"۔

(ماہنو کراچی سیرت رسول نمبر، جولائی اگست ۱۹۶۳ء، صفحہ ۳۶)

مہاتما بدھ نے بوقت مرگ نندا کو روتے دیکھا تو تسلی دیتے ہوئے کہا

"میں کوئی آخری بدھ نہیں۔ اپنے وقت پر دنیا میں ایک اور بدھ آئے گا۔ مقدس، منور القلب، عقل میں دانا ... میری برکت، عالم کائنات اور انسانوں کا عظیم سردار، جو غیر فانی حقائق میں نے ظاہر کیے وہ بھی ظاہر کرے

گا۔ وہ ایک مکمل ضابطہ حیات اور کامل نظام زندگی کی تبلیغ کرے گا"۔

مہاتما نے تھارا کے جواب میں یہ بھی فرمایا:

"وہ تیرپا (رحمت عالم) کے نام نامی سے آئے گا"۔ (اُمّی انکام، از مناظر احسن گیلانی، افق، رفیڈ رسالہ آج وہ ۲ اکتوبر ۱۹۳۰) ویدوں میں آپؐ کے والد بزرگوار کا نام وشنو بھگت (عبداللہ) والدہ ماجدہ کا نام سماتی (آمنہ) جائے پیدائش سالنہ بیپ (عرب) اور تاریخ بارھواں دن مادھو استائی گئی ہے۔ ویدوں نے آپؐ کو جگت گرو (سرور عالم) محامد، رحمت اور کلکی اوتار (خاتم النبیین) کے الفاظ خطابات و القابات سے یاد کیا ہے۔ بھگوت گیتا، کلکی پران اور بھوشیہ پران کے علاوہ سام وید پرپک ۲ کھنڈ ۶ منتر ۸ میں آپؐ کی صفات یوں بیان ہوئی ہیں۔ احمد کی شریعت امرتسیہ جیاگرہا ہم ہو دیپایو جتی۔

ترجمہ: محمدؐ نے اپنے رب سے پرحکمت شریعت پائی (جس کے کارن) میں سورج کی طرح روشن ہو رہا ہوں۔

(تفصیلی مطالعہ کے لیے مجلہ چودھویں صدی، کراچی شمارہ جولائی ۱۹۸۵، سید الانبیاء از سید احمد حسین ص ۲۲ ملاحظہ ہو)

یمن کے بادشاہ ابو کرب نے جسے تبع ثانی بھی کہتے ہیں، یثرب پر چڑھائی کی۔ اوس اور خزرج دن بھر اس سے مصروف جنگ رہتے اور رات کو اس کے لشکر کے لیے کھانا وغیرہ بھیجتے۔ تبع نے اس اخلاق سے متاثر ہو کر صلح کی درخواست کی۔ معاہدہ صلح طے پانے کے بعد اوس و خزرج کے نمائندوں احیحہ بن جلاح اور بن یامین سے تبع نے کہا۔۔۔ حیرت ہے آپ لوگوں نے دوران جنگ میں میری فوجوں کو اس طرح خوراک پہنچائی جس طرح قومیں اپنے لشکریوں کی نگہداشت کرتی ہیں۔ مجھے اسی شے نے متاثر کیا آخر یہ سب کچھ کیوں؟ بنیامین نے جواب دیا۔ دراصل ہمیں یقین تھا کہ آپ اس شہر کو فتح نہیں کر سکتے۔ وہ کیوں؟ تبع نے سوال کیا۔ بنیامین بولے، یہ شہر ایک نبی کی ہجرت گاہ ہے جو قریش سے ہو گا، یہ شہر ماموں کے طور پر مذکور ہے۔ اس پر تبع لرز گیا۔ اس کا یہ شعر اس واقعہ کی یادگار ہے۔

الفی الی نصیحة کی ازدجر
عن قریة محجورة بمحمد

ترجمہ: مجھے اس بستی سے ہٹ جانے کی نصیحت کی جو محمدؐ کے لیے محفوظ و مامون رکھی گئی ہے۔

پھر اس نے یہ شعر کہے

شهدت على احمد انه
نبي من الله باري النسم
فلو مد عمري الى عمره
لكنت وزيرا له و ابن عم
وجاهدت بالسيف اعداءه
و فرجت عن صدره كل غم
له امة سميت في الزبور
له امة هي خير الامم

ترجمہ: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ احمدؐ اللہ کے نبی ہیں جو جان ڈالنے والا ہے۔ آپؐ کے ظہور تک اگر

میری زندگی نے وفا کی تو میں آپ کا وزیر (مددگار) اور چچا زاد بھائی ہوں گا تلوار سے آپؐ کے دشمنوں کے خلاف لڑوں گا یہاں تک کہ آپ کی دل تنگی کشادہ دلی اور فرحت میں بدل جائے اور آپؐ کے دل سے سارے غم دور ہو جائیں۔ آپ کی امت جس کا ذکر زبور میں ہوا بہترین امت (خیر الامم) ہوگی۔

تبع کے دو شعر اور بھی خاصے مشہور ہوئے جو خاتم النبیین کی بعثت کے ذیل میں آتے ہیں

ویأتی بعده رجل عظیم
نبی لا یرخص فی الحرام
یسمی احمد یا لیت انی
أعمر بعد مبعثه بعام

ترجمہ "اس کے بعد ایک عظیم انسان آئے گا وہ نبی جو کسی حرام کی اجازت نہیں دے گا۔ اس کا نام نامی احمدؐ ہوگا۔ اے کاش میں آپ کی بعثت کے بعد ایک آدھ سال تک زندہ رہتا"۔ (شرح الشفاء جلد ۱ ملا علی قاری، رحمت للعالمین، جلد دوم صفحہ ۴۱، سیرت الحلبیہ جزء اول صفحہ ۳۸۲) تبع کے شعروں میں آپ کا مبارک نام "احمد" لیا جا رہا ہے۔ اس پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ تبع دراصل تورات اور دوسرے آسمانی صحیفوں کا حوالہ یثرب کے یہود و نصاریٰ سے سن کر آپ کو "احمد" کہہ رہے ہیں۔ قرآن حمید کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی آپ کو "احمد" کے نام ہی سے یاد فرمایا۔

سیرت الحلبیہ میں ہے کہ ابو ایوب انصاری کا وہ مکان جہاں ہجرت مدینہ کے بعد آپؐ نے قیام فرمایا۔ اسی تبع نے آپؐ کے لیے تعمیر کیا۔ ذکر ابن اسحاق ان هذا البیت الذی لابی ایوب بناه له (ص) تبع الحمیری۔

ولادت پاک سے سال ڈیڑھ سال قبل آپؐ کے والد کو ایک دیوتا کے حضور ذبح کیا جانا تھا مگر ایک کاہنہ کے مشورے سے سو اونٹوں اور خواجہ عبداللہ پر قرعہ ڈالا گیا۔ قرعہ اونٹوں کے نام نکلا سو اونٹ ذبح کر دیے گئے اور خواجہ عبداللہ قریش مکہ کی خواہش کے مطابق بچ گئے اور جب خواجہ عبداللہ کے گھر آپ کی ولادت کی خبر مکہ میں عام ہوئی تو چھوٹے بڑے کی زبان پر یہ ترانہ تھا۔

بارک فیک اللہ من غلام
یا ابن الذی من حومة الحمام
نجا بعون الملک العلام
فودی غداة الضرب بالسهام
بمائة من الابل سوام

ترجمہ تو بہت ہی مبارک لڑکا ہے اے اس شخص کے فرزند جو خدائے واحد علام کی اعانت سے موت کے منہ سے بچ گیا۔ قرعہ کے روز اس کے عوض سو اونٹ قربان کیے گئے۔ (فخر موجودات از ابو جلال ندوی، ماہ نو، کراچی، سیرت رسولؐ نمبر جولائی اگست ۱۹۶۳ء) دادا محترم نے آپ کا نام محمدؐ اور والدہ ماجدہ نے احمدؐ رکھا۔ سبحان اللہ اس سراپا ستودہ صفات کا نام بھی کیا ہے جس پر قصائد کے کروڑوں دفتر قربان۔

اک طرف یا نبیؐ اسمِ خاص آپؐ کا
نعت میں لکھے دفتر تمام اک طرف

(راقم الحروف)

دستورِ وقت کے مطابق رضاعت کے لیے جب حلیمہ سعدیہؓ نے آپؐ کو یتیم بچہ سمجھ کر حاصل کیا تو آپؐ کی والدہ نے یہ تسلی دیتے ہوئے فرمایا

یا ظئر سلی عن ابنک فانه سیکون له شان

ترجمہ: اے دایہ! تسلی رکھ۔ تیرے اس بچے کی بڑی شان ہوگی۔

جب حلیمہ سعدیہؓ آپؐ کو لے چلی تو اماں آمنہ نے یہ شعر پڑھے۔ ظہورِ قدسی کے بعد آپؐ کی شان میں کہے گئے نعتیہ شعروں میں ان شعروں ہی کو درجہ اولیت حاصل ہے۔

اعیذہ باللہ ذی الجلال
من شر ما مر علی الجبال
حتی اراہ حامل الحلال
ویفعل العرف الی الموالی
وغیرهم من حشوة الرجال

ترجمہ: اللہ کی پناہ مانگتی ہوں (اس بچے کے لیے) اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے شتر سوار ہوتے دیکھوں اور دیکھوں کہ وہ غلاموں اور درماندہ لوگوں کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرنے والا ہے۔ (رحمۃ للعالمین، سلمان منصور پوری، جلد دوم، صفحہ ۹۴، طبقات ابن سعد، حصہ اول، اخبار النبی صفحہ ۱۸۰۔۱۶۹)

فتح الباری اور مواہب کے مطابق آپؐ کی ولادت کی اگلی صبح ایک یہودی راہب جس کا نام یوسف تھا مکہ آیا تھا۔ اس نے قریش سے کہا

"اے گروہِ قریش! دیکھو آج کی شب کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ آج شب اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشانی ہے"۔۔۔۔ قریش نے معلومات کیں تو معلوم ہوا خواجہ عبداللہ ابن عبدالمطلب کے گھر بچہ پیدا ہوا تھا۔ جب یہودی نے آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان مذکورہ نشانی دیکھی تو بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد بولا

اے گروہِ قریش! بنی اسرائیل سے نبوت ختم ہوئی۔ سن لو تم پر ایسا غلبہ پائے گا کہ اس کی خبر مشرق و مغرب تک شائع ہوگی۔ (سیرت حلبیہ ص ۳۶۔۳۵، نشر الطیب چھٹی فصل روایت نمبر ۷)

علماء یہود نے اس نشانی کو مہرِ نبوت سے تعبیر کیا اور بعض باطل گروہوں نے "خاتم النبیین" یعنی نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والا اور آخری نبی، کے معانی مہرِ نبوت لے کر سلسلۂ نبوت کو جاری رکھنے کی راہ کھول دی اور اپنے بد ذوق کو اسلامی غلاف پہنا دیا۔ حالانکہ یہ معلوم عربی قاعدہ ہے کہ خاتم کے ساتھ جب تک "علی" کا صلہ نہ ہو مہر کے معنی دیتا ہی نہیں اور آیت قرآنی ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں "علی" ہے ہی نہیں لہٰذا سوائے سلسلۂ نبوت کو ختم کرنے والا کے اور کوئی مفہوم حاصل کر نبیوں کی مہر بنتا ہی نہیں

سفر شام سے واپسی کے بعد حضرت خدیجہؓ نے اپنے غلام میسرہ کی روائی آپ کی صفات اور دیگر نسطورا (راہبوں) کی باتیں سنیں تو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے ان کا ذکر کیا۔ بہ رگ ورقہ الہیات کے بہت بڑے عالم اور مذہباً عیسائی تھے۔ انہوں نے حضرت خدیجہؓ سے آپ کی صفات سننے کے بعد وہ قصیدہ کہا جسے بعض سیرت نگاروں نے وحی اولیٰ کے واقعہ سے منسوب کیا ہے۔ یہ قصیدہ ابن ہشام نے جسے اولین ترین ماخذ کی حیثیت حاصل ہے "حدیث خدیجہؓ" کے تحت عنوان "واقعہ نکاح" کے بعد باب ۲۱ میں نقل کیا ہے جب کہ وحی اولیٰ کے نزول کا ذکر باب ۴۰ میں ہے۔ خود قصیدہ کی داخلی شہادات بھی اس خیال کی تصدیق کرتی ہیں

لججت و کنت فی ذکری لجوجا
لهم طالما بعث النشیجا
ووصف من خدیجة بعد وصف
فقد طال انتظاری یا خدیجا
ببطن المکتین علی رجائی
حدیثک ان اری منه خروجا
بما خبرتنا من قول قس
من الرهبان اکره ان یعوجا

(سیرت النبویہ لابن ہشام (عربی) جلد اول ص ۱۹۱، بلوغ الارب جلد دوم ص ۲۰۹)

ترجمہ: ۱۔ میں نے ایک ایسے معاملے کا طویل انتظار کیا۔ جس نے رو رو کر گلوگیر ہو کر بیٹھ جانے والے کو بھی مستعد بنایا۔ سچ تو یہ ہے کہ میں بہر دم عظمت کا ہمیشہ ہی منتظر رہا۔

۲۔ خدیجہؓ سے ایک کے بعد ایک وصف سنا۔ خدیجہ! میرا انتظار بہت طول کھینچ گیا۔

۳۔ اے خدیجہ! تیری بات کا ظہور مکہ کے دونوں بطنوں کے درمیان ہوگا۔

۴۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ قس اور دوسرے رہبان کی جو بات تو نے مجھے سنائی ہے کہیں غلط ہو جائے۔

بہ رگ ورقہ نے آپؐ کے عنقریب سرفراز ہونے کی پیش گوئی کی اور آپؐ کا ساتھ دینے والوں کے غلبہ اور آپؐ سے لڑنے جھگڑنے اور جنگ آزما ہونے والوں کی شکست کی خبر دیتے ہوئے کہا:-

فیا لیتی اذا ما کان ذاکم
شهدت و کنت اکثر هم ولوجا
وان اهلک فکل فتی سیلقی
من الاقدار متلفة حروجا

ترجمہ: ۱۔ کاش! میں بھی اس وقت تک زندہ رہوں (حاضر و موجود رہوں) جب تمہارے ان عالی شان واقعات کا ظہور ہوگا اور اس (دین ہدایت) میں داخل ہونے والوں میں سب سے زیادہ حصہ دار بنوں۔

۲۔ اور اگر میں مر جاؤں تو ہر جوان مرد کو قضا و قدر کے فیصلوں کے بموجب ہلاک ہونا اور اس دنیا سے چلے جانا ہے

جبل النور میں جب پہلی بار آپؐ پر وحی نازل ہوئی تو حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو تسلی دیتے ہوئے یہ تاریخی کلمات کہے:

کلا واللہ لا یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم و تحمل الکل و تکسب المعدوم و تقری الضیف و تعین علی نوائب الحق (مشکوٰۃ المصابیح، باب بدء الوحی، بخاری شریف، تفسیر سورۃ العلق، سیرت حلبی جز اول ص ۲۶۶ و رحمت للعالمین جلد اول ص ۴۷، جلد دوم ص ۱۴۵)

ترجمہ: ''قسم ہے، ہرگز نہیں اللہ آپؐ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپؐ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں، درماندوں کی دستگیری کرتے ہیں، محتاجوں کی امداد فرماتے ہیں اور مصیبت زدوں کے کام آتے ہیں''۔ اور آپؐ کو صدیق اکبرؓ کے ہمراہ ورقہ کے پاس لے گئیں۔ تفصیل سن کر ورقہ نے حضور اکرمؐ کے سر مبارک پر بوسہ دیا اور کہنے لگا:

قدوس قدوس والذی نفسی بیدہ انک لنبی ھذہ الامۃ... الخ

''قدوس قدوس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، آپؐ اس امت کے حقیقی نبی ہیں۔ آپؐ کے پاس بلاشبہ وہ ناموس اکبر آیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا۔ آپؐ کی قوم آپؐ کو جھٹلائے گی، آپؐ کو ایذا دے گی، مکہ سے نکال دے گی (یہ مثیل موسیٰؑ ہونے کا مفہوم۔ مولف) اگر میں اس دن تک زندہ رہا **لانصرن اللہ نصرا یعلمہ**۔ میں اللہ کی مدد کروں گا جیسا کہ نصرت کا حق ہے، یعنی میں دین حق کا کماحقہ ساتھ دوں گا''۔

اس دور کی نعت نے جس میں موضوع و معروض باہم گتھم گتھا ہیں دنیا والوں کو ایک ایسے انسان کی آمد کی خبر دی اور ایک ایسے شخص کامل سے متعارف کرایا جس کی سیرت بشر مکمل ہوتے ہوئے رہتی دنیا تک اسوۂ حسنہ ٹھہری۔۔۔ سے مزید گرمیاں قرآن حکیم کی ان آیات نے پہنچائیں جو حب محبوبؐ اور اطاعت حبیب کا موضوع لیے ہوئے ہیں۔

صحف سماوی، یہاں وا انبیاء اور قدیم ترین مذہب ہندومت اور گوتم بدھ کی زبانی النبی المنتظرؐ کی جو شان بیان ہوئی قرآن مجید نے نہ صرف اس کی تصدیق کی بلکہ سیرت رسولؐ کا ایک ایک پہلو اس کا ثبوت ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ کی قدوسی جماعت نے آپؐ کو ایسا ہی پایا اور ویسا ہی جیسا کہ سنا اور آپؐ کے نام لیوا آپؐ پر آج بھی ایسا ہی ایمان وایقان رکھتے ہیں اور عہد بعہد سے چودہ سو سالہ دوری کے باوجود بلاتمیز رنگ و نسل اور قوم و وطن آپؐ ہی کے اسوۂ حسنہ کو مشعل راہ اور آپؐ ہی کی ذات ستودہ صفات کو مرکز ملت سمجھتے ہیں۔ محبت و عقیدت کی آگ میں جلتے تڑپتے ہیں تو رضائے محبوبؐ کی پیاس اور شربت دیدار کی آس میں جیتے ہیں کہ **اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم** کا فرمان یہی اب بھی جاری ہے۔ قرآن حکیم میں توحید کی جو تعلیم دی گئی ہے اس کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب کہ یہی مقصد رسالت اور مدعائے رسولؐ قرآن تھا۔ مگر اطاعت رسولؐ اور حب محبوبؐ کے سلسلے میں جس شدومد سے خطبے دیے گئے تمام دور توحید کی تعلیم پر بھی نظر نہیں آتا کیونکہ اسلامی معاشرے کے استحکام اور اسلامی ضابطہ حیات کے قیام و دوام کے لیے مرکز ملت سے استواری رشتہ لازمی ہے۔ اس ضمن میں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ حضورؐ پر پہلی وحی رب کی حمد و ثنا میں تھی (**اقرا باسم ربک الذی خلق**) تو دوسری وحی اس کے رسول، مثالی انسان (**عبدہ**) کی مدح میں، جو ایک طرف آپؐ کو تسلی و تشفی کے اہتمام میں ہے تو دوسری طرف آپؐ کے خلق کریم و عظیم کی سند مہیا کرتی ہے

ن۔ والقلم وما یسطرون۔ ما انت بنعمۃ ربک بمجنون۔ وان لک لاجرا غیر ممنون۔ وانک لعلی خلق عظیم۔ فستبصر ویبصرون۔ بایکم المفتون۔ (۶۸/القلم آیت ۱ تا ۶)

ترجمہ: ن، قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔ آپ اپنے رب کے فضل سے ہرگز ہرگز مجنون نہیں۔ بلاشبہ آپ کو کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ملے گا۔ آپ تو اخلاق حسنہ کی معراج پر ہیں۔ پس ذرا صبر کیجئے آپ بھی دیکھیں گے اور وہ (مجنوں کہنے والے) بھی دیکھیں گے کہ کس کا دماغ چل گیا ہے"

گویا پہلی ہی وحی میں دوسری وحی کا لاحقہ لگا کر نبوت کے تمام حقوق بیان کر دیے گئے۔ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کے سارے تقاضے سمجھا دیے گئے۔ **اقرا باسم ربک** اور **اقرا و ربک الاکرم** کا حق پورا نہیں ہو سکتا جب تک **انک لعلی خلق عظیم** کو مشعل راہ نہ بنایا جائے۔ **ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا**۔ (سورہ النساء، آیت ۱۱۵) اور جو شخص امر حق ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور اہل ایمان کی راہ چھوڑ دے گا۔ ہم بھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور واصل جہنم کر دیں گے اور وہ جہنم بدترین جگہ ہے۔۔۔ **و من يطع الرسول فقد اطاع الله**۔ (سورہ النساء آیت ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی صرف اسی نے اللہ کی اطاعت کی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی و محبت کا دعویٰ بے معنی ہے جب تک رسول کا اتباع اور پیروی نہ ہوگی۔ **قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله**۔ (سورہ آل عمران آیت ۳۱) کہہ دیجئے اگر اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری ہی اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا دے گا۔ حقیقت تو یہی ہے کہ قرآنی تعلیمات کی روح اطاعت رسول ہی سے روز اول میں سمجھ میں آ سکتی تھی۔ یہی تو وہ واسطہ ہے جس کے ذریعے انسانوں نے جبرئیل وحدہ اور قرآن والا سے آگاہی حاصل کی۔ اسی واسطے نے تو ہمیں معبود و عبد اور بندہ و مولا کے باہمی رشتے اور وحدت و رسالت کے اصول و ضوابط سے آگاہ کیا۔ اسی لیے جہاں قرآن پاک کا ایک معتد بہ حصہ بذات حضور نبی کریمؐ کی سیرت و کردار (خلق عظیم) اور شان رسالت **وما ارسلنک الا رحمة للعالمين** کے ساتھ ساتھ تکمیل بشریت و عبدیت **قل انما انا بشر مثلكم يوحى الي انما الهكم اله واحد** کا آئینہ دار ہے وہاں اہل ایمان کے لیے **ان الله و ملئكته يصلون على النبي يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما** واجب ٹھہرا۔ جہاں آپ کو **وللآخرة خير لك من الاولى** کی نوید سنائی گئی اور **ثم دنى فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى** کی معراج کمال پہ دکھ وہاں **مازاغ البصر وما طغى** سے آپ کی صلاحیت و شخصیت اور عظمت و رفعت بھی جتائی اور **وما ضل صاحبكم وما غوى** کی لازوال سند فضیلت سے بھی نوازا۔۔۔ غرض تیس پارے قرآن کریم کی آیات میں تدبر کرنے والے ہر آیت کو نعت رسول کا مرقع پاتے ہیں کامل مقتدا قرآن۔ نہ آپ کی صفات کا شمار ممکن نہ قرآن حکیم کا احاطہ ممکن۔ غرض

نہ حسنش غایتی دارد نہ سعدی را سخن پایاں

یہی وہ تعلیمات قرآنی اور سنت آسمانی کی بنیادیں تھیں جن کے ساتھ خلق محمدی کی چاشنی نے صحابہ کرامؓ کو مجسم عشق بنا دیا تھا۔ جب قرآن حکیم حب الٰہی کے لیے اطاعت رسول کو بنیادی شرط قرار دے تو حضرات صحابہؓ کے رگ و پے میں آقائے نامدار کی محبت خون کی طرح دوڑنی ہی تھی۔ بخاری و مسلم، طبقات ابن سعد، اسد الغابہ، حکایات صحابہ، سیرت رسول، سیرت صحابیات جیسی سینکڑوں کتابیں صحابہؓ کے عشق رسولؐ کے واقعات سے بھری ہیں۔ اس باب کی وسعت اہل نظر سے پوشیدہ نہیں چند واقعات سے آنکھیں روشن کیے دیتے ہیں۔ اللہ کریم ہمیں بھی ان کی صف میں

شامل ہونے کی توفیق سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔

العقد الفرید، جمہرۃ اشعار العرب، اسد الغابہ، مواہب اللدنیہ اور مجموعہ الصحابہ کے علاوہ سیرت کی تمام کتابوں میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ حضور اکرمؐ سے ابوسفیان وغیرہ اہل قریش کی بیہودہ گوئی کی شکایت کی گئی۔ آپؐ نے فرمایا "اے عبداللہ! لوگ میری ہجو کہتے ہیں، میں شاعر نہیں، تو خود میری طرف سے ان کی ہجو کہہ"۔ بعض دوسری روایت میں ہے آپؐ نے اپنے جاں نثاروں کو جمع کر کے فرمایا:

"تم لوگوں نے تلوار سے میری مدد کی۔ قریش میری ہجو کہتے ہیں کیا تم میں کوئی ہے جو زبان شعر سے میری مدد کرے۔"

حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ آگے بڑھے مگر حضورؐ نے فرمایا "یہ تمہارا کام نہیں"۔ پھر حضرت حسانؓ اٹھے۔ آپؓ اسلام سے پہلے حیرہ اور غسان کے ملوک کے درباری شاعر رہ چکے تھے اور اعشیٰ اور نابغہ سے عکاظ وغیرہ میلوں میں داد سخن پا چکے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا، "تم قریش کی ہجو کیسے کہہ سکو گے؟ جب کہ میں خود بھی ان میں سے ہوں۔ حضرت حسانؓ نے عرض کی فکر نہ کیجئے میں آپؐ کو ان سے اس طرح (اس احتیاط سے) الگ کروں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال"۔ (انی اسلک منھم کما تسل الشعرۃ من العجین)

تاریخ ادب عربی میں حضرت عبداللہ ابن رواحہ، حضرت کعب بن مالک، اور حضرت حسانؓ ابن ثابت کے علاوہ حضرت عباس بن مرداس اور حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب کو وہ شعرائے رسول لکھا گیا ہے جنہوں نے ہر موقع پر اعدائے دین کے شعر کا جواب بزبان شعر میں دیا۔ آپؐ کے شفیق چچا خواجہ ابو طالب، جب تک زندہ رہے آپؐ کی حمایت میں سینہ سپر رہے۔ وہ آپؐ کی تعلیمات اور قریش کی دھمکیوں سے بے پرواہ ہو کر فرمایا "بھتیجے جاؤ جو جی میں آئے کرو خدا کی قسم میں تمہیں تنہا کبھی نہ چھوڑوں گا"۔ اس موقعہ پر خواجہ ابو طالب نے یہ شعر بھی کہے

والله لن يصلوا اليك بجمعهم
حتى اوسد في التراب دفينا
فاصدع بامرك ما عليك غضاضة
وابشر بذاك وقر منك عيونا
ودعوتني وزعمت انك ناصحي
ولقد صدقت وكنت ثم امينا
وعرضت دينا لا محالة انه
من خير اديان البرية دينا

ترجمہ: اللہ کی قسم وہ اپنی تمام جمعیت کے ساتھ تجھ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک میری پیٹھ کی مٹی سے نہ لگ جائے (جب تک میں زندہ ہوں)

۲ تجھ پر کوئی تنگی نہیں جا اپنی دعوت عام کر خوش رہ اور اپنے کام سے آنکھیں ٹھنڈی کر

۳ تو نے مجھے خیر خواہی کی حیثیت سے دعوت حق دی تو نے سچ کہا اور تو ہمیشہ سے امانت دار ہے

۴ جو دین تو نے پیش کیا لامحالہ وہ دنیا کے تمام ادیان سے بہترین دین ہے

آپ کا ایک معروف قصیدہ جس میں ایک ایک قبیلے کو نام بنام محمدؐ کی اعانت پر ابھارا اور اعلان کیا کہ محمدؐ کو ہرگز ہرگز تنہا نہیں چھوڑا جائے گا۔ قصیدہ کا لفظ لفظ خلوص میں ڈوبا ہوا نشتر ہے۔ غیرت، حمیت اور سوز اس قصیدہ کا جوہر ہے۔ درد، پیچ و تاب، عتاب، طعن، اور عذر جمیل کا آئینہ دار ہے۔ پورا قصیدہ نقل کرنے کے قابل ہے مگر موقع کی مناسبت سے انتخاب درج ہے۔

فمن مثله في الناس اىٔ مؤمل
اذا قاسه الحكام عند تفاضل
حليم رشيد عادل غير طائش
يوالي الهاً ليس عنه بغافل
و ابيض يستسقى الغمام بوجهه
ثمال اليتامى عصمة للارامل
لقد علموا ان ابننا لا مكذب
لدينا ولا يعني بقول الاباطل
كذبتم و بيت الله نبزى محمداً
ولما نطاعن دونه ونناضل
ونسلمه حتى نصرع حوله
ونذهل عن ابنائنا والحلائل

(سیرت ابن ہشام، جلد اول، ص ۲۵۶ تا ۲۶۹)

ترجمہ ۔ مخلوق میں آپؐ جیسا کون ہے؟ جب فضیلتوں کا موازنہ کرنے والوں نے موازنہ و مقابلہ کیا تو آپؐ میں عجیب قسم کی برتری پائی۔

۲۔ وہ بردبار، سیدھی راہ چلنے والا منصف ہے۔ جلد باز نہیں اور آپؐ کا ایسے معبود سے تعلق ہے جو اس سے غافل نہیں۔

۳۔ جو ایسے روشن چہرے والا ہے کہ اس کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کا سرپرست اور بیواؤں کی پناہ ہے۔

۴۔ سب جانتے ہیں کہ ہمارا بیٹا (محمدؐ) کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور نہ جھوٹے اقوال کی طرف اعتنا کرتا ہے

۵۔ بیت اللہ کی قسم تم غلط سمجھے کہ محمدؐ کے بارے میں ہم تم سے دب جائیں گے ابھی تو ہم نے آپؐ کی حفاظت میں نہ نیزہ زنی کی ہے نہ تیر اندازی۔

۶۔ ہم اپنے اہل و عیال اور بیوی بچوں سے غافل ہو کر آپؐ کی حفاظت میں آپؐ کے اطراف میں بچھ جائیں گے

آپؐ کے دوسرے چچا امیر حمزہؓ اپنے بھتیجے کی زبانی آیاتِ قرآنی سن کر متاثر ہوئے اور دین اسلام قبول کیا اس موقع پر یہ شعر کہے

وأحمد مصطفى فينا مطاع
فلا تغشوه بالقول العنيف
فلا والله نسلمه لقوم
ولما نقض فيهم بالسيوف

ترجمہ: محمد مصطفیٰ ہم میں ایک برگزیدہ شخصیت ہیں جن کی اطاعت اور پیروی کی جاتی ہے لہٰذا آپ کی شان میں کوئی نامناسب بات نہ کہو۔
۲۔ خدا کی قسم ہم کسی طرح ان کو قوم کے حوالے نہیں کر سکتے جن کے بارے میں ہماری تلواریں کوئی فیصلہ نہیں کر چکیں۔

قریش کے مظالم روز بروز بڑھتے رہے یہاں تک کہ ہجرت حبشہ پر مجبور کر دیے گئے۔ ہجرت کرنے والوں میں عبداللہ ابن حارث بھی تھے۔ ہجرت حبشہ سے متعلق آپؓ کے اشعار کو کافی شہرت ملی۔

يا راكبا بلغا عني مغلغلة
من كان يرجو بلاغ الله والدين
انا وجدنا بلاد الله واسعة
تنجي من الذل والمخزاة والهون
انا تبعنا رسول الله واطرحوا
قول النبي وعالوا في الموازين
فاجعل عذابك في القوم الذي بغوا
وعائذا بك ان يعلوا فيطغوني

(سیرت ابن ہشام، جلد اول، ص ۳۰۔۳۲۹)

ترجمہ: اے سوارو! میری جانب سے (شہر در شہر، مغلغلہ یعنی ہرکارہ) ان لوگوں کو جو اللہ کے احکام اور اللہ کے دین کی تبلیغ و ترویج چاہتے ہیں، کہہ دے
۲۔ یہ کہ ہم نے اللہ کے شہروں کو وسیع پایا جو ہلاکت، ذلت اور رسوائی سے چھڑاتے ہیں (یعنی ادھر چلے آؤ)۔
۳۔ ہم نے اللہ کے رسول کی پیروی کی مگر قریش نے نبی کی بات پس پشت ڈال دی اور حقوق کی ادائیگی میں خیانت کی۔

حضور کریم کے پھوپھی زاد بھائی ابواحمد بن جحشؓ نابینا تھے۔ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے۔ آپؓ نے ہجرت کے کرب انگیز واقعہ کا رقت آمیز بیان ان شعروں میں کیا۔

الى الله وجهي والرسول ومن يقم
الى الله يوما وجهه لا يخيب
وكم قد تركنا من حميم مناصح
وناصحة تبكي وتندب

دلچسپ واقعہ بلوغ الارب میں محمود شکری نے امام الماوردی کی کتاب اعلام النبوت، الاستیعاب اور اصابہ فی احوال الصحابہؓ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور پڑھنے کے لائق ہے۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس واقعہ کی بابت پوچھا تو آپؓ نے ساری تفصیلات بیان کرتے ہوئے رسول اللہ کی خدمت میں پیش کی گئی معروضات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا: میرا خادم جن برابر تین رات میرے پاس آتا رہا اور جگا کر کہتا تمہارے پاس لوی بن غالب میں سے ایک رسول آیا ہے۔ پس میں نے اونٹنی پر سامان سفر باندھا اور سیدھا خوب تیز چلتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی

و انک ادنی المرسلین وسیلة
الی اللہ یا ابن الاکرمین الاطائب
فمرنا بما یاتیک یا خیر مرسل
وان کان فیما جئت شیب الذوائب
و کن لی شفیعاً یوم لاذو شفاعة
بمغن فتیلاً عن سواد ابن قارب

(بلوغ الارب جلد ۳، ۳۰۸)

ترجمہ: ۱۔ اے عزت اور پاکیزہ ترین لوگوں کی اولاد میں گواہی دیتا ہوں کہ تمام انبیائے کرام میں آپ کی ذات اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا قریب ترین وسیلہ ہے۔

۲۔ اے خیر المرسلینؐ! ان باتوں کا حکم دیجئے جو اللہ کی طرف سے آپؐ لے کر آئے ہیں (تاکہ ہم ان پر عمل کریں) خواہ ہمارے بال بھی سفید کیوں نہ ہو جائیں۔

۳۔ اے رسول اللہ! آپؐ اس دن میرے شفیع ہونا جس دن سواد ابن قارب کو کسی اور کی سفارش ذرہ بھر فائدہ نہ پہنچا سکے گی۔

یہ تو معلوم حقیقت ہے کہ اہل یثرب نے بیعت عقبہ میں یثرب آنے کی دعوت ایک ایسے سردار ہونے کی حیثیت سے دی تھی جو ان کے درمیان جنگ بعاث کے پھیلائے ہوئے نفاق کو دور کرے اور کسی ایسے جھگڑے اور دشمنی کی صورت میں تحکیم کا فرض انجام دے سکے۔ کچھ لوگ اس جنگ کے دوران میں غیر جانبدار رہنے والے سردار عبداللہ ابن ابی کے لیے تاج شاہی بھی تیار کرا چکے تھے مگر قبل اس کے کہ رسم تاجپوشی ادا ہو حضورؐ ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے اور اہل یثرب نے آپؐ کو اپنا سلطان تسلیم کر لیا۔ عبداللہ بن ابی ساری عمر اقتدار کے حصول کے لیے کوشاں رہا اس کی یہی کوشش وہ نفاق انگیزی تھی جس کی بنا پر وہ رئیس المنافقین کہلایا۔ آئین سلطنت (میثاق مدینہ) میں مسلم اور غیر مسلم شہریوں کے لیے الگ الگ جو ہمیں کیا پیغام دے رہے ہیں ان پر بحث کا یہ موقع نہیں۔ دستور یہ تھا کہ اس معاہدے کے تمام شرکا اپنے تنازعات اللہ اور رسولؐ کے سامنے پیش کرنے کے پابند ہو گئے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن اعور الاعشیٰ المازنی اپنا ایک مقدمہ لے کر حضورؐ (اولی الامر منکم) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کا استغاثہ منظوم ہے اس لیے درج کرنا مناسب ہوگا۔ یہاں یہ وضاحت بھی بے محل نہ ہوگی کہ اعشیٰ کئی ایک ہوئے جن کی تعداد نو بتائی جاتی ہے۔ ان میں سے تین مشہور ہوئے اعشیٰ المازنی، اعشیٰ بن قیس اور اعشیٰ ہوکر معروف اعشیٰ اسد وفی اسلام

لانے مولانا عبدالقدوس ہاشمی نے ارمغان نعت مرتبہ شفیق بریلوی کے مقدمہ میں، اعشیٰ بن قیس کو اعشیٰ امد رانی سمجھ کر صحابی لکھ دیا۔ اسی طرح اعشیٰ ہوبکر کو بھی صحابی لکھ گئے۔ حالانکہ وہ ایمان نہ لایا تھا۔ اعشیٰ امدرانی کی زوجہ (معاذہ) جھگڑالو عورت تھی، اعشیٰ سفر سے واپس آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ معاذہ ان سے جھگڑ کر مطرف بن بہصل کے پاس چلی گئی ہے۔ وہ شعر دے کر حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ یہ نظم استغاثی اولین مثال جہاں سے نقل کی جاتی ہے۔

يا سيد الناس وديان العرب
اليك اشكوا ذربة من ذرب
كالذئبة الغبساء في ظل السرب
خرجت ابغيها الطعام في الرجب
فخلفتني بنزاع و حرب
اخلفت العهد ولطت بالذنب
وتركتني بين عيص مؤتشب
وهن شر غالب لمن غلب

(اسدالغابہ باب الھمزہ مع العین ص ۱۳۶)

حضورؐ نے آخری مصرعہ وهن شر غالب لمن غلب بے حد پسند فرمایا اور بار بار دہرایا۔

ترجمہ:۔ اے سردار عالم اور عرب کے منصف اعظمؐ میں ذرب کی بیوی (معاذہ) کی شکایت لے کر حاضر ہوا ہوں۔

۲۔ میں رجب میں اس کے لیے روزی کی تلاش میں نکلا۔ معاذہ ٹیلے کی پھوار میں بھوری بھیڑ کی طرح جھگڑالو تھی۔

۳۔ میرے پیچھے وہ جھگڑا فساد کر کے گھر چھوڑ گئی۔ اس نے عہد توڑا اور آلودۂ گناہ ہوئی۔

۴۔ وہ مجھے گھنے جنگل میں پھنسانا چاہتی ہے۔ یہ عورتیں ایسا شر ہیں کہ جو ان پر غالب ہوئے ان سے خوب دوتی ہیں۔

گھنے جنگل سے مراد یہاں فتنہ و فساد ہے۔ ظاہر ہے ان الجھنوں سے بچنے کا احساس اہل یثرب کو میثاق مدینہ ہی نے دلایا تھا۔

طوالت کے خوف سے ایک سے ایک بہتر شعر اور ایک سے ایک بلیغ نظم چھوڑنے پر مجبور ہیں تا کہ ان شعروں اور شاعروں کا ذکر ہو سکے جنہوں نے اسلام کی تحریکی تاریخ کو منظوم مستند کیا۔

اسلام کے تحریکی دور کی شاعری میں النبی المکرمؐ کے سیرت و کردار، فضائل و شمائل اور دعوت توحید اور تبلیغ دین کی سچائی و برتری کے بیان کے ساتھ بحیثیت النبی المومنینؐ اصحاب رسولؐ کی قربانیوں، فداکاریوں اور جانثاروں کا ذکر ملتا ہے۔ پچھلے سابق ادوار کی طرح محض منظوم اور تمام ستم رسیدہ جاں نثار ان رسولؐ کا درد و کرب اور بے پناہ مشکلات و مصائب پر صبر و شکر کے تذکرے کم سے کمتر ہوتے جاتے ہیں۔ اس دور کی شاعری میں حق کے حامیوں کی برتری، بالادستی، شان و شوکت، فتح و کامرانی اور باطل کی شکست و ریخت، دل برشتگی اور گمرہی، تباہی اور بربادی کے چرچے ہیں جو والعصر ان الانسان لفی خسر۔ الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات الخ کے بیان کردہ فلسفہ تاریخ کی حقانیت و صداقت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ یہی کچھ مکی دور میں ہو چکا تھا۔ والتین و الزیتون و طور سینین و ھذا

البلد الامین ... اسی واقعے کی تفسیریں اور تفصیلیں ہیں۔ جیسے بدر، حنین، احزاب و تبوک کی کیفیات کا درس ہے
اہل حق فتح و ظفر سے اور اہل باطل ذلت و شکست سے دوچار ہوئے۔ یہ روداد وسیع اور اہل ذوق اصحاب رسول کی رزم
آرائیاں دلنشیں اور روح افزا ہیں لیکن صفحات کا دامن تنگ ہے اس لیے بس نمونہ اختصار سے دیا جا رہا ہے۔ اس دور کا آغاز
یوں تو بیعت عقبہ ہی سے ہو جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان الفاظ سے مخاطب کیا۔ **اذن للذین یقاتلون
بانهم ظلموا و ان الله علی نصرهم لقدیر** (۲۲/الحج آیت ۳۹) جن اہل ایمان کو ظلم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے
اب انہیں بھی جنگ کی رخصت دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر قادر ہے۔ گویا نصرت صرف ان کا حق ہے
جو اپنے حق کے لیے خود کمر بستہ ہوں۔ اسی سے تو قوم موسیٰ نے انکار کیا۔ **فاذهب انت وربک فقاتلا انا ههنا
قاعدون** (۵/مائدہ، آیت ۲۴) اے موسیٰ تو اور تیرا اللہ جا کر لڑو۔ ہم ادھر بیٹھے ہیں (جیت گئے تو آ کر ہمیں بھی
لے جانا)۔ کتنی اور کیسی حسرت ناک طرفگی ہے کہ آج ہماری ساری قوتیں آپس کی جنگوں اور دہشت گردیوں میں ضائع
ہو رہی ہیں مگر منبر و محراب سے اے اللہ کشمیر کو آزاد کر، اے اللہ فلسطین اور بوسنیا کے مسلمانوں کی امداد کر۔ کیا یہ عمل **فاذهب
انت وربک فقاتلا** سے مختلف ہے۔ بہر حال یہ ایک جملہ معترضہ ہو گیا۔ اسلام کی جنگی تاریخ کی ترجمان عربی
شاعری بہت زیادہ ہے ہم چند ایک شعر بغیر کسی تفصیل کے درج کرتے ہیں:

حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ

وان یرکبوا طغیانهم وضلالهم
فلیس عذاب الله عنهم بلابث

ترجمہ: پھر اگر وہ اپنی گمراہی اور سرکشی کے گھوڑے پر اسی طرح سوار رہیں تو اللہ کا عذاب ان سے دریغ نہیں کرے گا۔
(ابن ہشام جلد اول باب ۹۲۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ مانتی ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ نے اسلام لانے کے بعد شعر
کبھی کہا نہیں۔ ہشام عربی، حاشیہ ص ۵۹۲)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

فما یعتد رام فی عدو
بسهم یا رسول الله قبلی
فذلک ان دینک دین صدق
وذو حق اتیت به وعدل

(سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۶۳۴)

ترجمہ: ۱۔ اے اللہ کے رسول! دشمن پر مجھ سے قبل کوئی تیر چلانے والا تیر نہ چلا سکے گا۔
۲۔ اس لیے کہ آپ کا دین سچا ہے اور آپ نے اس کے ذریعے حق اور انصاف کی دعوت پیش کی ہے

حضرت امیر حمزہؓ

بامر رسول الله اول خافق
علیه لواء لم یکن لاح من قبلی

ترجمہ: رسول کے حکم سے جو اس امر کا پہلا پرچم لہراتا ہے ایسا پرچم اس سے قبل میں نے کبھی کھلتے نہیں دیکھا

حضرت کعبؓ بن مالک نے بدر سے متعلق جو شعر کہے جمع کر دیے جائیں تو ایک دفتر بن جائے۔ ضرار بن الخطاب کے ہجویہ قصائد کا تو ایسا جواب دیا کہ وہ شکست کی خفت مٹاتے مٹاتے اور بھی رسوا ہوئے۔ بنی معد کے جاہل اور مشرکین سبھی نے ہمیں تیروں کا نشانہ بنایا۔

لان عبدنا الله لم نرج غیره
رجاء الجنان اذا اتانا زعیمها
نبی له فی قومه ارث عزه
واعراق صدق هذبتها ارومها
ضربنا حتی هوی فی مکرنا
لمنخر سوء من لوی عظیمها

(ابن ہشام جلد دوم باب اول)

ترجمہ: کیونکہ ہمارے پاس ان کا زعیم آیا تو ہم نے اللہ کی بندگی اختیار کر لی اور جنت کی امید میں اس کے سوا کسی کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ وہ ایسا نبی ہے کہ اسے قوم میں موروثی عزت حاصل ہے اور اس کے سچے اصولوں نے اسے مہذب بنا دیا ہے۔ چنانچہ ہم نے بھی (بنو معد کے جاہلوں پر) یہاں تک شمشیر زنی کی کہ ہمارے حملے میں بنو لوی کے سردار اوندھے منہ گڑھے میں جا گرے۔

ونطیع امر نبینا ونجیبه
واذا دعا لکریهة لم نسبق
ومن یطع قول النبی فانه
فینا مطاع الامر حق مصدق

(ابن ہشام ج ۲: باب غزوہ خندق ص ۲۶۴)

ترجمہ۔ اور ہم اپنے نبی کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور لبیک کہتے ہیں۔ جب آپؐ جنگ کے لیے پکارتے ہیں تو ہم کسی سے پیچھے نہیں رہتے۔

۲۔ حضورؐ ہم میں واجب الاطاعت ہیں آپؐ سچائی پر ہیں اور تصدیق شدہ امور کی طرف بلاتے ہیں۔ جس نے آپؐ کی اطاعت کی وہ بھی مطاع ہو گیا۔

حضرت کعبؓ کے ذیل شعر پر تو رسول خداؐ نے آپؓ سے فرمایا کعب! اللہ نے تمہارا شعر یاد کیا ہے

وجاءت سخینة کی تغالب ربها
فلیغلبن مغالب الغلاب

ترجمہ۔ سخینہ (جاہلیت میں قریش کا لقب تھا) اس لیے آئے تھے کہ غلبہ پانے میں اپنے رب سے مقابلہ کریں مگر سب پر غالب آنے والے کا مقابلہ کرنے والے ضرور مغلوب ہو کر رہتے ہیں

حضرت عباسؓ بن مرداس نے ہر موقع پر قصیدے کہے لیکن وہ قصیدہ جس میں بنو سلیم کے ضحاک بن سفیان کلابی کی بطور سپہ سالار تقرری کا ذکر ہے، صحابہؓ کے رحماء بینھم اشداء علی الکفار کے کردار کی بولتی تصویر ہے

يا خاتم النبآء انك مرسل
بالحق كل هدى السبيل هداكا
ان الاله بنى عليك محبة
فى خلقه و محمد سماكا
ثم الذين وفوا بما عاهدتهم
جند بعثت عليهم الضحاكا
مايرجون من القريب قرابة
الا بطاعة ربهم وهواكا

(ابن ہشام ج ۲ باب غزوہ حنین)

ترجمہ ۱۔ یا خاتم النبیین! آپ بے شک رسول برحق ہیں آپ ہی کی ہدایت صحیح ہدایت ہے۔
۲۔ بلاشبہ اللہ نے اپنی مخلوق میں محبت کی بنیاد آپ ہی پر رکھی اور بجا طور پر آپ کا نام محمد (قابل تعریف) رکھا۔
۳۔ پھر وہ لوگ (اصحابؓ) جنہوں نے آپ سے کیا ہوا عہد پورا کیا وہ لشکر جس پر آپ نے ضحاک کو امیر مقرر فرمایا۔
۴۔ وہ رشتہ داروں کی رشتہ داری سے بے نیاز صرف اپنے رب کی اطاعت اور آپ کے منشا کی تکمیل میں مصروف تھے۔

حضور نبی کریم نے آپ کو جس قصیدہ پر اپنا خلعت مبارک عطا فرمایا اس کے دو شعر نقل ہیں۔

راحتک یا خیر البریة کلها
نشرت کتاباً جاء بالحق معلما
شرعت لنا دین الهدی بعد جورنا
عن الحق لما اصبح الحق مظلما

(تاریخ التواریخ از محمد تقی۔ ج ا ص ۹۹ ۔ ۲۹۸)

ترجمہ ۱۔ اے خیر البریہ آپ نے ایک ایسی کتاب پیش کی جس نے حق و صداقت کی تعلیم دی۔
۲۔ آپ نے ہمیں دین حق پر مبنی شریعت دے کر راہ راست دکھائی جب کہ ہم راہ حق سے بھٹک کر تاریکی میں کھو گئے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن رواحہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضور پر نور آپ کا کلام خندق کھودتے ہوئے پڑھتے جاتے تھے۔

اللهم ان الاجر اجر الآخرة
فارحم الانصار و المهاجرة

ابن رواحہؓ کے جن شعروں نے آفاق گیر شہرت پائی

روحى الفداء لمن اخلاقه شهدت
بانه خير مولود من البشر

عمت فضائله كل العباد كما

عم البرية ضوء الشمس القمر

لو لم يكن فيه آيات مبينة

كانت بديهته تكفي عن الخبر

ترجمہ: میری روح اس ذات پاک پر فدا جس کے اخلاق حسنہ اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ بنی نوع انسان میں سب سے افضل ذات ہے۔

۲۔ اس ذات پاکؐ کے فضائل و کرم کا چشمہ فیض تمام بندگان خدا کو اسی طرح سیراب کرتا ہے جس طرح آفتاب و ماہتاب کی ضیا باریاں بلا تخصیص کائنات کے لیے عام ہیں۔ اگر اس ذات پاکؐ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والی روشن نشانیاں نہ بھی ہوتیں تو بھی آپؐ کی اپنی ذات آپؐ کے پیغام کی صداقت کے لیے کافی تھی۔

فاتح خیبر اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے کعب ابن اشرف منافق کے قتل اور یہود نضیر کی جلا وطنی پر جو شعر کہے وہ ان کی شان علمیت کا مظہر ہیں۔

عرفت ومن يعتدل يعرف

وايقنت حقا ولم اصدف

عن الكلم المحكم اللاء

من لدى الله ذي الرافة الاراف

فايها المر عدوه سفاهاً

ولم يات جوراً ولم يعنف

الستم تخافون ادنى العذاب

وما آمن الله كالاخوف

فانزل جبريل في قتله

بوحي الى عبده ملطف

(ابن ہشام عربی ج ۲ ص ۱۹۷)

ترجمہ: میں نے حق بات جان لی اور جو بھی اعتدال کی راہ اپنائے گا جان لے گا مجھے یقین ہو گیا اور اس سے اعراض نہ کروں گا۔۔۔۔ رحمت و شفقت والے اللہ کی طرف سے میں نے یہ یقین حاصل کیا۔۔۔۔ اے گروہ یہود جو اس کے کہ حضورؐ کی طرف سے کوئی ظلم زیادتی نہیں تم جہالت میں انہیں دھمکیاں دیتے ہو جسے اللہ تعالیٰ کی امان حاصل ہو اور جس کی حفاظت کا وعدہ اللہ نے کر رکھا ہے (والله يعصمك عن الناس کی طرف اشارہ ہے) وہ کب خوف زدہ ہوتا ہے کیا تمہیں عذاب الٰہی کا خوف نہیں؟ پس اللہ تعالیٰ نے جبریل امینؑ کے ذریعے اپنے صاحب لطف و کرم بندے کو کعب کے قتل کا حکم دیا۔

غزوہ طائف کے بریغمال افراد میں مالک ابن عوف بطریق الصماری کے اہل و عیال بھی شامل تھے حضورؐ

کو بتایا گیا کہ وہ ثقیف کے پاس طائف میں ہیں تو آپؐ نے فرمایا اگر اسلام قبول کر کے آئے تو نہ صرف اس کے آل و عیال اور مال و منال واپس کر دوں گا بلکہ سواونٹ مزید دوں گا۔ مالک راتوں رات حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حسب وعدہ مال و منال لے کر لوٹے۔ حضورؐ نے انہیں ان کی مسلم قوم پر عامل مقرر فرمایا۔ ان کا ایک شعر اس حوالے سے پیش کیا جاتا ہے

ما ان رایت ولا سمعت بمثلہ
فی الناس کلھم بمثل محمد

ترجمہ: دنیا بھر کے انسانوں میں محمدؐ جیسا میں نے دیکھا نہ سنا۔

ایک استقبال وہ تھا جب آپؐ اور صدیق اکبرؓ ہجرت مدینہ کے ایام میں وارد مدینہ ہوئے اور قبا میں بنی نجار کی بچیوں نے دف بجا بجا کر نحن جوار من بنی نجار یا حبذا من جار کے گیت گائے۔ وہ ایک بے وطن مہاجر کا استقبال تھا۔ ایک دن وہ بھی آیا جب فاتح مکہ کی حیثیت میں غزوہ تبوک سے واپس لوٹے، ریاست مدینہ کے سربراہ (اولی الامر منھم) کا استقبال ہوا۔

طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا
ما دعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا
جئت بالامر المطاع

(کلام الملوک مرتبہ حضرت تھانوی ص ۱۷۲)

ترجمہ: جنوبی پہاڑیوں (وداع کی گھاٹیوں) سے ہم پر بدر کامل طلوع ہوا۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے۔ اس عمدہ تعلیم دین کے لیے جس کی جانب آپؐ بلا رہے ہیں۔ اے اللہ کی طرف سے مبعوث رسولؐ! آپؐ ایسا امر لے کر آئے جس کی اطاعت واجب ہے۔

پہلے یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ حضرت حسان کو الموید بروح القدس کے خطاب سے شعرائے دربار رسالت کی سرخیلی نصیب ہوئی۔ آپؓ نے اپنے قصائد میں حسب الحال قریش کے ہم نام حضور اکرمؐ کو بکمال احتیاط الگ رکھا۔ اس قصیدہ میں جو ابوسفیان بن الحارث کے قصیدے کے جواب میں کہا حسانؓ نے حضورؐ کی شان اس طرح بیان کی

اتھجوہ ولست لہ بکفو
فشرکما لخیرکما فداہ

ترجمہ: تم آنحضرتؐ کی ہجو کہتے ہو حالانکہ وہ تمہاری کفو سے ہیں۔ میں تمہارے شر کو تمہارے خیر پر قربان کرتا ہوں۔ (تمہاری ان کی کیا برابری)

رب العالمین جل جلالہ نے خود آپؐ کو "وما ارسلنا ک الا رحمۃ للعالمین" سے کے خطاب سے نوازا۔

عالمین ہزدہ ہزار عالموں کو محیط ہے۔ اولاد آدم تو ازل سے ابد تک آپؐ کی نعت کہتی آئی اور کہتی رہے گی۔ شعرا نے

نے نسل انسانی کے ساتھ ساتھ شجر وحجر چرند پرند کو بھی اس احسان عظیم کا مداح اور ثنا گو دکھایا ہے۔ مٹھی میں بند کنکریوں نے آپ کی صداقت پر گواہی دی، جانوروں نے اپنے مالکوں کی ناانصافی کے خلاف نالش کی اور چارہ سازی دیکھی، جنگلی ہرن شکاریوں کے خلاف فریاد لے کر آئے اور بچوں کو پا کر چوکڑیاں بھرتے خوش خوش لوٹے۔ مکڑیوں نے غار ثور کے دہانے پر جالے لگا کر شان نبوت کی حفاظت میں حصہ لیا۔ یہی نہیں دوسرا پاک تقدیس ملائکہ جنہوں نے آدم کو خلافت ارضی سے نوازے جانے پر اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء کی دہائی دی تھی، آپ کی رحمت للعالمینی کے پرچم تلے خود بدر میں مشرکین کا خون بہانے میں حصہ لیا۔ اس بے نفس اور ہر طرح تابع فرمان مخلوق کے علاوہ ایک سرکش اور نافرمان مخلوق جنات بھی اسی رحمت للعالمینی پرچم تلے آنے پر مجبور ہوئی۔ ابلیس جس نے آدم کی بشریت کی تحقیر کرتے ہوئے اپنی ناری افتخار کرتے ہوئے بیعت سے انکار کیا اور فاخرج فانک رجیم کا ابدی حکم سنا اسی مخلوق سے تھا کان من الجن۔ مگر جب آنحضرت کے پرچم رحمت کھلے تو آپ کی چوکھٹ پر سر تسلیم خم کرتی ہوئی آئی۔۔۔ قرآن پاک کے مطابق جنوں کی جماعت نے کتاب اللہ سن کر تعجب کیا۔ یہ عجیب کلام ہے یہ بھلائی کے راستے کی طرف بلاتا ہے ہم اس پر ایمان لائے۔ کسی کو اپنے پروردگار کا شریک نہیں بنائیں گے۔ سواد ابن قارب کے ایمان لانے کا واقعہ پہلے درج ہو چکا ہے۔ جنوں کے قافلہ در قافلہ چلنے کا علم ہی انہیں اکسا رہا۔ اہل عرب جنوں سے بہت خوفزدہ تھے۔ کاہنوں اور شاعروں کے پیچھے بھی جن کا ہونا ان کے بنیادی معتقدات اور توہمات میں سے ہے اسی حوالے سے انہوں نے حضور کو شاعر مجنوں کہا۔

اہل عرب دوران سفر کسی وادی کے اندر شب باشی پر مجبور ہو جاتے تو بلند آواز میں اس وادی کے غالب جن کی پناہ مانگتے تھے۔ اس نے جنوں کو اور بھی سرکش بنا دیا تھا (سورہ جن)۔ مگر جب حضور نے توحید کا ڈنکا بجایا تو جن بھی اللہ کی پناہ مانگنے لگے۔ حضرت خریم کو جنوں کی پناہ مانگنے کے جواب میں جن ہی کی طرف سے تنبیہ ہوئی۔ تجھ پر افسوس ہے اب بھی جنوں کی مانگتا ہے اللہ کی پناہ میں آ۔

ویحک اللہ عذ باللہ ذی الجلال

والمجد والنعماء والافضال

(خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۲۱)

تجھ پر افسوس اللہ کی پناہ مانگ جو صاحب جلال بزرگی اور نعمتوں والا اور فضل کرنے والا ہے۔ ہاتف غیبی نے حضرت خریم کو مطلع کیا، اللہ کے رسول حضرت محمد کی بعثت کے بعد جنوں کے مذہب بدل گئے۔ یہ جن ما تقدم کی بجائے کے مسلمان جنوں پر حضور کی طرف سے امیر مقرر کیا گیا تھا۔ یہ طویل مضمون ہے اس لیے اسی تعارف کے ساتھ عمرو الجنی کے ایک نادر نعتیہ قصیدہ کے انتخاب پر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

عمرو الجنی، گمشدہ قافلوں کے لیے رونے والیوں سے مخاطب ہے کہ ان لوگوں کا ماتم نہ کر کہ ساری مصیبتیں ان کے سبب نازل ہوئیں۔ تجھے چاہیے کہ تو عمر اونٹنیوں پر کجاوے کس کر دربار رسالت میں حاضر ہو جا وہاں پہنچ کر تیری ساری کلفتیں دور ہو جائیں گی۔

وارحل قرصاً یقدمن علیٰ

روف ھراح بہ الکرب

لنبی ھدی وبہ تقی

فذاک تدین لہ العرب

بمحمدن المبعوث و ذی ال

خیرات مار لہ الرحب

فصلو ۃ الہ الخلق علیک

وجاد محلک السکب

(قصیدہ وجیہ کردوشی نجیب ۱۹۶۸ء)

ترجمہ: تو محمد دشمنوں پر کہہ دو کس کر دربار رسالت میں حاضری کے لیے نکل کھڑا ہوتا کہ وہ تمہیں آنحضرت کی خدمت میں لے جائیں۔ آپ کی ذات ستودہ صفات مجسم رحمت و رافت ہے۔ آپ کی خدمت میں پہنچ کر تمہاری ساری کلفتیں دور ہو جائیں گی۔ اس نبی کی بارگاہ میں جو اہل عالم کے ہادی، بڑی شان والے اور صاحب تقویٰ ہیں اور اسی وجہ سے سب اہل عرب نے آپ کی اطاعت کا قلادہ اپنی گردنوں میں ڈال دیے۔ اس محمد کی جناب میں جو بنی نوع انسان کے ہادی بن کر آئے۔ آپ کی بارگاہ رحمت و رافت کے لحاظ سے نہایت کشادہ ہے اور آپ بڑی بزرگیوں اور عظمتوں والے ہیں۔ بس آپ پر ہمیشہ ہمیشہ صلوۃ و سلام ہو اور رحمت و رضوان الٰہی کی بارش آپ کی درگاہ پر ہمیشہ ہمیشہ ہے۔۔۔۔آمین۔

☆☆☆☆

شاکر کنڈان

کتابیاتِ پاکستانی نعت

معلوم حوالے کے مطابق منظوم نعت رسولِ مقبول کا آغاز حضور نبی کریم کی ولادت سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے ہو چکا تھا، جس میں تبع حمیری پہلے شاعر گنے جاتے ہیں۔ تب سے آج تک یہ سلسلہ جاری ہے اور ابد تک رہے گا۔ اردو میں حضرت امیر خسرو کے نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ اور تب سے یہ سلسلہ ورفعنا لک ذکرک کی نفی کو قائم رکھے ہے۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد حضور نبی کریم کی شانِ اقدس کے منظوم بیان اور ذکر میں اضافہ ہوا اور خاص طور پر محمد ضیاء الحق کے دورِ حکومت سے نعتیہ کتابوں کی اشاعت میں تیزی آئی۔ جب سے تقریباً ہر شاعر حضور کی شان میں کوئی تحریر چھوڑ جانا سعادت اور وسیلہ مغفرت سمجھتا ہے۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے اب تک ہزاروں مجموعہ ہائے نعت اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔ ہر کتاب تک رسائی تو ناممکن ہے لیکن جو چند ایک میرے علم میں آ سکیں ان کی کتابیات یہاں پیش کر رہا ہوں۔ ترتیب سن وار دی گئی ہے۔ پہلے کتاب کا نام، پھر شاعر کا نام اور بعد ازاں جس شہر سے شائع ہوئی۔ مضمون کے طویل ہو جانے کی وجہ سے باقی معلومات درج نہیں کی گئیں۔ یہ جن کتب کی مکمل معلومات نہیں مل سکیں ان کو بھی شاملِ کتابیات نہیں کیا گیا۔

سرِ دست اگست ۱۹۴۷ء سے لے کر جنوری ۲۰۱۲ء تک ۱۵۴۰ (پندرہ سو چالیس) نعتیہ شعری مجموعوں کا شماریہ پیش ہے۔ یہ تمام معلومات اکٹھی کرنے کے لیے بہت سی کتب سے استفادہ کیا گیا۔ جن کے نام تحریر کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔

۱۹۴۷ء

روحِ قرآن، دل محمد خواجہ، لاہور

۱۹۴۸ء

کفر و ایمان، بہزاد لکھنوی، لاہور
حرفِ ثنا، محشر بدایونی، لاہور
تابشِ افسر، افسر بے خودی، مولانا، کراچی

۱۹۴۹ء

نغمہ ہائے مبارک، ضیاء القادری بدایونی، کراچی
فخرِ حیات، اسعد لکھنوی، کراچی
کوثر و تسنیم، آفاق صدیقی، پروفیسر، کراچی
سلامِ فیض، درویش ذکی، لاہور
دیوانِ قادری، قادری جالندھری، لاہور

۱۹۵۰ء

دیارِ نبی، ضیاء القادری بدایونی، کراچی
نازِ حیات، ناصر صدیقی، کراچی

آفتاب تاج، تاج عرفانی، لاہور

تحفۂ روح، شاد رودانی، لاہور

۱۹۵۱ء

جامِ وارث (حصہ اول)، قیصر وارثی، کراچی

رزم و بزم، اسد شاہی، لاہور (آخر میں قومی نظمیں اور کچھ غزلیں بھی شامل ہیں)

۱۹۵۲ء

گنجینۂ تاج ہر عرش، تاج جام نگری، کراچی

میلادِ حسن پیغمبرؐ، افسر بے خودی، مولانا، کراچی

گلدستۂ نعت، عاقل اکبر آبادی، کراچی

ذکرِ حبیب، امیر مینائی، لاہور

سلامِ عقیدت، عبدالمجید قانی، کراچی

آہنگِ تیار، عرش صہبائی

۱۹۵۳ء

شمعِ حرم، محمود حسن رضوی، سید، کراچی

جامِ وارث (حصہ دوم)، قیصر وارثی، کراچی

شاخِ طوبیٰ، آغا صادق، کوئٹہ

قصیدۂ نعتیہ، وارث جیلانی، فیصل آباد

۱۹۵۴ء

تحفۂ حرم، اسد ملتانی، ملتان

ثنائے حبیبؐ، بہزاد لکھنوی، کراچی

مسدسِ کامل، کامل جونا گڑھی، کراچی

مجموعۂ نعت، محمد شیر الدین، لاہور

۱۹۵۵ء

بادۂ کوثر، امین شرقپوری، لاہور

ارمانِ بی، ارمان اکبر آبادی، کراچی

انتخابِ کلامِ امیر مینائی، مرتب: خالد مینائی، لاہور

بہارِ عقیدت، اختر الحامدی، سیالکوٹ

شانِ مصطفیٰؐ، شیر محمد ترمذی، سید، لاہور

دیوانِ نعت، محمودہ خاتون، لاہور

۱۹۵۶ء

ذکرِ حضورؐ، بہزاد لکھنوی، کراچی

تمنائے مدینہ، عبدالحفیظ خان، لاہور

صدقِ مقال، عبدالمجید صدیقی، کراچی

۱۹۵۷ء

فردوسِ عقیدت، صابر براری، کراچی

کیفِ بہاراں، آرزو اکبر آبادی، کراچی

گہوارۂ مغفرت، امداد حسین نصرت، کراچی

تحفۂ رسالت، ضیاء القادری، مولانا، کراچی

نغماتِ صداقت، ابو السیف عتیق، کراچی

محامدِ سید المرسلینؐ، محمد علیم اللہ آبادی، میر پور خاص

۱۹۵۸ء

بکشورِ مہر و ہمہ کائناتؐ، عرش صہبائی، لاہور

کشش وفا، وفا نیازی، کراچی

چراغِ صبحِ جمال، رئیس امروہوی، کراچی

۱۹۵۹ء

خزینۂ بہشت، ضیاء القادری، کراچی

سیائب ہاشمی، محمد سلیم، کراچی

وادیٔ بطحا، عنایت گورداسپوری، لاہور
امیر انبیا، افسر بے خودی مولانا، کراچی

۱۹۶۰ء

جمالِ رسول، اختر الحامدی، حیدرآباد
گلہائے نعت، رہبر چشتی بھوتی، کراچی
گل کدۂ حرم، عبد ربانی چشتی، کراچی
تنویر، مصطفیٰ لکھنوی، کراچی
اثیر جلیل، افسر صابری، کراچی
گرد کارواں، احمد شجاع ساحر، تجسیم، لاہور
ذوقِ محامد، رافق کاظمی امروہوی، ملتان
افکارِ جمیل، حافظ جمال الدین صیالوی، گجرات

۱۹۶۱ء

غبارِ حجاز، راجح عرفانی، گوجرانوالہ
آمنہ کا چاند، صابر براری، کراچی
جامِ نور، عزیز حاصلپوری، لاہور
فخرِ کونین (حصہ اول)، بخشش رسول نگری، کوئٹہ
شہابِ ثاقب، ثاقب زیروی، کراچی
چراغِ حرم، سید مختار علی ضیائی، کراچی

۱۹۶۲ء

بستانِ نبیؐ، غلام نبی، کراچی
تجلی فاراں، احسان امروہوی، کراچی
تجلیات، حسان الحق فاروقی، کراچی
کمالِ رسولؐ، اختر الحامدی، حیدرآباد
شعر و الہام، حکیم انصار شفا، کراچی
صلوٰۃ و سلام، شفیق طارق، لاہور
نذرانۂ عقیدت، علی رضا صدیقی، کراچی
گلہائے صفات، ہوش سنگھی، کراچی

۱۹۶۳ء

نذرانۂ ادب، محمد عبدالغنی قادری، کراچی
خوشنابِ دل، نور جہاں بدایونی، کراچی
خلوص، ہاشم رضا ضیائی، کراچی
تسکینِ روح، سکندر لکھنوی، کراچی
انتخاب کامل نمبر ۱، کامل جونا گڑھی، کراچی
جلوۂ معصومیت، احسان امروہوی، کراچی

۱۹۶۴ء

فارقلیط، عبدالعزیز خالد، لاہور
جامِ حیات، ساحر صدیقی، لاہور
فخرِ کونین (حصہ دوم)، بخشش رسول نگری، کوئٹہ
گل نکہت بہشت، علی شائق، سید، کراچی
مدحتِ نعت، علمدار علی شاہ، ڈھاکہ
نعتِ لطیف، عبداللطیف، کراچی
نذرانۂ عقیدت، محمد اختر بیگم، کراچی

۱۹۶۵ء

عطرِ جذبات، اثر بابوزئی، کراچی
ترتیل، اختر حسین اختر، کراچی
نالۂ ذبیح، محمد اسماعیل ذبیح، کراچی
صبائے مدینہ، آثم فکاری، لاہور
کرم ہی کرم، جمیل کیانی، سیالکوٹ
گلہائے حسنِ عقیدت، محمد خان ہمدم، قصور

۱۹۶۶ء

جانِ رحمت، ہلال جعفری، ملتان
معراجِ مصطفیٰ، ہلال جعفری، ملتان

تحفہ، عبدالعزیز خالد، لاہور
تنویر مودت، فدا بخاری، سید، ملتان
چشمہ کوثر، ظہیر الدین علوی، گوجرانوالہ
قصیدہ و شاہ و نمیں، ضیاء الدین ضیاء، کراچی
گلشن چشتی، مقصود احمد چشتی، لاہور

۱۹۶۷ء

چشمہ کوثر، آغا صادق، ملتان
یہ ہیں کاسہ عبد رسول خدا کے، محمد عبداللہ نیاز، لاہور
درد کا درماں، درد کاکوروی، کراچی
کلام یکتا، محمد ضیاء الدین یکتا، کراچی
شاخ طوبیٰ، ادیب سیمابی، ملتان
میلاد و سماع، حامد الوارثی، لائل پور
عرفان، شکیل بخاری، لاہور
متاع بردہ، عبدالرحمن غفور، ملتان
ثنائے حبیب، محمد علی ظہوری، لاہور
نوائے سروش، نثار احمد، کراچی

۱۹۶۸ء

خزینۂ نعت، بشیر زواری، کراچی
گلبانگ حرم، حمید صدیقی لکھنوی، کراچی (آخری حصہ غزل ہے)
سحاب رحمت، سکندر لکھنوی، کراچی
نغمات حرم، مریم قادری، کراچی
ریاض الفردوس، محمد پیر بخش چشتی، حافظ، ملتان
چراغ مصطفوی، عرفان رشدی، لاہور
گل ہائے عقیدت (دیوان ریاض)
خزینہ قمر، قمر یزدانی، سیالکوٹ
روش حامد، حامد حجری، سرگودھا
غذائے روح، محمد اعظم چشتی، لاہور (چھٹا ایڈیشن)

۱۹۶۹ء

مینائے کوثر، انجم وزیر آبادی، لاہور
جام کوثر، درد کاکوروی، کراچی
سراج منیر، بشیر زواری، کراچی
تجلی رعنا، رعنا اکبر آبادی، کراچی
عقیدت کے پھول، اطاعت علی صدیقی، کراچی
بادۂ رنداں، فصیح قادری، لاہور

۱۹۷۰ء

صنم خانۂ مرحوم، بیتاب زبیری، کراچی
ارمغان عقیدت، منظور حسین منظور، لاہور
نیر اعظم، اعظم چشتی، لاہور
شعاع نور، مقبول قریشی، کراچی
گلہائے عقیدت، بیتاب زبیری، کراچی
یاد حرمین، مالک نقوی، کراچی
شمع خانہ، محمد قمر یزدانی، سیالکوٹ
تجلیات، محمد ظہیر الدین، ساحل، راولپنڈی
فخر کونین (تیسرا حصہ)، بخشش رسول نگری، کوئٹہ

۱۹۷۱ء

ثنائے خواجہ، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
طلوع سحر، بلال جعفری، ملتان
عقیدت، محمود اختر کیانی، راولپنڈی
نغمات عشق، عبدالغنی بیگ، کراچی
ذوق نور، نور بریلوی، کراچی

۱۹۷۲ء

سبز گنبد، سرور صدیقی، لاہور
انوارِ عقیدت (تضمین)، اختر الحامدی، گوجرانوالہ

قدر جاں، خالد محمود نقشبندی، کراچی
دیارِ رسالت، صبا متھراوی، کراچی

ریاضِ رسول (حصہ دوم)، ریاض الدین سہروردی، کراچی
قصیدہ ولا الف، سیف الدین طاہر، کراچی

نفحاتِ عشق، محمد غنی نیازی، کراچی
برگ طوبیٰ، منظور احمد عاجز، لاہور

لاکھوں سلام، اختر الحامدی، حیدرآباد
اعجاز مصطفیٰ، اعجاز رحمانی، کراچی

گلدستۂ نقشبندی، بشیر نقشبندی، فیصل آباد
ہدیۂ عثمانی، عثمان احمد قاسمی، لاہور

گلستانِ حجاز، حجاز بریلوی، کراچی

۱۹۷۳ء

دعائے نیم شبی، ملفوظات عبدالرشید بیگم، لاہور
قربانِ مدینہ، بہزاد لکھنوی، کراچی

پھول ہی پھول، تجمل حسین، کراچی
کشکول اطہار، حسن رضا حسن، سیدہ، لاہور

تجلیات، ذکی کاکوروی، کراچی
دیوانِ منور، نور الدین بخاری، سید، لاہور

گلستانِ مدینہ، ناظر فاروقی، کراچی

۱۹۷۴ء

نعت گل۔ ذوقِ نعت نبویؐ، اختر الحامدی، لاہور
منورِ تجلیّس، منور بدایونی، کراچی

موجِ نور، شہاب دہلوی، بہاولپور
گلدستۂ تسلیمات، محمد حسین غریب، کراچی

درِ ریں، حسان دانش، لاہور
ارمغانِ حرم، سکندر لکھنوی، کراچی

قندیلِ حرم، عاقل کرنالی، مظفرگڑھ
ارمغانِ جمیل، جمیل جعفری سید، راولپنڈی

قندیلِ حرم، حیات بریلوی، لاہور
صہبائے حرم، سہیل اختر، کراچی

مجموعۂ نور، نور خالدی، لاہور

۱۹۷۵ء

شاخِ سدرہ، عبدالکریم ثمر، لاہور
کرم بالائے کرم، بہزاد لکھنوی، کراچی

جلوہ گاہ، مظہر الدین حافظ، راولپنڈی
پیامِ مغفرت، ساجد اسدی، کراچی

حرفِ دلنوا، شمس وارثی، کراچی
دردِ دل پر، یکتا امروہوی، کراچی

ذکرِ حبیب، شفیق کیرآبادی، کراچی
متاعِ کارواں، شفیق کیرآبادی، کراچی

شہرِ دل، الطاف احسان میرٹھی، کراچی
گلِ تیرِ منظور، بہاء الدین وقار، کراچی

جانِ عقیدت، حجاز بریلوی، کراچی
جامِ طہور، عبدالرحمٰن عاجز، فیصل آباد

۱۹۷۶ء

عطایا، عبدالعزیز خالد، لاہور
محبوبِ کائنات، سکندر لکھنوی، کراچی

تجلیات شمس، شمس الحق حاذق، لاہور
مدحت، عاصی کرنالی، لاہور
شمس و قمر، قمر میرٹھی، لاہور
مرآۃ العرفان، مہر علی شاہ، سید، راولپنڈی
سوغات شعور، نجیب مراد آبادی، کراچی
باب حرم، مظفر وارثی، لاہور
ثریا و طاہرہ، طاہر صدیقی، کراچی
اس قدم کے نشاں، ادیب رائے پوری، کراچی
زمزمہ حق، محمد ظہور الحق، حافظ، راولپنڈی
لب کشا، اقبال عظیم، کراچی
مجید و نعت، اکبر غازی، کراچی
فغان دل، خالد علیم، لاہور

۱۹۷۷ء

دیوان ظہیر، محمد خدا بخش ظہیر، شجاع آباد
قندیل نور، صابر کاسگنجوی، اسلام آباد
جلوہ انوار، نسیم یزدانی، فیصل آباد
ورفعنا لک ذکرک، رشید محمود راجا، لاہور
انوار حرم، ساجدہ اسدی، کراچی
تحفہ فکر، ساجدہ اسدی، کراچی
روح کائنات، صائم چشتی، فیصل آباد
گلزار گل، انور دیپوری، لاہور
جمال مدینہ، حسن اطہر تحسین خاور، لاہور
حمد و ثنا، جمیل رضوانی، ڈاکٹر، لاہور
رنگ عقیدت، سکندر حیات بلوچ، کراچی
ماہ ہدایت، اختر اقبال، کراچی
شمشیر نیّر، رحمان کیانی، کراچی
قاب قوسین، اقبال عظیم، کراچی
صبح محمدی، انوری بیگم، سکھر
شان رسول، بشیر قادری، لاہور
آئینہ کلام، محمد حسین رضی، لاہور
نعت کے اجالے، فیضی، سید، لاہور
نگارخانہ حجاز، بہزاد وری، کراچی
افکار نفیس، نفیس فتحپوری، کراچی

۱۹۷۸ء

چراغ حرا، سرور کیفی، کراچی
روشنی، سیف زلفی، لاہور
گفتار عزیز، عزیز الحق عزیز، کراچی
نعت مصطفیٰ، نجوم نظر، لاہور
باب جبریل، مظہر الدین، حافظ، راولپنڈی
صبح انوار، محمد یامین وارثی، کراچی
جام طہور، صابر براری، کراچی
بصیرت، نعیم تقوی، کراچی
نذر حبیب، حبیب نقشبندی، لاہور
اوصاف ختم المرسلین، جمیل رضوی امروہوی، کراچی
نور و نغمہ، نجمی احمد تابش، کراچی
طیبہ کو چلو، حمید بیگ عام، کراچی
مطلع انوار، جعفر ملیح آبادی، سیالکوٹ
نسیم گلشن نعت، حنیف فاروقی، لاہور
نغمہ محبوب، خالد حفیظ، سید، لاہور
جلوؤں کی سحر، خورشید احمد عابد، لائل پور
مدحت، نجیب مراد آبادی، کراچی
نور سحر، قمر حجازی، اوکاڑہ (غزلیں بھی شامل ہیں)
تحفہ محبوب، محمد رفیق قادری، ڈسکہ
صلوا علیہ وآلہ، حفیظ تائب، لاہور

۱۹۷۹ء

حسنت جمیع خصالہ، قمر انجم، کراچی
ذکر خیر، راسخ عرفانی، گوجرانوالہ

میرے حضورؐ، سید محمد وجیہ السیما عرفانی، لاہور — ماحیؐ، ساغر مشہدی، ملتان
نکہت و نور، خاور نجیبی، حیدر آباد — ارمغان حافظ، عبدالغفور حافظ، کراچی
حرف نیاز، ساجد علوی، لاہور — یا نبی میں، بشیر انصاری، حیدر آباد
جمال الہام، حشمت یوسفی چھتاری، کراچی — بعد از خدا بزرگ توئی، رحمان خاور، کراچی
چراغ عالمین، اسماعیل انیس، کراچی — زادِ سفر، ذاکر علی خان، کراچی
زادِ راہ، شیدا جبل پوری، کراچی — سرمۂ خاک پا، وقار صدیقی، کراچی
مجلہ مدحت، مدحت میرٹھی، کراچی — صل علیٰ یا محمدؐ، شکیل احمد طاہر، کراچی
عرفانیت، عارف سیمابی، کراچی — مدحت شانِ رسولؐ، اخلاق احمد سالک، کراچی
حرا کی خوشبو، انجم نیازی، جھنگ — احسن العبادات، احمد علی اسیر، کراچی
نسیم کرم، الطاف احسان، کراچی — ارمغانِ جمیل، جمیل نقوی، کراچی
گلدستۂ حمد و نعت، اے آر پبلشرز، لاہور — ناز ناز، عبدالعزیز خالد، لاہور
حبیب کریمؐ، سکندر لکھنوی، کراچی — کلام سراج، سراج الدین، کراچی
بے مثال، عارف عبدالمتین، ملتان — وسیلہ، عاصم گیلانی، لاہور
کلیاتِ قادری، غلام رسول قادری، کراچی — تحسین، قیوم نظر، لاہور
صل علیٰ محمدؐ، عابد نظامی، لاہور — بحضور خاتم الانبیاء، راغب مراد آبادی، کراچی
نسیم مکی، راسخ عرفانی، گوجرانوالہ — تقدیس، تابش دہلوی، کراچی
نوائے صائم، صائم چشتی، فیصل آباد — اعظم، حیدر ساگری، حیدر آباد
مرکز نور، حکیم صادق، لاہور — نور الانوار، صفدر جگرانوی، لاہور
نعت حبیبؐ، سکندر لکھنوی، کراچی — انوار حرمین، صدیق اسمٰعیل، کراچی
رمضان فیض، فیض الحسن شاہ، گوجرانوالہ — داعیِ اسلام، صادق علی صادق دہلی آبادی، کراچی

١٩٨٦ء

عکس جمال، ارشد صبا نوری، گوجرانوالہ — معطر معطر، ستار وارثی، کراچی
ضامن حقیقت، ضامن حسنی، حیدر آباد — سید الکونینؐ، سرور کیفی، کراچی
صاحب جمال، انجم رحمانی، لاہور — چنار حرم، بشیر فاروق، کراچی
یا نبی سلام علیک، قیوم حسان، پروفیسر، فیصل آباد — المزمل، عقیل دانا، لاہور
نور نظر، شمشاد علی اثر، کراچی — بحرِ عرب، فضل حق چودھری، لاہور
شہر نور، عزیز فاطمہ، فیصل آباد — سروش سرور، احسان اکبر آبادی، کراچی
مدحت ایوبی، صلاح الدین ایوبی، کراچی — برق تجلی، بادشاہ حسین رخشاں، کراچی
فردوس نعت، صائم چشتی، فیصل آباد — شمس الضحیٰ، قمر وارثی، کراچی
یا محمد رسولؐ (حصہ سوم)، ریاض الدین سہروردی، کراچی — گلستانِ ثنا، سکندر لکھنوی، کراچی

سوئے حرم سوئے طیبہ، گہر اعظمی، کراچی
بہشت عقیدت، واثق بنگلوری، کراچی
قندیل عرش، شریف امروہوی، کراچی
نعت مصطفیٰ، محمد رفیق غازی پوری، کراچی
مضراب جاں، اختر بجنوری، کراچی
ثنائے حبیب، علی اکبر سلیم، لاہور
انوار کرم، حیدری، اسلام آباد

۱۹۸۷ء

برگ سبز، اختر ہوشیارپوری، اسلام آباد
معراج سخن، حافظ محمد مستقیم، حیدرآباد
نکہت عقیدت، نور محمد نوری، سکھر
مطلع انوار، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
حمد و ثنا، الطاف علی حسانی، سید، کراچی
مدینے کی خوشبو، محمد حبیب قادری، لاہور
شعار کونین، سکندر لکھنوی، کراچی
نوائے خادم، محمد حنیف خادم، کراچی
رمضان نعت، فیض الحسن شاہ صاحب اردو، فیصل آباد
سفینۂ بخشش، رضا خان اختر، کراچی
ساز حقیقت، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
نازش عجمی، ساقی گجراتی، لاہور
نکہت عقیدت، صدیق فتح پوری، کراچی
مری آنکھ کے ورد بے، حیال آفاقی، لاہور
نور کی ندیاں رواں، نعیم صدیقی، لاہور
افکار کی خوشبو، اعجاز رحمانی، کراچی
بستان فیوض، عاشق حسین عاشق، راولپنڈی
سوئے طیبہ، محمد اسلم خواجہ، لاہور
فیضان نظر، اشہر مشا نوری، میانوالی
ورثہ، سعید وارثی، کراچی
طالب طالب، محمد اعجاز خالد، لاہور
ثنائے رسول، گہر اعظمی، کراچی
مرحبا، سرور کیفی، کراچی
نعت ہی نعت، منیر اسعدی، کراچی
وحدت و رحمت، جمیل عظیم آبادی، کراچی
حرف مدیح، جمیل احمد، یوکے
حنا کا چاند، محمد صابر کوثر، کراچی
نور و نکہت، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
سیما، حلیم گیلانی، سید، لاہور
نعت ماحفظ، رشید محمود راجا، لاہور
شہر علم، سہیل غازی پوری، کراچی
خورشید رسالت، خورشید الحجوری، کراچی
صبح بہاراں، عزیز لطیفی، کراچی

۱۹۸۸ء

نے حرم، بے گمکن رنجوری، لاہور
ساغر کوثر، قمر یزدانی، مرید کے (شیخوپورہ)
برگ ثنا، تابش صمدانی، ملتان
آفتاب حرم، نجیب دھیانوی، لاہور
باران رحمت، منیر کمال، فیصل آباد
طلوع امید رحمت، ریاض احمد پرواز، فیصل آباد
رحمت لقب، اقبال صفی پوری، کراچی
مجسم حرف، سرور کیفی، کراچی
ثنا اور طرح کی، انجم رومانی، لاہور
لوح بھی تو قلم بھی تو، حافظ کاشمیری، گوجرانوالہ
مشعل نعت، انیس علی نقوی، فیصل آباد
حضور، اختر لکھنوی، کراچی
شمع فروزاں، وحید انجم، سیالکوٹ
کاروان حرم، ج س مسلم، لاہور

سرشکِ تبسم، غلام مصطفیٰ تبسم، لاہور
مصدرِ انوار، عبیر وحدانی، کراچی
یا رسول اللہ، مفتی احمد کلام رضوی، کراچی
نمودِ صبح، تہور علی زیدی، حیدرآباد
لا نبی بعدی، امین علی نقوی، فیصل آباد
چراغِ طور، طور نورانی، لاہور
ثنائے محمدؐ، کوثر جہاں، کراچی

قصیدہ در رسول تہامی، عبدالغفار حافظ، کراچی
ورفعنا لک ذکرک، احمد اللہ فاروقی، کراچی
جذبۂ محبت، یونس حویدا، کراچی
صدفِ عشق، نذیر احمد علوی، لاہور
برقِ تپاں، احمد علی ننکانوی، شیخ، لاہور
ثنائے محمدؐ، عبدالسلام حکیم، راولپنڈی
شانِ مظہر جمیل، منور قادری، کراچی

۱۹۸۹ء

بیعت، جعفر بلوچ، لاہور
تجلیاتِ حرم، ارشد فاطمی، کراچی
شہِ دوسرا، اصغر سودائی، سیالکوٹ
صبحِ صادق، منیر کمال، فیصل آباد
نگاہِ حرم، ممتاز بجنوری، کراچی
ذکرِ نوری، عزیز الدین خاکی، کراچی
مضراب، اقبال عظیم، کراچی
صدائے فقیر، عنایت رسول قادری، کراچی
مدحتِ رسولؐ اللہ، محمد وکیل جیلانی، فیصل آباد
نکہتِ حرا، تاج عرفانی، گوجرانوالہ
شمیمِ صحرا، الطاف احسانی، کراچی
ثنائے خواجہ، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
نسیمِ فردوس، ذوقی مظفر نگری، لاہور
حسنِ رحمت، محمد منظور علی شیخ، لاہور
منارۂ نور، رحمت [illegible]، کراچی
طلوعِ شمس، شمس الحق نظامی، کراچی
کعبۂ عشق، ظفر وارثی، لاہور

محمد رسول اللہ، محمد امین علی نقوی سید، فیصل آباد
صحیفۂ نعت، لطیف اثر، کراچی
گہر ہائے فروزاں، عرفان رضوی، لاہور
مشعلِ عشق، عرفان رضوی، راولپنڈی
خزینۂ مدحت، محمد عبدالحلیم امروہوی، کراچی
پھولوں کی ڈالی، ریاض حسین زیدی، ساہیوال
مہرِ جہاں تاب، انور حسین انور، کراچی
ذکرِ سرورؐ، احمد قریشی، لاہور
ریاض الجنۃ، عزیز سفری، بہاولنگر
حرفِ نیاز، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
نگارِ عقیدت، عبدالغفار حافظ، کراچی
کیفِ مسلسل، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
ذکرِ جمیل، ماہر القادری، لاہور
وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین، ندیم نیازی، رحیم یار خان
تقدیس، حسین سحر، ملتان
ماہِ طیبہ، صبیح رحمانی، کراچی

۱۹۹۰ء

آس کے پھول، سعادت حسن آس، مانک
ضوفشاں، محبت خان بنگش، کوہاٹ
یا صاحب الجمال، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
عنوانِ تمنا، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور

ماہِ حجاز، عرفان رضوی، راولپنڈی
صلِ علی النبیؐ، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
معراجِ سخن، مسعود رضا خاکی، لاہور
مہرِ فاراں، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور

قندیل حرم، مجمع نعمانی سبزواری، لاہور

عطائے محمد، محمد افضل فقیر، صوفی، لاہور

حریم حرف، مدیم تیوری، رحیم یار خاں

تسبیح، طاہر حسینی، کراچی

شمعِ نور، الطاف احسانی، کراچی

مٹی میں بارات، عرش صدیقی، ملتان

بشیر الحق، غلام فریدی، فیصل آباد

شعاعِ نور، کشور علی صابر، لاہور

نعتِ مصطفیٰ، ناصر زیدی، راولپنڈی

ثنا و تحسین، منشا اسلمی، لاہور

۱۹۹۷ء

آبشارِ کرم، محمد ہارون الرشید ارشد، لاہور

محفلِ سرکار، اسلم حنیف، خانیوال

سبز گنبد نیلا آسماں، احمد فاخر، کراچی

چراغِ آرزو، سجاد مرزا، گوجرانوالہ

حرفِ عطا، سرور کیفی، کراچی

لازوال، حفیظ صدیقی، لاہور

جمال، احمد ندیم قاسمی، لاہور (پہلی بار ۱۹۷۷ء)

سرِ نیاز، بشیر فاروقی، کراچی

شہپرِ جبریل، حافظ عظیم آبادی، کراچی

اطاعت، حامد یزدانی، لاہور

تائیدِ جبریلؑ، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد

تحفۂ دعائیات، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد

دبستانِ رحمت، حبیب اللہ جاوی، اسلام آباد

سعادتِ سعید، سعید اللہ خاں، لاہور

جمالِ کون و مکاں، طاہر لاہوری، لاہور

قریۂ خوشبو، اخلاق عاطف، لاہور

متاعِ درویش، عزیز لدھیانوی، گوجرانوالہ

جانِ جاناں، محمد افضل فقیر، حافظ، فیصل آباد

بابِ نعت، لالہ صحرائی، کراچی

دل سے درِ نبی تک، مظفر وارثی، لاہور

بامِ عرش، منظور احمد مجبور، لاہور

حسبی محمد، امین علی نقوی، فیصل آباد

تحفۂ نظامی، احمد رضا آبادی شاہ، کراچی

رحمتِ یزداں، طفیل ہوشیارپوری، لاہور

سوئے حرم، فضل حق چوہدری، لاہور

صحیفۂ نور، لطیف اثر، کراچی

نعت نگینے، رشید القادری، کراچی

توصیفِ خیر البشر، یزدانی جالندھری، لاہور

مدحت، امید برکتپوری، کراچی

کوثر و تسنیم، رفیق شاکر، کراچی

ثنا ہے بعد رسول اللہ ثنا ہے، شاہ محمد خان گجی، کراچی

بادِ خوشبو، سحر امروہوی، کراچی

وسیلۂ کل، فاضل عثمانی، لاہور

زادِ آخرت، مولانا جامی بدایونی، کراچی

سحر کا غازہ، بشریٰ شمس، کراچی

ارم در ارم، نجمی شاہجہانپوری، کراچی

سیرتِ منظوم، رشید محمود راجا، لاہور

رحمتوں کا سایہ، محمد صبور وفا اختر، حیدرآباد

تجلئ انوار، سعادت علی جوہر، کراچی

حرفِ نور، سیما اقبال، یوکے

سرمایۂ حیات، دانیال ساجد، لاہور

درِ یتیم، ریاض الدین عطش، کراچی

صوتِ عرفان، عارف رحمانی، حیدرآباد

اظہارِ عقیدت، اشرف سید، کراچی

تجلیاتِ حرم، عارف صدیقی، اسلام آباد

رحمتِ مصطفیٰ، میاں احمد قادری، کراچی

رحمتِ لقب، مزمل سفری، لاہور

صحیفۂ نور، نور صابری، شجاع آباد

حرفِ تابندہ، نعیم عرشی، کراچی
صد صلوٰۃ و صد سلام، سبطین شاہجہان پوری، اسلام آباد
مہرِ رحمت، مسرور کیفی، کراچی
دیوانِ حمد و نعت (جلد اول)، احمد حسین قریشی، گجرات
حمد و نعت، محمد الیاس، جسٹس، لاہور
ارمغانِ نیاز، عبدالغنی تائب، لاہور
صبحِ ازل، افتخار حیدر، سید، گجرات
بعد از خدا، بیامی مراد آبادی، کراچی
چاند، جمیل نظر، کراچی
سید سادات، خالد بزمی، لاہور
قوسِ عقیدت، شکیل اختر، کوئٹہ
درِ خاص، شہاب کاظمی، امریکہ
سوغات، منظور رحمانی، کراچی
رفیع الشان، عزیز لدھیانوی، فیصل آباد
چراغِ راہ و حرم، لطیف اثر، کراچی
چراغِ تجلی، محسن کاکوروی، کراچی
قدیر و بشیر، محمد الیاس، جسٹس، لاہور
سرمایۂ درویش، امین گیلانی، سید، شیخوپورہ
معراجِ فن، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
ذکرِ ارفع، مبارک مونگیری، کراچی
ایک طاق دو چراغ، شوکت اللہ خان جوہر، کراچی
اشکوں کے پھول، مانی فاروقی، کراچی
ریحانِ بخشش، رضا خان ریحان، کراچی
انوارِ مدینہ، محمد دواز، سید، کراچی
کشکولِ عقیدت، عشرت حسینی، لاہور
مہمانِ سخی، آثم فردوسی، لاہور

۱۹۹۵ء

نغمۂ فاراں، سلیم اختر فارانی، گوجرانوالہ
زمزمۂ دل، مرو جہان پوری، لاہور
شہِ کونین، سلمان رضوی، سید، اسلام آباد
دل بھی آپ آخر بھی آپ، زاہر زیدی، نیویارک
آیات و حدیث رباعی، فرزند صاحب مراد آبادی، کراچی
تابندگی، ثنا انصاری، کراچی
پیکرِ نور، اقبال عظیم، کراچی
شافعِ محشر، لطیف اثر، کراچی
نذرانۂ عاشق، ادیب رائے پوری، کراچی
نبی الحرمین، رہبر چشتی صوفی، کراچی
ریاضِ مدینہ، ریاض سیار، لاہور
آہنگِ ثنا، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
لامثال، حفیظ صدیقی، لاہور
رحمتِ بیکراں، جاوید اقبال ستار، کراچی
سارے حروف گلاب، شوکت ہاشمی، لاہور
متاعِ شوق، گوہر ملسیانی، صادق آباد
جانِ کون و مکاں، محمد نواز اختر، لاہور
موجِ زمزم، ضیا محمد ضیا، لاہور
سرودِ ناجیہ، ریاض احمد پرواز، فیصل آباد
چراغِ حرا، شوکت الہ آبادی، کراچی
رنگ، روشنی، خوشبو، سجاد سخن، کراچی
مدحت کے پھول، حامد امروہوی، کراچی
سرکار، اختر لکھنوی، کراچی
سرکارِ دو عالم، لطیف اثر، کراچی
سب اچھا کہیں جسے، انعام گوالیاری، کراچی
عالمِ رحمت، شاداں دہلوی، کراچی
ردائے رحمت، ریاض احمد پرواز، فیصل آباد
نغمۂ مشکبار، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
زرِ مدحت، ریاض حسین چودھری، لاہور
روشن آوازہ، سکندر بابر، فیصل آباد
کیفِ نوری، قمر وارثی، کراچی
کائناتِ ثنا، تنویر، سید، لاہور

گلستانِ نعت، نادم صابری، رحیم یار خان
عرشِ رسا، آثم فردوسی، لاہور
چراغِ مدحت، اعجاز رحمانی، کراچی
یہ جو سلسلے ہیں کلام کے، تسنیم سحر، اسلام آباد
بارگاہِ ادب میں، خالد عباس الاسدی، اسلام آباد
حضور ہیں کے رنگ، تجمل کمبوہی، لاہور
جادۂ نور، مختار بابر، ڈیرہ اسماعیل خان
اعتراف عجز، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
ذوقِ نعت، حسن رضا خاں، مولانا، لاہور
مسلسل نور رنگ، ضیا غزنوی، پشاور
قندیل مدحت، محمد شہباز نمود، فیصل آباد
نورٌ علیٰ نور، نظر زیدی، سید، لاہور
حرفِ معتبر، شوکت ہاشمی، لاہور
طور سے حرم تک، فخر ماہ پوری، کراچی
گل مرد، افضل منہاس، راولپنڈی
حرف امو، جزیں صدیقی، ملتان
نو بہ بیان، کفیل احمد قادری، کراچی
نورٌ علیٰ نور، نور بالدین نور، لاہور
مادحیت، عرفان رضوی، راولپنڈی
شہر کرم، رشید محمود راجا، لاہور
میرے آقا رسول، مظفر وارثی، لاہور
الہام نور، یوسف شاہ یوسف، گوجرانوالہ
حریم عرش، نثار صمدانی، لاہور
سعادت کے موتی، رجب علی نصرت بیگ، کراچی
تجلی، ماختر ہوشیار پوری، لاہور
نازِ سخن، عطا قاضی، پسرور
نعت منیر، منیر حامدی، کراچی
نعت میری زندگی، طاہر سلطانی، کراچی
نورِ بے مثال، جبر حالہ آبادی، کراچی
ندائے نوری، مسرت جہاں نوری

۱۹۹۲ء

اسمِ محمد، محمد اختر الحق ارقم، گجرات
عالم افروز، خالد شفیق، لاہور
جمالِ احمد مرسل، حسن رضوی، لاہور
نقشِ جمال، مسرور کیفی، کراچی
معراجِ محمد، اعظم چشتی، لاہور
جمل نور، محمد بشیر، مولانا، لاہور
فردوسِ خیال، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
آپ، حنیف اسعدی، کراچی
نغماتِ طیبات، عزیز الدین خاکی، کراچی
نفس نفس خوشبو، احمد خیال، کراچی
روح کی خوشبو، شاہین مجتبیٰ، لاہور
گل کدۂ عابد، عابد چشتی، کراچی
ذوالجلال والاکرام، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
رحمت للعالمین، عارف لکھنوی، کراچی
تحسینۃ النعت، محمد سبطین شاہ نقوی، لاہور
سرورِ حرم، منظور عاشقی، کراچی
حرفِ علیا، شہزاد مجددی، لاہور
جانِ ارض و سما، قیس جالندھری، لاہور
تاجدارِ حرم، منظور الحق، ڈاکٹر مقدم، لاہور
میزاب، مظہر الدین حافظ، لاہور
چمن چمن خوشبو، محمد حنیف نازش قادری، کاموکی
اے ہوا سوزِ نہوں، نذیر قیصر، لاہور
نوائے نور، نور صابری، لاہور
حرفِ طیب، محمد رمضان اطہر، فیصل آباد
آوازِ دل، صلاح الدین مہر، لاہور
انوارِ حرا، تنویر پھول، کراچی
نذرانۂ عقیدت، سبطین شاہ جہانی، اسلام آباد
نوائے شوق، شوق پانوی، کراچی

محبوب، جاوید اقبال معصومی، کوئٹہ
بیدِ کرم سے جاں کا ورث، کوثر بریلوی، کراچی
مدحِ سرکار، رشید محمود راجا، لاہور
محرابِ حرم، رحمان خاور، کراچی
حرف حرف خوشبو، عبید ستار نیازی، لاہور
رسولِ مدینہ، صائم چشتی، فیصل آباد
برکات النعت، عاقل [illegible]ی، کراچی
ہادیِ برحق، اسرار عارفی، کراچی
محبوبِ کائنات، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
سرکار کی گلی میں، محمد حسین حافظ، لاہور
حسنِ ازل، خالد محمود نقشبندی، کراچی
سجدہ گاہِ دل، صدیق فتح پوری، کراچی

روحِ عالم، یوسف طاہر قریشی، فیصل آباد
یاسین، وحید الحسن ہاشمی، لاہور
مولائے کائنات، قائم زیدی، سید ضیا رگ
نصابِ جمال، محمد اکرام شاہ جیلانی، لاہور
عکسِ تمنا، سرور دیکلی، کراچی
سفرِ نور، رضی منیر، لاہور
سرکارِ دو عالم، طاہر یوسف قریشی، فیصل آباد
نورِ یقین، ریاض قصوری، لاہور
نفحاتِ مدحت، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
صلوات حسرت، حسین حسرت، لاہور
فرش پہ عرش، محمد علی حسن اشرفی، لاہور
آنکھ کی کشکول، آفتاب کریمی، کراچی

۱۹۹۸ء

ذوقِ عرفاں، ناصر احمد سہروردی، گوجرانوالہ
رنگ، نکہت، روشنی، پریمی اجمیری، کراچی
لوح بھی تو قلم بھی تو، منور ہاشمی، اسلام آباد
نقوشِ حرم، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
آئینۂ کرم، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
نورِ اول و حسن و حسین، منظور حیدر جارچوی، لاہور
مدحت کے [illegible]، تنویر احمد ہاشمی، کراچی
شوقِ نیاز، سجاد مرزا، گوجرانوالہ
مدحت رسول کی، شکیل اورنگ آبادی، فیصل آباد
توصیف، محمد علی ظہوری، لاہور
عطائے حرمین، عطاء الرحمٰن شیخ، لاہور
نورِ کونین، موسیٰ حکیم نظامی، لاہور
جمالِ جہاں فروز، بشیر حسین ناظم، اسلام آباد
نورِ رب، اقبال نظامی، لاہور
والضحیٰ، ولی محمد واجد، ملتان
گنبدِ بے در، محمد عبدالحمید چشتی، لاہور
ثنائے حرمین، محمد ریاض چشتی، لاہور

مرسلِ مرسل، منصور ملتانی، کراچی
نورِ سرور، ساجد علوی، اسلام آباد
وہی یٰسیں وہی طٰہٰ، حفیظ تائب، لاہور
کیفیاتِ دوام، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
مطلع الفجر، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
اوصافِ پیغمبر، منظور حسین حیدری، لاہور
کتابِ عشق، محمد جعفر صابر القادری، لاہور
جانِ ایمان، محمد سعید نقشبندی دہلوی، کراچی
فیضانِ رحمت، شوکت ہاشمی، لاہور
ثنائے مدینہ، عابد علی شاہ، لاہور
شمس الایمان، محمد مشتاق احمد فاروقی، لاہور
بے کنارہ کوثر، مانی فاروقی، کراچی
کیفِ حضوری، منور علی انجم، لاہور
مدحتِ مولائے کل، شریف الدین تیغ سہروردی، لاہور
صبحِ مدینہ، اختر شیرانی، لاہور
طائرِ مدینہ، نسیم اختر سحر، لاہور
دستِ دعا، صبا اکبر آبادی، کراچی

محرابِ جاں، ساجد علوی، راولپنڈی
نور نبیؐ نور، غضنفر علی جاوید چشتی، لاہور
فیضان، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
خزینۂ ریاض، محمد ریاض الدین سہروردی، لاہور
ذکرِ رسولؐ، رہبان سہیلی، کراچی
رحمتوں کا سائباں، عبدالرشید شاد، لاہور
طورِ سینا، طور نورانی، لاہور
چرخِ اطلس، مجیب الٰہی عطا، لاہور
محمدؐ محمدؐ، زاہد فخری، لاہور
حضوری، عاطف معین قاسمی، کراچی
کھلتا ہے دل کا گلشن، عابد بریلوی، کراچی
حرفِ مدحت، اختر ہاشمی، ڈاکٹر، لاہور
کتابِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
اشعارِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
نعت، رشید محمود راجا، لاہور
خیر الکلام فی مدح سید الانامؐ، غلام رسول قاسمی، سرگودھا
جمالِ سیدِ لولاک، ریاض حسین زیدی، لاہور

نسبت، محمد رضوان رانا، لاہور
روشنی ہی روشنی، خورشید انور رضوی، راولپنڈی
توشہ، شوکت راز، لاہور
متاعِ عظیم، ریاض حسین چودھری، لاہور
یہ سفر خوشبو کا ہے، نجمی کجاہی، لاہور
باریابی، صدیق شاہد، لاہور
وظیفہ، عاصم گیلانی، لاہور
کوکبِ نور، محمد اکرم علوی، راولپنڈی
جانِ جہاں، ساجد علوی، راولپنڈی
الحمد للہ، شگفتہ ترابی، سرگودھا
خیابانِ نعت، اقبال عالم، کراچی
سلامِ ارادت، رشید محمود راجا، لاہور
رباعیاتِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
ستائشِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
تاجدارِ حرم، احمد یار خان بلوچ، خوشاب
کلامِ رضوی، خالد رضوی، کراچی

***

تو ہی تو چار سو، امیر نواز امیر، فیصل آباد
شمعِ تابانِ سرمدی، فدا حسین فدا، لاہور
سوئے مصطفیٰؐ، جمیل قصوری، لاہور
نعت کروں تحریر، امیر نواز امیر، فیصل آباد
توشہ، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
آقا آقا، سرفراز احمد راہی، لاہور
سرکار کی گلی تک، محمد زاہد نیازی، لاہور
جامِ طہور، رشاد چغتائی، بیگم، لاہور
پرتوِ ماہِ تمام، شوکت قادری، کراچی
ثنا کا موسم، شہزاد مجددی، لاہور
جانِ بہار، صائم چشتی، فیصل آباد (چھٹی بار)
حاضری، نورین طلعت عروبہ، لاہور

ریزۂ حسن، تنویر پھول، کراچی
ولائے رسولؐ، قمر رعینی، راولپنڈی
باغِ عہد، اصغر علی اعجاز، لاہور
رب آشنا، قیصر نجفی، کراچی
مہرِ جہاں، پروفیسر محمد عبداللہ جمالی، گوجرانوالہ
کشکولِ آرزو، ریاض حسین چودھری، لاہور
مقصودِ کائنات محمدؐ، جاوید سوز، ڈاکٹر، لالہ موسیٰ
اے چاند ربیع الاول کے، شکیب وجدانی، ساہیوال
ارمغانِ ادیب، شہزاد احمد، کراچی
مدحتِ حضورؐ، یوسف شیدائی، لاہور
سرمایہ، طلعت اشارت، کراچی
التجا، حسن اکبر کمال، کراچی

عقیدت، کنیز فاطمہ، کراچی
وارفتگی، محسن علوی، کراچی
دیارِ نور، مسرور کیفی، کراچی
جمالِ نقد و آہنگ، معین الحق گیلانی، اسلام آباد
دیارِ گل، ناصر کاسگنجوی، کراچی
ورقِ گل، نکہت و رنگ، عبید ستار نیازی، لاہور
خوشبوئے مدینہ، حبیب الرحمٰن رومی، کراچی
اوراقِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
عرفانِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
حمد و نعت، شمس الحسن چشتی، لاہور
حضوری چاہتی ہوں، پروین جاوید، کراچی
جمالِ مجسم، قاسم جہانگیری، شاہ، کراچی
جانِ مصطفیٰ، علی احمد نسیم، لاہور

گلزارِ نعت، محمد گلزار چودھری، شاہ کوٹ
کرم در کرم، مسرور کیفی، کراچی
فکرِ معطر، بشیر احمد مسعود، فیصل آباد
مثال، منیر سیفی، لاہور
توصیف کا تحفہ، نوازش علی تجلی قادری، حافظ آباد
میثاق، سرشار صدیقی، کراچی
ضیائے مصطفیٰ، ضیاء محسن صبا، کراچی
مدحت سرور، رشید محمود راجا، لاہور
دیارِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
صاحبِ معراج، پروین اختر، کراچی
روشنی کے پیغمبر، علی حسین رضوی، شکاگو
سیلِ تجلی، ضمیر کوئی، کراچی

۲۰۰۳ء

سوزِ عقیدت، سرکار سوز، (ڈاکٹر)، نیو دہلی
زیارت، حامد سعید حامد، گوجر خان
رنگِ ثنا، مسرور کیفی، کراچی
حاصلِ زندگی، شمس وارثی، کراچی
جمالِ حرف، صدیق ظفر، شیخ، لاہور
آقا کملی والے، محمد یعقوب ذوقی، راولپنڈی
مینڈے ڈھول آقا، محمد یعقوب ذوقی، راولپنڈی
جذبۂ شوق، گوہر ملسیانی، صادق آباد
شہرِ مدحت، محمد اقبال نجمی، گوجرانوالہ
ثنائے حضور، ثناء اللہ خان، لاہور
جھونکے بادِ بخشش، حامد امروہوی، کراچی
خاتم المرسلین، اختر ہوشیارپوری، راولپنڈی
گلشن میں بہار آئی، محمد شرف حسین انجم، لاہور
کلیاتِ بے چین (جلد دوم)، بے چین رجپوری، لاہور
عشقِ رسول، احسان الحق احسان، حافظ، لاہور
مندیلِ گلِ حرا، ہارون الرشید تبسم، پروفیسر ڈاکٹر، لاہور

آبروئے محمد، حنیف نازش قادری، کاموکی
قندیلِ حرا، تنویر پھول، کراچی
میرے دل میں ہے یادِ محمد، ناصر علی چودھری، لاہور
تجلیٔ نعت، مسعود قریشی، راولپنڈی
معراجِ فکر و آگہی، عزیز حسینی، کراچی
مینڈے سوہنڑے آقا، محمد یعقوب ذوقی، راولپنڈی
اعتقادِ نور، کرم علی کیفی فریدی، لاہور
گلزارِ صابری، منظور احمد نجم، لاہور
برگِ گل، تنویر الحسینی، سید، لاہور
شرفِ فن، سلطان احمد شرقی، لاہور
سفیرِ کائنات، آثم فردوسی، لاہور
میں غلام آپ کا، امیر نواز امیر، فیصل آباد
کلیاتِ بے چین (جلد اول)، بے چین رجپوری، لاہور
کوثریہ، حفیظ تائب، لاہور
صاحبِ ام الکتاب، عبدالوحید تاج، کراچی
عرفانِ مدینہ، حامد امروہوی، کراچی

خوشبوئے دوست، ستار وارثی، کراچی
آرزو، عبدالمالک جعفر، کراچی
تسبیحِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
تجلیِ حرم، رفیق محمد رفیق، کراچی
مدینہ میری منزل ہے، واحد ضیا نوری، ملتان

شمعِ حرم، محمد حنیف اختر، کراچی
صباحِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
احرامِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
لمحاتِ کریمی، طاہر عثمان، کراچی

[illegible]

فیضانِ رسالت، محمد جان عاطف، کوہاٹ
رحمتِ بے کراں، حاجی رحمت علی رحمت، لاہور
محبوبیت، عابد سعید عابد، گوجر خان
روحِ عالم، تابش الوری، بہاولپور
دیوانِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
وارداتِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
تجلیاتِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
سفر چلی مرا دل کا، نصیر احمد، کراچی
ساقیِ کوثر، ندیم نیازی، کراچی
کلیاتِ نیازی، عبدالستار نیازی، لاہور
ہر لفظ کے لب پر صلِ علیٰ، شوزیب کاظمی، ملتان
خوشبوئے التفات، رشید وارثی، کراچی
منزل آ گئی، قمر وارثی، کراچی
عقیدت، افتخار جمال شاہین، کراچی
بابِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
شہابِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
مدینہ مدینہ، کمال ظفر، لاہور
جمالِ نعت، محمد یونس بابر، لاہور
آئینۂ نعت، محمد یونس بابر، لاہور
سرورِ کائنات، حسن عسکری کاظمی، لاہور
محامدِ محمد، خالد علیم، لاہور
جمالِ نظر، خورشید بیگ میلسوی، میلسی
حریمِ خامہ مدحت طراز، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
حدائقِ بخشش، احمد رضا بریلوی، لاہور

وسیلہ، وقار عظیمی، کراچی
جانِ تمنا، عرفان رضوی سرویا، راولپنڈی
محمود الوریٰ، محمد ہارون الرشید احمد، لاہور
شہِ کون و مکاں، محمد اصغر قادری، راولپنڈی
حضراتِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
حنائے نعت، رشید محمود راجا، لاہور
نعتِ مصطفیٰ، ظہیر الدین ظہیر، سرگودھا
نور الہدیٰ، مشتاق احمد، ڈاکٹر، کراچی
حرفِ ثبات، عقیل گل، کراچی
ذکرِ حبیب، واصف علی واصف، لاہور
شہرِ تمنا، محبی دہلوی، کراچی
سرکارِ دو عالم، تابش الوری، بہاولپور
فانوسِ نعت رنگ، رشید عیاں، کراچی
مدینے کی گلیوں، احمد جمال قادری سجانی، کراچی
روایتِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
ماہتابِ حرا، اطہر سعید صدیقی، کراچی
نگارِ گنبدِ خضرا، اکبر حجازی، راولپنڈی
سیدِ کل، جمال نگاہی عظیم آبادی، کراچی
جذباتِ حامد، حامد قادری محمد الحامد، کراچی
موجِ عشق، محمد خالد بخاری، سید، بہاولپور
عشقِ اتم، عثمان کوثی، کراچی
جوارِ نعت، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
نورِ حق، رشید عثمانی، لاہور
مدینہ یاد آتا ہے، رضا اللہ حیدر، لاہور

نورِ مبین، ریاض قصور، لاہور
شبستانِ حرا، رشید محمد عثمانی، کراچی
تجلیاں، قمر وارثی، کراچی
گلستانِ مدحت، عزیز جبران انصاری، ٹھٹھہ
عظمتِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
نیازِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
ذکرِ خدا اور رسولؐ، خورشید شاہ پوری، سرگودھا
مشکبار، صدیم یوسف کنجاہی، لاہور

ارحم الراحمین، تنویر پھول، کراچی
فیضانِ مصطفیٰ، اقبال احمد الہ آبادی، کراچی
روشنی کے خدوخال، رفیع الدین راز، کراچی
التفاتِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
مرقعِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
کشکول یا داتا کے، امان اللہ خاں اجمل جنڈیالوی، سرگودھا
حسنِ ازل، سادات شاہ عاشق بخاری، اٹک

۲۰۰۶ء

قلزمِ انوار، محمد جلیس شاہجہانی، اسلام آباد
نسبت، تنویر احمد سعید، اٹک
خوشبوئے مصطفیٰ، محمد زکریا کاندھلوی، کراچی
سرودِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
صدائے نعت، رشید محمود راجا، لاہور
جمالِ رحمت، عبدالغنی تائب، لاہور
برقِ نور، حبیب احمد محسنی، کراچی
چراغِ مصطفویؐ، سراج الدین سراج، کراچی
آفتابِ نیم شب، ظفر ہاشمی، کراچی
آبِ درود، ظفر ہاشمی، کراچی
تسبیحِ کریمین، ظفر ہاشمی، کراچی
ورفعنا لک ذکرک، ذوالفقار حسین نقوی، کراچی
موجِ حسن، خیال آفاقی، کراچی
چشمۂ نور، مسعود گیلانی قادری، لاہور
مواجہ کے سامنے، محمد زاہد نیازی، لاہور
نغمۂ نور، شاکر قادری، کراچی
نعت عشقِ محمدؐ، صادق شاہ وحید، لاہور
آوازِ دل، عاصی کرنالی، ملتان
دیوانِ شاہد، نیاز شاہد بیلوی، لاہور
طلوعِ نور، عبدالرزاق صدف، لاہور
خورشیدِ بطحا، حنیف ساجد، سرگودھا

بارانِ رحمت، طارق سلطان پوری، لاہور
سبز گنبد کے سائے میں، غلام مجتبیٰ قادری، لاہور
بستانِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
تابشِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
مدحت سرائی، محمد مختار راشد، لاہور
لاریب، اقبال حیدر، کراچی
مولائے کل حبیبنا محمدؐ، سلیم یزدانی، کراچی
حسنِ موجودات، ظفر ہاشمی، کراچی
معظمِ عالم، ظفر ہاشمی، کراچی
معراجِ نظم، ظفر ہاشمی، کراچی
آپ سراپا نور، قمر وارثی، کراچی
انوار ہا سامنے ہیں، مہر وجیہ، لاہور
قدرِ لولاک، امان خان دل، کراچی
حمدِ ربِ العلیٰ نعتِ خیرالوریٰ، راجا عرفانی، گوجرانوالہ
ردائے عشقِ محمدؐ، ساغر جیوتی، لاہور
محمدؐ جابجا محبوبی، شکیب وجدانی، لاہور
ودیعت، عابد سعید عابد، گوجر خان
دیارِ رسالت، نجم آفندی، لاہور
توشۂ ہلال، ہلال جعفری، اسلام آباد
مہرِ شرف، عبدالرحمان انجم، فیصل آباد
ثنائے رسالت مآبؐ، محمد امین یار، رحیم یار خان

رحمتِ باب محبت، محمد محب اللہ نوری، بصیر پور
شانِ مصطفیٰ، حسان علی تجی، لاہور
گنبدِ خضرا، جاوید رسول جوہر، کراچی
جمالِ نعت، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
نکہتِ فردوس، زاہد بخاری، سیالکوٹ
محمد رسول اللہ، گہر اعظمی، کراچی
سوغاتِ کشکول، ظفر سعیدی، ملتان
مشعلِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
اعجازِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
نزولِ نعت، غلام ربانی رشی قادری، گوجرانوالہ

درود پڑھتے ہوئے، مجسم قادری، فیصل آباد
نعت میں کیسے کہوں، محمد جاوید اقبال، کراچی
رحمتِ دو جہاں، محمد حسین رانا، لاہور
خلدِ سخن، ریاض حسین چودھری، لاہور
حرفِ عقیدت، زبیدہ حق، فیصل آباد
جانِ دو عالم، محمد رفیق مغل، کراچی
ذکرِ رسولِ انام، انور کیف، کراچی
کہکشانِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
محمد طیبہ کے سائے میں، ش خ راجا، راولپنڈی

۲۰۱۰ء

آبشارِ نور، مسرور کیفی، کراچی
فیضانِ نعت، اکرم سعید، فیصل آباد
نغمۂ ترویجاں، محمد مشرف حسین انجم، کراچی
بہشتِ قصائد، عبدالغفار حافظ، کراچی
روح ور زہے شہرِ طیبہ کی، احمد شہباز خاور، فیصل آباد
صدائے ساجد، ساجد ڈھلوں، شاہدرہ
ثنا خوانِ محمد، سلیم عمران، لاہور
نورِ حرا، فرزند علی شوق، گوجرانوالہ
حرف حرف خوشبو، محمد یعقوب فردوسی، گوجرانوالہ
مرے سرکار کی خوشبو، یاسمین کوثر، ملتان
خوشبو تری جوئے کرم، ریاض ندیم نیازی، لاہور
وہی یاسین وہی طٰہٰ، ناصر کاشف، لاہور
سائبان، حیات نظامی، کراچی
متاعِ عقیدت، سجاد مرزا، گوجرانوالہ
نعت زریں، رشید محمود راجا، لاہور
محامدِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
گلزارِ حمد، گل بخشالوی، کھاریاں

کلیاتِ نعت، اعجاز رحمانی، کراچی
محامد خاتم النبیین، اسیر چغتائی، کراچی
طاقِ حرم، حفیظ تائب، لاہور
تمہید فردوس، حمید صابری پیرزادہ، لاہور
دبستانِ ریاض، محمد ریاض الدین سہروردی، لاہور
قرآنِ ناطق، محمد اکرم سحر فارانی، لاہور
جسم کراچی روح مدینے، یا محمد سوز ایروی، کراچی
زہے مقدر، نورین طلعت عروبہ، اسلام آباد
جلال سے جمال تک، عثمان قیصر، کراچی
اسما النبی، ج س مسلم، لاہور
تحیت، شہزاد مجددی، لاہور
خیابانِ نعت، اقبال عالم، کراچی
تنویرِ حرا، قمر سلطانہ، کراچی
فرش پہ عرش، محمد اشرف جیلانی، لاہور
نوری احمد، عبدالستار منعم، فیصل آباد
کلامِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
تابانِ شہر والا، منظر پھلوری، فیصل آباد

۲۰۱۱ء

سوئے حرم، ارشد صابری، کراچی
جمالِ مصطفیٰ، حسن عسکری کاظمی، لاہور

ڈاکٹر نثار ترابی

جدید اردو غزل میں نعتیہ تخلیقی رویے کا وفور

وطنِ عزیز کے معرضِ وجود میں آجانے کے بعد سے لے کر موجودہ تک کا شعری منظرنامہ بتاتا ہے کہ غزل نے اپنی عہد بہ عہد، جو ہے وہ نئی فکری و ذہنی رویوں کا ہمیشہ خیر مقدم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ رسالتی تشکیلات کے عہد سے گذشتہ ایک دہائی تک غزل کی جو جدید شعری روایت تشکیل پاتی ہے وہ نہ صرف یہ کہ اپنے متنوع اسالیب اور مختلف فکری و ذہنی زاویوں سے خود کو ثروت مند کرتی دکھائی دیتی ہے بلکہ اس نے ہر مروجہ شعری صنف پر اپنے اسلوبیاتی اور موضوعاتی اثرات بھی مرتب و ثبت کیے ہیں۔ یہاں تک کہ نعت جیسی حساس دینی صنفِ سخن بھی اس سے ہم آہنگ ہو کر فکری و ذہنی رویوں کے نو بہ نو جہانِ معانی دریافت کر رہی ہے۔

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ متعدد اہم نعت گو شاعر بنیادی طور پر غزل کو شاعر ہیں اور دوسرا سبب خود غزل کی ہیئت میں شامل تازہ شعر کا وہ تشکیلی ڈھانچہ ہے جو ہماری سماعت ہمارے مزاج سے ہم آہنگ ہے۔ یہ صنف کا مزاج قافیے کا مزاج ہے اور قافیے کے رد و بدل آگے بڑھنے والی، مختصر مگر منظم صورت میں شاعری کے قارئین کے لیے ہمیشہ سے خصوصی دلچسپی اور دل آویزی کا باعث بنتی چلی آرہی ہیں۔ اس حوالے سے جب ہم جدید نعت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر کھلتا ہے کہ جدید نعت گو شعرا نے اپنے نعتیہ شعری تجربات کو خصوصیت کے ساتھ ردیف کی بنیاد پر آزمانے کی کوشش کی ہے اور ایسا کرتے ہوئے ردیف و قوافی کو برتنے کی شعوری صلاحیت کا مظاہرہ بھی کیا ہے جو مجموعی طور پر انہیں ہمہ رنگ تخلیق کار ثابت کرنے کا وسیلہ بنتی ہیں۔ ان شعرا نے غزل کی ہیئت کو بہت کرافت کے ساتھ نبھا کر کیا ہے۔

منیر شہرِ محمدؐ میں جا کے دیکھیں ذرا
بلادِ کفر میں خود کو بہت گنوا دیکھا

(منیر نیازی)

ہر نئی نسل کو اک تازہ مدینے کی تلاش
صاحبو اب کوئی ہجرت نہیں ہوگی ہم سے

(افتخار عارف)

کرن سے نور کی زد پر ہے کہ شب کٹتی ہے
تری آمد کے قرینے ہیں کہ پو پھوٹتی ہے

(خورشید رضوی)

اسی جائے نماز و ناز پہ اک روز ثروت
اچانک در کھلے گا اور وہ جھونکا ملے گا

(ثروت حسین)

جدید غزل کی طرح نئی نعت کا ایک فنی وصف یہ ہے کہ اس میں مروجہ لفظیات سے ہٹ کر لسانی تراکیب، بندشوں، زمینوں اور بحور کو برتا گیا ہے جو اس کو قدیم طرز کی نعت گوئی سے الگ شناخت دلاتا ہے۔ مختلف ہیئتوں، اسالیب اور موضوعاتی پھیلاؤ کے یہ وصف جدید نعت، ندرتِ خیال اور طرزِ اظہار کا دلکش نمونہ بن کر سامنے آتی ہے جس کی جھلک ان منتخب اشعار میں بہ آسانی دیکھی جا سکتی ہے جو اوپر درج کیے جا چکے ہیں۔

غزل ایک مشترک صنفِ سخن ہے اور نعت بھی ایک مشترک صنفِ سخن ہو کر بھی موضوع کے مرکزی چناؤ، طرزِ احساس اور نعت کی صنف کے آداب کی حدود و قیود اور خصوصیات (احترام) کی رو سے غزل کی صنف سے قدرے مختلف ہو جاتی ہے کیونکہ نعت کی صنف موضوعاتی پھیلاؤ کے اعتبار سے غزل کی طرح آزادانہ پھیلاؤ نہیں رکھتی۔ اس کے موضوع کو اپنی خیالی دنیا کے تحت پھیلایا نہیں جا سکتا بلکہ ایک ہی موضوعی وحدت کا دائرہ اس صنف کو ایک خاص حصار میں رکھتا ہے یہ الگ بات ہے کہ اس خاص موضوعاتی حصار میں بھی ایک طرح سے بکھراؤ کے امکانات یوں پوشیدہ رہتے ہیں کہ یہ موضوع جس عظیم ہستی کی سیرت و کردار کا احاطہ کرتا ہے اس کی کلیات ظاہرہ کے ہر پہلو سے عبارت ہو کر بھی تشنہ ہی رہتا ہے۔

یہاں خیال کی قوت کو موضوع کے متعین کردہ آداب و احترام کے تابع رکھنا پڑتا ہے مگر جذبۂ عشق اس مشترک صنف کے دوش بدوش رہتا ہے اور یوں اس کی تخلیق کا ظاہری انداز غزل کی تخلیق کے ظاہری انداز سے ہم رشتہ محسوس ہوتا ہے اور اسی سبب سے غزل کہنے والوں کے لیے عموماً نعت کہنا اور نعت کہنے والوں کے لیے عموماً غزل کہنا چنداں مشکل تخلیقی عمل نہیں سمجھا جاتا مگر اس کے باوجود اس حقیقت سے انکار کی بھی گنجائش نہیں کہ نعت کہنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں خصوصاً توفیق سے مشروط ہے۔

غزل کی طرف آئیے تو ہم دیکھتے ہیں کہ غزل میں محبوبوں کا ایک بازار سجا ملتا ہے مگر نعت میں قاری کا محبوب و مطلوب ایک ہے۔ یہاں وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کے جلوے ہیں۔ یہاں محبوب غزل کی طرح عاشق کا کوئی روایتی رقیب نہیں اس لیے کہ نعت کے محبوب کا کوئی رقیب ہو ہی نہیں سکتا البتہ یہ بات دوسری ہے کہ شیفتگی اور عقیدت کی بنا پر رشک کی صورتیں ہوں اور روحانی بے چینی ہو اس لیے کہ یہ عشق، عقیدت کی والہانہ سرمستی میں قلب و روح کی بے تابیوں کا بیان ہے۔ اس میں ہجر کی سرد آہیں نہیں روحانی کیف ہے۔ دوسری طرف جدید غزل کی طرح جدید نعت بھی زمینوں کے انتخاب سے لے کر بات کہنے کے انداز تک انفرادی تخلیقیت کو ظاہر کرتی ہے۔ لب و لہجہ کی تازگی، فن کی ادبی کاریگری کی شائستگی، والہانہ عقیدت مندی اور جدید کیفیت کو شدید حسی احساس میں بسا کر پیش کرنے کا انداز، سوز و گداز، وارفتگی، شوق، کہیں ان کی تو کہیں وضع مطلوب، عہد کے آشوب کے ساتھ ساتھ ذاتی دکھوں کو یاد کر کے حل کی التجا کرنے کا رویہ، وفورِ محبت سے شوق کی پیچ و تاب کے لہجے کا عکس سب مل کر جب نعت کے تخلیقی رویے میں ڈھلتا ہے تو اس کا رنگ و آہنگ بھی کیفیت اس کی تڑپ اور سوز کی بنا پر غزل جیسا ہی محسوس ہوتا ہے۔

جدید اردو غزل میں نعتیہ تخلیقی رویے کے فکری نقش کے ضمن میں بلا مبالغہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں اشعار بطور حوالہ درج کیے جا سکتے ہیں اس لیے کہ اس مقالے کا موضوع نعتیہ غزل کے ہر شاعر سے برتنے کی سعادت حاصل کی ہے مگر زیرِ نظر مضمون کو سمیٹتے ہوئے متعدد شعراء کے نعتیہ شعری مجموعوں سے اپنے دعوے کے ثبوت کے طور پر کچھ اشعار پیش کیے جاتے ہیں اور یہ اشعار وہ ہیں جو نعتیہ کلام سے انتخاب نہیں کیے گئے بلکہ ان کی غزلوں سے انتخاب کیے گئے ہیں۔

محسوس ہو رہا ہے کہ دل کا معاملہ
دربارِ مصطفیٰ سے خدا تک پہنچ گیا

(تنزیل یوسف)

اک گھر ایسا بھی ہے انسانیت پرور کہ جو
مانگنے والے کو ہرگز شرمسار آنے نہ دے

(سلطان رشک)

اُنؐ کو گزرے ہوئے زمانہ ہوا
جگمگاتی ہے اب بھی راہ تمام

(وثیق احمد پوری)

درِ زنداں سے مقتل تک سفر ہوتا گیا آساں
نکالا ہم نے جب نامِ محمدؐ اپنے سینے سے

(غلام مصطفیٰ بسمل)

باغ سارا اسی نے مہکایا
جتنی خوشبو ہے اک کلی میں ہے

(غلام رسول زاہد)

عطا اسی کی ہے یہ شہد و شہود کی توفیق
وہی کلیم میں یہ مان ہے جو لایا

(احسان احمد سعید)

مروں تو شہرِ مدینہ ہو سامنے فیصل
خدا کے بعد کسی کو جواب دینا ہے

(فیصل عجمی)

سب کچھ ہے ترے کرم کے صدقے
دامن میں ہمارے کیا نہیں ہے

(پیر نصیر الدین نصیر)

لبوں کو چھو رہی ہے خوش کلامی
غزل میں نعت کا رنگ آ گیا ہے

(اختر شیخ)

اے مری عمر کی پلکوں پہ لرزتے ہوئے خواب
بس تجھ کو سرکار کا فیضان سنبھالے ہوئے ہے

(جنید آزر)

اک جھلک دیکھ کے جاگ اٹھیں گے مردہ چہرے
تم جو آؤ گے تو ہو جائے گا محشر آباد

(فرخ راجا)

کبھی دیکھو طلسم روز و شب کے در کھلے اُن پر
نجوم اُن کی نظر میں ہیں تحیر میں سب ستارے ہیں

(عاشر مسعود ملک)

چہرہ صبح پہ چمکتی ہیں
وہی کرنیں تری جبیں کے بعد

(عابد سیب)

☆☆☆☆

عارف منصور

اردو نعت پر غزل کے اثرات

برصغیر کی گنگا جمنی تہذیب پر اسلامی تہذیب کے اثرات کا جب بھی ذکر کیا جائے گا تو تذکرہ کرنے والے اس بات کو اپنے نتائج میں شامل کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے کہ ان تہذیبوں کے اختلاط نے دنیا کے لسانی منظر نامے پر ایک نئی زبان یعنی اردو کو متعارف کرا دیا۔ عربی، فارسی اور ہندی کے علاوہ ترکی اور کچھ مقامی علاقائی بولیوں کے خوش رنگ پھولوں سے اپنے دامن کو بھرتی ہوئی یہ زبان اردو اس لحاظ سے بھی بڑی خوش قسمت ہے کہ اس کی ابتدا ہی سے اس میں حمد و نعت کے مقدس اور معطر چشمے جاری ہوئے۔

زبان اردو میں نعت کے حوالے سے ایک اہم محقق ڈاکٹر طلحہ رضوی برق کی اس بات سے سبھی متفق ہیں کہ اردو کو دیگر زبانوں کے درمیان یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہ اپنی پیدائش کے وقت ہی مومنہ اور کلمہ گو رہی ہے۔ صوفیائے کرام اور مبلغین کے ہاتھوں دین متین کی ترویج و اشاعت کے لیے یہ پروان چڑھی اور شروع ہی سے اس کی توتلی زبان پر حمد و ثنا اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاری ہو گئی۔(۱)

اردو میں اولیت کا سہرا تحقیق کرنے والوں کی اکثریت نے خواجہ گیسو دراز کے سر باندھا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا نام ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق کا ہے اور انہوں نے خواجہ کے نعتیہ اشعار بھی اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے میں دیے ہیں، اور مولوی عبدالحق کی کتاب اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا حصہ کے علاوہ پروفیسر آغا حیدر حسن صاحب کی مملوکہ بیاض اور چکی نامہ مخطوطہ کتب خانہ ادارہ ادبیات حیدرآباد دکن کے حوالے بھی دیے ہیں۔ چکی نامے میں نعت کے اشعار حسب ذیل ہیں:(۲)

الف اللہ اس کا دستا
میانے محمد ہو کر بستا
بے طلب یوں کو دستا
بے یا بسم اللہ ہو ہو اللہ

ڈاکٹر ریاض مجید نے بھی نعت کے اولین نمونے کے طور پر خواجہ گیسو دراز کی نعت اپنے مقالے میں شامل کی ہے، جب کہ بعد میں ڈاکٹر جمیل جالبی کی اس صراحت کے پیش نظر کہ خواجہ گیسو دراز یا ان کے بیٹے سید اکبر حسینی کی کوئی اردو تصنیف نہیں یہ بھی لکھا ہے کہ

اس دور کی سب سے پہلی تصنیف جو اب تک دریافت ہوئی ہے فخر الدین نظامی کی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ہے۔ لہٰذا اردو نعت کے اولین اور باقاعدہ اور مستند نمونے کی تلاش میں ہمیں ان سے پہلے اسی مثنوی سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔(۳)

ساجد رشید محمود، ڈاکٹر ریاض مجید کی اس ادبی مروت کو قبول نہیں کرتے اور رقم طراز ہیں کہ

ان حالات میں فخر الدین نظامی کی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ اردو کی پہلی باقاعدہ تصنیف تو ہے اسے ہندی اور پراکرت کا مجموعہ ٹھہرے۔ حضرت گیسودراز کی نثری کتاب معراج العاشقین ان کی تسلیم کی جائے یا حسین بیجاپوری کی، جب تک کوئی محقق حضرت خواجہ گیسودراز کی نعتیہ شاعری کو تلاش کی جائے کسی اور کا نام ثابت نہ کرے سارو دو نعت کا اولین سہرا نظامی کے سر رہے گا۔ (۴)

اس کے بعد اردو زبان میں دکن سے لے کر دبستان دہلی تک، دبستان دہلی سے لے کر دبستان لاہور یا دبستان کراچی تک بے شمار شعرا نے جن میں مسلمان صوفیا کے علاوہ دیگر شعرائے کرام بلکہ غیر مذہب کے بھی بہت سے شعرا نے نعت کہنے کی سعادت حاصل کی۔ البتہ یہ بات اہم ہے کہ ہمیں اردو نعت کے بھی ابتدائی نمونے مثنوی کی ہیئت میں ملتے ہیں، کیونکہ یہ صنف سخن فارسی سے حاصل کی جانے والی ان ادوار کی مقبول ترین صنف سخن تھی۔

اب آیئے فارسی ہی سے اردو میں آنے والی ایک اور اہم صنف غزل کی بات کرتے ہیں۔ عربی نعتیہ قصائد کے اثرات عربوں کے ہاتھوں عجم کی فتوحات کے بعد فارسی قصائد پر پڑے اور فارسی والے بھی رفتہ رفتہ نعتیہ قصائد کی طرف مائل ہوئے۔ فارسی کے سخن وروں نے ہی ایک ادبی اجتہاد کرتے ہوئے قصیدہ کی پہلی (یعنی تشبیب) سے غزل کو علیحدہ کرنے کا کارنامہ سر انجام دکھایا اور پھر دیکھتے دیکھتے غزل کو عظیم شعرا نصیب ہوئے جن کے فارسی میں سر خیل حافظ شیرازی ٹھہرے۔ اردو زبان پر عربی، فارسی اثرات کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں سو قصیدہ اور غزل بھی اردو میں داخل ہوئے۔ مثنوی کے بعد قصیدہ وہ دوسری اہم صنف ٹھہرا کہ خاص طور پر شاہی اور سلطانی ماحول میں امرا اور روسا کو خوش رکھنے کے لیے یا تو قصے کہانیاں مثنوی کی شکل میں منظوم کرنا یا پھر ان کے کارناموں پر قصائد لکھنا اس دور کی معاشی ضرورت معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ شعرا نے اپنی فنکارانہ حس کی تسکین کے لیے غزل کا سہارا لینا شروع کیا، کہ کبھی کبھی تو اپنے من کو خوش رکھنے کے لیے بھی کچھ کہنا ضروری ہوتا ہے۔ یوں غزل بھی اردو ادب میں اپنی داخلی رعنائیوں کے ساتھ داخل ہو گئی اور پھر یہ صنف سخن اتنی مقبول ہوئی کہ اردو زبان کو اس پر ناز ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ بھی رہی ہو گی کہ اپنی ہیئت کے اعتبار سے ڈاکٹر وزیر آغا کے بقول ہمارے مشرقی گھر کی طرح ہے جس میں سب مل جل کر رہتے ہیں اور سب کی انفرادی حیثیت بھی قائم رہتی ہے۔ یہی کچھ غزل میں بھی ہوتا ہے۔

نعت کے حوالے سے یہ بات تو ہو ہی چکی ہے کہ ابتدا ہی سے اردو میں حمد و ثنا اور نعت لکھی گئی، البتہ تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ وہ شاعر اول ہے جس نے غزل کی ہیئت میں نعت بھی کہی۔ وہ خواجہ حافظ شیرازی کا پہلا مترجم ہے۔ اس کے دیوان میں نعت کا سرمایہ موجود ہے۔ مرتبین کلیات نے ان کی دیگر منظومات کے علاوہ غزل کی ہیئت میں پانچ نعتوں کی نشاندہی کی ہے، چار کے مطلعے درج ذیل ہیں۔

تجھ مکھ اجت کے جوت تے عالم دیپایا ہوا
تجھ دین تے اسلام لے مومن جگت سارا ہوا

اسم محمدؐ تے اہے سو جگ میں خاقانی مجھے
بندہ نبی کا جم رہے سچی ہے سلطانی مجھے

چاند سورج روشنی پایا تمہارے نور تھے
آب کوثر کوں شرف تمھذی کہ پانی پور تھے

خدا کے مہر سوں آپی کیا نبی صدقے کیا مانج
مجھے تخت سلیماں چوں دتی آپی دیا مانج

اردو اور غزل اپنے دامن کو پھیلا پھیلا کر اپنے اندر نعت کے خزینے سمیٹتی رہیں اور ایک محتاط اندازے کے مطابق نعت کا نوے (۹۰) فیصد ذخیرہ غزل کے روپ ہی میں ہے۔ اردو کے قدیم اساتذہ کے ادوار میں بھی (میر سے غالب تک) بیشتر شعراء نے حصول برکت کے لیے ہی نعت کہی اور بیشتر نے غزل کو ہی چنا۔ اس کے بعد ہمیں ایک دور ایسا بھی ملتا ہے جس میں صرف نعت کے لیے اپنی سخن وری کو مخصوص کر دینے والے شعراء کا ذکر آتا ہے۔ جن میں کرامت علی شہیدی، مولانا کفایت علی کافی، غلام امام شہید، لطف بریلوی، تمنا مراد آبادی اور بعد میں خاص طور پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا نام نمایاں ہے۔ اسی دور میں ہمیں غزلیہ نعت کی روایت سے جڑے ہوئے دو اہم شاعر ملتے ہیں جناب محسن کاکوروی اور جناب امیر مینائی۔ ان کے علاوہ مولانا حالی، شبلی اور علامہ اقبال نے بھی خوب نعت کا فیض سمیٹا۔

قیام پاکستان کے بعد اردو ہندی تحریک نے بالآخر ہندوستان سے تو اردو کو تقریباً ختم ہی کر دیا کہ برصغیر میں بولی جانے والی یہ خوبصورت زبان چونکہ بنیادی طور پر عربی اور فارسی اثرات کی حامل تھی۔ اسی لیے قصداً عربی اور فارسی کے الفاظ نکال کر سنسکرت کے الفاظ شامل کئے گئے اور رسم الخط تبدیل کر کے اسے ہندی کا نام دے دیا گیا حالانکہ بول چال اور لہجے میں معمولی سا فرق ہے۔ یوں برصغیر میں اردو کا مرکز صرف پاکستان ہی رہ گیا ہے۔ اس لیے اب اردو کے حوالے سے دنیا بھر میں اردو بولنے اور لکھنے والے پاکستان ہی کی طرف دیکھتے ہیں۔ پاکستان میں بھی حتی الوسع اردو کی ترقی کے لیے کوششیں جاری ہیں۔ بہر حال بات ہو رہی تھی نعت پر غزل کے اثرات کی۔ غزل اپنی جن خوبیوں کی وجہ سے پسندیدہ صنف ہے اگر ہم ان کا جائزہ لیں تو وہ یہ خوبیاں ہیں کہ اس میں شاعر کے داخلی سوز و گداز، ایمائیت، اختصار، گہرائی اور گیرائی، تشبیہ و استعارہ، محبوب کے شمائل و فضائل کا ذکر، ہجر و وصال کی کیفیت اور احساسات کی تصویریں ہر طرف بکھری نظر آئیں گی۔ غزل کی دنیا دراصل علامات کی دنیا ہے۔ اس میں الفاظ اپنے لغوی مفہوم سے ہٹ کر کچھ الگ ہی معانی رکھتے ہیں۔ غزل نے نعت کو صرف اپنی ہیئت ہی پیش نہیں کی بلکہ اس میں اپنے اندر کی کیفیات کو بھی منتقل کر کے اپنے حسن میں جمالیاتی قیمتی اضافہ کیا ہے۔ آج جب ہم نعت خصوصاً غزلیہ ہیئت میں کہی جانے والی نعتوں کو دیکھتے ہیں تو ان میں حضور کریمؐ کے حوالے سے بے شمار ذہنی کیفیات سے واسطہ پڑتا ہے جو عشق رسولؐ اور عقیدت رسولؐ میں گندھی ہوئی ہیں اور روح کو سیرابی عطا کرنے کے علاوہ سیرت مطاہرہ کے ذریعے کردار کو سنوارنے کے لیے بھی موثر نظر آتی ہیں۔ بہت سے ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں جب ایک غزلیہ نعت کا شعر سننے والے کے دل پر ایسے اثر کر گیا کہ اس کی زندگی کا رخ ہی تبدیل ہو کر رہ گیا۔

قیام پاکستان کے بعد ہمیں نعت کہنے والے بہت سے شعراء کے نام ملتے ہیں جنھوں نے زیادہ تر نعتیں غزلیہ ہیئت میں ہی لکھی ہیں۔ ان میں مولانا ظفر علی خان، سیماب اکبر آبادی، احسان دانش، تابش دہلوی، ماہر القادری،

حفیظ جالندھری، مولانا ضیاء القادری بدایونی، محشر بدایونی، پروفیسر اقبال عظیم، حافظ محمد افضل فقیر، عبدالعزیز خالد، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، محشر رسول نگری، حفیظ تائب، حنیف اسعدی، پیر نصیر الدین نصیر، حافظ لدھیانوی، ڈاکٹر عاصی کرنالی، بشیر حسین ناظم کے علاوہ بہت سے نام ہیں۔ جب کہ بے شمار موجود شعرا بھی اس سعادت کو حاصل کر رہے ہیں اور ان سب کے کلام سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان سب کے لیے غزلیہ نعت ہی پسندیدہ رہی ہے اور ہے۔ آخر میں نعت کے حوالے سے غزلیہ خصوصیات رکھنے والے چند اشعار پیش ہیں تاکہ موقف پوری طرح واضح ہو سکے

داخلی سوز و گداز یہ غزلیہ شاعری کا وصف خاص ہے اور جہاں عشق مجازی کے زیر اثر اس کے سبب بہت ہی خوبصورت شعر اردو ادب کی زینت ہیں وہاں اس کی خوبصورتی میں چار چاند نعت کے ان اشعار نے لگائے ہیں جن میں دیار رسول و مدینے کی آرزو، خواہش اور تمنا شاعر کے اندر وہ تڑپ پیدا کرتی ہے جو عشق رسول کا تقاضا ہے۔
اسی کیفیت میں کہے گئے مختلف ادوار کے اشعار دیکھیے

دعا کرو کہ کوئی نیند رائیگاں نہیں جائے
انہیؐ کا خواب نظر آئے خواب جب دیکھو

اب کہاں جاؤں تڑپتے دل کی یہ خواہش نکال
اے مدینے کی زمیں میری بھی گنجائش نکال

ایجاز و اختصار غزل کے حسن اور عوام الناس میں اس کی مقبولیت کی ایک بڑی وجہ اس کا ایجاز و اختصار ہے۔
یہ چند لفظوں میں بیان کیے جانے والے وسیع مضامین کا حسن ہے جو دلوں کو فتح کر لیتا ہے اور انسان بے اختیار ہو کر اسے گنگنانے لگتا ہے۔ نعت میں اس کا حسن دیکھیے

چادر سی جو نور کی تنی ہے
یہ ماہ اختر کی چاندنی ہے

عذابوں سے بچے گی نوعِ انساں
اگر آئی اور انؐ کی سمت چل دی

گہرائی اور گیرائی نعت میں آ کر غزل کی اس صفت دلکشا نے نئی کروٹ لی ہے کہ حضور پاکؐ کی بے پناہ شخصیت سے محبت و عقیدت کیا کیا رنگ اختیار کرتی ہے اور الفاظ اس کے بیان سے عاجز ہوتے ہوئے بھی حتی المقدور بیان کی کوشش کرتے ہیں۔ کچھ اشعار پیش ہیں

رحمت حق سایہ گستر دیکھنا اور سوچنا
اک نظر شہر پیمبر دیکھنا اور سوچنا

بس اک لباس ہمارا لباسِ عشقِ رسولؐ
رتوں کے ساتھ بدلتے نہیں قبائیں ہم

تشبیہ و استعارہ غزل کے صنائع اور بدائع کی جان یہی صنعتیں ہیں۔ اور جب ذکر ہو آقاؐ کے نامدار وجود

کائناتؐ کا تو تشبیہیں دست بستہ ہوں گی اور استعارے ادب کے تمام تقاضوں کو نبھاتے ہوئے اشعار کی خوبصورتی میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہء ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

غنائیت اور نغمگی: غزل اپنی مترنم بحروں اور نغمگی کے باعث پیشہ ور گلوکاروں کے علاوہ تمام اچھی آواز رکھنے والوں کے لیے پسندیدہ رہی ہے۔ اسی طرح نعت کو عشق رسول اور عقیدت کے جذبات سے مملو ہو کر خوش لحن خواتین و حضرات نے جب بھی پڑھنے کی سعادت حاصل کی سننے والوں کے دلوں پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

مرے غم خانے کو ہے انؐ کی توجہ درکار
جن کو آتا ہے مجسم سے اجالا کرنا

بیانِ شمائل: محبوب کی ظاہری خوبصورتی کے گن گانا، خاص طور پر لب و رخسار کا ذکر ہمارے شعراء کا پسندیدہ مشغلہ ہے اور اس کے لیے غزل سے بہتر کوئی صنف ہو سکتی ہے مگر جب ذکر اللہ کے محبوب کے حسن و جمال کا ہو تو الفاظ نہ صرف ادب کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں بلکہ ان کے مفاہیم میں بھی تقدس کا انداز نمایاں ہو جاتا ہے۔ دو مختلف نعتوں سے شعر دیکھیے

اوصاف کیا بیاں ہوں کہ اس ذات پاک پر
خوشبو کا اختتام ہے رعنائی ختم ہے

ہے محوِ حسن عالم ان کی زلفوں کے طفیل
جب برستی ہے گھٹا، کن کے لیے، ان کے لیے

بیانِ فضائل: نبی آخر و محبوب رب اکبر کی مدح سرائی میں سب سے نمایاں موضوعات کی سیرت پاک کا بیان ہے۔ یہ ایک ایسا بحر بے کنار ہے جس کے بارے میں جتنا کہا جائے کم ہے۔ یہ ہر نعت گو شاعر کی آرزو رہی ہے کہ وہ ہر نعت میں اپنا موضوع بنائے رکھے اور رب کے محبوب کو اپنا محبوب جان کر ان کی سیرت کے سدا بہار گلشن سے پھول چنتا رہے۔ چند اشعار دیکھیے

اپنے اخلاق سے نفرت کی بجھا دی آتش
آپؐ نے دھوپ کو بھی نامہء شبنم سے لکھا

اپنی امت کے لیے اپنا شفاعت نامہ
آپؐ نے آخر شب دیدۂ پرنم سے لکھا

....

اس رحمت عالم کی عطا سب کے لیے ہے
سرکارؐ کی شفقت کی ردا سب کے لیے ہے

زمیں بھی تیری ممنونِ کرم ہے آسماں بھی
تری رحمت یہاں بھی ہے تری رحمت وہاں بھی

بحرِ سخاوت کانِ مروت آیۂ رحمت شافعِ امت
مالکِ جنت قاسمِ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم

کیفیاتِ ہجر و وصال: نعت میں آ کر اس حسنِ تغزل کی دنیا ہی بدل گئی ہے کہ یہاں مدینے سے دوری اور پھر اللہ کے کرم اور حضورِ پاک کے ذوق سے حاضری اور حضوری کی کیفیت نے اردو ادب میں اتنے حسین اضافے کیے ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ اس سلسلے میں مزید مثالیں دیکھیے

جب مدینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے وہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں
کوئی سب سے ہو کے رخصت سوئے طیبہ جا رہا ہے
کوئی بے قرار حسرت کو گلے لگا رہا ہے

اور پھر وصل یوں کہ

کہاں میں اور کہاں طیبہ کی گلیوں کا طواف اے دل
ہوں اپنے بخت پہ نازاں کہ یہ لطفِ کبیر ہے

ادھر ہے روضۂ جنت اُدھر ہے دل کشا جالی
زمیں بھی آسماں ہے گنبدِ خضرا کے سائے میں

کیفیت اور اشعار تو بے شمار ہیں مگر مضمون کا اختصار اب مزید اس طرف جانے نہیں دیتا۔ بہرحال یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ نعت اردو ادب میں سب سے زیادہ غزل کی ہیئت ہی میں لکھی گئی ہے اور اس میں غزل کا سارا رچاؤ اور ساری خوبصورتیاں بڑے اچھے طریقے سے شامل ہو کر غزل کے لیے باعثِ صد فخر واقعی بن گئی ہیں اور آج کل جس طرح کثرت سے نعت خوانی کی محفلوں کا انعقاد ہو رہا ہے، محسوس ہو رہا ہے کہ غزل کی یہ ہیئت ہی آئندہ بھی نعت کے لیے موزوں ہیئت رہے گی اور اس میں تغزل کی پوری شان کے ساتھ مدحتِ رسول کا فریضہ انجام دیا جاتا رہے گا۔

حوالہ جات:

۱۔ اردو کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر طلحہ رضوی برق
۲۔ اردو کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق
۳۔ اردو میں نعت، ڈاکٹر ریاض مجید
۴۔ نعت کائنات، دیباچہ، راجا رشید محمود
۵۔ دکن میں نعتیہ شاعری، مضمون نعت رنگ (۲۲)، رحمت علی امر

☆☆☆☆

ڈاکٹر زاہد منیر عامر

مولانا ظفر علی خان کی نعتوں میں مستقبل کی جھلک

کہتے ہیں کہ سلاطینِ غزنین کی مدح میں حکیم سنائی غزنوی کے بے مثل قصائد پر تنقید کرتے ہوئے ایک دُرد نوش نے کہا تھا کہ سنائی ایسے بادشاہوں کی مدح کرتا ہے جو اپنی سرزمین کے انتظام سے عہدہ برآ نہ ہوتے ہوئے بھی دوسرے ممالک کو سر کرنے کی مہم پر نکل جاتے ہیں اس جھوٹی مدح پر سنائی قیامت میں کیا جواب دے گا؟ اس اعتراض کے بعد سنائی غزنی چھوڑ کر مرو چلے گئے اور صوفیانہ زندگی اختیار کر لی۔ جامی کی نفحات الانس میں مذکور یہ قصہ ممکن ہے حقیقت ہو یا نہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ مولانا ظفر علی خان کی زندگی میں ایسا کوئی انقلاب نہیں اس لیے کہ ان کے ہاں دورِ طالب علمی سے آغاز ہونے والی شاعری میں پایانِ عمر تک ایک آزادانہ روش کارفرما رہی اور خود ان کے بقول سنِ شعور سے ان کے مضامین "خدا کی حمد پیغمبر کی نعت اسلام کے قصے" رہے۔

ان مضامین کے بیان میں ظفر علی خان کی قدرتِ کلام ایسی ہے کہ اس پر حرف زنی ممکن نہیں۔ وہ وردِ تسبیح کی طرح شعر کہتے تھے، الفاظ ان کے سامنے سرنگوں اور قوافی دست بستہ دکھائی دیتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان کا طوفانی جوش و خروش جب نعت کے میدان میں اترتا ہے تو کیا رنگ لاتا ہے۔ یوں تو انھوں نے دین جس سے زندہ ہے وہ تمام تر تو ہو نہیں زندہ و پائندہ نعتیں کہیں اور اساتذۂ سخن کی زمینوں میں بھی طبع آزمائیاں کی ہیں اور نعت میں استغاثے کی روش کو اپنا شیوۂ خاص بنایا ہے لیکن یہ سطور ان کی نعتوں میں مستقبل کی جھلک تلاش کرنے کے لیے سپردِ قلم کی جا رہی ہیں۔

اردو کی ادبی تاریخ میں نعت کا سرمایہ قابلِ لحاظ ہی نہیں قابلِ فخر بھی ہے۔ مولانا ظفر علی خان کی حیثیت اس سفر میں راہنما کی سی ہے۔ ان سے پہلے اردو نعت اپنی پیش رو عربی فارسی نعت کی طرح رسول اللہؐ کے اوصاف و نعت کے بیان تک محدود رہی لیکن ظفر علی خان نے اسے عصری مسائل سے آمیز کیا اور نعت میں قصیدے کا رنگ پیدا کرتے ہوئے حسنِ طلب کو عصری مسائل کا آئینہ بنایا۔ استغاثے کی یہ روش ان سے پہلے صرف حالی کے ہاں دکھائی دیتی ہے۔ ظفر علی خان اگر نعت میں عصری مسائل کے بیان تک محدود رہتے تو کہا جا سکتا تھا کہ ان کی نعتوں کی اپیل محدود زمانی دائرے میں مقید رہتی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ نعت جو عام طور پر ماضی سے جنم لیتی ہے اسے یہاں حال تک لے آنا ہی ایک کمال تھا لیکن ظفر علی خان کا کمال یہ بھی ہے کہ انھوں نے اسے مستقبل کا آئینہ بھی بنا دیا۔ مستقبل پر نظر پر امید زاویۂ نظر کے بغیر ممکن نہیں ہوتی۔ ظفر علی خان مسلمانوں کے ادبار، اسلام کی حقیقی تعلیمات سے ان کی دوری اور استعماری طاقتوں کی ستم رانیوں سے گہری واقفیت رکھنے کے باوصف قنوطیت کا رخ نہیں کرتے اور زوال و ادبار کی کیفیتوں میں تک

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں ۳: ۱۴۰) پر یقین رکھتے ہوئے پکار اُٹھتے ہیں۔

ہے مجھ ابرہہ کی کوشش کہ ڈھائے کعبہ ڈھا دے
مگر اس میں ہم کو شک ہے کہ ہم یہ سحر بھی ہو گی
اگر آج ہم پہ آئی شب غم پہاڑ بن کر
تو یہ بات یونہی ہماری کبھی آپ پر بھی ہو گی
عرب اور عجم کے ذرّے ہوئے آفتاب جس سے
کسی روز دیکھ لینا وہ نظر ادھر بھی ہو گی

وقت کبھی یک حال پر نہیں رہتا، ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں۔ کل کی وہ دست طاقتیں آج زیر دست نہیں ہیں اور آج، ولادتی کا تاج پہننے والے کل موجودہ حالت میں نہیں ہوں گے۔ ہر زمانے کا ابرہہ ہتائے کعبہ ڈھانے کے درپے رہتا ہے لیکن وہ یہ بھول جاتا ہے کہ ہر زمانہ ابرہہ ہی نہیں اپنی ابابیلیں بھی رکھتا ہے تو اتا جب سر پہ خجارت سے ہزاروں ناتوانوں کی تمناؤں کو ٹھکراتے ہیں تو زماں کے اسی مرحلے میں ناتوانوں کی توانائی کا بیج بوبار ہوتا ہے۔ اس لیے ظفر علی خاں اپنی قوم پر آنے والی شب غم کے پہاڑ بن جانے کا اعتراف رکھنے کے باوجود شب غم کے کٹ جانے پر یقین بھی رکھتے ہیں۔ انھیں یقین ہے کہ قافلے کی درماندگیاں مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کے چڑھنے سے سربلندی میں بدل جائیں گی اور برسنے والے بادل ان کے گلشن امید کو ہر سبز و شاداب کر دیں گے لیکن اس مقصد کے لیے وہ نادیدہ قوت سے بھی کمزور دنیوی سہاروں سے استمداد نہیں کرتے وہ صورت حالات پر اپنا استغاثہ پیش کرتے ہوئے وسیلوں کی مدد سے بھی بے نیاز دکھائی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ابابیلوں سے لیکن کس سے مانگیں مدد؟ جب کہ تو خود ہے ہماری فتح و نصرت کی دلیل ان کا اصل مخاطب رسول اللہؐ سے ہے اور پُرامید لہجے میں اپنی التجائیں پیش کرتے ہیں۔

تمھارا قافلہ کچھ لٹ چکا اور کچھ ہے لٹنے کو
رسول اللہؐ کو اس کی خبر باد صبا کر دے
نکل آنے کو ہے سورج کہ مشرق میں اُجالا ہو
برس جانے کو ہے بادل کہ گلشن کو ہرا کر دے

نعت کی تاریخ میں عام طور سے رسول اللہ کے محامد و محاسن پر توجہ رہی ہے ظفر علی خاں کا قلم اس روش پر گامزن ہوتا ہے تو ان کے دل و دماغ اپنے عہد کے مسائل و معاملات کو بارگاہ رسولؐ میں پیش کرنے کی تحریک دیتے ہیں اس کی بہترین مثال ان کا مشہور مخمس اے کہ ترا ظہور ہے وجہ نمود کائنات " ہے یہ جب پہلے پہل ستارہ صبح میں شائع ہوا تو اس کا ٹیپ کا مصرعہ تھا۔

سلطنت اک جہاں کی ہے تیری نگاہِ التفات

لیکن نظر ثانی کرتے ہوئے انھوں نے اسے حسن مصرعے سے تبدیل کر دیا و نعت نگاری میں ان کی روش خاص کی نشان

ظفر اگر پرچم کشا ہے اس کے ہم ہیں ذمہ دار
سربلندی دینِ قیم کے نشاں کی تجھ سے ہے

یہ زاویہ نظر ان کی نگاہ کو ماضی سے ہٹا کر مستقبل پر مرکوز کر دیتا ہے۔ حیات و زوال ماضی کے رشتے کو حال اور مستقبل سے جوڑے رکھے بغیر ممکن نہیں۔ شبلی نے تو مسلمانوں کی ترقی ماضی کی طرف رجوع میں پائی؟ اور دی تھی اور نئی نسل سے وابستگی کے حوالے سے یہ بات درست بھی ہے لیکن ظفر علی خان جو دوسری جگہوں پر ماضی اور اس کی روایت کا گہرا شعور رکھتے ہیں اور ماضی سے جدائی گوارا نہیں کرتے مستقبل بینی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

مباہات کرتے ہیں ہم ابتدا پر
ہمیں دیکھنا چاہیے انتہا کو
عمل گر یہی ہیں تو ہم حشر کے دن
دکھائیں گے منہ جا کے کیا مصطفیٰؐ کو

یہاں وہ ''کام وہ اچھا ہے جس کا کہ مآل اچھا ہے'' کے اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے ملت کو اپنی انتہائی منزل پر دیکھنا چاہتے ہیں اور محض ماضی پرستی پر مطمئن دکھائی نہیں دیتے۔ روشن مستقبل کو پانے کے لیے وہ اپنی خطوط میں جا بجا دست بدعا دکھائی دیتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح ظلمت اور نور برابر نہیں ہوتے اسی طرح اندھے اور بصیر برابر نہیں ہوتے اور عصر حاضر کی ناچاقی کو یکجائی میں بدلے بغیر اگلے وقتوں کی بلند ہمتی حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ اور قوم کے مرد جب تک پرایوں کی غلامی سے آزاد نہیں ہو سکتے پہلے کی سی توانائی کے حامل نہیں ہو سکتے اس لیے وہ آزادی کی شہنائی کے تمنائی بن کر یوں نغمہ سرا ہوتے ہیں۔

یہاں تک لکھ چکا تھا میں کہ یثرب سے ندا آئی
یہ ماجا ہیں یا رب مرحمت کر ان کو یکجائی
عطا کر اگلے وقتوں کی بلندی ان کی ہمت کو
اور ان کے بازوؤں کو بخش پہلی سی توانائی
پرایوں کی غلامی سے انھیں آزاد کر یا رب
بجے ان کی حویلی میں پھر آزادی کی شہنائی

مولانا ظفر علی خان کے مجموعہ حمد و نعت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض دعا پر رک جانے والے نہیں بلکہ ان کے نزدیک مستقبل کی روشنیوں کو پانے کے لیے فکر و عمل کی دنیا میں انقلاب ضروری ہے۔ متعدد منظومات میں حب رسولؐ، نئی نسل و اساس سے وابستگی، عصر حاضر میں فضائے بدر پیدا کرنے کی ضرورت، نفی نفسی اور خود پرستی کے مدفنوں میں حق کی شمعیں جلانے کی ضرورت، بت شکنی، رسم شرک و کفر سے نجات اور سرفروشی کی ضرورت پر زور دیتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی دعوت اپنے قاری کو اس قابل دیکھنے کی آرزومند ہے کہ وہ جابروں کو شکنجے پر چڑھا سکے، عجم و عرب کی رقابت کو مٹا کر انسانی اخوت کی بساط بچھا سکے اور اللہ کی رسی کو ٹکڑوں میں بانٹنے کی بجائے ایک انسانیت کا وطن بنا سکے چنانچہ وہ تحسین آفریں لہجے میں کہتے ہیں۔

اٹھاؤ نہ دریا کی لہروں کے احساں
جہازوں کو پھر خشکیوں پر چلاؤ
مٹا دو عجم اور عرب کی رقابت
جہاں میں بساطِ اخوت بچھاؤ
علم ہاتھ میں لے کے دینِ ہدیٰ کا
سرا چین کا پھر اندلس سے ملاؤ

ان مقاصد کے حصول کے لیے وہ آیۂ جامعہ واعدّوا لہم ما استطعتم من قوۃٍ ومن رباط الخیل ترہبون بہ (۸ : ۶۰) کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہیں کہ کوئی بھی تبدیلی تیاری اور عزم و ہمت کے بغیر ممکن نہیں ہوتی اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہونے کا مطلب خود کو وقت کے بہتے سمندر کی لہروں کے حوالے کر دینا ہے اس لیے وہ بحوالہ بالا قرآنی حکم کے مطابق اپنے مخاطب کو تلقین کرتے ہیں کہ

بحکم اعدّوا لہم ما استطعتم
بڑھے جس قدر اپنی طاقت بڑھاؤ

وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مستقبل اسی صورت میں تابناک ہو سکتا ہے جب انھیں جوشِ نوائی کی دولت میسر ہو گی اور حضرت انسان لیس للانسان الا ما سعیٰ (۵۳ : ۳۹) کی روشنی میں اپنی قوتِ بازو پر بھروسہ کرتے ہوئے محنت کو شعار بنائے گا وہ مستقبل کی مناسبت سے اپنی حضورِ حق میں اپنی تمناؤں کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

الٰہی برقِ غیرت کی تڑپ مجھ کو عطا کر دے
مجھ آتش زیرِ پا کو ساتھ ہی آتش نوا کر دے
مری تقریرِ سحر آلود میں کر وہ اثر پیدا
کہ اہلِ درد کے حلقوں میں اک محشر بپا کر دے
دیا ہے علم اگر تو نے تو ساتھ اس کے عمل بھی ہو
کہ شرحِ لیس للانسان الا ما سعیٰ کر دے
بتاؤں گا کہ خاکِ ہند یوں اکسیر تھی ہے
مری پلکوں کو جاروبِ حرمِ مصطفےٰ کر دے

ان کی یہ تمنائیں اور دعائیں اسلام کی سربلندی اور دنیا میں ناموسِ مصطفیٰ کے علم کی سرافرازی کے لیے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانانِ عالم کی بقا بھی اسی صورت میں ممکن ہے جب ان کا نظریہ محفوظ ہے اور جب علمِ مصطفیٰ سربلند ہے یہی ان کی تمنا ہے اور یہی ان کا نظریۂ فن ہے۔

اتنی سی آرزو ہے مرے دل میں اے خدا
اسلام کو زمانہ میں دیکھوں میں سر بلند
دنیا میں سرنگوں علمِ مصطفےٰ نہ ہو
ہم خواہ خود ذلیل ہوں اور خواہ ارجمند

اس سربلندی کی کچھ شرائط کی طرف اشارہ تو سطور بالا میں ہو گیا ہے کچھ مزید صفات ہیں جنھیں مستقبل کی تابناکی کے لیے سبھی وہ ضروری سمجھتے ہیں اور جن کا تعلق عمل و کردار سے ہے وہ آبائی اندھی تقلید کو ترک کر کے زندگی کو نئی نگاہ سے دیکھنے کی جانب متوجہ کرتے ہیں خالق کائنات کے دروازے کے سوا تمام دروازوں سے امید کا رشتہ توڑنے کی نصیحت کرتے ہیں اور خلیل اللہ کی طرح بت پرستی کے ماحول میں بت شکنی کے شیوے کی ضرورت پر زور دیتے دکھائی دیتے ہیں۔

ترک کر تقلید آبا بن خلیل اور بت کو توڑ
ما سوا کو چھوڑ ربّ العالمیں سے رشتہ جوڑ
یاد کر بھولا ہوا وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ کا سبق
شرک کی رسموں سے باز آ کفر کی ریتوں کو چھوڑ

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (اور ناپاکی سے دور رہو ۵: ۷۴) کا سبق یاد دلانا بجائے خود ان کی اصل اساس کی طرف دعوت کی نشان دہی کرتا ہے جو بندے کو شرک و بت پرستی کی ہر قسم سے نجات دینے کا باعث بنتا ہے۔ ان کے ان خیالات سے یہ گمان نہ کر لیا جائے کہ وہ دنیوی زندگی کے مطالبات سے غافل ہیں یا نظموں میں ان کی دعوت محض یک طرفہ ہے نہیں، وہ اسلام کی حقیقی تعلیم کی طرح جس کا اظہار فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ (دنیا میں بھی نعمت عطا ہو اور آخرت میں بھی نعمت بخش ۲: ۲۰۱) کے الہامی الفاظ سے ہوتا ہے دین اور دنیا دونوں کا آمیزہ چاہتے ہیں لیکن ان کا زاویہ نگاہ ان دونوں میں ایک ترتیب ضرور قائم کرتا ہے وہ پہلے دین اور پھر اس کے ثمر کے طور پر دنیا کی ترتیب ہے۔

ناشئۃ الّیل آتی ہے دے گا میری روح کو نشو و نما
اقـــوم قیــلا آتی ہے ہوگا میری اقامت کا معمول
دین بھی ہو جائے مجھے حاصل دنیا کی بھی مراد ملے
گوشۂ چشم عنایت مجھ پر ہو جو تیرا کا مبذول

گویا ان کے نزدیک دین اور دنیا کی کامیابی گوشۂ چشم عنایت ہی کے سے ممکن ہے اور اس کی اہلیت دین کے ان احکام میں ہے جن کا علم ہمیں نبی کی سیرت اور قرآن حکیم کی تعلیمات سے ہوتا ہے مندرجہ بالا شعر میں جس قرآنی آیت کی تلمیح استعمال کی گئی ہے آپ ایک خط میں اس کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہوئے کہتے ہیں۔

"اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا رات کا اٹھنا عبادت باری کے لیے مشکل اور وقت طلب ہے لیکن پانچ وقت کی نماز اور قرآن مجید جس کی نسبت کان مشہودا قرآن کریم میں آیا ہے کچھ مشکل نہیں۔ اس پر التزام کے ساتھ عامل ہو"

یہاں جملے کے آخر میں جس قرآنی آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ پوری آیت اس طرح سے ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا (بنی اسرائیل ۷۸)

قائم رکھ نماز کو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور قرآن پڑھنا فجر کا بےشک قرآن پڑھنا فجر

کا ہوتا ہے روبرو۔ (ترجمہ شیخ الہند)

مندرجہ بالا اشعار میں وہ ناشئۃ اللیل اور اقوم قیلا پر عمل کا اعادہ ظاہر کرتے ہیں بلکہ اپنی جانب اشارہ کر کے اپنے قاری کی قوت عمل کو مہمیز کرتے ہیں موخرالذکر آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مولانا عثمانی نے لکھا ہے" حدیث میں ہے کہ فجر و عصر کے وقت دن اور رات کے فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے لہٰذا ان دو وقتوں میں لیل و نہار کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے تو ہماری قرأت اور نماز ان کے روبرو ہوتی جو مزید برکت و کیفیت کا موجب ہے اور اس وقت ڈیوٹی پر جانے والے فرشتے خدا کے ہاں شہادت دیں گے کہ جب گئے تب بھی ہم نے تیرے بندوں کو نماز پڑھتے دیکھا اور جب آئے تب بھی۔ اس کے علاوہ صبح کے وقت یوں بھی آدمی کا دل حاضر اور مجتمع ہوتا ہے"۔ (تفسیر عثمانی طبع سعودی عرب ص ۳۸۵)

مولانا کے نزدیک ان صفات سے متصف ہونے والے اللہ کی جانب سے انعام و اکرام کے حق دار قرار پاتے ہیں ایک نظم جس کا عنوان ہی من کان للہ کان اللہ لہ تجویز کیا ہے ارشاد ہوتا ہے

یثرب سے آج بھی یہ صدا گونجتی سنو
وہ جو خدا کے ہو گئے ان کا خدا ہوا

جب خدا ان کا ہو جاتا ہے تو پھر عرب و عجم پر غلبے کا انعام ملتا ہے ملاحظہ ہو ۔

عجم ہے میرا عرب ہے میرا جہاں میں جو کچھ ہے سب ہے میرا
اگر مسلماں لقب ہے میرا تو بول ہو گا مرا ہی بالا

یہ خیال ان کے ہاں بار بار جلوہ گر ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ کی غلامی دونوں جہانوں کی سرداری عطا کرتی ہے چنانچہ کہتے ہیں ۔

غلامی کر محمد مصطفےٰ کی
گدائی چھوڑ دے سلطان ہو جا

جہانگیری و سلطانی کا راز کہاں پوشیدہ ہے وہ بتاتے ہیں ۔

جو کرنی ہے جہانگیری محمد کی غلامی کر
عرب کا تاج سر پر رکھ خدا وند عجم ہو جا
ہو سرکش سرو کی مانند اگر باطل نکالے سر
اگر حق آگے آئے ماہ نو کی طرح خم ہو جا

لیکن یہ غلامی جان مال عزت آبرو سب پر فائق ہونی چاہیے جیسا کہ ان کے مشہور اشعار ہیں ۔

زکوٰۃ اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور نماز اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

وہ جانتے ہیں کہ ان کا عصر جس گرداب میں مبتلا ہے اس کی ہر ہر موج میں سینکڑوں طوفان پنہاں ہیں اور

جس کی جناب میں گستاخی شبہ بھی گوارا نہیں تھی وہ آج ذلیل و خوار ہے لیکن اس احساس کے ساتھ انھیں اعتقاد ہے کہ درد کا درماں اسی ذاتِ گرامی کے در کی گدائی سے حاصل ہو سکتا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب مصطفیٰ کے ہاں گدا بن جائے گا دوسرا ہر تاج بخشی پائے گا چنانچہ وہ جناب رسالت مآب میں عرض پرداز ہوتے ہوئے امت کے ماتم کے لٹ جانے کی شکایت کرتے ہیں اور وہ قوم جس کی ہیبت ایک زمانے سے خراج وصول کرتی رہی آج سر چھپانے کے ٹھکانے سے بھی محروم ہے اس لیے وہ یوں عرض پرداز ہوتے ہیں۔

سینکڑوں طوفاں ہیں پنہاں جس کی اک اک موج میں
اس سمندر سے مسلمانوں کا بیڑا پار کر
جو مزا چاہے انھیں دے لے کہ تو مختار ہے
لیکن انھوں کو نہ غیروں کی نظر میں خوار کر
ہند کو بھی اے خدا قید غلامی سے چھڑا
اپنے گھر کا ہم کو بھی مالک بنا مختار کر

اس مقصد کے لیے امت کو کسی راہ نمائی کی ضرورت ہے جو اسے منزل آشنا کر دے اگر ایسی راہ نما مل جائے تو ماضی جیسی کامیابیوں کے راستے آج بھی کھلے ہیں شرط وہی ہے کہ امت کے ہاتھ سے حضور خواجۂ یثرب کے دربار کی جو کھٹ کا نشاں مٹنے نہ پائے ۔ چنانچہ وہ غم خانہ ملت کے شماروں کو تلاش کرتے ہیں ، عہد سلف کے فاتح خاروں کی جستجو کرتے ہیں، مدینہ کی بادہ شیشہ کے مستوں کے جویا دکھائی دیتے ہیں ۔

حسبی امت لم یزل ہے چھن رہی ہیں آج بھی
اس کی قامت سے شباب رفتہ کی رعنائیاں
رہنما گم کردہ رہ ہیں ورنہ زہرہ پھاند جائیں
آج بھی جبرالٹر جیسی ہزاروں کھائیاں

ان کی نعتیہ کائنات رسول خدا کی والہانہ محبت سے شروع ہو کر رجائیت پر ختم ہوتی ہے ۔ خواجہ حسن نظامی نے درست کہا تھا کہ وہ "قیامت کے دن اپنی فیوضانی نعتوں کے باعث بخشے جائیں گے" مولانا کی نعت گوئی کے متعدد پہلو ہیں لیکن ہم نے صرف ایک پہلو کی جانب قارئین کی توجہ مبذول کروائی ہے جو امید اور رجائیت سے عبارت ہے انھی کے ایک شعر پر ان گزارشات کا اختتام کیا جاتا ہے ۔

تجھے فکر کیوں ہے اے دل کہ یہ شب بسر بھی ہوگی
ہے ابھی اگر اندھیرا تو کبھی سحر بھی ہوگی

☆☆☆☆

انجم جاوید

احمد انور کی اسلامی خطاطی

جب بھی بات شاعری کے حوالے سے کی جاتی ہے تو میں برملا ایک ہی رائے کا اظہار کرتا ہوں کہ غزل ہو یا نظم کہنا آسان، ترجمہ، ورفعت، خاص کر نعت کہنے کا عمل از حد دشوار بلکہ پل صراط پر سے گزرنے کا عمل ہے کیونکہ ذرا سی لفظوں کے انتخاب میں لغزش ہوئی شاعر جذباتی ہو گیا تو پل بھر میں شرک کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ ایسی ہی میری رائے اس وقت ہوتی ہے جب بات مصوری کی ہو۔ مصوری کے سارے مکتب فکر، ساری جہتوں پر ماسوائے قرآنی آیات کی کیلی گرافی کے مصور کو کھلی چھوٹ ہوتی ہے اسے سوائے اپنی مہارت دکھانے کے کسی اور امتحان سے گزرنا نہیں پڑتا تاہم بات قرآنی کیلی گرافک آرٹ کی ہو تو اسے پیش کرنے میں مصور کو حد درجہ محتاط رہنا پڑتا ہے۔ قرآنی آیات کا چونکہ ایک تقدس ہے اسے اسی تقدس کے ساتھ الفاظ کی مکمل درستگی کے ساتھ کینوس پر اتارنا پڑتا ہے اسے برتنے میں لغزش کسی بڑی سزا کا پیش خیمہ ہو جاتی ہے۔ اس تناظر میں احمد انور کی کیلی گرافک پینٹنگز دیکھ کر قلب میں طمانیت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ ان کے کام کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے کیلی گرافی کرتے ہوئے احتیاط اور اہتمام کے سارے پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر کیلی گرافی کا عمل دہرایا۔ احمد انور نے جہاں جہاں فنی ضرورت کے تحت قرآنی آیات کو دائروں میں، قوسوں اور زاویوں میں نقش کیا وہاں بھی مکمل احتیاط سے کام لیا ہے۔ یہ کام اتنی مہارت سے رنگوں میں قید کیا گیا ہے کہ اس کو پڑھنے اور سمجھنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی بلکہ یہ سارے کا سارا عمل براہ راست ابلاغ کرتا ہوا دیکھنے والے کی آنکھ سے گزرتا ہوا جزو جاں ہو جاتا ہے۔ یہ سارا عمل، روحانی عمل کی صورت احمد انور کے اندر آنکھ کھولتا ہے، انگڑائیاں لیتا ہے، دبے ہونے کا احساس دلاتے ہوئے دماغ اور ریشے و ہاتھوں کو متحرک کر کے کینوس پر پھیل جاتا ہے۔ آئل کلر ہو، واٹر کلر، مکس میڈیا کا جادو ہو یا پھر ماربل پر ابھرے حروف، پلاسٹر آف پیرس ہو یا گلاس پر چمکتے دمکتے کندہ حروف (Glass Etching)، اسٹیل ہو یا گولڈ براس، خط کوفی ہو یا خط نستعلیق ہر کہیں احمد انور کا کیلی گرافک کام پھیلا ہوا ملتا ہے۔

احمد انور نے پوائنٹلزم (نقاط سے ترتیب دی جانے والی پینٹنگز) پر بھی کام کرتے ہوئے اپنی فنی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ ان کی پینٹنگز میں جاذبیت، تازگی، زندگی کے بھرپور تاثر کے ساتھ ملتی ہے۔ ان کی تصاویر ریالسٹک آرٹ کی نمائندگی کرتی ہیں۔

احمد انور نے 1980ء میں کراچی سینٹرل انسٹی ٹیوٹ آف آرٹ اینڈ کرافٹ سے فائن آرٹ میں ڈپلوما کی سند حاصل کی۔ سنگاپور سے ٹیکسٹائل ڈیزائننگ کا کورس بھی کیا۔ 1983ء میں پنجاب آرٹس کونسل، لاہور میں ان کی سولو پینٹنگز جو زیادہ تر کیلی گرافی پر مشتمل تھیں کی نمائش ہوئی۔ دوسری نمائش 1983ء ہی میں کراچی میں پاکستان امریکن کلچرل سنٹر میں گل جی کے ہاتھوں افتتاح کے بعد منعقد ہوئی۔ حال ہی میں احمد انور اپنی مختلف اقسام کی پینٹنگز کی نمائش ترکی، ایران، ہجر اور متحدہ عرب امارات میں کر کے واپس پہنچے اور انہوں نے لیکچرز بھی دیئے۔ مستقبل قریب میں فرانس، جرمنی، برطانیہ اور ترکی میں نمائش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ احمد انور نے ان نمائشوں کے تناظر میں بتایا کہ پاکستان میں روایتی کیلی گرافی کی زیادہ فروخت نہیں ہوتی۔ آرٹسٹک لحاظ سے انہیں مرصع (Decorative) کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح سے پہلے تحقیق کی جاتی تھی اب کسی نئی نسل کے بچے سے تحقیق کا سوال کیا جائے تو اسے اس کا علم ہی نہ ہوگا۔ اب تعلیم مشن نہیں کمرشل لحاظ سے بچے کے تحت دی جا رہی ہے۔ اس سے اس میں علم دوستی، ادب پروری، مصورانہ شناسی سب ختم ہو جاتے ہیں۔ پاکستان میں کیلی گرافک کام کی بہت ستائش کی جاتی ہے نہ ہی اسے خریدا جاتا ہے لیکن بیرون ممالک میں ہماری پینٹنگز خریدی جاتی ہیں سراہا جاتا ہے جیسا کہ میں نے انگلینڈ میں سٹی ایجنسی کی ورکشاپ کی ہے۔ Skp کے ذریعے آرٹ کے طلبا کو آرٹ کے بارے میں آگاہ کیا۔ میں نے کیلی گرافک کام کرتے ہوئے اسے مرصع Decorative کرتے ہوئے خیال رکھا ہے کہ روایتی خطوط کے ضابطے سے نہ ہٹا جائے۔

احمد انور نے اپنی کیلی گرافک پینٹنگز میں انتہائی مہارت کے ساتھ محرابیں (Arches) بنائی ہیں۔ کھجور کا درخت، دروازے، سورج، گنبد، کی افعال کو ایک استعارے کی صورت استعمال کر کے اپنی پینٹنگز کو معنوی لحاظ سے ایک منفرد رنگ دینے کی کامیاب کوشش کی ہے اس کے ساتھ ساتھ رنگوں کے انتہائی متناسب برجستہ استعمال نے اس کے ظاہری تاثر کو پر تاثیر کر دیا جو دیکھنے والے کی نظر پر بار نہیں گزرتا بلکہ خوبصورت تاثر چھوڑتا ہوا گزر جاتا ہے۔ احمد انور کی کیلی گرافک کا زیادہ تر کام خط کوفی میں کیا گیا ہے۔

کیلی گرافی سے ہٹ کر جب ہم احمد انور کی دیگر پینٹنگز پر نظر کرتے ہیں تو سب سے نمایاں خوبی رنگوں کا برجستہ برمحل استعمال اور برش کا عمل جاندار اسٹروک ہے۔ انہوں نے مختلف رخ پر مثلاً آئل اینڈ واٹر کلر، ٹیکسٹائل ڈیزائننگ، گلاس اچنگ (Glass Aching) پن اینڈ پنسل، اسکلپچر (Sculpture) گرافک ڈیزائننگ، سکرین پرنٹنگ پر اپنی مہارت آزمائی ہے۔ تجریدی آرٹ (Abstract Art) بعنوان 'انسان کا مسائل سے دوچار ہو جانا' موضوع پر بنائی گئی پینٹنگز میں نیم ہلالی ساخت کے دائروں سے تشکیل شدہ پینٹنگز کو ان کا بڑا کام ہے مگر اب بھی اثر رکھتا ہے۔ احمد انور بنیادی طور پر کلاسک آرٹسٹ ہیں۔ ماڈرن آرٹ کی طرف کیوں متوجہ ہوئے اس کی وجہ بتاتے ہوئے احمد انور نے بتایا کہ ایسی تصاویر جنہیں سمجھنے میں وقت محسوس ہو اور ان میں یکجہتی رہ نہ ہو بلکہ رنگوں کے

لئے سیدھے برش مار کر رنگوں کو بکھیر دینا ایبسٹریکٹ آرٹ سمجھا جاتا ہے اور ایسی ہی پینٹنگز کو آرٹ کا بہترین نمونہ سمجھ کر پسند بھی کیا جاتا ہے اور خریدا بھی جاتا ہے۔ خریدنے والے اسے اپنے ڈرائنگ روم میں سجا کر فخر بھی محسوس کرتے ہیں اور اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس پینٹنگز کی وضاحت بھی کی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ لوگوں میں مصورانہ شعور نہیں ہے وہ Fake کام پسند کرتے ہیں۔ ایک ریاستی آرٹسٹ کی ایسی پینٹنگز جس میں ملک کے مٹتے ہوئے ورثے کو تصویری پیرہن دیا گیا ہو یا مٹتی ہوئی اقدار کے پس منظر میں پینٹنگز ہوں تو اسے کوئی نہیں خریدتا نہ ہی سرکاری سطح پر اس کی کوئی پذیرائی ہوتی ہے نہ ہی خریدا جاتا ہے، نہ ہی مصوری کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ مصور تجریدی آرٹ کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے ہیں۔ احمد انور کا زیادہ کام ہمیں واٹر کلر میں ملتا ہے مگر اس خوبی کے ساتھ کہ پہچان کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ پینٹنگز واٹر کلر میں ہیں یا آئل کلر میں۔ احمد انور نے بھارت کے مصور بانکر HATKAR سے مجسمہ سازی (Sculpture) سیکھی تاہم اسلامی ماحول کی وجہ سے اسے ایک خاص دائرے تک محدود رکھا۔ احمد انور "عبدالرحمان چغتائی" "مائیکل انجیلو" اور "ذہین احمد" سے متاثر ہیں مگر خوش کن بات یہ ہے کہ ان کی پینٹنگز میں ان سے متاثر ہونے کا عمل نظر نہیں آتا۔ احمد انور نے اپنے تخلیقی وجدان سے اپنی پینٹنگز کے رنگ ابھارے ہیں اور یہی ان کی کامیابی اور جینوئن آرٹسٹ ہونے کی پہلی دلیل ہے۔ احمد انور نے دیہی اور دور دراز علاقوں کے گمنام مصوروں کو متعارف کرنے کے لیے "آرٹ بینک" قائم کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ احمد انور فن مصوری کے حوالے سے مختلف اقسام کا مواد جمع کر رہے ہیں۔ یہ کام اگر کامیابی کے ساتھ مکمل ہو گیا تو یقیناً آنے والے وقت میں مصوری پر تحقیق کرنے والوں کے لیے مددگار ثابت ہوگا۔

☆☆☆☆

حاجی عبداللطیف بنگلزئی

براہوئی ادب میں نعت نگاری

رب کائنات جل شانہٗ نے نبی عالی مقام حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کو ہدایت کا سرچشمہ بنا کر بھیجا۔ آپ کے تشریف فرما ہونے سے قبل اس جہان آب و گل پر جہالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ جب آپ اس دنیا میں تشریف لائے تو نیکیوں اور خوش بختیوں کا خزینہ اور بدچلنی، بداعتقادی اور بداندیشی کے خاتمے کے لیے نور ہدایت ساتھ لائے۔ بنا بریں کائنات عالم میں رحمت اللعالمین حضرت محمدؐ سے بڑھ کر حسن انسانیت کا نمونہ کسی ہستی میں نہیں دیکھا جا سکتا۔۔ لہٰذا چنانچہ خدائے رب عزوجل کا اپنی مخلوقات پر عظیم ترین احسان و انعام حضور اکرمؐ کی بعثت مبارکہ ہے اور آنحضورؐ کی کے ذریعے ہمیں توحید تک رسائی اور عبادت کے خالص طریقوں سے آشنائی ہوئی۔ لیکن ہم مقصد بعثت سے اس وقت تک شناسا نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ ہم پر نبی کریمؐ کے اوصاف و خصائل مبارکہ کے مختلف گوشے منکشف نہ ہوں۔ نبی نور الوریٰ کی سیرت پاک تمام بشریت کے لیے ایک قابل تقلید نمونہ ہے۔ چنانچہ دنیا کے سب سے بڑے انسانؐ کی مبارک زندگی کے جس پہلو پر نظر ڈالیں وہ اسوۂ حسنہ کا مظہر ہے۔

نبی کریمؐ سے عشق و محبت کو نعت کے لوازمات میں بنیادی و اساسی اہمیت و حیثیت حاصل ہے۔ نیز اس میں کوئی کلام نہیں کہ "نعت" کا مرکزی موضوع حضورؐ کی مدح و ثنا، ان کی توصیف و ستائش اور ان سے وارفتگی کی واردات و کیفیات کا اظہار ہی ہے!

"نعت" عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی "وصف" کے ہیں۔ وصف میں جو کچھ بیان کیا جائے اسے بھی نعت ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ "وصف" بیان کرنے والے کو "ناعت" کی اصطلاح بخشی گئی ہے۔ اسی طرح اس کی جمع "نعوت" ہے۔ بقول عربی شاعر:

انعتھا انی من نعاتھا

ترجمہ: میں نے اس کی تعریف کی ہے۔ میں اس کے ثنا خوانوں میں ہوں۔

ادب کی اصطلاح میں نبی محترم حضرت رسالت مآبؐ کے اخلاق و سیرت سے متعلق محاسن و خوبیوں کا کمال عقیدت سے ذکر و وارفتگی سے اظہار شعریت کو "نعت" سے موسوم کیا گیا ہے۔ نعت کے لیے کسی مخصوص ہیئت یا بحر و وزن کا پابند ہونا لازمی نہیں۔ حضورؐ کی مدح نظم کی صورت میں ہو یا غزل، قصیدہ و مثنوی، رباعی، مثلث، مخمس ہو یا مسدس کی صورت میں، اس سے نعت کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ نعتیہ کلام کی معنوی قدر و قیمت کا دارومدار اس کے نفس مضمون پر ہے۔ اس ضمن میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہر نعت گو اور نعت نگار سے متقاضی ہے کہ وہ نعت لکھتے ہوئے حدود شریعت کی پاسداری کرے۔ چنانچہ اس ضمن میں معروف نعت نگار ممتاز حسن کہتے ہیں:

"ہم ایک اہم مسئلے پر غور کریں جس کی نزاکت اس کی اہمیت سے کم نہیں یہ مسئلہ ذات و صفات کا ہے

جو خدا اور رسولؐ دونوں میں مشترک ہے۔ اگرچہ خدا معبود ہے اور رسولؐ عبد مگر اپنے اپنے مقام پر دونوں وحدہٗ لاشریک ہیں۔ شرک دونوں جگہ گناہ ہے۔ شرک فی اللہ بھی اور شرک فی الرسول بھی!!"

اسی طرح کہا گیا ہے کہ ایک اچھے اور ماہر نعت گو کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ حمد اور نعت کے درمیان حدِ فاصل قائم رکھے مبادا ناخواستگی میں نبی باسعادتؐ کی ذاتِ بابرکات سے کوئی ایسی صفت وابستہ ہو جو درحقیقت صفتِ باری تعالیٰ کے زمرہ میں شامل ہے۔ لہٰذا یہ بات نازک عمل ہے کہ ذرا سی بے احتیاطی اور غفلت سے آدمی گناہ کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ

با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ "نعت" کا لفظ نبی کریمؐ کے وصف میں سب سے پہلے کب اور کس نے استعمال کیا؟ اس ضمن میں سید رفیع الدین اشفاق نے خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ لفظ سب سے پہلے حضور اکرمؐ کے وصف کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے استعمال کیا جس کے الفاظ یوں ہیں۔

ترجمہ: "آپؐ پر یکایک جس کی نظر پڑتی ہے ہیبت کھا جاتا ہے۔ جو آپؐ سے تعلق بڑھاتا ہے، محبت کرتا ہے۔ آپؐ کا وصف بیان کرنے والا کہتا ہے کہ آپؐ سے پہلے نہ آپؐ کے جیسا دیکھا اور نہ آپؐ کے بعد آپؐ جیسا دیکھا"۔

لیکن بعض محققین کا خیال ہے کہ سب سے پہلی نعت حضورؐ کے بعد آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے آپؐ کو بیت اللہ لے جا کر کہی علاوہ ازیں آپؐ کے چچا ابو طالب نے بے شمار نعتیں کہیں۔

علاوہ ازیں چند علمائے کرام و مفسرین عظام نے اس آیت

ترجمہ: "اور اس سے پہلے وہ اس نبیؐ کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا تو اس سے منکر ہو بیٹھے"۔ (پ ۱، ع ۱۱) کی تفسیر میں سب سے پہلے نعت اور توصیف نبیؐ کے کلمات کا ذکر توراۃ سے اخذ کی ہیں۔

"اے اللہ ہماری مدد فرما، اس نبی پاکؐ کے وسیلہ سے جو آخر زمانہ میں بھیجے جائیں گے جن کی نعت اور صفت ہم توراۃ میں پاتے ہیں"۔

مندرجہ بالا مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نعت کا لفظ حضرت علیؓ کی زیر بحث روایت سے بہت پہلے یہود کی دعاؤں میں بھی آپؐ کی مدح و توصیف کے لیے استعمال ہوا ہے۔

جب نبی پاکؐ مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو مدینہ کے باشندوں نے علی العموم جبکہ کمسن بچیوں نے بالخصوص دف بجا کر آپؐ کا والہانہ استقبال کیا اور آنحضرتؐ کی شان میں نعتیہ اشعار کہے۔

دربارِ رسالت کے نامور شاعروں میں سب سے ممتاز حیثیت حضرت حسان بن ثابتؓ کی ہے۔ انہوں نے قبولِ اسلام کے بعد اپنی تمام تر شاعرانہ صلاحیتوں کو نبی اکرمؐ کی مدح اور اسلامی موضوعات اور تبلیغِ دین کے لیے وقف کر دیا۔ اس دور سے لے کر آج تک لاکھوں اور کروڑوں مسلمان اور دیگر مذاہب کے انسانوں نے آپؐ سے دلبستگی اور عقیدت کے اظہار کے لیے آپؐ کی شان میں نعت گوئی کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔

عربی، فارسی اور اردو شعرا کی طرح براہوئی شعرا نے بھی حضور سرورِ کائنات کی بارگاہِ اقدس میں بڑی وارفتگی سے عقیدت کے پھول نچھاور کیے ہیں

لوک شاعری براہوئی قدیم شعراء نے اپنی مثنوی، داستان اور منظوم قصوں کی ابتدا حمد اور نعت سے کی ہے چنانچہ "مثنوی، وگل" براہوئی زبان کی قدیم ترین مثنوی ہے اس میں شاعر نے آغاز حمد سے کیا اور پھر کچھ نعتیہ اشعار بھی کہے

بلاشبہ حمد کی طرح نعت بھی دیگر زبان و ادب کی طرح براہوئی ادب کی قدیم شعری صنف ہے۔ قدماء میں اپنے دواوین، مثنویات اور مجموعہ ہائے کلام میں حمد کے بعد نعت کا التزام ہوتا رہا ہے۔ مقصد یہ کہ خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثنا اور توصیف و تعریف کے بعد کائنات میں جس ہستی کی افضل مدح و توصیف بیان ہوتی رہی ہے وہ حضرت محمدؐ کی ذات اقدس ہے۔ یوں تو براہوئی زبان کے تقریباً ہر شاعر نے کچھ نعتیہ اشعار ضرور کہہ رکھے ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر چند اہم شعراء کی نعتیہ شاعری کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

مولانا ملک داد قلاتی زرکشین قبیلہ سے متعلق تھے۔ میر نصیر خان نوری کے دربار سے منسلک ہوئے۔ ان کی منظوم کتاب "تحفۃ العجائب" یکم ذی الحج ۱۱۷۳ھ بمطابق ۱۳ جولائی ۱۷۶۰ء کو لکھی گئی جسے مولانا ہوچات نے چند اصلاحوں کے بعد ۱۳۲۵ھ بمطابق ۱۹۰۵ء میں پہلی مرتبہ شائع کرایا۔ تصنیف مذکور میں شاعر نے سرکار دو جہاں حضرت محمدؐ کے حضور اپنی دل بستگی یوں بیان کی ہے:

ترجمہ: ابتدا میں پیدا کیا نور نبیؐ کا
پھر ظاہر کیا احدی کو اپنا
برکتوں کا حاصل ہمارے نبیؐ
اس جہان کائنات کے شہا مکین ہیں

مولانا عبداللہ درخانی: پیدائش ۱۸۷۸ء وفات ۱۹۲۳ء متعدد کتب کے مصنف گزرے ہیں۔ مثلاً الفاروق المصلی (عربی)، مسئلہ قبر، مثنوی، فتوی درخانی، تحفۃ العوام، نحو اخبار، شمائل شریف وغیرہ۔

"شمائل شریف" ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۰۷ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔ جس میں جناب نبی پاکؐ کے شمائل و خصائل کا بیان ہے۔ نعتیہ شعر حسب ذیل ہے:

ترجمہ: مکڑی کے جالے سے کبوتر کی آوازوں سے تیری ثنا
تورات و انجیل نے دی گواہی مبارک باد تشریف لائے ہمارے
نبیؐ، پیارے نبیؐ ذرہ ذرہ کرے ان کی ثنا

مولانا حاجی نبو جان تکمدرئی ۱۲۶۷ھ بمطابق ۱۸۵۱ء مستونگ کے قریب پچوتو کے مقام پر تولد ہوئے۔ ۱۹۰۷ء میں طاعون کے مہلک مرض کے باعث انتقال کر گئے۔ تصانیف میں عمدۃ البیان، تاریخ البلوچ، تحفۃ الفرائض، نصیحت نامہ "تاریخ البلوچ" کی اشاعت ۱۹۵۷ء میں عمل میں آئی نعت کا نمونہ ملاحظہ ہو

ترجمہ: پاک نبیؐ تشریف لائے، احوال لے کر آئے
ہم وحی کرتے ہیں ہم بھی کریں پیروی مالک کی
جبرئیل ان کے پاس آئے آسمانوں سے
پیغام مولا کا لائے کریں پیروی مالک کی

اسی طرح موصوف کی دیگر تصانیف "تحفۃ الغرائب" اور "عمدۃ البیان" میں بھی نبی اکرمؐ کی شان میں نعت پیش کی گئی ہے۔

مولانا حاجی عبدالمجید چوتوئی قصبہ "چوتو" میں پیدا ہوئے اسی نسبت سے "چوتوئی" مشہور ہوئے موصوف نو جوانی کے زمرہ تھے تصانیف میں شرح القلوب، گلشن راغبین، تحفۃ الجلیل، شہد و شفاء، فیوضات اسلام، جوش حبیب، شہد القلوب، شہد المشتاق اور زاد المجید معروف ہیں۔

جملہ تمام تصانیف کی ابتدا حمد و نعت سے کی ہے۔ یہاں گلشن راغبین سے ہدیہ نعت بطور نمونہ تحریر ہے

ترجمہ: مولا نے دی شان اعلیٰ، آنکھوں کی ٹھنڈک بڑھنے لگی
اور کوئی ان کا ثانی نہیں، آنکھوں کا نور محمدؐ ہیں

مولوی عبدالباقی: ولدیت حاجی نبی بخش لانگو، جھدرانی، ساکن سورنگر بلوچستان۔ چند تصانیف کے نام حسب ذیل ہیں۔ تحفۂ منگچر، گلدستہ منگچر، گلدستہ ہجرت، میدان حشر، گلزار جنت وغیرہ۔ مصنف کی تمام تصانیف کی ابتدا نعت سے ہوتی ہے۔

ترجمہ: آپؐ حشر کے دن شافی ہوں گے، شفاعت اپنی اُمت کی کریں گے
حشر کے میدان میں، جہاں ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہوگا
آپؐ شافی ہوں گے شفاعت اپنی اُمت کی کریں گے

میر مراد علی بستی رئیسانی معلوم تحقیق سے بستی کی دو تصانیف کا پتہ چلا ہے۔ ان کی پہلی کتاب "مخمس بلوچستان" ۱۹۳۲ء میں چھپی جبکہ "مکرامات نامہ" ۱۹۵۸ء میں البرٹ پریس کوئٹہ سے شائع ہوئی۔ ان میں ثانی الذکر کتاب سے حضور پاکؐ کی شان عالی میں نذرانہ عقیدت کا نمونہ درج ذیل ہے۔

ترجمہ: اُمتی فریاد کر رہے ہیں، یا مصطفےٰ
فریاد کرتے ہیں اے دلبر خدا
وسیلہ کریں، ہمارا اور کوئی نہیں
تیرے سوا کوئی نہیں فریاد سننے والا

میر محمد نیمرغی متعدد کتابوں کے مصنف ہیں ان کی شاعری کی پہلی کتاب قیام پاکستان کے دوسرے سال یعنی ۱۹۴۸ء میں "نور رحمن نیمرغی" کے نام سے جبکہ دوسری تصنیف ۱۹۷۱ء میں "مہر و وفا" کے نام سے شائع ہوئی ان کی تخلیق "مہر و وفا" سے اقتباس

ترجمہ: میرے مولا نے کی ہے مہربانی
ہمیں بخش دی حضورؐ کی نشانی
جہان میں بڑی اُن کو عزت دی
معراج پہ بلا کر شرف بخشا

علیزئی محمد ولشکوی زود نویس قلمکاروں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی میں ان کی بہت ساری مطبوعات شائع ہوئیں۔ متعدد کتب موصوف کی وفات کے بعد طباعت کے زیور سے آراستہ ہوئیں۔ سچے عاشق رسولؐ تھے روضہ

اطہر پر حاضری دیتے اور نعت لکھتے رہے۔ "سیرت النبیؐ" اور "تاریخ الاسلام" کو چار جلدوں میں شائع کرایا۔ دیگر مطبوعات میں گلشن مصطفیٰؐ، جذب الفقراء، تحفۃ الفقراء، گلدستہ خوشنوی، قاعدہ خوشنوی، مجربات خوشنوی، تحفۂ خان قلات، تحفۂ کریمانی، قصیدہ وشاہ فیصل، قصیدہ وشاہ حسین، قصیدہ ذکرِ قذافی، ہو سکتا دو ستاریخ تعمیرات مسجد نبوی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ خلیفہ صاحب کی تخلیق موسوم بہ "تحفۃ المبوق" کی پہلی اشاعت ۱۹۳۶ء میں ہوئی جبکہ دوسری اگست ۱۹۷۲ء کو شائع ہوئی جس میں نعت نگار نے مسلمانوں کو خوشخبری سنائی ہے کہ نبی آخرؐ کے روضۂ اقدس کی جس نے بھی زیارت کی بخواس کے لیے نبی پاکؐ کی شفاعت واجب ہوئی

ترجمہ: کہتے ہیں تجھ پہ سلام اے سرور
بعد از خدا تیرا نہیں کوئی ہمسر
روضے کی حاضری کا وعدہ ہے
شفاعت کو آپؐ کی واجب کرواتے ہیں

مولانا اسماعیل وڈیرہ مینگل براہوئی نظم میں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ ان کی تصنیف "یوسف زلیخا" کئی جلدوں میں منظر عام پر آئی۔ دیگر تصانیف میں "شہادت شریف جنگ محمد حنیف"، جنگ زیتون، گفتار عاشق، جنگ نامہ حضرت علیؓ، کان فتوحات، شریعت کی حامل کتابیں ہیں۔ شہادت شریف ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی جس میں نبی کریمؐ کی توصیف و تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

ترجمہ: حضورؐ آپ ہمارے سب کچھ ہیں
علیک الصلوٰۃ علیک السلام
ہم مل کر کرتے ہیں مدام
ہزاراں درود و ہزاروں سلام

حافظ محمد عمر جان شکی شیرین آب (کیتھی) سے تعلق ہے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں مثلاً نصیحت العوام، تحفۂ مومنین، سیاست عمر، دعائے امت، مناقب المسلمین، مشہور تصانیف ہیں۔ "مناقب المسلمین" ۱۹۵۷ء میں مکمل اور ۱۹۵۸ء میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی۔ کتاب مذکور میں اصحاب اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دین متین کے لیے تکالیف برداشت کرنے کا ذکر ہے جس میں نعت شریف بھی شامل ہے۔

ترجمہ: نبیؐ پہ ہمیشہ درود سلام
علی کُل آل و بیت کرام
مالک نے خود اُن کی تعریف کی
ہم بھی کرتے ہیں توصیف اُن کی

مولانا محمد عمر دینار زئی سکرانی قبیلے کے دینار زئی شاخ سے تعلق تھا کئی تصانیف کے مالک تھے جن میں سے معراج نامہ، معجزات مصطفیٰؐ، وفات نامہ رسول اکرمؐ، جنگ نامہ محمد حنیف، شادی نامہ بی بی عائشہؓ، جنگ نامہ خالد بن ولیدؓ، وفات نامہ بی بی خاتون جنتؓ اور دیگر کئی کتب کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ معجزات مصطفیٰؐ حصہ اول تا سوم پہلی بار ۱۹۵۷ء میں شائع ہوئی۔ جس میں نبی پاکؐ کی شان میں مدح سرائی کی گئی ہے۔

ترجمہ: یہ صفت ہے خواجہ کی، سردار ہیں تاج کے
خواجہ ہیں معراج کے لائق ہیں ہر تاج کے
محبت کی اعلیٰ مثال ہیں مالک کے رفیق ہیں
رب تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے نور سے پیدا کیا

ملا عبدالحکیم مشوانی: "چار باغ" ملا عبدالحکیم کی تخلیق ہے ۱۸۹۸ء میں چار زبانوں یعنی براہوئی، پشتو، فارسی اور عربی میں پہلی مرتبہ شائع ہوا۔ جسے تحقیق و تدوین کے ساتھ ڈاکٹر عبدالرزاق صابر ۲۰۰۲ء میں دوبارہ شائع کرایا۔ نعت نگاری کا نمونہ درج ذیل ہے

ترجمہ: جو بھی اس جہان میں ہے دلوں میں یہ ارمان ہے
اے پیشوا اے خیر البشر تیرا قرب ملے
بندوں کو اپنے غلاموں میں شامل فرمایئے
اخلاق و صدق دلوں کو آپؐ نے عطا کیا ہے

بابا عبدالحق لاکھو بانی: بابو عبدالحق لاکھو بانی نے براہوئی اردو، فارسی، بلوچی، اور عربی میں شاعری کی سات کی دیگر شاعری دست بُرد زمانہ کی نذر ہوگئی لیکن ان کی براہوئی شاعری کو ۱۹۹۴ء میں اشرف عبدالقادر شاہوانی نے دریافت کر کے براہوئی اکیڈمی کے توسط سے شائع کرایا۔ نمونہ نعتیہ کلام درج ذیل ہے۔

ترجمہ: لاکھوں درود لاکھوں سلام آپؐ پر
آنکھوں کے نور صد درود صد سلام
رحمت اللعالمین ختم المرسل مولائے کل
آپؐ کے لقب ہیں صد درود و سلام

میر گل خان نصیر: میر گل خان نصیر معروف مورخ، سیاستدان، شاعر اور محقق گزرے۔ تعلق مینگل قبیلے سے تھا۔ براہوئی، بلوچی اور اردو میں خوبصورت شاعری کرتے رہے۔ "شہداد جنگ نامہ" براہوئی زبان میں ان کی نوری نصیر خان کے بارے میں "رزمیہ شاعری" ہے۔ شاعر نے کتاب مذکور کی شاعری اپنے طالب علمی کے زمانے میں کی تھی جو ۱۹۸۰ء میں براہوئی اکیڈمی کے توسط سے شائع ہوئی۔ کتاب کی ابتدا میں حمد کے بعد نعت میں سے کچھ نمونہ پیش کرتا ہوں

ترجمہ: کس کس خوبی کا کروں بیان
سرچشمہ مہر و وفا ہیں آپؐ
اپنی امت کی بخشش کا ذمہ لیا ہے
قیامت کے دن کا آپؐ نے

قیام پاکستان کے بعد براہوئی شعری ادب میں (خاص کر ۱۹۶۰ء کے بعد) جہاں دیگر اصناف سخن میں براہوئی شعراء نے نت نئے معیار اپنائے وہاں انہوں نے نعت کی طرف بھی توجہ کی چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جدید اور جدید تر دور میں جہاں براہوئی شعراء کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو رہا ہے وہاں اچھی اور معیاری شاعری تخلیق ہو رہی

واحد بخش بزدار

بلوچی شاعری میں نعت گوئی

بلوچی شاعری میں اگرچہ ایک علیحدہ اور باقاعدہ صنف سخن کے طور پر نعت گوئی کی منضبط روایت جدید بلوچی شاعری کی روایت ہی سے عبارت نظر آتی ہے، جہاں بلوچی ادب میں دوسری اصناف کی طرح نعت گوئی کو بھی بطور صنف سخن اپنانے کی شعوری کوششوں کا عمل دخل نمایاں نظر آتا ہے۔ تاہم بلوچی کلاسیکی شاعری بالخصوص درمیانے عہد کی شاعری میں خالق ہستی اور سرور دو جہاں کی مدح اور تعریف و توصیف کی ایک خوبصورت روایت دیکھنے کو ملتی ہے، جہاں کم و بیش ہر نظم کا آغاز خالق کائنات کی حمد اور نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف سے کیا جاتا ہے۔

بلوچوں کے نسلی ماخذ سے متعلق ایک طویل تاریخی نظم جو پندرھویں صدی کی لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے، میں بلوچ قوم کے نسلی ماخذ اور مختلف ادوار میں ہونے والی ان کی ہجرتوں کا ذکر بڑی صراحت سے کیا گیا ہے۔ اس طویل نظم کا آغاز خالق ہستی کی حمد اور نبی کریمؐ کی تعریف سے ہوتا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں
اور اس کی حمد بیان کرتا ہوں
جو سارے جہانوں کا والی ہے
جب سارا جہان فنا ہو جائے گا
صرف اس کی ذات باقی رہ جائے گی
ہم حضرت علیؓ کے پیروکار ہیں
ہم پاک نبیؐ کی امت ہیں
جو سارے جہاں کا سردار ہے

اس نظم کے علاوہ ابتدائی عہد کی کلاسیکی شاعری جو زیادہ تر رزمیہ، مثنوی اور مزاحمتی موضوعات پر مشتمل ہے۔ اس میں اگرچہ اس طرح کی روایت دیکھنے کو نہیں ملتی تاہم بلوچی کلاسیکی شاعری کا درمیانی عہد جو 1666ء سے لے کر 1850ء تک محیط ہے، اسے "عہد خوانین" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس عہد کی اکثر و بیشتر نظموں کا آغاز حمد باری تعالیٰ اور نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف سے کی جاتی رہی ہے۔

"عہد خوانین" کے اس دور میں ایران اور افغانستان سے آئے ہوئے علماء نے عربی اور فارسی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ عربی اور فارسی کی درس و تدریس کی بدولت اس دور کی بلوچی شاعری میں ان اثرات کو بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔ ان مدرسوں اور مکتبوں میں پڑھنے والے لوگوں نے فارسی کی تشبیہات،

مقامات اور فرہنگ کو جا بجا اپنی شاعری کا حصہ بنایا۔ اس اعتبار سے اس دور کی شاعری کو ملاؤں کے دور کی شاعری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس زمانے میں ملا کی اصطلاح کسی مذہبی پیشوا یا دینی رہنما کے برعکس ہر خواندہ اور پڑھے لکھے شخص کے لیے مستعمل ہوتا تھا۔ اس عہد کے نامور شعراء میں جام درک، ملا پاؤل، ملا قاسم، ملا بوہیر، ملا نور محمد بمپشتی، ملا بائیان، ملا رگام وشی، ملا عمر، ملا بہرام، ملا بہاور اور مراستائی کے نام نمایاں ہیں۔

جام درک کا شمار اس عہد کے نامور شعراء میں سے ہوتا ہے۔ اگر چہ ان کی شاعری کی بنیادی سچ رومانی ہے لیکن رومانوی شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اخلاقی اقدار اور ہمدردی کردار کے زبردست حامی تھے۔ اور ان کی چند ایک نظمیں حمد باری تعالیٰ اور نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف سے مملو نظر آتی ہیں۔

جو مالکِ حقیقی سے محبت کرتے ہیں
وہ مکروں سے بیزار ہیں
ان کے لباس سے خاکساری جھلکتی ہے
وہ آنحضرتؐ پر درود بھیجا کرتے ہیں
کردگارِ عالم کی حمد کہتے ہیں
سرما کی ٹھنڈی راتوں کو آہ وزاری کرتے ہیں۔

(اردو ترجمہ۔ مٹھا خان مری)

اس ضمن میں جام درک کی ایک اور نظم "اے میری جان" نہایت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ جس میں اس نے حمد باری تعالیٰ کے ساتھ ساتھ آنحضرتؐ کا ذکر مبارک بڑی عقیدت و احترام سے کیا ہے۔

میری جان پر بڑی لاری ہے
برے کاموں سے دور رہنا، ضبطِ نفس سے کام لینا
خدا کے نام کا ورد کیا کرنا
لامکاں کی بارگاہ میں عجز و نیاز کے ساتھ عرض معروض کرنا
۔۔۔خدایا محمدؐ کے صدقے ہماری خطائیں بخش دے
پیغمبروں کی دوستی کے صدقے
جہاں اعمال تولے جائیں گے
وہاں نہ شور ہوگا نہ شغب
نہ ہی غریبوں پر زیادتی ہوگی
اس دن کے لیے ہمیں پیغمبرؐ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما

(اردو ترجمہ۔ مٹھا خان مری)

جام درک کے علاوہ اس عہد کے نمایاں اور نامور شاعر ملا پارل ہیں۔ وہ ایک انتہائی عالم و فاضل شخص تھے۔ انہیں اسلامی علوم پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ ان کی شاعری پر حافظ شیرازی کا رنگ نمایاں نظر آتا

ہے۔ ملا پارل کی متعدد نظموں میں مثلاً پنت، مرگ، شیئر، کوٹہ، مہر تگ اور بالو میں نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی نظم "معراج" میں واقعہ معراج کو نہ صرف بڑی صراحت سے بیان کیا گیا ہے بلکہ اس میں انہوں نے حضور پاکؐ سے اپنی بے پناہ محبت اور عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

یہاں ان کی نظم "نکاریں دنیا" کے ابتدائی اقتباسات ملاحظہ کیجیے جس میں حمد باری تعالیٰ کے بعد نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے۔

میں سب سے پہلے ذات باری تعالیٰ کو یاد کرتا ہوں
اس ذات پاک کی حمد بیان کرتا ہوں
سرورِ کونینؐ کی تعریف و توصیف کرتا ہوں
ان کے حضور درود و سلام کی سوغات پیش کرتا ہوں

نئی نظم "کوٹہ مہر تگ" میں ملا پارل نبی کریمؐ کے حضور محبت و عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے کہتے ہیں

محمدؐ کا دین برحق ہے
جو بھی اس میں شک کرتا ہے
قبر میں اس کے لیے سخت عذاب ہے
اور یقیناً اس کا ٹھکانہ جہنم ہے

ملا عمر اور ملا بہرام کی شاعری میں مذہبی عقائد اور اصلاحی و اخلاقی رجحانات و میلانات کی عکاسی نمایاں نظر آتی ہے۔ یہاں ان کی شاعری کے چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے جس میں حمد باری تعالیٰ کے بعد سرورِ کونینؐ کی مداحت سرائی کی گئی ہے۔

سحر گاہ میں خدائے ستار کو یاد کرتا ہوں
پھر محمد مصطفیٰؐ کو جو کہ صاحب دین ہیں
وہ بھی مومن اور صادق ہیں
خدا ایک ہے اور وہی بخشش والا ہے
تیرے کارکن بے حد و حساب ہیں
اس نے ایک دنیا تخلیق کی
ہر جاندار کا تو ہی روزی رساں ہے
تو غریب پرور اور گرسنہ کا روزی رساں ہے
محمد مصطفیٰؐ تمام نبیوں کے سردار ہیں
شافع محشر، روز محشر مری مدد کیجیے
مجھے قیامت کے دن عذاب سے بچائیے

(ملا عمر مری۔ اردو ترجمہ غوث بخش صابر)

میں سب سے پہلے اللہ کا نام لیتا ہوں
صد ہزار دفعہ شکر الحمد اللہ کہتا ہوں
دن رات قل ہو اللہ پڑھتا ہوں
اور یقین کے ساتھ آمنت باللہ کہتا ہوں
ثم اور سورۃ طٰہٰ کا ذکر کرتا ہوں
اس کے بعد نعت مصطفیؐ کہتا ہوں

(ملا بہرام ۔ اردو ترجمہ سید ظہور شاہ ہاشمی)

بلوچی کلاسیکی شاعری کے آخری دور کے شعراء میں مولانا حضور بخش جتوئی، پہلوان فقیر، فیض فقیر مست توکلی، چگھا بزدار، جوانسال بگٹی، رحمن بزدار وہ اہم نام ہیں جنہوں نے آنحضرتؐ کی شان میں جذبہ خلوص کے ساتھ نعتیہ اشعار لکھے ہیں ان کے دلوں میں نبی کریمؐ سے عقیدت و محبت کا جذبہ موجزن نظر آتا ہے۔

مولانا حضور بخش جتوئی جن کا تعلق بلوچی اور براہوئی ادب کے اہم دبستان فکر "مکتبہ درخانی" سے تھا۔ مکتبہ درخانی کے علماء نے عیسائیوں کی تبلیغ کے ردعمل میں بلوچی اور براہوئی ادب میں دینی ادب پر کام کرنے کے ساتھ ساتھ نعت گوئی کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا۔

توکلی مست بلوچی ادب کے بڑے اہم نام ہیں اگرچہ وہ بنیادی طور پر محبت اور امن و آشتی کے شاعر تھے۔ انہوں نے محبت کے اعلیٰ و ارفع جذبہ کو عطیہ خداوندی قرار دیکر بلوچی سماج میں محبت اور امن کا نعرہ بلند کیا۔ لیکن انہوں نے اپنی شاعری میں خالق کائنات کی تعریف و توصیف کے ساتھ سرور کونینؐ اور اہل بیت سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار بڑے خوبصورت استعاراتی پیرائے میں کیا ہے۔

جوانسال بگٹی کی شاعری دینی افکار، صوفیانہ فکر و خیال اور اخلاقی و اصلاحی موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔ اس کی شاعری آنحضرتؐ کے حضور پیش کیے گئے درود و سلام کی خوشبو سے معطر نظر آتی ہے۔

محمدؐ آپ سے راضی خدا ہے
محمدؐ امتوں کا رہنما ہے
محمدؐ جو کہ اعجاز خدا ہے
محمدؐ ہر دکھی دل کی دوا ہے

(اردو ترجمہ غوث بخش صابر)

بلوچی ادب کی ایک صنف "قطعہ" ہے جسے مشرقی بلوچی ادب میں ایک خاص مقام حاصل ہے یہ ایک مقصدی نظم ہوتی ہے جس میں شاعر اخلاقی اور اصلاحی موضوعات پر خامہ فرسائی کے ساتھ ساتھ سماجی اقدار و روایات کے مثبت و منفی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ قطعہ کا آغاز حمد باری تعالیٰ اور سرور کونینؐ کی مدح سے ہوتا ہے۔ کوہ سلیمان کے مشہور شعراء چگھا بزدار، رحمن بزدار، محمود لوانی بزدار، اللہ داد بزدار، پلیہ کھوسہ، مراد خان بزدار، حافظ محمد حیات بزدار، سید محمد رمضان شاہ کو "قطعہ گوئی" میں منفرد مقام حاصل ہے۔

چگھا بزدار کی تمام تر شاعری صوفیانہ افکار، ذات باری تعالیٰ کی حمد اور عشق رسولؐ سے عبارت ہے۔

ان کی شاعری میں جابجا سرورِ کونین ؐ سے عقیدت و محبت کا اظہار ملتا ہے۔

اے اللہ تو لاشریک اور طاقتور بادشاہ ہے

تو ہر پیدائش سے پہلے موجود تھا اور جو وہ خلق کا مالک ہے

سات آسمان اور زمینیں اپنے دوست محمدؐ کی خاطر تخلیق کیے

اور دونوں جہانوں کی بادشاہی کا تاج محمدؐ کے سر پر رکھا

(اردو ترجمہ غلام قادر بزدار)

اے اللہ تو لاشریک اور زبردست طاقت والا ہے

تو ہر کام پر قدرت رکھتا ہے اور جو چاہتا ہے کر سکتا ہے

اگر تیری نظر کرم ہو جائے مجھ و بیاسے پر رحمت کا رخ ہماری طرف پھر گیا

نبی پاکؐ پر قربان جاؤں جو قیامت میں میری شفاعت کریں گے۔

(اردو ترجمہ غلام قادر بزدار)

پچھو بزدار کی طرح ... کھوسہ بھی خدا دوست اور صوفی منش شاعر تھے۔ ان کی تمام تر شاعری حمد و نعت اور پند و نصائح پر مشتمل ہے۔ یہاں ان کی ایک نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جہاں انہوں نے حمد باری تعالیٰ کے بعد سرورِ دو جہاں کی ثنا خوانی کی ہے۔

شرک سے ہے پاک تو اے بادشاہ کائنات

سب کی رازق اور پالن ہار ہے اک تیری ذات

بے گماں تو پاک ہے، رحمٰن ہے اے ذوالجلال

تو غنی ہے، تیری ہستی ہے بے مثال و لازوال

مہرباں ہے قہرماں ہے تو ہے سب سے بے نیاز

نورِ سرورؐ سے کیا تو نے جہاں کو سرفراز

روشنی جس کی دکھاتی ہے صراطِ مستقیم

وہ رسولِ پاکؐ احمد مجتبیٰؐ در یتیم

ہے نبی محترمؐ کی ذات محبوبِ خدا

ہر طرف جس کی تجلی نے اجالا کر دیا

(اردو ترجمہ ظہور احمد فاتح)

اسی طرح محمود ولد دانی اپنے عہد کے قادر الکلام شاعر تھے ان کی شاعری میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد نبی کریمؐ کی ثنا خوانی دیکھنے کو ملتی ہے۔

اے خدائے مہرباں میں تیری قدرت کے نثار

تیری تخلیقات ہیں بے مثل، بے حد، بے شمار

میری آنکھوں کی ضیا حضرت عثمانؓ ہے
ترجمان صدق اصحاب نبیؐ کی شان ہے

(اردو ترجمہ: ظہور احمد فاتح)

ملا محمد بزدار کی بیشتر شاعری حمد و ثنا اور حمد و نعت پر مشتمل ہے۔ یہاں ان کی ایک نظم کے چند چیدہ شعروں کا منظوم اردو ترجمہ ملاحظہ ہو جس میں ذات باری تعالیٰ اور نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے۔

اے خدائے پاک تو ہے دو جہاں کا بادشاہ
ہیں بہت سے عیب مجھ میں بخش دے میرے گناہ
واسطہ تجھ سے تیرے محبوبؐ کا کر یہ کرم
ہو مجھے فردوس میں رضوان کی صحبت بہم
ہو شفاعت یا نبیؐ سب قرض میرے ہوں ادا
تو شفیع نیک دو ہے، تجھ سے ہے یہ التجا

(اردو ترجمہ: ظہور احمد فاتح)

اس کے علاوہ "دستانغ" جو بلوچی ادب کی ایک قدیم اور مقبول عام صنف سخن ہے اور مشرقی بلوچستان میں اس صنف سخن کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ دستانغ کے آغاز میں حمد کے بعد نعتؐ ایک لازمی جزو رہی ہے اور موجودہ عہد میں بھی یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔

کلاسیکی شاعری کی اس خوبصورت روایت کے ساتھ ساتھ جدید بلوچی شاعری میں نعت گوئی کو ایک باقاعدہ اور نمایاں صنف سخن کا مقام حاصل ہے۔ جسے بلوچی میں "وزبت" کہا جاتا ہے۔

جدید بلوچی شاعری میں نعت گو شعراء میں محمد حسین عاجزؔ، قاضی عبدالرحیم صابر، عطا شاد، مومن بزدار، اسحاق ساجد بزدار، سید غلام علی شاہ مسافر، پیر محمد زبیرانی، عاجزؔ، منیر رئی، گوہر حسین آزادی، پیر محمد نوتقانی، ابراہیم عابد، منظور بلوچ، نور محمد نظامی ملنگ، فخر الدین بزدار، عنایت اللہ قومی اور غلام قادر بزدار کے نام نمایاں ہیں، جن کے نعتیہ کلام میں سرور کونینؐ سے بے پناہ محبت اور عقیدت کا اظہار ملتا ہے۔ جبکہ اس سلسلے میں محمد حسین عاجزؔ، قاضی عبدالرحیم صابر اور ابراہیم عابد کے نعتیہ کلام کے مجموعے بالترتیب کلام عاجزؔ، ساقی کوثرؐ 1984ء اور واڈینی 1987ء کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ کلام عاجزؔ میں نعتیہ کلام کے ساتھ ساتھ حمد بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ قادر بزدار کا حمدیہ اور نعتیہ کلام کا مجموعہ "مرج البحرین" کے نام سے منظر عام پر آ چکا ہے

غرض بلوچی شاعری میں عہد قدیم سے سرور دو جہاںؐ سے عقیدت اور محبت کی جو خوبصورت روایت چلی آ رہی تھی، دور جدید میں اب یہ خوبصورت روایت ایک باقاعدہ اور توانا صنف سخن کی صورت اختیار کر چکی ہے

☆ ☆ ☆ ☆

جاوید احساس

پشتو نعت۔۔۔ایک جائزہ

نعت حضور پُر نورؐ سے عشق و عقیدت کا ایک فنی، تخلیقی مظہر ہے۔ اس کا مزاج توصیفی اور منہاج مدحیاتی ہے۔ اس کے رنگ میں نور، نور میں مہر و ماہ اور مہر و مہ میں سوز و گداز پایا جاتا ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ اس بے مثال ہستی سے عشق و عقیدت کے اظہار اور اس کے کردار و شخصیت کے اعتراف کے طور پر کہی جاتی ہے۔ جس کا ذکر اگر ایک طرف تورات و زبور میں بہ انداز دیگر موجود رہتا ہے تو دوسری جانب انجیل میں بھی آپؐ سے متعلق مختلف حوالے، زبانِ قال سے گویا اور زبانِ حال سے گواہ ہیں کہ:

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں تو نہ صرف ایک آفاقی اسلوب میں نعت نبی کہی گئی ہے بلکہ نبی کریمؐ پر درود و سلام بھیجنے کے حکم کے ساتھ ساتھ نعت کی تخلیق و تہذیب کی جانب بھی واضح اشارے کیے گئے ہیں۔ صلوا علیہ و سلموا تسلیما، سورۃ حجرات، خلق عظیم، لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی، ورفعنا لک ذکرک اور رحمۃ للعالمین جیسی آیات کے حوالے ملتے ہیں جن میں جہاں انتہائی اعلیٰ انداز میں مدحتِ رسولؐ بیان کی گئی ہے وہاں ثنائے رسول کے ضمن میں آداب و ضوابط کو بھی حدِ تہذیب کے اندر رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں احادیث میں بھی متعدد مقامات پر تخلیقِ نعت کے اساسی محرک و جوہری جذبے کو ذہنی و حسی طور پر بہت آشنا کیا گیا ہے۔

جذبے کی بزرگی و برتری کا یہی عظم اور اسی کا اعجاز کی یہی نعمت ہے جس پر صرف فرزندانِ توحید نے عمل بالقلم نہ بلکہ دیگر مذاہب سے وابستہ شعراء نے بھی سرورِ کونینؐ کے دربارِ دُربار میں لکھنے عشق و عقیدت پیش کرتے ہوئے آپؐ کی رحمت اللعالمینی کے سایۂ عاطفت میں بیٹھ کر کہا:

کچھ عشقِ محمدؐ میں نہیں شرطِ مسلماں
ہے کوثری ہندو بھی طلبگارِ محمدؐ (دلو رام کوثری)

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں (کنور مہندر سنگھ بیدی)

بات مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ مثبت سلسلہ یہاں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ تاریخ ادبِ عالم کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت ظہور پذیر، منکشف ہو جاتی ہے کہ نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت سے قبل بھی نعتیہ شاعری کے نادر نمونے دستیاب ہیں۔ اس ضمن میں ایک یہودی بنیامین تبع حمیری کے نعتیہ جذبات اور تبع شاہ یمن جو نبیؐ پر صد آورد ہوا تھا، کے نعتیہ اشعار حوالے کے طور پر پیش کیے جا سکتے ہیں

یہودی بنیامین تبع حمیری نے تبع سے مخاطب ہو کر کہا تھا

"تو اس مقدس شہر پر غلبہ حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ یہ دیار ایک قریشی نبی کی رہائش گاہ بننے والا ہے"

"جوابِ آں نعت" کے طور پر شاہ یمن نے بے ساختہ انداز میں یہ شعر کہے تھے

"اس نے مجھے نصیحت کی کہ میں اس آبادی سے بچ جاؤں جو محمد ؐ کی وجہ سے محفوظ رکھی گئی ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں جو پیدا ہونے والے ہیں اگر میری عمر ان کی عمر تک لمبی ہوا تو میں ان کا وزیر اور ان کا ابن عم ہوں گا۔" اسی طرح نجران کے پادری قیس بن ساعدہ کے درج ذیل نعتیہ اشعار بھی ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں جو خوشبوئے محمد سے معطر ہیں۔

"سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے مخلوق کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ اس نے ہم میں احمد کو بھیجا اور بہتر نبی مبعوث کیا جب تک قافلے اللہ کے گھر کا حج کرتے ہیں اس پر درود و سلام بھیجا جاتا رہے گا"

اس کے علاوہ آپ ؐ کی ولادت کے بعد آپ ؐ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہؓ کے اولین نعتیہ احساسات "وہ غلاموں اور درماندہ لوگوں کے ساتھ سلوک و احسان کرنے والا ہے" اور آپ ؐ کی بعثت کے بعد آپ ؐ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے زریں نعتیہ تاثرات "آپ ؐ مہمانوں کی خاطر تواضع اور غریبوں یتیموں اور بیواؤں کی دستگیری کرتے ہیں" کو بھی نعتیہ ادب کے ذیل میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

اگرچہ متعدد صحابہ کرامؓ نے سرورِ کونین کی سیرت و شخصیت، جلال و جمال اور محامد و محاسن کے مختلف رنگوں پر نعتیہ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ لیکن روشنی کے اس سفر وسیلۂ ظفر میں حضرت کعب بن زہیرؓ، عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ کو بجا طور پر کاروانِ منزل نشان قرار دیا جا سکتا ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ جو "شاعرِ دربارِ رسالت" کے منصب جمیلہ و جلیلہ پر فائز ہیں، نے آپ ؐ کے حسن و جمال کو بھرپور فنی بلندی اور کمال فکری توانائی سے بیان کر کے وصف کو ختم اور قصہ کو مختصر کر دیا۔

واحسن منک لم ترقط عینی
واجمل منک لم تلد النساء

ترجمہ: "آپ ؐ سے بڑھ کر حسین و جمیل میری آنکھوں نے نہیں دیکھا اور آپ ؐ سے بڑھ کر افضل و اعلیٰ انسان دنیا کی کسی عورت نے کبھی نہیں جنا"

خوش جمال منظر یہ ہے کہ نعت گوئی کے اس مقدس قافلے میں صحابہ کبارؓ کے ساتھ صوفیاء، شعراء، علماء، فقہاء، مجتہدین، مفکرین اور متعدد بادشاہ بھی شامل و شریک ہیں جنہوں نے اپنے اپنے دور میں اپنی اپنی زبان مثلاً عربی، فارسی اور اردو وغیرہ میں فنی جمال سے معمور اور فکری کمال سے مالامال نعتیں کہی ہیں۔ ایک طرف اگر عربی میں حضرت شیخ محمد بن سعید بوصیریؒ نے قصیدہ بردہ شریف کی صورت میں ایک ایسی لازوال نعتیہ تخلیق پیش کی ہے جو فنی بلندی، فکری گہرائی اور جذبہ خلوص کی صداقت کے اعتبار سے بے مثال ہے تو دوسری طرف فارسی میں سعدی شیرازی، مولانا جامی، بیدل اور جلال الدین رومی کی نعتوں کا جواب نہیں تو تیسری جانب اردو میں مولانا حالی، اقبال، مولانا احمد رضا بریلوی، ماہر القادری اور حفیظ تائب اور پشتو میں رحمان بابا کی نعتیں اور نعتیہ اشعار بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر چند ان نعت نگاروں کی نعتیں عشق و عقیدت کی خوشبو سے سراپا معطر و معنبر ہیں تاہم کہیں کہیں غلوئے عقیدت یا جوشِ جذبات کے باعث حدِ اعتدال سے تجاوز روا نہیں رکھا گیا اور یوں نبوت و الوہیت کے درمیان

حد بندی کو بہر صورت برقرار رکھا گیا ہے۔ درج بالا نعت نگاروں کی اصل کامیابی یہ ہے کہ ثنائے رسول بیان کرتے ہوئے انہوں نے جہاں ادب رسالت کا بھرپور خیال رکھا ہے وہاں خالق کائنات کے مقام پر بھی کوئی آنچ نہیں آنے دی ہے۔ یہی فنی توازن اور فکری اعتدال ہے جو مذکورہ بالا شعراء کے نعت کے حدود اور لوازمات پر عبور کا پتہ دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے ذوق و ظرف کے مطابق نعت کے فنی سیاق و سباق اور فکری تناظر کو بھی وسعت آشنا کیا ہے۔ عقیدت کا یہی وفور اور فن پر یہی عبور جس کے نتیجے میں تخلیقی توازن سامنے آتا ہے نعت نگاری کا بنیادی مطالبہ ہے ورنہ صرف یہی نہیں کہ در محبوب تک رسائی نصیب نہیں ہوتی بلکہ گمراہی و گستاخی بھی مقدر ٹھہر سکتی ہے

اگر غور کریں تو حقیقت بھی یہی ہے کہ نعت لکھنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ صاحب جمالؐ کے حسن و جمال اور سیرت مطہرہ کا ذکر کرتے ہوئے قدم قدم پر محتاط روی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں تو لوازم اور حدود کا پابند ہونا پڑتا ہے۔ کیونکہ۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ اینجا

پس معلوم ہوا کہ نعت نگاری میں عشق و عقیدت کا جذبہ ایک اساسی جذبہ ہے گو کہ یہی کہ اس کے بغیر نعت نگاری کا جوہری عمل ہی بے بنیاد ٹھہرتا ہے۔ تاہم اس کے اظہار میں اس طوفان و طغیانی کو راہ ہرگز نہیں دی جاتی جو دیگر اصناف میں تو شاید ایک موزوں قوت کے طور پر بروئے کار لایا جا سکے لیکن نعت میں اس کی گنجائش نہیں تھی۔ البتہ جذب و کیف، وارفتگی اور سرشاری کی کیفیت کو مطلوب و مستحسن قرار دیا جاتا ہے لیکن واضح رہے کہ یہاں بھی آشفتگی و شوریدہ سری کی جرأت ہرگز نہیں دی جا سکتی۔ کیونکہ نعت میں حد بندی اتنی سخت ہوتی ہے کہ اس ضمن میں تشبیہ و استعارے اور کنایے کو بھی بے مہار آزادی سے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ چہ جائیکہ براہ راست اظہار و انداز تخاطب۔ کہنے کا مقصود یہ ہے کہ نعت نگاری میں حضور پرنورؐ سے عشق و عقیدت اور ادب و احترام کے جذبات کے ساتھ ساتھ فکری توازن کا سلیقہ اور حسن بیان و ظہور کا قرینہ بھی مطلوب ہے۔ یہاں عامہ رسائی نہیں "خاصہ رسائی" کی سعی کی جاتی ہے۔ تاہم ناکامی اور ناتمامی کا احساس بہر حال موجود رہتا ہے۔ انہی عناصر کے آمیزے سے نعت کی فنی و فکری جمالیات و شعریات مرتب ہوتی ہے۔

درج بالا اقتباسات سے یہ حقیقت واضح طور پر مترشح ہوتی ہے کہ جہاں ہر دور اور ہر زمانے میں فرزندان اسلام نے کسی نہ کسی صورت میں منثور یا منظوم نعتیں کہی ہیں، وہاں مسلمانوں اور ان کی زبانوں کے علاوہ دیگر مذاہب اور زبانوں کے شعراء نے بھی یہاں نعت میں فن و عقیدت کے رنگا رنگ پھول پیش کیے ہیں۔ ان نمائندہ نعت نگاروں کی نعت کو پیش نظر رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے نعت کی جمالیات و شعریات کی قابل تحسین و قابل تقلید روایت محفوظ کی ہے۔ جمالیات و شعریات کی یہی محفوظ روایت ہے جو بعد میں آنے والے نعت نگاروں کے لیے ایک محفوظ روایت کا کام دے رہی ہے۔

پشتو زبان اور پشتون شعراء بھی نعتیہ ادب کی اس روشن و درخشاں روایت سے نہ صرف بھرپور اکتساب نور کر رہے ہیں بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ پشتون شعراء من حیث المجموع اس میدان میں کسی سے بھی پیچھے نہیں تو نادرست نہ ہوگا چونکہ پشتونوں کی مذہب سے والہانہ وابستگی اور نبی کریمؐ سے والہانہ وابستگی میں دو رائے نہیں ہو سکتیں اس

لیے نعت کہنا مسلمانوں کی مذہبی و تہذیبی نفسیات کا ایک بنیادی داعیہ ہے۔ جس سے کسی عنوان صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ نعت نگاری پشتون شعراء کے نزدیک نہ صرف مذہبی فریضہ ہے بلکہ ایک تخلیقی وظیفے کی ادائیگی کے مترادف بھی ہے جس سے مشامِ جاں معطر اور قلب و ایماں منور ہوتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دیگر مشرقی زبانوں کے اکثر کلاسیکی شعراء کی طرح پشتو کے کلاسیکی و متقدمین شعراء میں سے کسی نے بھی انفرادی طور پر نعت کا کوئی باقاعدہ مجموعہ یادگار چھوڑا ہے اور نہ ہی ان شعراء کے ہاں مجموعی طور پر نعت کا وافر ذخیرہ موجود یا معتدبہ سرمایہ دستیاب ہے۔ جس کی موجودگی و دستیابی کی صورت میں نعت نگاری کی مستقل صورت وجود پذیر ہو سکتی اور یوں تاریخی تسلسل کے ساتھ بغیر کسی فنی دراز اور فکری شگاف کے نشوونما پا کر نئے امکانات اور تازہ بتازہ رجحانات کے ساتھ آگے بڑھتی۔

تاہم متعدد شعراء کے دواوین کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ جہاں مذہبی رجحانات و دینی روایت کے مطابق حمد کے بعد نعت کو شاملِ دیوان کیا گیا ہے وہاں غزلوں اور دیگر منظوم اصناف میں بھی نعتیہ اشعار کے نمونے ڈھونڈے جا سکتے ہیں۔ اس ضمن میں صاحبِ سیف و قلم خوشحال بابا، شاعرِ اخلاق و انسانیت رحمان بابا، احمد شاہ ابدالی، مولف ہوتک، مرزا خان انصاری، عبدالقادر خٹک، علی خان، کاظم خان شیدا، معز اللہ مہمند، خواجہ محمد بنگش، شمس الدین کاکڑ، حافظ الپوری اور پیر محمد کاکڑ کے نام لیے جا سکتے ہیں۔

خوشحال بابا کی نعت پہلے ہی مصرعے سے آلِ پاک سے انتساب ظاہر کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اس کے ہر ہر شعر میں حضور پُرنور سے عشق و عقیدت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن محسوس ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس میں جہاں جملہ انبیائے کرام کو "ثنا خوانِ محمدؐ" بتایا گیا ہے اور یوں آپؐ کو افضل الانبیاء و امام الانبیاء ٹھہرایا گیا ہے، وہاں عرفانِ محمدی کو عرفانِ خداوندی کا "ایک وسیلہ" قرار دیا گیا ہے۔ جسے ایک بڑی فکری، وجدانی و تحقیقی جست سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ خوشحال بابا کی نظر میں نبی کریمؐ نہ صرف شافعِ محشر ہیں بلکہ دونوں جہانوں میں غم کے ماروں کے لیے ماویٰ و ملجا کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔

لاس دی لګولی ما خوشحال په داوړه کونه
غم اندوه مے نشته په دامان د محمدؐ

ترجمہ: میں دامانِ محمدؐ سے جو وابستہ ہوا ہوں
تو فکر و رنج و غم سے بے پرواہ ہوا ہوں (مترجم راقم الحروف)

رحمان بابا کی نعت بلا شبہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں عشقِ رسولؐ اپنی بلندیوں، عقیدتِ رسولؐ اپنی انتہاؤں اور حبِ رسولؐ اپنی گہرائیوں تک پہنچتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ یہاں حضور پُرنورؐ کو مبدأ نور، خاتم الانبیاء، وجہِ تخلیقِ کائنات، معلمِ انسانیت، پیشوائے امت اور محسنِ انسانیت بتایا گیا ہے۔ مذکورہ نعت کے چند شعر ملاحظہ کیجیے

که صورت د محمدؐ نه وے پیدا
پیدا کړے به خدائے نه وو دا دنیا
کل جهان د محمدؐ په ځ پیدا شه

محمدؐ دے د ختم جہان آیا
نبوت پہ محمدؐ باندے ختم شو
ختم پس لہ محمدؐ وانبیاء
زہ رحمان د محمدؐ د در جاروب یم
کہ یے خدائے تہ کاندے در جدا

ترجمہ: طٰہٰ خان

گر تیری تصویر مصور وضع فرماتا نہیں
دو جہاں کو زندگی کا سانس بھی آتا نہیں
کاتبِ تقدیر بھی پیدا نہ کرتا کائنات
نام تیرا گر وہ تحریر میں لاتا نہیں
تُو کمال کا سلسلہ اختتامِ انبیاء
بے شک اللہ تیرے بعد دوسرا لاتا نہیں
میں تو ہوں رحمان اس دہلیز کا جاروب کش
گر نہ لے جائے خدا اس در سے میں جاتا نہیں

عشق و عقیدت میں از اول تا آخر ڈوبی ہوئی اس نعت سے لہجے کی وہ لطافت، لفظیات کی وہ شیرینی، کیفیات کا وہ رس، روحانیت کی وہ خوشبو، جذبے کی صداقت اور تجربے کا وہ خلوص چھلک رہا ہے جس نے اس کی تاثیر کو جادو شہرہ گیر کر دیا ہے۔ پختونخوا کا کون سا ایسا ہو گا جس نے درج بالا نعت کے دو چار شعر حفظ کر رکھے ہوں اور اس کی تلاوت و زمزمہ سنجی کے وقت اپنے دل و دماغ میں عشقِ نبیؐ کی حدت محسوس نہ کی ہو۔ یقیناً مذکورہ نعت اپنی تاثیر اور مقبولیتِ عام کے لحاظ سے بے مثل و بے نظیر ہے۔ اس میں اگر ایک طرف مرتبہ رسالت و مقصودِ رسالت کا احاطہ کرنے کی سعی کی گئی ہے تو دوسری جانب "عبدہ" اور "وحدہ" کے مابین حدِ امتیاز بھی برقرار رکھی گئی ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ یہاں نعت کے محبوب کو غزل کے محبوب سے ہر حوالے سے اعلیٰ و ارفع اور ممتاز و منفرد رکھا گیا ہے اور ان کے مابین نفسی و فکری سطح پر ایسی حدِ فاصل کھینچ دی گئی ہے جسے عبور کرنا تا ابد ناممکنات و ممنوعات میں شامل ہو گیا ہے۔ غور کرنے پر معلوم ہو گا کہ خوشحال و رحمان کی یہی عرفانی و وجدانی تخلیقیں ہیں جن سے پشتو نعت کی بعد از ترویج پر تحقیقی، جمالیات و شعریات مرتب کی جا سکتی ہے۔

خوشحال اور رحمان کے بعد جن کلاسیکی شعراء نے بھی نعتیں یا نعتیہ اشعار کہے انہوں نے اس روایت سے استفادہ کرتے ہوئے مقدور بھر پختو دیگر موضوعات کو بھی نعت کا حصہ بنایا ہے۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ان شعراء نے حضور پر نورؐ کا نام نامی لے کر براہِ راست اندازِ تخاطب سے ممکن حد تک گریز کیا ہے بلکہ اس کی جگہ استعارے کا استعمال بہتر اور برمحل گردانا ہے۔ مثلاً:

اے سپوږمۍ را او مہتابہ
د تمام عالم مہتابہ (کاظم خان شیدا)

ترجمہ: فرقِ آدم پہ اک ستارہ ہیں آپؐ
بزمِ عالم میں اک سراج ہیں آپؐ (راقم الحروف)

استعاروں کا یہ استعمال اگر ایک طرف شاعر کی قدرتِ فن پر دلالت کرتا ہے تو دوسری جانب احترام رسالت کو حرزِ جاں و حرزِ زباں بنائے رکھنے کا ثبوت بھی مہیا کرتا ہے۔ بعض مقامات جب کبھی نام لے کر براہِ راست انداز کی صورت پیدا بھی ہوتی ہے تو وہاں دربارِ نبویؐ میں استمداد و استغاثہ کی جاں گداز کیفیت نے اسلوب پر حدت کی نمی شبنم چھڑک دی ہے جس سے نوائے نعت بڑی حد تک متوازن اور فضائے نعت کافی حد تک معتدل ہوتی ہے

بیسویں صدی مجموعی اعتبار سے انقلابِ دانشِ حاضر سے عبارت ہے۔ اسی دانشِ حاضر کے طفیل زندگی ایک بہت بڑے تغیر و تبدل سے آشنا ہوتی ہے۔ اس سے اگر ایک طرف زندگی کے کم و بیش شعبے رو بہ تغیر ہو کر مائل بہ ارتقا ہوتے ہیں تو دوسری جانب کچھ نئی اصنافِ ادب میدانِ ادب میں اترنے کے ساتھ ساتھ کچھ پرانی اصناف نے بھی تازہ رنگ تخلیق کی طرح ڈالی ہے۔ نعت نگاری نے بھی اسی فضاء سے اپنے لیے نشاۃِ ثانیہ کشید کی ہے۔ گزشتہ صدی کے نعتیہ ادب پر نگاہ دوڑانے سے پتہ چلتا ہے کہ بیسویں صدی کے نصف آخر میں نعت کی جانب باقاعدہ توجہ دی گئی ہے اور نعت ایک سنجیدہ مذہبی معاملہ اور گہری روحانی سرگرمی سمجھ کر کی گئی ہے۔ اس دور میں جہاں کافی تعداد میں نعت کے مجموعے منظرِ عام پر آچکے ہیں وہاں ہر قابلِ ذکر شاعر نے کسی نہ کسی طور نعت یا گاہے گاہے نعتیہ اشعار کہے ہیں۔ یہ سلسلہ تو دورِ حاضر تک کسی نہ کسی صورت میں جاری و ساری ہے۔

عبداللہ ستار جسے بابائے نعت بھی کہا جاتا ہے نے تقریباً 15 نعتیہ مجموعے نعتیہ ادب کو تفویض کیے ہیں۔ "اسمِ رب"، "جو ہمیں"، "نعتونو گلدستہ" (گلدستۂ نعت)، "رنگین قلم"، "کلامِ سید سرمد" وغیرہ ان کے نمائندہ مجموعے ہیں۔

حاجی محمد امین زرگر کے 11 مجموعوں کے ساتھ ایوانِ نعت میں عقیدت و احترام کے ساتھ ایستادہ نظر آتے ہیں۔ "اسمِ مدینہ"، "انوارِ مدینہ"، "بہارِ مدینہ"، "گلزارِ مدینہ" اور "تحفۂ حبیب" وغیرہ ان کے قابلِ ذکر مجموعے ہیں۔

شاہ جہان چشتی نے 8 نعتیہ مجموعوں کے ساتھ دربارِ نعت میں حاضری لگائی ہے۔ ان کے کچھ مجموعوں کے نام یہ ہیں۔ "جمالِ محمدی"، "د مجبور ونہ" (مجبور کا درخت)، "عمیق البیان" اور "صفت الحبیب" وغیرہ۔ اسی طرح دیگر متعدد نعت نگاروں نے تسلسل کے ساتھ نعتیں کہہ کر نعتیہ ادب کی تاریخ میں اپنا نام محفوظ کروایا ہے۔

معروف نعت نگاروں کے نام اور مشہور مجموعے حسبِ ذیل ہیں:

شیر رحمان کمالی: د عشق آواز (آوازِ عشق)، عشقِ محبوب۔ شریعت مان ساحل: خزائن الجواہر، د نبی گل (گلِ نبی)، د محبت لعلونہ (لعلِ محبت)۔ سالمحمت اللہ: مدحتِ محمدی، اعجازِ محمدی، اکرامِ محمدی۔ پروفیسر ڈاکٹر عرفان خٹک: سرورِ مدینے (سرورِ مدینہ)۔ سرتاج رحمان سلانو (سرتاجِ انبیاء)۔ قاری غلام حضرت: بہارِ مدینہ۔ سردار علی جگر: تجلیاتِ نبوی۔ خان میر ہلالی: د نبی نو امام (امام الانبیاء)۔ سمندر رحمان سمندر: د یثرب شمیم (شمیمِ یثرب)۔ سردار عبدالرحیم: سرکارِ دو عالم۔ محمد نواز نواز: عشقِ رسول۔ محمد صالح مظلوم: شمیمِ حجاز

ممکن ہے مندرجہ بالا فہرست نامکمل ہو تاہم اس سے اتنا ضرور واضح ہوتا ہے کہ گزشتہ صدی کی آخری دہائیوں میں پشتون نعت نگاروں نے نہ صرف باقاعدگی سے نعت کہی ہے بلکہ نعت کے مستقل مجموعے بھی منظرِ عام پر

لاتے ہیں اور یوں نعتیہ ادب کی روایت کو آگے بڑھا کر آنے والے شعراء کے لیے مشعل راہ بنانے کی سعی کی ہے

مذکورہ بالا نعت نگاروں کے مجموعوں کے کلام اور نعتوں کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت خود بخود منکشف ہوتی ہے کہ مجموعی طور پر ان کے یہاں تین مختلف رویے بروئے کار ہیں۔ ایک تو وہ نعت نگار ہیں جن کے مجموعے کے کلام پر عربیت کا بلاواسطہ و نعتوں پر بالواسطہ گہری چھاپ محسوس کی جا سکتی ہے۔ دوسرے وہ جن کے مجموعوں کے کلام فارسی سے براہ راست مستعار ہیں۔ اور نعتوں پر بھی فارسیت کی چھوٹ پڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

تیسرے وہ نعت نگار ہیں جنہوں نے پشتو کے اصل مزاج اور پشتونوں کے گہرے نفسیاتی رنگ میں نعتیں کہی ہیں۔ مثال کے طور پر حمزہ شنواری کا ایک مناجاتی مزاج کا شعر ہے۔

ما حمزہ تہ ډیر سبب د ښادۍ دہ
پہ شاملے پیمانہ کے د افغان دا

ترجمہ حمزہ کو بڑا فخر ہے اس سے
کہ افغان کے پیمانے میں (راقم الحروف)

جبکہ بعض حضرات کے ہاں یہ تینوں دھارے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض نعت نگاروں کے ہاں متعدد مقامات پر فنی حوالے سے تصنع کی صورت بھی پیدا ہوئی ہے۔ جسے لفظیات و لسانیات کی سطح پر مثال رد بھی کیا جا سکتا ہے۔ ہم انہیں صورتوں میں تفاوت اور تضاد کی فضا بھی قائم ہوتی ہے جسے بجا طور پر متصور و محمود قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انہی رنگوں کے امتزاج اور رویوں کے یک جا فکری وحدت میں ڈھلنے سے پشتو نعت کا لہجہ و لسانیات مزید ثروت مند ہو سکتے ہیں۔

بیسویں صدی کی پشتو نعت کا اگر گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ نعت نگاروں نے نعت کے مروجہ و مستقل موضوعات ہی کو برقرار رکھا ہے بلکہ انہیں صحیح معنوں میں استحکام بھی بخشا ہے۔ یقیناً یہ ان کی بڑی عطا ہے۔ جسے کسی طور بھی چشم کم سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ کچھ ایسے شعراء بھی ہیں جنہوں نے اپنی فنی بلندی اور فکری گہرائی کی بدولت نعت کے آفاق و اعماق وسیع بھی کیے ہیں۔ اس سلسلے میں عبدالاحد استاد حمزہ شنواری، حاجی محمد امین ترنگزئی اور پروفیسر ڈاکٹر عرفان خٹک کے اسمائے گرامی لیے جا سکتے ہیں۔ حمزہ شنواری کی نعت میں عشق و تصوف کا گہرا رچاؤ اور نبی کریمؐ کے وسیلے سے حقیقت تک رسائی کا ایک گہرا تصور ملتا ہے۔

اشیا وہ بہمہ تجلی حقیقتہ بہ زل سر محمدؐ
ظہور د حقیقت د وے پہ اظہار د محمدؐ

ترجمہ وا کر دیے اشیا نے بعد حسن و حقائق
ظہور حقیقت کا وسیلہ بنے ہیں آپؐ

یہ وہ تصور ہے جس کا سلسلہ نور نبی کریمؐ کے نوری تصور حقیقت سے ملایا جا سکتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپؐ کے بشری تصور کی جانب توجہ نہیں کی گئی۔ اچھی اور سچی بات یہ ہے کہ حمزہ شنواری اور بعض دیگر نعت نگاروں کے ہاں مذکورہ یہ دونوں تصورات پہلو بہ پہلو کار فرما ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ حقیقت محمدی تک رسائی اسی راستے سے ممکن ہو سکتی ہے۔ ان حضرات کے علاوہ مختلف دیگر شعراء نے نبی کریمؐ سے محبت و مودت کے اظہار کے لیے وقتاً فوقتاً

چہ زړونو حکمران دے حضور کړے

ترجمہ: سروں پہ حکمراں ہوں گے ہزاروں
دلوں پہ حکمراں میرا نبی ہے (راقم الحروف)

ڈاکٹر محمد اعظم اعظم: د عقل پہلو سوارہ آسمان تہ ختے نہ شی
زړہ شہ چہ تر عرشہ زی د ولاړ پہ مدینے کے

ترجمہ: اعصاب عقل فلک تک پہنچ نہیں سکتا
دل تا عرش مدینے کا راستہ جائے (راقم الحروف)

حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ شعراء کی جدید اب و لہجے کی حامل نعتیں نہ صرف دیدہ و دل کی تسخیر کا سامان کرتی ہیں بلکہ دماغ و روح کو بھی بالیدگی بخشتی ہیں۔ کیونکہ اس کی نعتوں میں عشق و عقیدت کے تخلیقی اظہار کے ساتھ ساتھ زندگی کے بنیادی حقائق و مسائل کی جانب بھی اشارے پائے جاتے ہیں۔ خوشگوار منظر یہ ہے کہ ان نعتوں میں غزل کے تغزل اور نعت کے تقدس کو یکجا و یکجاں کر دیا گیا ہے یہی سبب ہے کہ ان نعتوں میں نبی کریم سے محبت محض ایک تصور نہیں بلکہ ایک زندہ تجربہ بن چکی ہے۔ ایسی نعتیں پڑھتے ہوئے کچھ طمانیت اور کامل اطمینان سے کہا جا سکتا ہے کہ پشتو نعت بھی ارتقاء و فکری ارتقاء کی جانب ثابت قدمی سے گامزن ہے۔

خوش آئند منظر یہ ہے کہ بعض شعراء کے ساتھ ساتھ نئی اور نوجوان نسل کے شعراء نے بھی اس جانب توجہ کی ہے، وہ کا ہے گاہے نئی نعتیں کہی ہیں۔ جن میں نعت کے حوالے سے ایک جدید طرز احساس پیدا ہوتا ہے۔ یہ جدید طرز احساس بیک وقت تاریخی و مذہبی تناظر سے پھوٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ انداز نظر کی جدت کے ساتھ ساتھ لفظیات کی سطح پر بھی ایک تازہ روی و تازہ کاری کا احساس ہوتا ہے۔ چند نمائندہ نام یہ ہیں۔ طارق محمود دانش، ڈاکٹر حنیف خلیل، عنایت اللہ عنایت، نور رحمٰن نور، محمد اکبر ہوتی، عبدالسلام بیتاب، اقبال حسرت، سیف اللہ بسمل، کلیم الحق کلیم، اور حمید وصال۔

طارق محمود دانش جنہوں نے نعت گوئی کی جانب سنجیدہ توجہ دی ہے کی نعت کا ایک شعر بطور نمونہ ملاحظہ کیجیے

نبا د علم تسلسل غار حرا نہ رسی
ذکر خو غریبہ ذکر دنیہ طاقت کے یمہ

ترجمہ: ہے نور حراء ہی سے میری فکر منور
باطل کی رہ میں صورت کہسار کھڑا ہوں (راقم الحروف)

یہاں اگر ان نعت نگاروں کا ذکر نہ کیا جائے جو نعت نگاری کے ساتھ ساتھ نعت خوانی کا وظیفہ بھی سرانجام دے رہے ہیں تو میرے خیال میں یہ ناانصافی ہوگی کیونکہ یہی وہ حضرات ہیں جنہوں نے نعت کو پشتونوں کی مجلسی و تہذیبی زندگی کا ایک قابل قدر حصہ بنایا ہے۔ اور اسی طرح عوامی سطح پر ایک بڑے حلقے کی توجہ نعت رسول مقبول کی جانب منعطف کرائی ہے۔ اس صف میں شیر علی درواززی، گل جوان شکی، حاجی گل سعادت، حاجی گل ریحان، راحی جان دوڑ اور کچھ دیگر صاحبان بحیثیت عوامی نعت نگاروں کی حیثیت سے کھڑے ہیں۔ ان کی اصل اہمیت اس بات میں ہے کہ انہوں نے پشتو نعت کو نظم و گیت کی شکلوں میں نو بہ نو ہیئتیں ودیعت کی ہیں جس کے باعث نعت کے مروجہ

موضوعات بھی کسی حد تک نئے ذائقے سے ہمکنار ہو چکے ہیں۔ تسلیم کہ کبھی کبھی ان کے ہاں بے مقصد موضوعات بھی در اندازی کر چکے ہیں۔ یوں نعت کے پردے میں مخصوص تبلیغی تاثرات اور جماعتی جذبات بھی کہیں کہیں راہ پا گئے ہیں تاہم یہ ایک رائج رویہ یا غالب رجحان ہرگز نہیں جس کے لیے سرحد بندی کی جا سکے۔ صورتحال یہاں بھی تشفی طور پر امید افزا ہے۔

پشتو نعت کے اس جائزے سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ پشتو نعت میں کچھ تو وہ نعت نگار ہیں جنھوں نے اپنی جملہ تخلیقی صلاحیتیں نعت گوئی کے لیے وقف کر دی ہیں وہ شروع ہی سے نعت رسول مقبول کہہ رہے ہیں۔ جبکہ کچھ شعرا نے غزل کے راستے سے ہو کر دربار نعت میں باریابی حاصل کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پشتو نعت میں فنی و فکری ہر دو سطح پر مختلف رویے ساتھ ساتھ چلتے ہیں کبھی یہ کناروں کی صورت میں متوازی طور پر چلتے ہیں تو کبھی دھاروں کی صورت میں ایک دوسرے سے آمیزش و آویزش کا سلسلہ اپنائے رکھتے ہیں۔ چنانچہ پشتو میں کچھ نعت نگاروں کے ہاں جذب و کیف اور سرشاری و کیفیت کا حوالہ پایا جاتا ہے۔ بعض کے ہاں عقیدت و محبت یکجا دکھائی دیتے ہیں۔ کچھ دیگر نے اپنی نعت میں ادب و زندگی کے وسیع تر تناظر کو پیش نظر رکھا ہے اور یوں تو پوری کائنات کا دائرہ وسیع وقیع کر رہے ہیں۔ جبکہ کچھ رجال نعت کے ہاں ان جملہ رویوں کا ایک فنی و فکری امتزاج بروئے کار ہے۔ میری نظر میں پشتو نعت کا یہی "مقام محمود" ہے جس تک پہنچنے کے لیے زاد عقیدت کے ساتھ ساتھ زور قلم اور رضائے بخشندہ کی سعادت چاہیے۔

☆☆☆☆

سلطان فریدی

پشتو میں نعت گوئی

نہیں ہوتا کسی سے حق ادا سیرت نگاری کا
کرے کوئی رقم کچھ بھی، اُسے حاصل سعادت ہے

ماہنامہ القاسم نوشہرہ کے مدیر شہید مولانا عبدالقیوم حقانی لکھتے ہیں:۔

"میرے نزدیک نعت شریف محض ایک صنف شعر نہیں بلکہ ذات مصطفیٰؐ کے ساتھ قلبی تسلسل کا نام ہے۔ قرون اولیٰ سے آج تک نہ جانے کتنے لاکھ نعتیہ اشعار کہے اور لکھے گئے اور کتنے ہزار نعتیہ مجموعے طبع ہو چکے مگر نعت کا مضمون پہلے دن کی طرح آج بھی تر و تازہ ہے"۔

حضرت حسانؓ کی کیفیت حضوری، امام بوصیری کی وارفتگی، رومی کی حلاوت، جامی کی نفاست، خسرو کی نغمگی، قدسی کی ندرت، غالب کی معنویت، اقبال کی آفاقیت اور قاسم نانوتوی کی خود سپردگی نے نعت میں اسلوب، دلکش پیرایہ، خوبصورت اظہار، پاکیزہ رنگ اور مقدس آہنگ تو شامل کر لیا لیکن اس مضمون کی تکمیل پھر بھی نہ ہو سکی۔ حتیٰ کہ دلو رام کوثری بھی اس سفر سعادت میں پیچھے نہ رہا اور بول اٹھا۔

کچھ عشق پیمبر میں نہیں شرط مسلماں
ہے کوثری ہندو بھی ثنا خوان محمدؐ

مدحت نبویؐ کی اس خوش نوائی میں خیبر پختونخواہ کے غیور پشتون بھی دوسرے مسلمانوں سے پیچھے نہیں۔

کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کے ہر دو حصوں توحید اور رسالت کا اقرار مسلمان کے ایمان و ایقان کا بنیادی تقاضا ہے۔ یہی عقیدہ کوئی پشتون نوک زبان پر نہیں رکھتا بلکہ دل کی گہرائیوں سے وہ اس کا مدعی ہے۔

پشتو میں دو سو سال کے مشہور شاعر مرزا خان انصاری سے آج کے مقبول شعراء ڈاکٹر اسرار تک کے تمام بڑے اور چھوٹے شاعر غزل اور نظم کے ساتھ حمد و نعت پر طبع آزمائی کرتے نظر آتے ہیں۔ گزشتہ شعراء کے دواوین کی ابتدا حمد و نعت سے ہوتی ہے۔ آج بھی عبدالوہاب شیدا اور علی حیدر جوشی جیسے عوامی شاعروں کے کتابچے جو زیادہ تر عوامی گیتوں کی قسم سے ہیں اپنے اندر ابتدائیہ کے طور پر حمد و نعت رکھتے ہیں۔ گویا سرور کائنات، فخر موجوداتؐ سے اپنی عقیدت کا اظہار دلکش اور مبارک الفاظ میں کرنا ہر پشتون شاعر کا وظیفہ رہا ہے۔

رحمان بابا کے دیوان میں حمدیہ نظم کے بعد جو نعت شامل کلام ہے، وہ سیدھے سادے پر اثر الفاظ کا مرقع ہے۔ دیکھئے اس کے پہلے اور آخری شعر کا ترجمہ۔

"اگر محمدؐ کی صورت اول میں نہ بنائی جاتی تو اللہ تعالیٰ اس دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔ تمام دنیا و مافیہا کو محمدؐ

کے طفیل پیدا کیا گیا ہے اس لیے محمدؐ تمام جہانوں کے آقا ہیں۔"

"محمدؐ ہر لاعلاج کے چارہ گر اور ہر دردمند کے لیے درمان ہیں۔ میں رحمانؔ محمدؐ کے در کا خاکروب ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے یہاں سے دور نہ کرے۔"

خوشحال خان خٹک جو پشتو ادب اور غیرت و حمیت کا ترجمان قومی شاعر ہے، اسے پشتون ملت پر بے حد ناز ہے۔ وہ حمدیہ و نعتیہ شاعری میں بھی سرفہرست نظر آتا ہے۔ اس کی ایک نعتیہ نظم کے دو اشعار (ترجمہ):

کھلا ہم پہ ثنا خوانِ محمدؐ سے
خدا ظاہر ہے عرفانِ محمدؐ سے
فراخی دو جہانوں کی تمناؤں میں
بہت چھوٹے ہیں ایوانِ محمدؐ سے

موجودہ دور کے نعت گو شعراء میں حاجی محمد امین اور عبداللہ استاد کے نام نامی سرفہرست ہیں۔ خانقاہوں اور مذہبی اجتماعات میں تلاوت کلام کے بعد نعت خوان حضرات اسٹیج پر آتے ہیں۔ ان میں اکثر انہیں دو شاعروں کی نعتیں خوش الحانی کے ساتھ پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ عوام میں انہی دو شعراء کے نعتیہ مصرعے قبول عام کا درجہ حاصل کر چکے ہیں۔ مثال کے طور پر حاجی محمد امین کا یہ مصرع زبان زد عام ہے۔

رنگینہ سترگے لگوہ ز قدم لارہ شہ دہ

ترجمہ: اے میرے دل! آنکھوں کے بل پر چلو یہ راستہ قدم (پاؤں) رکھنے کا نہیں۔ یہ بہت مبارک راستہ ہے۔

کہتے ہیں، حاجی محمد امین سات بار حج و زیارات کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔ ہر بار وہ جوتے اتار کر مدینہ منورہ کی سرزمین پر چلتے پھرتے، روتے دھوتے نظر آتے۔ وہ سچے عاشق رسولؐ تھے۔ ان کے اہل و عیال، دوست احباب اس بات کا مشاہدہ کر چکے تھے۔ رحمتہ الحبیب اور گلزار مدینہ حاجی صاحب مرحوم کے مبارک نعتیہ مجموعے ہیں۔ متعدد بار اشاعت کے مراحل سے گزر چکے ہیں اور عوام و خواص سے مقبولیت کا علم اٹھوا چکے ہیں۔

حاجی محمد امین اپنے آبائی گاؤں عمرزئی تحصیل چارسدہ میں آسودۂ خاک ہیں۔ ہر سال ان کا عرس منایا جاتا ہے۔ ان کے عقیدت مند اور مرید ان کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔

حمزہ شنواری پشتو کے بابائے غزل ہیں۔ ان کی عرفانی شاعری کلاسیک کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ انہوں نے تقسیم ہند و پاک سے قبل قافلے کے ساتھ ایران، عراق کے راستے پیدل کر حج کی سعادت حاصل کی۔ واپسی پر اس مبارک سفر کو "د حجاز پہ لور" (حجاز کی طرف) کے نام سے منظوم کر کے شائع کیا۔ ان کے دوسرے شعری مجموعوں میں بھی نعتیہ اشعار بکثرت ملتے ہیں۔

حمزہ شنواری کے ہم عصر، مقبول عام شاعر صمد بدرشی نے کلمہ طیبہ کی منظوم تفسیر بنام ہو حیدر تک لکھ کر حمدیہ و نعتیہ شاعری کا حق ادا کر دیا۔ یہ طویل نظم چودہ ہزار اشعار پر مشتمل ہے اور گیارہ جلدوں میں پشتو اکادمی پشاور یونیورسٹی نے شائع کی۔ ان کی ایک اور کتاب "اذان بلالؓ" بھی حمدیہ نعتیہ اشعار کا مجموعہ ہے

کیا بھلی تھیں مجلسیں جو آپؐ کے دم سے رہیں
آپؐ کا ہر اک صحابی پاسبانِ حق ہوا

اکوڑہ خٹک کے استاذ الاساتذہ سراج الاسلام سراج صاحب نے امام بوصیری کے شاہکار عربی قصیدہ بردہ کا منظوم پشتو ترجمہ کیا۔ یہ منظوم ترجمہ اپنی مثال آپ ہے۔ سراج صاحب نے قصیدہ بردہ کے ہر شعر کو پشتو کے تین مصرعوں میں منظوم کیا۔ اس ترجمہ نے ادبی حلقوں میں مقبولیت حاصل کی۔ یہ کئی بار شائع ہوا۔ آخری بار القاسم اکادمی خالق آباد نوشہرہ نے شائع کیا۔

قصیدہ بردہ کے منظوم ترجمے پر دارالعلوم حقانیہ کے استاد اور مقبول شاعر حافظ محمد ابراہیم فانی صاحب نے ایک مبسوط مقدمہ لکھا۔ اس کے آخر میں وہ لکھتے ہیں کہ

"نظم کا ترجمہ نظم میں کرنا بہت مشکل کام ہے۔ جس نظم کا منظوم ترجمہ کیا جاتا ہے اس نظم کے مرکزی خیال اور الفاظ و معنی کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اصل شعر میں جو مٹھاس اور دلکشی ہوتی ہے ترجمہ میں اس کا عکس ضرور ہونا چاہیے۔ سراج صاحب اس سے قبل مرزا غالب کی ساٹھ غزلوں کا منظوم ترجمہ کر چکے ہیں۔ انہیں ترجمے کی مشکلات کا علم ہے۔ وہ ترجمہ میں دوسری باتوں کے ساتھ ساتھ بحر کا بھی خاص خیال رکھتے ہیں۔ اس کام پر سراج صاحب کو قدرت کاملہ حاصل ہے۔ میرا بھی ارادہ تھا کہ میں اس قصیدہ بردہ کا منظوم ترجمہ کروں لیکن سراج صاحب کے اس منظوم ترجمے کو دیکھ کر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا"۔

سراج الاسلام سراج صاحب نے اس کے علاوہ ایک اور قابل ذکر کام کیا۔ حضرت امام احمد رضا بریلوی سراج صاحب کے پسندیدہ نعت گو شاعر ہیں۔ حضرت بریلوی نے کہا:۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

سراج صاحب اس بات کو مزید وسعت دیتے ہیں اور کہتے ہیں:۔

پہ شاہ د مرسلانو دے ابدونہ سلامونہ

ترجمہ: شاہ مرسلاں پر ہزاروں سلام۔ اسی عنوان پر سراج صاحب نے پشتو میں ایک طویل نظم لکھ دی۔ وہ سو بندوں پر مشتمل مخمس کی شکل میں۔ یعنی ہر بند میں پانچ مصرعے ہیں۔ یہ نظم منظوم سیرت النبیؐ ہے۔ بہت دلکش و متاثر کن نظم ہے۔ یہ ظہور قدسی سے وصال النبیؐ تک اہم واقعات سیرت پر مشتمل ہے۔ اس نظم کے پہلے بند کا ترجمہ ملاحظہ ہو

آج میرے سینے میں محبت کا سمندر موجزن ہے۔
آج پھر میری نظروں کے سامنے تجلیات ابھر رہے ہیں۔
آج پھر میری طبع موزوں ہو رہی ہے۔
آج پھر میرے لب پر نعتیہ اشعار ترتیب پا رہے ہیں۔
شاہ مرسلاں پر ہزاروں سلام۔

دو تین سال قبل پروفیسر داور خان داؤد کا نعتیہ مجموعہ "عظیم الشان" کے نام سے زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ وزارت مذہبی امور اسلام آباد سے انہیں پہلا انعام ملا۔

راقم حروف (سلطان فریدی) کے بھی دو نعتیہ شعری کتب شائع ہو چکی ہیں۔ پشتو میں "یا محمدؐ" اور اردو میں "جمال مصطفیٰؐ"۔

ہمارے مہربان دوست حافظ محمد ابراہیم فانی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں دینی علوم کے استاد ہیں* چار زبانوں میں شاعری کرتے ہیں عربی، اردو، فارسی اور مادری زبان پشتو میں۔ پشتو شاعری کے چار مجموعے ان کے طبع ہو چکے ہیں ان کی ایک دیوان تصورات عشق ماتم کناں تصورات (خیالات و تفکرات) سے ایک پشتو نعت کا منظوم ترجمہ پیش خدمت ہے صرف دو اشعار پر اکتفا کرتا ہوں۔

دی صدا فاران کی چوٹی سے جس دم آپؐ نے
ہر طرف چھانے لگی غار حرا کی روشنی

آپؐ کی الفت سے قائم ہے مرا ایمان، تو
ساتھ لے جاؤں گا فانی میں دعا کی روشنی

☆☆☆☆

* حافظ محمد ابراہیم فانی طویل علالت کے بعد دنیا سے رخصت ہو گئے (ایڈیٹر)

صفدر واثق

پنجابی شاعری میں نعت گوئی

لغوی اعتبار سے نعت ن ع ت کے مادہ سے مشتق عربی زبان کا لفظ ہے۔ نعت ینعت نعتاً کے معنی ہیں وصف بیان کرنا، سراہنا، تعریف کرنا۔ اس کا زیادہ تر استعمال صفاتِ حسنہ کے لیے ہوتا ہے۔ نعت الکلمۃ کا مطلب ہوگا "بہ تکلف عمدہ صفت دکھانا"۔ نعت کے معنی ہیں عمدہ اوصاف والا ہونا (نعامۃُ الرجلِ خلقُہ)۔ اسی طرح نعامۃ الفرس سبک رفتار گھوڑے کو کہتے ہیں۔ انعت کے معنی تعریف کرنے کے ہیں۔ انعتت المراۃ بالجمال کا مطلب ہے "عورت کا خوبصورتی سے متصف ہونا"۔ تنعت الشیء کا مطلب ہے "کسی چیز کا قابل تعریف ہونا"۔ اسی طرح استنعتۃ الشی کا مفہوم ہے "کسی چیز کے اوصاف بیان کرنے کو کہنا"۔

یوں غور کریں تو نعت کے معنی ہوں گے "تعریف، وصف، مدحت، وصف نگاری، قابلیت، اہلیت، جوہر، حسن، وغیرہ۔ کسی بھی تعریف و توصیف پر نعت کا اطلاق ہوتا ہے، جس میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہو۔ نعت کی جمع نعوت ہے۔ نعت کہنے والے کو ناعت (جمع نعات) اور اوصاف حمیدہ اور محاسن عالیہ کے حامل کو منعوت کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں جن الفاظ کے ذریعے کسی کے اوصاف و محاسن رقم کیے جائیں، وہ بھی منعوت کہلاتے ہیں۔ لفظ نعت کا مصدر انعات (بروزن افعال) ہے۔

نعت کا لفظ عموماً وصف کا مترادف باور کیا جاتا ہے، لیکن اہل لغت نے ان دونوں الفاظ کے معنوی اختلاف پر بھرپور گفتگو کی ہے۔ ابن اثیر کے مطابق نعت کسی شے کے محاسن بیان کرنے کا نام ہے۔ قبائح میں اس کا استعمال نہیں ہوتا جبکہ وصف کا لفظ محاسن اور معائب دونوں کو محیط ہے۔

عربی لغت کے مطالعہ سے لفظ "نعت" کے مفہوم کے بارے میں جو تاثرات ابھرتے ہیں، وہ اسے دوسرے ہم معنی الفاظ از قسم وصف، صفت، منقبت، وغیرہ سے ممتاز و ممیز ٹھہراتے ہیں۔ فارسی میں یہ لفظ مطلق وصف اور نبی کریم کی تعریف و توصیف دونوں معانی میں مستعمل ہے۔ فارسی میں اس کے لغوی معنی ستائش، صفت، وصف اور تعریف و توصیف کے ہیں۔ اس حوالے سے فارسی میں نعت کا لفظ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، نبی کریم کی ستائش اور حضرت علی کی منقبت کے لیے بغیر کسی معنی اور اصطلاحی تخصص کے بلا تخصیص رائج ہے۔

اردو، پنجابی اور پاکستان کی دیگر علاقائی زبانوں اور بولیوں میں نعت کا لفظ اب ایک اصطلاح بن چکا ہے اور صرف آنحضرت کی مدح و ستائش کے لیے مخصوص ہے۔ یہاں یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ عربی زبان میں نعت کا اطلاق، نظم و نثر کی تخصیص کے بغیر، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و توصیف کی حامل ہر تحریر پر ہوتا ہے، البتہ فارسی اور اردو، پنجابی اور پاکستان کی جملہ علاقائی زبانوں میں نعت سے مراد نبی کی صرف منظوم مدح ہی ہے۔

احادیث میں نعت کا لفظ حضرت ختمی مرتبت کی تعریف و توصیف کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ امام بیہقی

نے حضرت انس بن مالک کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریمؐ کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ بیمار پڑ گیا تو آپؐ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس کا باپ اس کے سرہانے بیٹھا تورات پڑھ رہا تھا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا: "ھل تجد فی التورٰۃ نعتی" (کیا تم تورات میں میری نعت [تعریف وستائش] پاتے ہو)؟ اس نے (جھوٹ بولتے ہوئے) جواب دیا: "لا" (نہیں)۔ اس کے بیٹے نے اپنے باپ کی تردید کی اور سچ بتاتے ہوئے عرض کیا: "بلی! واللہ! یا رسول اللہ انا نجد لک فی التورٰۃ نعتک" (ہاں! اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسولؐ ہم تورات میں آپ کی نعت پاتے ہیں)۔ اسی طرح سنن دارمی میں ایک روایت بایں الفاظ آتی ہے "کیف تجد نعت رسول اللہ فی التورٰۃ"۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلے خود پیغمبر اسلامؐ نے اپنی تعریف کے لیے نعت کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

احادیث اور سیرت کی کتابوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریمؐ کے بعد آپ کی تعریف وتوصیف کے لیے سب سے پہلے یہ لفظ حضرت علیؓ نے استعمال کیا تھا۔ اس کا مرجع شمائل ترمذی کی وہ حدیث ہے جو ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے: من رآہ بدیھۃ ھابہ و من خالطہ معرفۃ احبہ یقول ناعتہ لم أر قبلہ و لا بعدہ مثلہ (جو آپ کو پہلی دفعہ دیکھتا ہے، اس پر آپ کی ہیبت طاری ہو جاتی ہے اور آپؐ سے جس کو تعلق خاطر ہو جائے، وہ آپؐ سے محبت کرنے لگتا ہے اور آپ کی توصیف کرنے والا کہتا ہے کہ میں نے آپؐ سے پہلے کسی کو آپؐ جیسا دیکھا ہے اور نہ آپ کے بعد)۔

عربی زبان میں نعت نگاری کا آغاز یوں ہوا کہ کفار مکہ پیغمبر اسلام کو "محمدؐ" کے بجائے (خاکم بدہن) "مذمم" کہہ کر آپ کی ہجو کیا کرتے تھے۔ چنانچہ گستاخی رسول کے جواب میں مسلمان شعراء نے موثر طور پر نبی کریمؐ کا دفاع کیا اور آپ کے محاسن اور اوصاف حمیدہ کو قصائد کی صورت نظم کرنا شروع کیا۔ نعت نگاری اسی لسانی جہاد کی یادگار ہے۔

آج تک کی اسلامی تاریخ میں محمد الرسول اللہ کی ذات اقدس سے مسلمانوں کو جو محبت رہی ہے اور جس طرح انھوں نے آپ کی سیرت، سوانح، معمولات، شمائل اور خلق عظیم کی امثال کو محفوظ کیا ہے، یقیناً یہ تاریخ عالم کا ایک منفرد واقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد نبی کریمؐ کا ذکر ایک بڑی سعادت کی بات ہے۔ و رفعنا لک ذکرک فرما کر خود باری تعالیٰ نے آپؐ کے ذکر کو حیات ابدی سے ہمکنار کرنے اور اسے بلند ترین مقام بخشنے کی ضمانت فراہم کر دی ہے۔ آپ کی سیرت، تاریخ، آپؐ کے اوصاف ومحاسن، کمالات وخصوصیات سب "ذکر" کے مفہوم میں شامل ہیں۔ رب العالمین نے آپؐ کے لیے بشیر، نذیر، سراج المنیر، خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین جیسی صفات بیان کی ہیں اور آپ کی عزت وتوقیر کرنے کا حکم دیا ہے اور ہدایت فرمائی ہے کہ "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ (ﷺ) پر درود وسلام بھیجا کرو (الاحزاب ۵۳)"۔ یہ اور اس جیسے دوسرے فرمودات باری تعالیٰ کے نتیجے میں آج تک آئمہ حدیث اور محققین اسلام نبی کریمؐ کی حیات مبارکہ کے حوالے سے آپؐ کے فرمودات کی تشریح وتوضیح میں مصروف کار ہیں اور ادبا وشعراء مدح وتوصیف میں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کا کوئی بھی مسلم ملک کسی بھی دور میں ایسے شعراء سے تہی نہیں رہا کہ جنھوں نے اپنی بہترین صلاحیتیں ممدوح رب العالمینؐ کے محامد ومحاسن کے بیان میں صرف نہ کی ہوں۔

مسلم شعراء نے ہر دور میں نبی کریمؐ کے حسب و نسب، اخلاق و کردار، توصیف و ستائش، شجاعت و سخاوت، دیانت و امانت، صداقت و عدالت، جود و سخا، فضل و عطا، علم و حلم، نجابت و شرافت، اخوت و محبت، بخشش و عنایت، رحمت و شفاعت، محبت و شفقت، مساوات، ہمدردی اور غم خواری، دشمنوں سے حسن سلوک، عفو و درگزر، حسن معاملات، وسعت قلبی و رواداری، ظرافت، جاہ و حشم، رفتار و گفتار، مجلسی آداب، ظاہری جمال، باطنی حسن اور آپؐ کی شخصیت، منصب، شخصیت اور آپؐ کے سراپا کو اپنی شعری نگارشات کا موضوع بنایا ہے اور جزئیات کے ساتھ انتہائی اہتمام اور شیفتگی سے شعروں میں موزوں کیا ہے۔

حضرت ختمی مرتبت کی مدح سرائی میں اوّلیت کا شرف آپؐ کے مربی اور چچا جناب ابو طالب کو حاصل ہے۔ آپؐ کی مخالفت و عناد میں جب مشرکین قریش کی آتش غیظ و غضب میں بے حد اضافہ ہوا تو جناب ابو طالب نے ایک شاہکار قصیدہ کہا، جو تاریخ ادب میں "قصیدہ لامیہ" کے نام سے معروف ہے۔ امام ابن کثیرؒ کے بقول یہ قصیدہ سبعہ معلقات سے بھی کہیں بڑھ کر فصیح، بلیغ اور معنی آفرین ہے۔ سیرت ابن ہشام میں اس قصیدے کے کوئی ایک سو کے قریب اشعار نقل کیے گئے ہیں، جن سے قصیدہ نگار کے دلی جذبات و احساسات کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔

نبی کریمؐ کا دوسرا مداح دورِ جاہلیت کا نامور شاعر اعشیٰ بن قیس ہے، جو اسلام کی نعمت سے تو محروم رہا تاہم اس نے آپؐ کی مدح و ستائش میں بڑے معرکے کے اشعار کہے ہیں۔

ہجرت مدینہ کے بعد شعرائے قریش اسلام اور پیغمبر اسلام کی ہجو گوئی پر اتر آئے اور آپؐ کے خلاف مخالفانہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ جس کا جواب دینے کے لیے حضرت حسان بن ثابت انصاریؓ نے اپنی زندگی نبی کریمؐ کی مدح و حمایت کے لیے وقف کر دی۔ نبی کریمؐ نے ان کے لیے دعا فرمائی: "اے اللہ! روح القدس کے ذریعے اس کی مدد فرما"۔ چنانچہ حضرت حسانؓ نے ابو سفیان بن الحارث کی دریدہ دہنی اور ہرزہ سرائی کا جواب ایسے موثر اور مسکت پیرایۂ شعر میں دیا کہ ابو سفیان اور اس جیسے دوسرے ہجو نگاروں کو ماتھوں پسینہ آ گیا۔

مشہور عرب شاعر نابغۃ الجعدیؓ اسلام قبول کرنے سے قبل بھی ایک پاکیزہ انسان کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ ۹ ہجری میں مسلمان ہوئے اور نبی کریمؐ کی خدمت میں اپنا قصیدہ پیش کیا۔ جب وہ اس شعر پر پہنچے کہ "ہماری عظمت و رحوش نصیبی آسمان تک جا پہنچی اور بے شک ہم اس سے بھی اوپر مقام و مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں" تو آپؐ نے استفسار فرمایا "ابو لیلیٰ! آسمان سے آگے کہاں پہنچنے کے آرزومند ہو؟" انہوں نے عرض کیا "جنت میں"۔ آپؐ نے فرمایا "ان شاء اللہ"، اور ساتھ ہی دعا دی "تمہارے دانت بھی شکستہ نہ ہوں"۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ نابغہؓ ایک سو بیس سال کی عمر پا کر فوت ہوئے اور تا دمِ واپسیں ان کے تمام دانت صحیح و سالم تھے۔

عہدِ رسالت مآبؐ کے دیگر نامور مداحین میں سیدہ فاطمۃ الزہراؓ، عاتکہ بنت عبدالمطلبؓ، ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، علی المرتضیٰؓ، حمزہ بن عبدالمطلبؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، مالک بن نمطؓ، کعب بن مالکؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، کعب بن زہیرؓ اور عباس بن مرداسؓ کے نام سرِفہرست ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار دیگر صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے نعتیہ قصائد کے گلہائے رنگا رنگ جناب رسالت پناہ علیہ التحیۃ والتسلیم کے حضور میں پیش کیے ہیں۔

عہد بنو عباس کے شعراء میں سے قطرب (متوفی ۲۰۶ھ) اور ابو العتاہیہ (متوفی ۲۱۱ھ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ قطرب کے ایک شعر کا ترجمہ ہے: "رسول اللہ (ﷺ) ہماری تعریف و توصیف سے بہت بلند مرتبت تھے۔ ہزار

کوشش کے بعد بھی آپ کی تعریف کرنے والا آپ کی تعریف کا حق ادا نہیں کر سکا"۔

نعتیہ قصیدہ نگاری میں ایک بڑا نام محمد بن سعید البوصیری (متوفی ۶۹۷ھ) کا ہے، جن کا بہت ہوا "قصیدہ ہمزیہ" ساڑھے چار سو اشعار پر پھیلا ہوا ہے، تاہم ان کی شہرت کا باعث دراصل "قصیدہ بردہ" ہے۔

شعرائے عرب کے تتبع میں دیگر زبانوں، خصوصاً فارسی میں، بہت زیادہ نعتیں اور نعتیہ قصائد کہے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں عطار، رومی، نظامی، نصیری، جامی، خسرو، فیضی، سعدی، عرفی، قدسی، قاآنی اور دیگر بے شمار شعرا نظر آتے ہیں، جن کے نعتیہ کلام میں رسول اللہ کی محبت کے سمندر موجزن ہیں۔ انہی سمندروں سے نعت رسولؐ کے سحاب اٹھے اور اردو شاعری کی دھرتی کو سیراب کرتے چلے گئے۔ چنانچہ ولی دکنی سے امیر مینائی تک شعرا کی ایک بڑی تعداد میں نعت سرائی کرتی نظر آتی ہے۔ بعد ازاں الطاف حسین حالی سے ہوتی ہوئی نعت گوئی کی یہ روایت ظفر علی خان تک پہنچتے پہنچتے توانائی کی بلندیوں پر پہنچ گئی۔ اقبال کے ہاں نعت نے آفاقی منازل تک صعود کیا اور پھر اس کی روشنی کچھ یوں پھیلی کہ قیام پاکستان کے بعد نعت نگاری گویا ہر مسلمان شاعر کا جزو ایمان بن گئی اور اب بہت کم شعرا ہوں گے جنہوں نے نعت نہ کہی ہو۔

پنجابی شاعری میں، اب تک کی تحقیق کے مطابق، سب سے پہلا نعتیہ بول "روپ محمدؐ سوا خدا ابلی دھوں وقت دنیا خود کھلی" ماتی وہورتی (متوفی ۱۱۲۰ء) کا ہے۔ اس کا کوئی اور کلام دستیاب نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پنجابی ادب کی تاریخ کا آغاز شیخ بہاالدین مسعود المعروف بہ گنج شکر (متوفی ۱۲۶۵ء) سے مانا گیا ہے۔ وہ پنجابی کے پہلے شاعر ہیں، جن کا کلام آج تک محفوظ ہے۔ اس سے قبل پنجابی میں کچھ اشلوک ضرور ملتے ہیں، لیکن ان کی زبان پنجابی سے زیادہ "برج بھاشا" اور سنسکرت کے قریب ہے۔ بہاالدین مسعود نے اپنے اشلوکوں کے توسط سے سیدھے سادے لوگوں کو سیدھے سادے لفظوں میں نماز روزے کی پابندی، ان سے اغماض کے دینی نقصانات، بدکاری سے اجتناب، شرک سے بچنے کی تلقین و ترغیب، دنیوی آلائشوں سے بچنے اور اخروی زندگی کی تیاری اور اہمیت جیسے امور کی طرف توجہ دلائی ہے، لیکن کوئی نعتیہ شلوک نہیں لکھا۔

پنجابی میں پہلا نعتیہ اشلوک (پنجابی میں شلوک) کہنے کا شرف سکھ مت کے بانی گورو نانک دیو جی (وفات ۱۵۳۹ء) کو حاصل ہے۔ وہ کہتے ہیں:

محمدؐ من توں من کتاباں چار   من خدائے رسولؐ نوں سچا ای دربار

عبدی گوردھن (متوفی ۱۵۸۸ء) کا نعتیہ شلوک ہے

جاں دنیا تے حضرتؐ آیا اول ایہہ نشانی
جو بت دنیا اتے آہے ہوئے کل فانی

ایک اور شلوک میں وہ کہتے ہیں:

کہاں درود بھی آل تے جس پر اوہ خوشنود
ہووے یاراں دوستاں بھی لکھ ہزار درود

سولہویں صدی عیسوی کے اس دور کی تمام تر پنجابی شاعری پر صوفیانہ رنگ غالب ہے۔ چنانچہ بہاالدین مسعود سے لے کر وارث شاہ تک کے درمیانی زمانے میں فریدالدین ثانی، شاہ حسین، بلھے شاہ، عبداللہ، ہاشم شاہ

کرم علی شاہ، مولوی بخش شاہ، حاجی محمد المعروف نوشہ گنج بخش، حافظ برخوردار رانجھا، سلطان باہو، علی حیدر، شیخ شرف، غلام جیلانی، مولا شاہ، ہدایت اللہ، مولوی غلام رسول، غلام فرید، مولوی عبداللہ، عبدالوہاب، مولوی غلام محی الدین، مولوی روشن دین، مولوی خدا بخش، مولوی نور محمد، مولوی محمد نبی، مولوی محمد مسلم، میاں محمد، مولوی محمد اسماعیل، مولوی محمد شاہ دین، محمد دین، شیخ صدر دین، غرض پنجابی شعراء کی ایک طویل فہرست ہے، جنہوں نے تصوف اور اس کے مختلف موضوعات پر مختلف اصناف سخن میں خامہ فرسائی کی۔ اسی دور کے آخر میں شعراء دیگر دینی امور کی طرف متوجہ ہوئے اور متصوفانہ وارداتوں کے علاوہ مختلف فقہی مسائل، قرآن پاک کی تفاسیر، احادیث کے احکام، نماز، روزہ، احوال الآخرت اور قیامت کے بیان، حج کی اہمیت اور مسائل حج، جنگ نامے، شہادت حسین ابن علیؑ، قصص الانبیاء، حمد، نعت، منقبت، قصیدہ ورسیہ، معجزات رسولؐ، مدحت رسولؐ اور آپؐ کے حضور سلام، وفات نامے، نور نامے، معراج نامے، شمائل رسولؐ، حلیہ شریف، اٹھواریاں، سی حرفیاں، بیت اور آپؐ کی زندگی کے مختلف واقعات، جیسے متنوع موضوعات کو شعری قالب میں ڈھالنا شروع کیا۔

وارث شاہ کا دور اٹھارویں صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے۔ اس زمانے میں پنجابی میں لکھنے کا رواج زور پکڑتا گیا۔ سرکاری زبان فارسی تھی، جس کے باعث پنجابی زبان بہت متاثر ہوئی اور اس میں فارسی لفظیات در آئیں۔ پنجابی شعراء کو خاص طور پر فارسی مثنوی نے بہت متاثر کیا۔ شاہنامہ فردوسی اور نظامی گنجوی کے خمسے کے زیر اثر پنجابی شعراء نے رومانی داستانوں اور قصوں کو مثنوی کی صنف میں نظم کرنا شروع کیا۔

پنجابی ادب میں بیانیہ اور موضوعاتی شاعری کا آغاز اٹھارویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں ہوا۔ اسی زمانے میں سجادت نے "وار" لکھی اور حافظ شاہجہان مقبل نے ہیر رانجھے کی عشقیہ داستان صنف بیت میں نظم کی۔ مقبل کا ایک نعتیہ بیت یوں ہے

روشن جس دے نور تھیں دائم لیل نہار
کہاں درود سلام میں باجھ حساب شمار

اٹھارویں صدی عیسوی کے اس زمانے میں پیلو اور حافظ برخوردار کی مثنویاں "مرزا صاحباں" اس درجہ مقبول ہوئیں کہ ان کے مصرعے ضرب الامثال کی طرح عوام و خواص میں شہرت پا گئے۔ اسی زمانے میں وارث شاہ نے اپنی مقبول عام مثنوی "ہیر رانجھا" لکھی۔ انہوں نے "ہیر" کے دوسرے بند میں نعت رسول اللہ کا مضمون یوں نظم کیا ہے۔

دوئی نعت رسول مقبولؐ والی، جیندے حق نزول لولاک کیتا
خاکی آکھ کے مرتبہ وڈا دتا، سبھ خلق دے عیب تھیں پاک کیتا
سرور ہوئے اولیاں انبیاں دا، اگے حق دے آپ نوں خاک کیتا
کرے اُمتی اُمتی روز محشر، خوشی چھڈ کے جیو غمناک کیتا

مثنوی یا شاعری کے کسی مجموعے کے آغاز میں حمد اور نعت لکھنا آج تک رائج ہے۔ ایسے شعراء، جو عام طور پر نعت نہیں کہتے، محض برکت کے لیے اپنی کتابوں کا آغاز حمد اور نعت سے کرتے ہیں۔ چنانچہ رومانی داستانوں کی مثنویاں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اپنی کتابوں کے لیے شعراء نے اصل قصہ یا داستان نظم کرنے سے پہلے حمد و نعت

کا استعمال کیا ہے۔ یہ ایک طرح کی رسمی نعت گوئی ہے۔ البتہ وہ شعراء، جو بڑے عاشق ہو کے نعت کہتے ہوں اور جنہوں نے اپنی نعتیہ شاعری کے مجموعے بھی مرتب کیے ہوں، پنجابی ادب میں خال خال ہی نظر آئیں گے۔

پنجابی زبان میں، دنیا کی کسی بھی دوسری زبان کے مقابلے میں، اصناف سخن کی تعداد بہت زیادہ ہے شعرائے کرام ہر قسم کا کلام انہی اصناف میں رقم کرتے رہے ہیں، البتہ کچھ منظومات ایسی بھی ہیں، جو صرف اور صرف جناب نبی کریمؐ ہی سے خاص ہیں۔ ایسی منظومات کا فرداً فرداً بیان حسب ذیل ہے

حلیہ شریف: یہ ایک ایسی نظم ہے، جس میں نبی کریمؐ کا حلیہ مبارک اور آپؐ کا سراپا بیان کیا جاتا ہے مولوی محمد علی عاشق اور محمد حسن قلعہ داری کے نظم کیے ہوئے حلیہ شریف اس صنعت کی بہترین مثال ہیں، جو ایک زمانے تک پنجابی معاشرت میں مقبول رہے ہیں۔

معراج نامہ: یہ ایسی نظم ہے، جس میں شاعر نبی کریمؐ کے سفر معراج کی روئیداد نظم کرتا ہے۔ پنجابی شاعری میں قادریار کا لکھا ہوا معراج نامہ بہت مقبول رہا ہے۔ یہ بڑی تقطیع کے تقریباً چوالیس صفحات کو محیط ہے۔ شاعر نے سفر معراج کے مختلف مراحل کو عنوانات کے تحت نظم کیا ہے۔ معراج نامہ کی ابتدا حمد وثنائے رب جلیل سے کچھ یوں ہوتی ہے

اللہ خالق، رازق، مالک قدرت سندا والی
آدم، جن، ملائک، ہر شے در تے نت سوالی
رحمت دا دریا الٰہی بے پرواہ کہاوے
ظاہر باطن قدرت اس دی کجھ حساب نہ آوے
میں کجھ خبراں علموں پائیاں قدرت نال سنائیں
جاں جاں الف اکلا آیا نہ سی شام صباحیں

ان اشعار کے بعد وہ اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے یوں نغمہ سنج ہیں۔

ایڈا فضل نبی تے کیتا آپ اللہ حق تعالیٰ
وچ قرآن لکھی خوشخبری ذکر معراجے والا
پاک محمدؐ بندے اتے فضل خداوند چاہیا
مسجد اقصیٰ، کعبے تائیں راتیں سیر کرایا

معراج کب ہوا؟ قادریار لکھتے ہیں۔

سال بونجھ عمر نبی دی آہی اوس دیہاڑے
ہویا جدوں معراج نبی نوں ڈٹھے عرش ستارے
اوہ رجب دا آیا مہینہ ہویا جدوں فضل سی
اک بزرگ روایت کیتی ماہ ربیع الاوّل سی

آگے چل کر سفرِ معراج کے آغاز کو انھوں نے یوں نظم کیا ہے

جس دم حرم بیت اللہ اتے کیتا کرم ستاری
بھیجیا تخت براق وڈی دے کیتی نبی اسواری
میکائیل لگاموں پھڑیا، جبرائیل رکابوں
کہیں محمدؐ کر اسواری ہویا حکم جنابوں
بھیجیا ایہہ براق الٰہی حضرت تیں لے آیا
جیوں اڈ چڑھے اسمانے پانجھوں پچھ پچھاڑا
چل محمدؐ درگاہ باری پاواں ہون اتے اوتھے
کل مقرب رب دے ویکھن تیرا راہ کھلوتے

اس کے بعد بیت المقدس اور وہاں سے آگے مختلف آسمانوں پر نبی کریمؐ کی سواری (براق) کے صعود و ورود اور آپؐ نے وہاں کیا کیا مشاہدہ فرمایا، سب کچھ بالتفصیل بیان کیا ہے اور اس سفر کے اختتامی مراحل بیان کرنے کے بعد معراج نامے کے آخر میں قادریار یوں عرض پرداز ہیں۔

کر کے ختم معراج نبی نوں بعد درود پڑھایا
جنکو حرف اساں نوں بخشے ہووس فضل ربایا
باراں سو ستانی سالاں پاک نبی دے پچھوں
ایہہ مذکور بنایا پڑھ دیکھ معارج وچوں
قادر عاجز عاصی بندہ صفت بناون والا
برکت کلمے پاک نبی دی اجر دیوے حق تعالیٰ

نبی کریمؐ کا سفرِ معراج پنجابی لوک گیتوں کا موضوع بھی رہا ہے۔ ایک لوک گیت، جس میں حج کو جانے کے لیے میلے کا استعارہ استعمال کیا گیا ہے، بڑے سماں کی چیز ہے۔ دعوت تو میلے (حج) کی ہے، لیکن میلے کا لفظ اپنے لغوی معنی (میل ملاقات) میں بھی واضح طور پر مفہوم ہوتا ہے۔ گیت کچھ اس طرح ہے

جنہاں اوڑک جانا مر دے چل میلے نوں چلیے

پہلا میلا آدم کیتا ملکاں دیکھ کے سجدہ کیتا
اک دیکھ کے گیا ای سڑ دے چل میلے نوں چلیے

اس بند کے بعد دو بند بالترتیب حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت یوسف علیہما السلام کے بارے میں ہیں۔ چوتھا بند نبی کریمؐ کے سفرِ معراج کی بابت ہے

چوتھا میلا راتیں ہویا آن بوہے جبریل کھلویا
سوہنا گیا براق آتے چڑھ دے چل میلے نوں چلیے

نور نامہ: نبی کریمؐ کی پیدائش مبارک کے متعلق کہی ہوئی نظمیں "نور نامہ" کہلاتی ہیں۔ علامہ رحیم بخش، حافظ مراد اور دوست علی کے "نور نامے" مثال کے طور پر پیش کیے جا سکتے ہیں، جو آج بھی دیہاتی معاشرت میں بڑے شوق سے پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق (جس کا ثقہ ہونا محل نظر ہے) سب سے پہلا نور نامہ امام غزالی نے عربی میں رقم کیا تھا، جسے نصیب الدین غازی نے فارسی کے قالب میں ڈھالا اور اس کے بعد شیخ نور الدین علمدار (۷۷۳ تا ۱۴۳۰ء) نے پنجابی میں ترجمہ کیا۔ یہ نور نامہ رب جلیل کی حمد و ثناء سے شروع ہو کر دعا یا اشعار پر ختم ہوتا ہے، جن کے مابین کہے گئے اشعار کا مضمون خبیثہ اور سکہ بند" اپنی تعلیمات اور دینی قواعد سے متعارض اور متحارب ہے۔ مثلاً شاعر نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کی محبت میں علم، عمل، حلم، عشق، عقل، نعمت، نور، صبر، شکر اور رحم کے دس دریا پیدا فرمائے اور پھر نبی کریمؐ کا نور سبز طوطے کی شکل میں ظاہر ہوا، جس نے دریائے رحمت میں ایک سو غوطے لگائے اور ہر ہر غوطے کی ساعت میں ہزاروں برس بیت جاتے۔ جب غوطوں کی تعداد پوری ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے نور کو دریائے رحمت سے باہر آنے کو کہا۔ چنانچہ نبی کریمؐ کے مختلف نوری اعضاء سے گرنے والے قطرات سے دیگر انبیاء و رسل علیہم السلام، ملائکہ، عرش، کرسی، لوح محفوظ، قلم، بہشت، دوزخ، ساتوں آسمان، ساتوں زمینیں، سورج، چاند، ستارے، ہوا، طوفان، ہوا، گرج، برق، حوریں، سدرۃ المنتہیٰ، درخت، شراب طہور، دودھ، حوض کوثر، پل صراط، ابر و باراں، سونا، چاندی، تھیلے، اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح ہونے والا دنبہ، حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، گھوڑے، پرندے غرض یہ کہ دیگر موجودات عالم پیدا ہوئے۔ اس کے بعد شاعر ان مختلف وعدوں کا ذکر کرتا ہے، جو حضرت باری نے جناب نبی کریمؐ سے فرمائے۔

نبی کریمؐ کی پیدائش کے بارے میں جو کچھ اور جیسا کچھ نور نامے میں نظم کیا گیا ہے، ایک سرسری سی نظر ہی اس گھڑت کو دیومالائی ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے، جیسے شاعر یونانی اور ہندو دیومالا سے متاثر ہو کے نبی کریمؐ کے بارے میں یہ سب کچھ نظم کرتا گیا ہے اور یوں اس نے ایک حقیقی وجود مقدس کو دیومالائی کردار بنا دیا ہے۔ نور نامے، جو ہر رنگ میں دستیاب ہیں، اسی مضمون کے حامل ہیں، جن کے مضامین کا صحت حقائق سے کوئی علاقہ نہیں۔

گلزار: ایسی نظم کو "گلزار" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، جس میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام کے حالات بیان کیے جائیں۔ یوں یہ صنف نبی کریمؐ کے ساتھ مخصوص تو نہیں تاہم بہت سے شعراء نے آپؐ کی حیات طیبہ کے مختلف حالات و واقعات کے بیان میں "گلزار" نظم کیے ہیں۔ اس ضمن میں مولوی محمد مسلم اور محمد دین فاضل شاہ پوری کے نام مثال کے طور پر پیش کیے جا سکتے ہیں۔

سلام: "سلام" ایک منفرد نظم ہے، جس میں نبی کریمؐ پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ اب یہ صنف بیشتر حضرت حسین بن علیؓ کو سلام عقیدت پیش کرنے کے لیے مخصوص ہو کر رہ گئی ہے۔ تاہم اب بھی کچھ شعراء نبی کریمؐ کے حضور سلام لکھتے رہتے ہیں۔ سید تنویر بخاری کے کہے ہوئے ایک سلام کا مطلع کچھ یوں ہے

محبت، ادب، شوق، الفت، عقیدت تھیں سر نوں جھکا کے، سلام آکھنا واں
تصور دی ڈب کے، تیرے پیار دی دل تے رنگن چڑھا کے، سلام آکھنا واں

چونکہ نعت کے لیے کوئی خاص صنف سخن مقرر نہیں ہے، لہٰذا پنجابی شعراء نے مثنوی، نظم مقفیٰ، نظم معریٰ،

غزل، مثلث، مخمس، مسدس، کافی، دوہڑہ، بولی، سہ حرفی، اکمر قصیدہ، وغیرہ تمام اصناف سخن میں نعتیہ مضامین نظم کیے ہیں، جنہیں فرداً فرداً مندرجہ ذیل سطور میں پیش کیا جا رہا ہے

مثنوی مثنوی کا لفظ مثنیٰ سے مشتق ہے۔ اس کے معنے ہیں دو یا دوہرا۔ شاعری کی اس صنف میں ہر شعر اپنی جگہ پہ مطلع ہوتا ہے۔ نمونے کے طور پر وارث شاہ کے دو اشعار پہلے پیش کیے جا چکے ہیں۔ میاں محمد بخش (متوفی ۱۹۰۷ء) نے اپنی مثنوی ''سفر عشق'' (المعروف بہ سیف الملوک) کے آغاز میں دعا اور حمد باری تعالیٰ کے بعد حضرت ختم المرسلینؐ کے حضور نعت رقم کی ہے۔ جس کے چند اشعار حسب ذیل ہیں:

واہ کریمؐ امت دا والی مہر شفاعت کردا
جبرائیل جیہے جس چاکر نبیاں دا سر کردا
اوہ محبوب حبیبؐ ربانا حامی روز حشر دا
آپ یتیم یتیماں تائیں ہتھ سرے تے دھردا
جے لکھ واری عطر گلاباں دھوئیے نت زباناں
نام اوہناں دے لائق ناہیں کیہ قلمے دا کاناں
دنیا تے جد ظاہر ہویا کھڑیا دین دماماں
کوہ قافاں نے سیس نوایا کوٹ کفار تماماں
تخت چبارے شاہی کنبے ڈھٹھے کنگر منارے
چھپے دیوے قرآن اوہدے نیں اگلے دفتر سارے

میاں محمد بوٹا گجراتی (متوفی ۱۹۳۰ء) نے اپنی مثنوی ''مرزا صاحباں'' کے آغاز میں حمد باری تعالیٰ کے بعد رسول مقبولؐ کے حضور یوں نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے

آکھاں صفت سدا سلطان امت، جیہدے شان قرآن گواہ ہویا
سچا یار حبیب نصیب والا مشتاق جس دا پاک الہ ہویا
سرتاج لــولاک لــمــا والا ساری خلق شملا دشاہ ہویا
شرق، غرب، جنوب، شمال تکر روشن دین جیہدا اجل ماہ ہویا
رہی آکھ تعریف مخلوق ساری، اوڑک سبھ دا عجز فناہ ہویا
اندر صفت رسول شرمندگی تھیں میری قلم دا مونہہ سیاہ ہویا
کریں حشر شفاعتاں پاس مولا، اساں عاصیاں دا خیرخواہ ہویا
محمد بوٹیا فکر کی اساں نوں نبی جہاں دا پشت پناہ ہویا

سید جلال عاشق (۱۹۳۵ء کے بعد موضع گھکھوانی، سیالکوٹ میں فوت ہوئے) اپنی مثنوی ''ڈھول دھیس رانی'' کے آغاز میں یوں نعت سرا ہیں۔

سید سوہنا سید اطہر معدن فیض حقانی
کوئی ہویا نہ ہوسی اگوں پاک نبیؐ دا ثانی

آکھدا بجھیا بلی وقت کی صدیاں دا بلدا
کسریٰ دے ڈگ پئے کنگورے گل تمامی بلدا
جنتی ماڑی کھلا آکے عبداللہ دے خانے
لبھدے چڑھدے خوشبو اس دی ٹھنڈی وقت جھانے
آدم، نوح، خلیل الٰہی، عیسیٰ، موسیٰ سارے
پاک نبیؐ دیاں خبراں دتیاں سبھناں نال پیارے
سورج چڑھیا رحمت والا ماند ہوئے سبھ تارے
سبھ منسوخ کتاباں ہوئیاں اتے صحیفے سارے

قصیدہ: قصیدہ، مقصد (ق ص د) سے مشتق عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ارادہ، نیت اور منشاء کے ہیں۔ قصیدہ نظم کی وہ قسم ہے، جس میں شاعر کسی کی مدح یا مذمت رقم کرتا ہے مگر عام اردو اور پنجابی میں یہ لفظ صرف کسی کی تعریف و توصیف اور مدح و ستائش کے لیے ہی بولا جاتا ہے۔ اصطلاحاً بادشاہوں، جنگجو اور دلیر لوگوں یا معززین کی مدح پر مشتمل کلام موزوں کو قصیدہ کہا جاتا ہے۔ پنجابی شاعری میں قصیدہ گوئی متقدمین و متاخرین کے علی الرغم رسول اللہؐ کی مدح و توصیف کے لیے ہی خاص رہی ہے۔ کیونکہ پنجابی میں شاعری کرنے والا کوئی شاعر کسی سرکار دربار سے کبھی منسلک نہیں رہا۔ پنجابیوں نے اپنے جنگجو سورماؤں کے گیت ضرور گائے ہیں لیکن ان کے لیے "واریں" نظم کی ہیں، قصیدے نہیں کہے۔

عربی نعت نگاری کا محرکِ اول یہی قصیدہ ہے۔ امام الانبیاءؐ کے معجزات، غزوات، آپؐ کا اسوۂ، سیرت و کردار، خُلقِ عظیم، حلم و بردباری، عفو و درگزر اور ایسے دیگر محامد و محاسن ہمیشہ سے قصائد کا موضوع رہے ہیں (اور تا قیامت رہیں گے)۔ جب سے نعتیہ شاعری عربی سے فارسی، فارسی سے اردو اور پنجابی میں لکھی جانے لگی ہے، وقت کے ساتھ ساتھ نعتوں اور نعتیہ قصائد میں نظم کیے جانے والے موضوعات کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا ہے۔ یوں نبی کریمؐ کی مدحت ذاتی و آفاقی دکھوں کے اظہار کا رنگ اپنے اثرات مرتب کر رہی ہے۔

نعتیہ قصائد چار اجزاء پر مشتمل ہوتے ہیں، یعنی (۱) مطلع اور تشبیب (۲) گریز (۳) مدح اور (۴) مقطع و دعا۔ قصیدے کا آغاز جن تمہیدی اشعار سے ہوتا ہے، تشبیب کہلاتے ہیں (غزل یہیں سے پھوٹی ہے)۔ اس کے بعد شاعر اپنے اصل مقصد کی طرف گریز کرتا ہے اور پھر مدح رقم کرتا ہے اور قصیدے کے آخر میں دعائیہ اشعار کہہ کر قصیدہ بند کر دیتا ہے۔

پنجابی شاعری میں (آج تک کی معلومات کے مطابق) عربی قصائد کے تراجم کو چھوڑ کر صرف تین نعتیہ قصائد منصۂ شہود پر آئے ہیں، جو یہ ہیں

۱ حضوروں دے حضور (سید فقیر محمد تنویر بخاری) سن اشاعت ۱۹۸۶ء
۲ طلع البدر علینا (سید منصور احمد خالد) سن اشاعت ۲۰۰۶ء
۳۔ نوری رشماں (محمد اقبال نجمی) سن اشاعت ۱۴۲۹ھ (۲۰۰۶ء)

موخر الذکر قصیدہ (نوری رشماں) میں شاعر نے اٹھتیس عنوانات قائم کیے ہیں اور حسب عنوان نعتیہ اشعار

کہے ہیں۔ قصیدے کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

پہلاں سر توں نال ادب دے رب دی حمد چتاراں
فر میں نعت نبیؐ دی لکھاں اپنا آپ نکھاراں

محولہ بالا قصیدے میں مختلف عنوانات کے ماتحت موزوں کیے ہوئے اشعار کے دو نمونے حسب ذیل ہیں۔

(۱)

نوری حرف حکایت لکھنا میرے وس دی کتھے
من وچ پیار دا دیپ جگا کے نعت لکھاں سرکاراں
شان معراج عطا اج کیتی حیرت وچ خدائی
آپؐ نوں محرم راز بنا کے کیتیاں رب گفتاراں
آپؐ مبلغ، مومن کامل، ناطق، صادق، سیّد
آپؐ مکرم، آپؐ مبشر، صاحب وچ سرداراں

(۲)

جان توں ودھ کے پیارا پیارا آپؐ دا ناں سرکاراں
تاج شفاعت سوہنا سوہنا آپؐ دا ناں سرکاراں
آپؐ آئے تے پائی رحمت وسیاں دل دیاں باراں
آپؐ نے آ کے وڈی وحدت وسیاں دل دیاں باراں
میں کوجھی ساں روپ چڑھایا مدنی سجن سرکاراں
وحدت والا جام پلایا مدنی سجن سرکاراں

''نوری شان'' میں قصیدہ نگار نے شروع سے آخر تک نبی رحمتؐ کے لیے احترام اور حفظ مراتب کا پورا پورا خیال رکھا ہے اور آپؐ کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے۔

غزل: غزل عربی زبان کا لفظ ہے۔ ایک صنف سخن کے طور پر اس کا جنم فارسی زبان میں ہوا۔ اس کے بعد یہ اردو میں آئی اور پھر پنجابی میں۔ ایک طویل عرصے تک غزل اپنی لغوی معنویت (عورتوں سے باتیں کرنا، محبت کی باتیں کرنا، عورتوں کے حسن و جمال کا بیان) کے عین مطابق حسن و عشق کی معاملات، محبوب کے ناز و ادا اور ہجر و فراق جیسے مضامین کی ہی خوگر رہی۔ وقت کے ساتھ ساتھ غزل کا موضوعاتی دائرہ وسیع ہوتا گیا اور اس میں ذاتی، اجتماعی، معاشرتی، معاشی، سیاسی الغرض جملہ انسانی مسائل سے متعلق مضامین باندھے جانے لگے۔

متغزلین جب نعت گوئی کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے اس کے لیے بھی غزل کا پیرایہ ہی اختیار کیا۔ اگرچہ غزل کے انداز میں شعراء نے بڑی خوبصورت اور مضبوط نعتیں کہی ہیں، تاہم غزل گوئی کی عادت کے زیر اثر کئی شعراء اسی ڈگر پر چلتے رہے، جو انہوں نے ایک خیالی محبوب کے حوالے سے اپنا رکھی تھی۔ حتیٰ کہ محسن کاکوروی جیسا بڑا شاعر بھی نئی تشبیہات اور استعارات استعمال کر گزرا، جو نعت کے تقدس اور شائستگی کو پامال کر دیتے ہیں۔

اس وڈی شہر دی پوٹلی مرے ہتھ آئی خیرات
میں بچ توں بیٹھے لا لیا، اک جان سہا سوغات
اس پوری ٹیجی لاش دی سحرا وچ کیتا نور
فیر دنیا چیچا ویکھیا جد ربت توں لگا پور
اس دنیا تکی حیرتی، اس دا اوہ دستور
اس وچ ساڈیں چاہیے کیہ شاہ تے کیہ مزدور

(احمد شیخ مرحوم)

اس ضمن میں حنیف چوہدری مرحوم کی ایک نظم بعنوان "رسول کریمؐ دی یاد وچ شاعری" بھی خاصے کی چیز ہے

کیسے ہون گے گلی محلے، کیہڑی طراں دیاں راہواں
اندروں گھر کیسے ہون گے، کیسیاں باہرلیاں تھانواں
رونق اوہناں بزاراں دی تے لوکاں دیاں صداواں
دور دراز دیاں سفراں اندر ٹھہرن لئی سراواں
رات دناں وچ قافلے چلدے، ٹرناں دیاں ہواواں
کویں میں اڈا پینڈا کٹ کے اوس دے وچ جاواں
کویں میں اوہ تصویراں کھچ کے دنیا کول لیاواں
کویں میں اج دے شہراں نوں اوہ حسن دی جھلک دکھاواں
شہر مبارک اوہناں دناں دے سوہنیاں دسیاں چھانواں
جنہاں وچ گزریا شام سویرے احمدؐ دا پرچھانواں

نعتیہ نظم معریٰ کا ایک نمونہ کچھ یوں ہے

پاک پیغمبرؐ

پاک پیغمبرؐ
جدوں سوچاں
تیرے بارے
ہر پاسے میتھوں چانن دے
دسے نور منارا

صدیاں تائیں
تیرے نور رحانی کولوں
میرے نیڑے ڈیگے ڈھے

بوہاں لاٹھ دھو لے بندے
لبھسن سدھیاں راہواں

اج میں ویکھاں
سے کجھ
عاقی بندے
ظلم کماون
گند کھلاون

پاک پیغمبرؐ
مینوں دسیں
دوہاں ہال میں آ ڈالاواں
سیس کٹاواں
یا فیر سیس نواواں
اپنا آپ بچاواں

(امجد علی شاکر)

مثلث: تین تین مصرعوں پر مشتمل کئی یک بندی نظم کو مثلث کہا جاتا ہے۔ مثلث کے پہلے بند کے تینوں مصرعے ہم قافیہ (اور ہم ردیف) ہوتے ہیں، جبکہ دوسرے بندوں کے پہلے دو مصرعے ہم قافیہ (اور ہم ردیف) ہوتے ہیں اور تیسرا مصرع پہلے بند کے مصرعوں کا ہم قافیہ (اور ہم ردیف) ہوتا ہے۔

کچھ شعرا تیسرے مصرع کو ہر بند میں دہراتے ہیں۔ یعنی پہلے بند کے تینوں مصرعے ہم قافیہ (اور ہم ردیف) پھر دو دو مصرعے ہم قافیہ (اور ہم ردیف) اور پھر پہلے بند کا تیسرا مصرع۔ بعض شاعر نظم کے آغاز میں دو ہم قافیہ (اور ہم ردیف) مصرعے، ہر بند کے پہلے دو مصرعے ہم قافیہ (اور ہم ردیف) اور پھر تیسرے مصرع کے طور پر ابتدائی دو مصرعوں میں کا پہلا مصرع دہراتے ہیں۔ موخر الذکر صنعت کی بہترین مثال معروف نعت گو شاعر محمد علی ظہوری کی کہی ہوئی یہ نعتیہ مثلث ہے۔ جس کے دو بند یہاں نمونے کے طور پر رقم کیے جا رہے ہیں

ساڈے دل سوہنیا نگاہواں کدوں ہونیاں
دسو حضور ایہہ دعاواں کدوں ہونیاں

اک اک ذرے وچ رکھیاں شفاواں نیں
بوسے تیرے قدماں نوں دتے جنہاں راہواں نیں
ساڈیاں نصیباں وچ اوہ راہواں کدوں ہونیاں
ساڈے دل سوہنیا نگاہواں کدوں ہونیاں

اکھیاں جدائیاں دیاں دکھیاں دل ساڑیا
ایہی گل دس دے خدائی دل لاڑیا
دکھیاں کدوں مکدیاں، چھانواں کدوں ہوئیاں
ساڈے دل سوہنیا نگاہواں کدوں ہوئیاں

مربع: نظم کی اس صنف میں ہر بند کے چار مصرعے ہوتے ہیں، جو باہم ہم قافیہ (اور ہم ردیف) ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ہر بند کے پہلے تین مصرعے نئے اور چوتھا مصرع پہلے بند کے قافیہ (اور ردیف) کے مطابق ہوتا ہے، تاہم یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ بعض شعراء ہر بند کے پہلے تین مصرعے ایک قافیہ (اور ردیف) کے مطابق نظم کرتے ہیں اور چوتھا مصرع نئے قافیہ (اور ردیف) کے ساتھ، جس میں بحر کا التزام بہرحال ہوتا ہے۔ پیر مہر علی شاہ (متوفی ۱۹۳۷ء) کی معروف نعت اسی موخر الذکر صنعت میں ہے۔ مثال کے طور پر اس کے دو بند یہاں نقل کیے جا رہے ہیں

اج سک متراں دی ودھیری اے
کیوں دلڑی اداس گھنیری اے
لوں لوں وچ شوق چنگیری اے
اج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں

وہ ابرو قوس مثال دسن
جیں توں نوک مژہ دے تیر چھٹن
لباں سرخ آکھاں کہ لعل یمن
چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں

مخمس: جس نظم کے ہر بند میں پانچ مصرعے ہوں، مخمس کہلاتی ہے۔ مخمس کے ہر بند کے پانچوں مصرعے ہم قافیہ (اور ہم ردیف) ہوتے ہیں، لیکن جو شاعر یہ پابندی نہیں کرتے وہ ہر بند کے پہلے چار مصرعے ہم قافیہ (اور ہم ردیف) رکھتے ہیں اور پانچواں مصرع مختلف قافیہ (اور ردیف) کے ساتھ لاتے ہیں، عام طور پر جب "جوڑ بند" نظم کیا جائے تو یہی ہیئت اختیار کیا جاتا ہے۔ پیر فضل حسین فضل گجراتی نے سائیں احمد علی کے ابیات پر "جوڑ بند" لگایا ہے، جن میں سے ایک بند مثال کے طور پر یہاں دیا جا رہا ہے۔ یہ بند نبی کریمؐ کے سفر معراج کے حوالے سے ہے:

ہے معراج بالجسد جناب والا
ایہہ معراج، معراج نہیں خواب والا
فضل دسدا ئے پاک کتاب والا
ہویا پردہ نورانی حجاب والا
شاہ دین دا سائیاں دیدار کر کے

اس صنف کی ایک اور عمدہ مثال ثاقب علوی کی کہی ہوئی نظم "محمد دی بعثت" کے یہ دو بند ہیں

بُرے تے نیں دن تتاں سوہنیاں آئیاں
وگیاں تیک ہوائیں
وگیاں تیک ہوائیں، وے ہانیا تیریاں دور بلائیں

دیکھو نی ڈاچی گوڈا کھے لایا
ایہہ ایہوب تائیں رب وڈیایا
جیہے نہ کدھرے لق چال چلایا
اس بیاں انجیاں جائیں
اس بیاں انجیاں جائیں، وے ہانیا تیریاں دور بلائیں

سی حرفی: پنجابی شاعری میں، چار مصرعوں پر مشتمل، "سی حرفی" ایک منفرد صنفِ سخن ہے۔ پنجابی شعراء میں حروف ابجد کی بنیاد پر شعر کہنے کا رواج بہت پرانا ہے۔ فارسی زبان میں حروف ابجد کی تعداد تیس ہے اور ایک مدت مدید تک برصغیر کے مسلمان اس سے بہت مانوس رہے ہیں، اس لیے پنجابی شاعری میں اس صنف کا نام "سی حرفی" پڑ گیا۔ اس صنف میں عام طور پر طویل بحر استعمال ہوتی ہے۔ حروف ابجد اپنے پورے صوتی وزن کے ساتھ بند میں شامل ہوتا ہے، ہر بند کے چاروں مصرعے ہم قافیہ (اور ہم ردیف) ہوتے ہیں۔ پنجابی شاعری میں سی حرفی کی روایت کا آغاز شاہ حسین (متوفی ۱۵۹۳ء) سے ہوا اور سلطان باہو (متوفی ۱۶۹۱ء) اس کوشش کی بلندیوں پر لے گئے۔ اس صنف میں عام طور پر صوفیانہ اور وعظ و نصیحت کے مضامین نظم کیے جاتے رہے ہیں۔ قادر یار (متوفی ۱۸۹۲ء) نے سی حرفی میں رومانی مضامین ہو بہو مٹے کی طرح "راجا" اور "پورن بھگت" کا قصہ اسی مقبول عام صنف میں نظم کیا۔ نعتیہ سی حرفی کا آغاز سلطان باہو سے ہوا ہے، جس کا ایک نمونہ حسبِ ذیل ہے۔

ب بسم اللہ اسم اللہ دا ایہہ بھی گہنا بھارا ہو   نال شفاعت سرورِ عالمؐ چھٹسی عالم سارا ہو
حدوں وَدھ درود نبی نوں جس دا ایڈ پسارا ہو   میں قربان تنہاں توں باہو جنہاں ملیا نبی سہارا ہو

کافی: کافی اصل میں عربی قوافی کا بگڑا ہوا روپ ہے۔ عربی زبان میں کفایت کرنے والی منظوم بندش کو کافی کہا جاتا ہے، لیکن عربی شاعری میں کافی کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ پنجابی شاعری میں کافی ایک بے مثل اور مقبول صنفِ سخن ہے۔ اس میں دو دو، تین تین یا چار چار مصرعوں کے بند ہوتے ہیں اور آخری مصرع بار بار ہر بند کے بعد دہرایا جاتا ہے۔ کبھی ایک مطلع، ایک مصرع یا پورا ایک شعر اپنی جگہ کافی ہوتا ہے۔ پنجابی زبان کے سرائیکی لہجے میں خواجہ غلام فرید (متوفی ۱۹۰۱ء) کافی اور خاص طور پر نعتیہ کافی کے ایک بڑے شاعر ہوئے ہیں، جن کے کلام میں سے ایک کافی بطور مثال یہاں نقل کی جا رہی ہے:

تھیواں صدقے صدقے گلّا شہر مدینہ   سکھ دی سیج تھیا نم ڈکھڑا دریہنہ
ماں مدہ وڈی لوری نہ ڈکھ تھیوا سینہ   تجھ سونے دا انجریا پنجرا تیک مہینہ
حرم معلّی روشن ہے نوری آئینہ   عرب دی ساری دھرتی سوہنی صاف نگینہ
ملّی تھیوا رسمی صدق شہدی ہیبد   تھیا شیطان پلید مر گیا نفس کمینہ
فریدؔ شکھوے ملوں شب آرینہ

خواجہ فرید مزید کہتے ہیں

بن ڈوری سک دیدار دی اے جتاں آئی نگری طلدار دی اے
روضہ مقدس ملک عرب دی بر بر واری فرح طرب دی

فرد: شاعری میں "فرد" ایک شعر کو کہتے ہیں مطلع کے علاوہ وزن کا ہر شعر اپنی جگہ ایک فرد ہوتا ہے۔ اردو اور پنجابی شعراء کے مجموعہ ہائے کلام کے آخری صفحات یا کہیں کہیں غزلوں یا نظموں کے بعد خالی جگہ پر فردیات عام پڑھنے کو مل جاتے ہیں۔ بگل سرمست (متوفی ۱۸۲۶ء) نے نعتیہ فردیات بھی کہے ہیں۔ جس میں سے ایک نمونہ یہ ہے

بگل کوں غم کوئی ناہیں کملایا ـــــــ حاج محمدؐ

وارث شاہ کے بعد لیکن پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے، پنجابی شاعری نے ارتقاء کے کتنے ہی مراحل طے کیے، تاہم نعت نگاری کے فن میں کوئی خاص تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ شعراء کرام مجموعی طور پر اسلاف میں وہی نعتیہ مضامین دہراتے رہے۔ جو ایک طویل مدت سے مروج تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں آزادی کی تحریک نے جہاں لوگوں کے عمومی مزاج کو بدلنے میں اہم کردار ادا کیا، شعراء کی سوچ کے زاویے بھی بدل کے رکھ دیے۔ ان کی شاعری کا آہنگ یکسر تبدیل ہو گیا۔ اشعار میں مقامی معاشرتی مفادات اور وطنیت کے حوالے مضبوط ہوتے گئے اور ساتھ ہی ساتھ شاعری میں مذہبی رنگ بھی در آیا۔

پاکستان بننے کے بعد ترقی پسند شعراء کی تنظیمیں وجود میں آنے کے بعد شاعری کا دھارا یکسر تبدیل ہو گیا۔ یوں نعتیہ شاعری بھی بتدریج اپنی پرانی ڈگر سے ہٹتی گئی۔ نعتوں میں روایتی مضامین کی بجائے اب ذاتی اور سماجی مسائل، بے عملی و جبر کے خلاف مضامین نظم کیے جانے لگے۔ یہی ترجیح کی انقلاب[۲۲] یں محبت اور سیرت کے حوالے سے نعتیں کہی جانے لگیں۔ لیکن نعت نگاری کی طرف شعراء کا عمومی رجحان بڑی حد تک کم رہا۔ شعراء کے مجموعہ ہائے کلام میں اگرچہ حمدیں اور نعتیں شامل رہیں (اور آج بھی چھاپی جاری ہیں) لیکن ایسا صرف تبرکاً کیا جاتا رہا۔ حمد اور نعت کی بجائے نظموں اور غزلوں کی طرف توجہ بہت زیادہ رہی۔

امیر خسرو کے مطابق پنجابی شاعری میں غزل کا آغاز مسعود سعد سلمان لاہوری (متوفی ۱۰۴۶ء یا ۱۰۳۱ء سن وفات میں اختلاف ہے) سے ہوا، جو برصغیر پر محمود غزنوی کی تاخت کے ہنگام لاہور میں رہتے تھے۔ یہ گیارھویں صدی عیسوی کا زمانہ تھا۔ وہ عربی، فارسی اور پنجابی کے صاحب دیوان شاعر تھے۔ ان کا فارسی دیوان تو طہران (ایران) میں محفوظ ہے، البتہ عربی اور پنجابی دیوان مرورِ زمانہ کے ہاتھوں ناپید ہو چکے ہیں۔ ان کا پنجابی کلام دستیاب نہ ہونے کے باعث ہی بابا فریدالدین مسعود کو پنجابی کا پہلا شاعر تسلیم کیا گیا ہے۔

مسعود سعد سلمان کے کوئی ساڑھے سو سال بعد پنجابی شاعری کو دوسرا غزل گو شاعر شاہ مراد (متوفی ۱۷۰۲ء) کی شکل میں نصیب ہوا۔ انہوں نے محض چند ہی غزلیں کہیں۔ مزید ایک سوا صدی کے بعد میاں محمد بخش نے پنجابی میں غزل کہی اور پھر استاد غلام حسین حال بیاد پوری (متوفی ۱۹۱۶ء) ایک غزل گو شاعر کے طور پر سامنے آئے تاہم مولا بخش کشتہ (متوفی ۱۹۵۵ء) کو پنجابی کا پہلا صاحب دیوان شاعر ہونے کا شرف حاصل ہے۔

پہلی عالمی جنگ (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۱۸ء) کے بعد برصغیر پاک و ہند میں سیاسی بیداری کی لہریں اٹھنے لگیں، جس کے نتیجے میں مسلم اور غیر مسلم آبادی کے مابین مذہبی مناقشات نے جنم لیا۔ یہ مناقشات روز افزوں بڑھتے گئے اور دن

بھی غزلیہ بحر یے ہی میں باندھے جاتے رہے ۔ انہی غزل گو شعراء میں سے چند ایک جیسے پیر فضل حسین فضل گجراتی، پیر ظہور شاہ، محمد اعظم چشتی، محمد علی ظہوری، صائم چشتی، عبدالحفیظ تائب، عبدالکریم ثمر اور بشیر حسین ناظم، محمد اقبال نجمی، یم سے آزر دکھو کھر، رازق قصوری، مسلم اویسی اور ثاقب علوی نعت گوئی کے حوالے سے اپنی پہچان بنانے میں کامیاب ہوئے ۔ دائم اقبال دائم قادری بنیادی طور پر مثنوی کے شاعر تھے اور ان کا نعتیہ مجموعہ (سنہا پوش) بھی اسی صنف میں ہے۔

اعظم چشتی اردو اور پنجابی، دونوں زبانوں میں صاحب کتاب نعت گو ہیں ۔ ان کی نعت کے دو شعر حسب ذیل ہیں:

اے موت ٹھہر جا میں مدینے تے جا لواں
ستا ہویا نصیب تے اپنا جگا لواں
محبوب دا اوہ گنبد خضراء تے ویکھ لاں
سرکار دی گلی دے نظارے تے پا لواں

آج کی نعت اپنے مرکزی موضوع یعنی مدحت رسول اللہ ؐ سے پھیل کر کائنات بھر کے جملہ مسائل کو محیط نظر آتی ہے ۔ جوں جوں زمانہ ارتقاء کی منازل طے کر رہا ہے اور نئے نئے سائنسی انکشافات اور اکتشافات ہو رہے ہیں، توں توں رسول کریم ؐ کی سیرت طیبہ اور آپ ؐ کی تعلیمات کے اثرات انسانی تہذیب و معاشرت اور تاریخ و سیاست کے افق پر پوری آب و تاب کے ساتھ دیکھے گئے ہیں ۔ عصر حاضر میں انسانی مساوات، مواخات اور ان کے آفاقی تصورات کے جو چرچے ہو رہے ہیں، اس کے پس منظر میں آپ ؐ ہی کی فضیلت مآب شخصیت، اسوۂ حسنہ اور درخشاں تعلیمات کارفرما ہیں ۔ آپ ؐ کے آفاقی پیغام نے انسانی زندگی کی ثقافت و مدنیت، معاشرت و سیاست، تاریخ و تہذیب وغیرہ پر جو دور رس اور صحت مند اثرات مرتب کیے ہیں، وہ سب ہمارے اس زمانے میں نعت کا موضوع بن رہے ہیں۔

زمانے کے تاریخ ساز اور مقامات بدلنے کے ساتھ ساتھ نبی کریم ؐ کی سیرت مطہرہ کے نئے نئے پہلو اور نکات اجاگر ہوئے تو آپ ؐ کے حوالے سے نعتیہ شاعری میں تہذیبی، تمدنی، مذہبی، معاشرتی، معاشی، سیاسی اور تاریخی احساس ذوقی و ذہنی لاشعوری سطح پر پروان چڑھنے لگا ۔ اب شعراء اپنے ذاتی اور اجتماعی معاشرتی مسائل جیسے موضوعات بھی نعت میں بیان کرنے لگے ہیں ۔ نعتیہ موضوعات اور مضامین میں تنوع اور رنگا رنگی روز افزوں ہے ۔ ایک زمانے تک نعت نبی کریم ؐ کی ذات مبارک، حیات، غزوات، معجزات، تعلیمات، عادات و معمولات کے ذکر تک ہی محدود تھی ۔ اب نئی حوالوں سے شاعر اپنے شخصی مسائل اور قومی مشکلات، مصائب اور آلام کے ساتھ ساتھ آفاقی تصورات و نظریات اور ان کے مختلف پہلو بڑے سلیقے اور قرینے سے نظم کر رہے ہیں۔

بیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر سے پنجابی شاعری میں نئے نئے تجربات کا رجحان روز افزوں ہے ۔ شعراء ایک طویل مدت سے "سی حرفی" کی صنف میں شاعری کرتے آئے ہیں ۔ اب اسی صنف میں (راقم حروف کی ذاتی معلومات کی حد تک) پیر تجاج یحییٰ نے "اکھر ٹھوا سے" کہنے کی طرح ڈالی ہے ۔ جیسا کہ اس صنف کے نام ہی سے ظاہر ہے، حروف ابجد کی بنیاد پر کہے گئے مطلع کو "اکھر ٹھوا" کہتے ہیں ۔ جس کا ایک نمونہ یہ ہے

ب بندہ تے پاک پیغمبر نبیاں دا سردار
جنھے کفر تے شرک دی کالی رات چوں کڈھیا پار

پنجاب کی لوک شاعری میں ماہیا، بولی اور ٹپا بڑی قدیم اور مقبول اصناف سخن ہیں۔ جو اپنے اندر روزمرہ نوعیت کے کئی پہلو رکھتی ہیں اور عام طور پر ان اصناف میں ہجر و فراق اور محبوب کے حسن و جمال کی تعریف جیسے مضمون نظم ہوتے رہے ہیں۔ ان کا میٹر یا سانچہ پنجاب کی معاشرت میں کسی سے بھی ڈھکا چھپا نہیں، جس کی وجہ سے لوگ حسب خواہش اور حسب ضرورت تبدیلیاں کر کے شادی بیاہ، محفلوں اور دوستوں کی منڈلیوں میں عموماً گاتے رہتے ہیں۔

موجودہ دور کے کچھ شعراء نے ان اصناف میں باقاعدہ شاعری شروع کر دی ہے، جو ظاہر ہے کہ اپنے آہنگ و صوتی حسن کے باعث بڑی دلکش ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ماہیا، بولی اور ٹپا اب صرف رومانی واردات کے لیے مخصوص نہیں رہ گئے، بلکہ ان میں دیگر معاشرتی احوال بھی سمائے جانے لگے ہیں۔ کچھ شعراء نے نبی کریمؐ کی توصیف و ستائش اور اس سے عقیدت کے لیے ان مقبول اصناف میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ چند مثالیں یہ ہیں:

ماہیا:

(۱) ٹیشن تے گل تجے
عربی دا لاڑا بڑے پچھے روندے منڈے تجے (نصیر بلوچ)

(۲) میرا ڈھیا اے
آپ دے آون تے جد چانن کھلیا اے
مہر اگلیا اے (قمر الزماں)

بولی:

(۱) میرے دل وچ پیار نبی دا
سمندراں دے پانی جتنا

(۲) میرے سال دے مہینے مڑ گئے
میں جناں نوں کیہ آکھا (نصیر بلوچ)

(۳) ایہہ رب دی اے خاص کرنی
دھرتی تے سوہنا گھلیا (قمر الزماں)

(۴) اوہدا ناں میں بلاں دے نال لکھیا
تے بھلاں میرے سوہنا چم لے (رائے محمد خان ناصر)

(۵) سوہنے دا مبارک پایا
مدینے وچ پھل کھڑ پئے (مسعود الحق)

ٹپا:

(۱) رجنا، رجنا، رجنا
دنیا توں دل اکیا، میتوں لے جا مدینے دل بجناں

(۲) ساواں ساواں ساواں!
ساڈے ہی نجات ہنیا سوہنے عربی دا دنیا تے آنا (نصیر بلوچ)

پچھلے کچھ عرصے سے شعراء میں نعت گوئی کا رجحان بڑھ رہا ہے اور نعت خوانی کی محافل کے انعقاد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ زیادہ تر شعراء فلمی گانوں کی طرز پر مختلف اصناف میں نعتیں موزوں کرنے لگے ہیں، جس سے نعت جیسی مقدس صنف شاعری بھی عامیانہ پن کا شکار ہو رہی ہے۔ نعت خواں جس انداز میں گلا پھاڑ کر نعتیں پڑھتے ہیں، اس

سے حرف بے حرمتی کی راہیں کھل رہی ہیں ۔

گیتوں کی طرز پر نعتیں کہنے میں مطلق حرج نہیں ۔ اگر ماہیا، بولی، ٹپے، ڈوہڑے، غزل اور دیگر اصناف سخن میں نعتیہ مضمون باندھے جا سکتے ہیں تو گیتوں میں کیوں نہیں ۔ لیکن سوال نعت کے تقدس کا ہے، نعتوں کی لفظیات کا ہے اور شعر میں نبی کریم ؐ کے تخاطب کا ہے ۔ شعرا اور نعت خواں حضرات کو خصوصیت سے اس بات کا دھیان رکھنا چاہیے کہ پایۂ ثقاہت سے گرا ہوا کوئی لفظ، لقب، تشبیہ، استعارہ یا علامت حضرت ختمی مرتبت علیہ التحیۃ والتسلیم کے لیے استعمال نہ ہونے پائے اور نعت میں انداز تخاطب سوقیانہ نہ ہو کہ گستاخانہ لگے ۔ ایسے تمام تخاطب یا القابات سے دوستی کی بو آتی ہے، جو بے تکلف دوست باہم استعمال کرتے ہیں ۔ یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہیے کہ نعت ایک حقیقی شخصیت کے حضور نذرانۂ عقیدت ہے، کسی خیالی محبوب کی مدح سرائی نہیں ۔

نوٹ: یہ امر راقم الحروف کے علم میں ہے کہ دورِ جدید میں بہت سے شعرائے کرام نے نبی آخر الزماں ؐ کے حضور نعوت کے رنگا رنگ پھول پیش کیے ہیں، جن کی نمائندگی اس مضمون میں نہیں ہو سکی ۔ یقیناً یہ اس تحقیق کی کوتاہی ہے، لیکن یہ صرف کلام کی عدم دستیابی کے سبب ہوا ہے، جس کے لیے میں دلی معذرت پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے معذور سمجھتے ہوئے محسوس نہیں فرمائیں گے ۔

☆☆☆☆

وفا چشتی

سرائیکی نعت گوئی کی تاریخ

جب جب سرائیکی شعر و ادب کا تذکرہ ہوگا تو دیگر اساطیری اصنافِ شعر کی طرح سرائیکی کی مرصع شعر، حمدِ باری تعالیٰ، نعتِ رسولِ مقبول، ذکرِ اہلِ بیتِ رسالت مآب اور اقوال و اعمالِ حسنہ سے شروع ہو کر اپنے اصل موضوع کی طرف آتی ہے۔ اس حوالے سے تحقیق نے یہ بات واضح کی ہے کہ سرائیکی شاعری کے آثار تیسری صدی ہجری سے ملتے ہیں جن میں سرواہی کے اشعار، کوٹ مروٹ کی گیاوتیں، ہارون بن موسیٰ ملتانی کے اشعار شامل ہیں۔ آگے آ کر پانچویں صدی ہجری میں سرائیکی کے سرخیل شاعر اور چشتیہ سلسلہ کے کامل فقیہ حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کا دور بھی آتا ہے جسے کہ محققین حضرات دوبارہ دہراتے ہیں۔ تذکرہ ذکر کرتا چلوں کہ بابا صاحب غریب نواز کے گرنتھ صاحب میں شامل شلوکوں کے حوالے سے ڈاکٹر جیت سنگھ سیتل کی کتاب "کلام ملتانی" کے مقدمے میں نامور محقق، ادیب، لکھاری پروفیسر گوربچن سنگھ طالب اپنی تحقیق کے پیشِ نظر لکھتے ہیں کہ حضرت بابا صاحب کا "کلام ملتانی زبان و ادب کا پہلا مصدقہ و مستند نمونہ ہے"۔ بابا صاحب غریب نواز فرماتے ہیں

فریدا! گلیں چکڑ، دور گھر، نال پیارے نینہ
چلاں تے بھجے کمبلی، رہاں تاں ٹٹے نینہ

ترجمہ و تشریح: اے فریدالدین! اللہ اور رسول تک پہنچنے کے لیے اگرچہ طلب اور تلاش کے گلی کوچوں میں دنیاداری کا کیچڑ اور ہوائے نفس اور شیطان کے وساوس کی تیز بارش بھی ہے مگر میں کیا کروں کہ میں نے روزِ ازل رب و رسولؐ اپنے رب سے عہد کیا تھا کہ چاہے میرا لباس سوت بھیگ بھیگ کر ناکارہ ہو جائے تب بھی میں اپنے پروردگار سے کیے ہوئے عہد "مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست" کے بموجب آپ کی بارگاہ بیکس پناہ تک پہنچنے کے لیے اپنے جیتے جی سر دھڑ کی بازی لگائے رکھوں گا۔ اس کے لیے چاہے مجھے جو بھی قربانی دینی پڑے پرواہ نہیں لیکن اپنی پریت اپنا "نینہ" نہیں ٹوٹنے دوں گا۔

فریدا من میدان کر، ٹوئے ٹبے لاہ
اگے مول نہ آوسی، دوزخ سندی بھاہ

ترجمہ: اے فریدالدین! اپنے من کو، نیوں گڑھوں سے پاک کر کے ہموار رکھنا پھر یہ ہوگا کہ وہ (قہرناک) دوزخ کہ جس کا ذکر سنتے ہیں تجھے درپیش نہیں آئے گی۔

نعت مبارک کا سفر تو ازل سے جاری ہے اور ابد الآباد تک بلا تختم جاری رہے گا کہ حکمِ ربانی کے بموجب "اے حبیبؐ ہم نے تمہارا ذکر (تمہاری خاطر) بلند کر دیا ہے" سو اس حکمِ مالک کے تحت پچھلے تمام گزشتہ زمانوں کی طرح پانچویں صدی ہجری سے سترہویں صدی ہجری تک بھی، بلا فصل، جاری رہا لیکن با استدادِ زمانہ کی وجہ سے تاریخ کے

گمنام گوشوں میں موجود ہے لیکن صاحبان تحقیق کا منتظر ہے۔ سترہویں صدی ہجری میں قادریہ سلسلہ کے صوفی شاعر حضرت سچل سرمست (درازا شریف سندھ) نے سرائیکی سندھی میں بے تحاشا کلام کہا۔ سرائیکی سندھی نعت بطور خاص کہی کیونکہ وہ دل سے چاہتے تھے کہ عامۃ المسلمین، جو کہ عموماً شعائر اسلام سے گہری واقفیت نہیں رکھتے، کو نعت حمد اور عشق حقیقی کے اسرار و رموز سے بذریعہ شعر آگاہ کیا جائے تاکہ خالق کائنات کا یہ پیغام کہ "اگر تم اللہ سے محبت کا دعویٰ رکھتے ہو تو میری (رسول مقبولؐ) اتباع کرو خود اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے" (سورۃ آل عمران آیت ۳۱) کیونکہ سچل سرمست دیگر جملہ اولیائے کرام کی طرح جانتے تھے کہ محبت سرکار دو عالمؐ کے بغیر ایمان، اسلام، دین نامکمل و نامکمل ہیں اس لیے انہوں نے اپنے کلام آب دار کو بالخصوص وادی و دیار کے جوانوں کو بالعموم اپنی نعتیہ حمدیہ صوفیانہ شاعری کے ذریعے اتباع و عشق رسولؐ کی تبلیغ حق فرمائی۔ ان کی ایک نعت مبارک کے کچھ اشعار پیش خدمت کر رہا ہوں۔

کل نبیاں دا سردار محمدؐ
بحر عرفان امواج محمدؐ

ترجمہ: جملہ انبیائے کرام اور مرسلین عظام کے سردار اور جملہ علوم حق کے سمندر اور اس کی امواج صرف اور صرف سرکار دو عالمؐ ہیں۔

قاب قوسین او ادنیٰ
شرف شب معراج محمدؐ

ترجمہ: قرآن کریم نے معراج رسول کریمؐ کے لمحہ میں پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہؐ اس رات اپنے رب سے کھنچی ہوئی کمان کی قوسوں سے بھی کم، بہت ہی کم فاصلے پر تھے یہ شرف آپ کو شب معراج عطا ہوا۔

یہی وہ مبارک مقام شان رسالت مآبؐ ہے کہ جسے حضرت سچل سرمست عامۃ الناس کو بتانا چاہتے ہیں کہ تن من دھن سے سرکار دو عالم کی محبت میں فنا ہو جانا ہی ماحصل روح اسلام ہے۔

امت تیڈی کیوں غم کھاوے
جیں دی تیکوں لاج محمدؐ

ترجمہ: اے رسول کریمؐ آپ کی امت کیوں غم کرے کہ جس کی لاج آپ کی ذات پاک کو ہے۔

تشریح: چونکہ قرآن کریم نے سرکار دو عالم کو شفیع محشر، شفیع الامم، شفیع المذنبین، تمام جہانوں کے لیے اللہ کی رحمت کاملہ کہہ کر یاد کیا ہے لہٰذا آپ کی سیرت کریمانہ کے پیش نظر حضرت سچل سرمست نے انہی شافی کافی حوالوں کا عکس حسین ذہن میں رکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ امت رسالت مآب کہ جسے خیر الامم کے خطاب سے مشرف کر کے کلام ربانی نے یاد کیا ہے، اسے بھلا کس بات کا غم ہو سکتا ہے جبکہ اس کی شفاعت کی گرانبار ذمہ داری آپؐ نے لے رکھی ہو

سچل کوں غم کوئی ناہیں
کیتا لا محتاج محمدؐ

ترجمہ: اے صاحب اعزاز "لولاک لما خلقت الافلاک" سچل تیرے وسیلہ پاک سے ہر غم سے بے نیاز ہے کیونکہ آپؐ نے اپنے فضل کمال سے ہر قسم کی محتاجی فکر سے آزاد فرما دیا ہے

حضرت داتا گنج بخش، حضرت شاہ حسین زنجانی جیسے بزرگانِ دین کہ جن کی آمد برصغیر میں محمد بن قاسم سے قبل کی ہے۔ان جملہ حضرات کی مساعی وجمیلہ کی بدولت برصغیر میں دور دور تک نورِ اسلام کی ہویدگی کے ساتھ ساتھ شاعری نے بھی وجود پکڑا کیونکہ ان اولیا اللہ کی پاک جماعت میں سے اکثر چونکہ روحانی قدرت، علمی تبحر کے ساتھ ساتھ شعر گوئی کا ملکہ بھی رکھتے تھے۔اس لیے انہوں نے شاعری کو وسیلہ تبلیغ ورشد وہدایت بنایا۔ قدیم سرائیکی اساطیری ادب چونکہ صوفیا اور بزرگانِ دین کی تبلیغی مساعی کی وجہ سے منصہ شہود پر آیا اس لیے اس میں دیگر قدیم زبانوں کے شعری ماخذوں کی طرح ہر صنفِ شعر کی ابتدا میں حمد، نعت، دینی، منقبتی، ارکانِ اسلام اور اخلاقی مضامین پر مبنی اشعار کی مضمون بندی کے بعد اصل موضوع کی طرف رجوع کیا جاتا تھا اس لیے سرائیکی کی جملہ اصنافِ سخن، حمد، نعت، مولود شریف، مرثیہ، سہ حرفی، کافی، ڈوہڑہ، نور نامہ، جنگ نامہ، مثنوی، منظوم داستانیں، سی حرفی، ڈھولڑے، ماہیا، گاون، لکاوت، جوگی نامہ، خط نامہ، چھ خانہ، ستوارے، بارہ ماہ، لوری، کھڑوٹی، بارہ ماسے اور دیگر اصناف ہمیشہ حمدیہ نعتیہ مضامین سے ہی شروع ہوتے ہیں۔ سرائیکی زبان میں معنوی لحاظ سے نعت گوئی کئی اقسام پر مشتمل ہے۔ مثلاً۔

۱۔ نور نامہ: اس صنف کے وسیلے سے تخلیق کائنات اور سرکارِ دو عالم کی نعت کہی جاتی ہے۔
۲۔ معراج نامہ: اس میں سرکارِ دو عالم کے معراج مبارک کے حوالے سے مضامین نظم بند کیے جاتے ہیں۔
۳۔ تولد نامہ: یہ صنفِ سخن نبی کریم کی ولادت پاک کے احوال خوش آثار کا احاطہ کرتی ہے۔
۴۔ درود نامہ: یہ صنفِ سخن، درود پاک کے جملوں کو ملا کر نعت کے مضامین کا تشریحی عمل سرانجام دیتی ہے۔
۵۔ تاج نامہ: اس صنفِ سخن کے ذریعے درود تاج کے مضامین ومفاہیم کی تشریح وتفصیل کی شکل میں نعت کہی جاتی ہے۔
۶۔ حلیہ مبارک: اس صنفِ سخن کے وسیلے سے سرکارِ دو عالم کی سیرت اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں آپ کا حلیہ مبارک نظم کیا جاتا ہے۔
۷۔ برات نامہ: اس صنفِ سخن کے حوالے سے سرکارِ دو عالم کی شادی مبارک کے احوال بیان کیے جاتے ہیں۔
۸۔ وصال نامہ: یہ صنفِ سخن آپؐ کے وصال کے تذکرے پر مبنی ہوتی ہے۔
۹۔ مولود: اس صنفِ سخن کے ذریعے آپ کی ولادت مبارک کے ساتھ ساتھ معراج کے احوال بھی نعت کیے جاتے ہیں۔
۱۰۔ نعت: اس صنفِ سخن میں ہر طرح کے نعتیہ مضامین باندھے جاتے ہیں۔

ان درج مندرجہ بالا خالص نعتیہ اقسام کے علاوہ بھی جتنی دیگر سرائیکی اصنافِ شعر ہیں ان تمام میں بھی خالص نعت، سیرت، اسوۂ مبارک کے مضامین بیان ہوئے ہیں۔

پانچویں صدی ہجری میں حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے ساتھ ساتھ ایک قادر الکلام سرائیکی شاعر جناب حضرت ملال کا تذکرہ ملتا ہے۔ آپ نے 150 اشعار پر مبنی سرائیکی زبان کا اولین "نور نامہ" لکھا۔ اس کا سن تصنیف انہوں نے پانچویں صدی ہجری بیان کیا ہے۔

پنج سو سال جو گزر گئے آہے ہجرت باجھ رسولؐ
ملاں سبھے غریب وچارہ کم علماں کولوں

ترجمہ: "ملاں غریب بچارہ جو کہ صاحبانِ علم سے کم علم رکھتا ہے مگر اس کا کہنا ہے کہ یہ رسالہ پانچویں صدی ہجری یعنی ہجرت رسولؐ کے ٹھیک پانچ سو سال بعد کا ہے"

اس کے بعد شاعر نے کچھ حدیثِ قدسی "کنت کنزاً مخفیا" کے حوالے سے اشعار کہے اور بعد ازاں نور محمدیؐ کے ظہور سے سرور دو عالم کی شان محبوبانہ کا بیان کیا ہے حضرت ملاں کے نمونے سے کچھ اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

عرش، آفتاب تے چن کرسی تے جو کجھ کل ستارے
سبھے وال نبیؐ دے کولوں چارے ٹول سنوارے

ترجمہ: سورج چاند ستارے، عرش کرسی اور جملہ خلائق، نبی کریمؐ کے گیسوان مبارک میں سے صرف ایک موئے مبارک سے یہ چاروں اطراف سجائی گئی ہیں۔

جو کجھ چوداں طبقاں دے وچ پیدا کل خلائق
نبی محمدؐ جیہاں رتبہ ناہیں کسے دے لائق

ترجمہ: کائنات کے چودہ طبق میں، ماسوائے ذاتِ احدیت کے، کوئی ایسی ہستی نظر نہیں آتی جو نبی کریم جیسے مرتبہ، عالی شان کی لائق ہو۔ (یعنی بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر)۔

سرائیکی نعتیہ ادب میں میاں قادر یار (1247ھ) کا معراج نامہ جو کہ مخمس کے انداز میں تحریر ہوا ہے اس کے کل 26 بند ہیں اور ہر بند کا آخری مصرعہ یہی brRepeat ہے۔

"توں اگے فریاد میڈی یا محمدؐ مصطفیٰ"

اس معراج نامے میں فضائل سیرت، شمائل، صورت، خصائل آقا و مولائے کائنات سید دو عالمؐ کے ساتھ ساتھ ذکر یاراں نبیؐ، بالخصوص تذکرہ سیدنا علیؓ، سانحہ کربلا کو نہایت محبت، عقیدت اور شاعرانہ پختگی کے ساتھ ازحد تفصیل کے ساتھ نظم کیا گیا ہے۔

مولوی غلام قادر قریشی کا تولد نامہ جو کہ آج سے دو صدی قبل تخلیق ہوا، اگرچہ اپنی سماجی ادبی تاریخی اہمیت کی وجہ سے کمال ممتاز مقام کا حامل ہے۔ یہ "تولد نامہ" 1072 اشعار پر مبنی ہے۔ مولوی صاحب ایک عالم دین اور تاریخ شناس شخصیت تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کے تولد نامے میں شعری محاسن کے علاوہ آپ کا تاریخی تبحر اور گہرا تاریخی شعور جگہ جگہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ اس "تولد نامے" کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے۔

شان محمدؐ عالی شان
افضل کل نبیاں دی جان
باعث خلقت نور ظہوری
اول ما خلق اللہ نوری

نور مجسم دے جیں جان
جن انسان زمین آسمان
نام محمدؐ نور مجسم
صلی اللہ علیہ وسلم

یہ تو مدنامہ آپؐ کے شجرہ مبارک، ولادت باسعادت، بچپن، جوانی، شادی، غار حرا کی عبادات، سفر شام، آپ کا حسن سلوک اور آپ کی مکمل حیات طیبہ کا منظوم تذکرہ ہے۔ درج بالا اشعار اتنی آسان اور قابل فہم سرائیکی میں ہیں کہ ان کا ترجمہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

سرائیکی میں سرکار دو عالمؐ کے حلیہ مبارک کے حوالے سے بہت قدیم و جدید شعراء نے بقدر توفیق لکھا ہے مگر آٹھ سو سال قدیم مولا اعظم کا "حلیہ مبارک" سرائیکی تاریخ شعر بالخصوص اور عالمی تاریخ ادب میں بالعموم بہت اہمیت رکھتا ہے۔ مولا اعظم کا یہ منظوم حلیہ نامہ 191 اشعار پر مشتمل ہے۔ کچھ اشعار ترجمہ کا درج ہیں۔

نوری عالم سارا آکھے مد کہانی سوہنا
یہ جن عرب دا بہت سلونا، سوہنا تے من سوہنا
لعل یاقوت لباں دی لالی ڈیکھن دی سدھرائی
دم جھم اندراں دی رتی توں موتی گھول گھمائی
رنگ کنک دا سرخی بھریا، پھل لولاکی چڑا
رنگ بھریجے کوں ڈیکھے تھیوے پھل تازہ شرمندہ
ہردم، حمد الہی آکھاں، سب کوں خالق جاناں
جیں رب اپنا دوست بنایا، سوہنا ڈوہاں جہاناں

ترجمہ تمام عالم لاہوت ولا۔مکاں آپؐ کو فیض حسن یوسف کہہ کر یاد کرتا ہے ان کا کہنا ہے کہ ایسی بے مثال الوہی خوبصورتی نہ دیکھی نہ سنی جیسی کہ اس کامل ماہ عرب کی خوبصورتی ہے۔

۲۔ آپؐ کے یاقوتی ہاں مبارک کی سرخی وہ حسن رکھتی ہے کہ ہر ہر سدھرا سے دیکھنے کی تمنائی ہے۔ اور آپؐ کے دندان مبارک کی اندر گھر نورانی چمک دمک پر سچے موتی قربان ہو ہو جاتے ہیں۔

۳۔ گندمی رنگت کی لا۔مکانی سرخی اور پیکر مبارک، الوہی گل سرسبد ہے جسے دیکھ دیکھ کر بہشت بریں اور عالم ناسوت کا ہر تازہ پھول شرمندہ ہے۔

۴ خالق کے اس احسان عظیم پر کہ اس نے ہم پر اپنا محبوب مبعوث فرمایا، میں دم بہ دم اس کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں۔ میں اس خالق اور رب کا بیحد شکر گزار ہوں کہ اس نے ہمارے آقا کے نور رخ کو نہ صرف یہ کہ محبوب بنایا بلکہ جملہ کائنات کی جان قرار دیا

سرائیکی میں، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ ہر صنف شعر حمد اور نعت سے شروع ہوتی ہے اور بعد میں اپنے اصل کی طرف آتی ہے یعنی At the same time ہر صنف کا حمدیہ، نعتیہ مضامین کی حامل بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً تو رے، گھڑولی، جوگی نامے، طوطا نامے، ڈھولے، ماہیے، سی حرفیاں اور مجری بارہ ماسے سرائیکی تاریخ شعر کا حصہ ہیں کہ جو

کیتی لطف ظہور نبی
دھاں ملک افلاک کے

ترجمہ: لامکان کے تخت ہزارے سے ماننجھن رسول کی بعثت ہوئی تو عالم ناسوت کا چمنگ فیض رسالت مآبؐ سے معمور ہو گیا۔ اس کے لطف و اثر کے چرچوں سے آسمان زمین زمانوں کے علاوہ انوار محمدیؐ سے پرنور ہو گئے ہیں

شان جوگی دا ہے لولاک
سجدہ کردے سب افلاک
خادم حور قصور نبی
روشن بہشت بہاتے

ترجمہ: ماننجھن رسول کا مرتبہ بعد از خدا تمام کائنات میں سب سے عالی ہے۔ پردہ ... میں سجدہ تعظیم ملائکہ سے مالک الملک نے آپؐ ہی کے نور کو کروایا۔ جملہ خلائق حتیٰ کہ حور کو آپؐ کا خادم بنایا گیا ہے اور آپؐ کی شان یہ ہے کہ آپؐ کی سواری کے لیے کئی کئی بہشتی براق موجود ہیں۔

مبارک شاہ کے جوگی نامے کے علاوہ ایک اور قدیم جوگی نامہ مولوی نبی بخش کا ملتا ہے جس کی ہیئت مبارک شاہ کے جوگی نامے سے مختلف ہے۔ اس جوگی نامے میں ہر بند پانچ مصرعوں کا ہے۔ اس کا نمونہ کلام پیش خدمت ہے۔

ویاں جوگی دے نال ہزاراں زورے زورے لائیاں
جوگی تج پال جھوکاں عرش تے لائیاں
جوگی میڈا پاکوں پاک اے
خاطر جیندی کل لولاک اے
اوہوں جامہ خضرا بھاتے
عاشق خود غفار اے
جہاں خدمت آئیاں

ترجمہ: مجھے اپنے ماننجھن رسول کی خدمت اقدس میں بہر حال باریاب ہونا ہے کہ مالک الملک نے میرے مقدر میں محبت سرکار دو عالم اپنی قدرت کاملہ سے لکھ دی ہے۔ میرا ماننجھن رسولؐ تج پل عرش عظیم سے ماورا شہر لامکاں کا مکین (ہوتے ہوئے بھی فرش نشیں) ہے۔

میرا ماننجھن "نور من نور اللہ" ہے۔ یہ کائنات مالک نے انہی کے لیے تخلیق فرمائی ہے اور سواری کے لیے نوری براق حاضر کر دیے ہیں کیونکہ پروردگار عالم نے آپؐ کو اپنا حبیبؐ قرار دیا ہے اور اپنی جملہ مخلوقات ارضی و سماوی کو آپ کی خدمت کے لیے تخلیق فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں کئی سرائیکی جوگی نامے بھی تحریر ہوئے ہیں لیکن سید مبارک شاہ کے "کافی" کی ہیئت میں لکھے گئے "جوگی نامے" کی اثر پذیری مقبول عام کا درجہ رکھتی ہے۔ کافی کی صنف چونکہ عشق حقیقی ہجر و فراق اور عاشق کے درد کی کیفیت کو بیان کرتی صنف سخن ہے اس لیے سید مبارک شاہ کا اس صنف میں جوگی نامہ اپنی انوکھی صفات سے متصف ہے۔

طوطا نامہ بھی نعتیہ اصناف سخن میں سے ایک مروجہ مقبول صنف سخن رہی ہے اور اس میں قدیم سرائیکی

شعراء نے بکثرت نعتیہ "طوطا نامے" تحریر کیے۔ ان شعراء میں نور الدین مسکین کا نعتیہ طوطا نامہ کافی مشہور ہوا

بولیں طوطا نال ادب دے
آکھوں میڈے شاہ عرب دے
آکھیں طوطا یار میڈے کوں
دل دے جیہاں ڈیاں کیکوں
توں ہیں واقف راز نہانی

ترجمہ: اے طوطے! جب تم مدینہ منورہ اور رسول ﷺ سے ملو تو میرا یہ حال مجبور مسکین کا، تو دو عالم سے نہایت ہی ادب کے ساتھ عرض کر دینا اور خیال رکھنا کہ وہ شاہ عرب ﷺ ختم المرسلین اور محبوب رب ہیں۔

اے طوطے! مسکین کا، تو جہاں سے دست بستہ عرض کرنا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کی محبت میں مبتلا آپ کا مسکین امتی آپ ﷺ کے علاوہ کس سے اپنی بپتا عرض کرے اس لیے کہ آپ ﷺ ہی وہ ہیں کہ جنہیں ظاہر و باطن، حاضر غائب، موجود ناموجود کی کما حقہ خبر ہے۔

ڈھولا سرائیکی شاعری کی ہر دلعزیز اور عوام و خواص میں مقبول عام صنف سخن ہے۔ یہ صنف جو نعت مبارک کے لمس سے آشنا ہوئی اس کے وقار، گہرائی، گیرائی، اثر پذیری، خلوص، نیکی اور درد انگیز رس و شائستگی میں بے حد و حساب اضافے ہوئے ہیں۔ بلکہ اس صنف شعر کے اعتبار و ذات میں ہمہ گیریت کے ساتھ ساتھ ثبوت کے کئی پہلو اجاگر ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ "ڈھولے" خصوصاً "نعتیہ ڈھولے" بہت کثرت سے لکھے گئے، لکھے جا رہے ہیں اور یقیناً آئندہ بھی اسی شد و مد سے لکھے جاتے رہیں گے۔ نعتیہ ڈھولے لکھنے والوں میں خادم محسن بیلوی کا نعتیہ ڈھولا بہت رفیع مقام کا حامل ہے۔ خادم کے ڈھولے کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ "الف" سے "ے" تک "سی حرفی" کی طرز میں بہ کمال تحریر ہوئے ہیں۔ عاشق کے نعتیہ ڈھولے بھی خاصا بلند مقام رکھتے ہیں۔ عاشق کا ڈھولا "سی حرفی" کی طرز میں تحریر ہوا ہے۔ نعتیہ ڈھولا کہنے والوں میں روڈ جھنگی اور اس سے بھی تھل کے لوگوں کا خاص Contribution ہے۔ اس میں خادم محسن بیلوی اور عاشق کے علاوہ جان محمد گدار، مولوی نبی بخش بخش اور مولانا شائق کے مرتبہ نعتیہ ڈھولے بھی بہت قابل ذکر اور وقیع کیفیت کے حامل ہیں۔ مولانا شائق کا شمار سرائیکی زبان کے قادر الکلام شعراء میں ہوتا ہے۔ آپ کا دیوان "گلدستہ عشق" کے نام سے 1919ء میں آگرہ سے چھپ چکا ہے۔

خادم محسن بیلوی کا نعتیہ ڈھولا ملاحظہ ہو

الف: آ بسم اللہ میڈا ڈھول پیارا
موڑ و منہ نہ مل توں مدنی ماہ ستارا
چھوڑیم تیڈے سانگے گھر زر مال پیارا
ہوئیاں خادم کن دی رولیں نہ طرارا

ترجمہ: الف: آپ اے میرے مدنی محبوب ڈھول، آپ کا استقبال اللہ کے پاک نام سے ہے۔ اے جان مہر و ماہ و نجوم ہمارے محبوب کردگار! ہم خطاکاروں کو اپنی کریم نگاہوں کے احاطہ نور میں رکھیے گا کیونکہ ہم آپ ﷺ کی (شفاعت کے امیدوار) آپ ﷺ کی خاطر تمام دنیا چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اے رسول کریم ہم تو آپ ﷺ کے وہ ادنیٰ اہل ہجر و فراق ہیں کہ

مدینے پہنچ جاؤں اور اپنی جان سرکارِ دو عالم ﷺ کے روضہ اطہر پہ وار دوں۔ خدا کرے کہ میری حاضری روضہء رسول ﷺ حضوری میں بدل جائے اور میں اپنے من کی تمام مرادوں کو پا جاؤں۔ بس آج کل میں اپنے رحیم کریم پروردگار سے ہر دم یہی دعائیں مانگتا رہتا ہوں۔

محمدی سہرے ایک ایسی بڑا مؤثر صنف سخن ہے کہ جو سرائیکی "وسیب" کے روز مرہ میں یک جان دو قالب کی صورت مجتمع ہو گئی ہے۔ محمدی سہرے اپنے اندر اس قدر ذوق انگیز تاثیر رکھتے ہیں کہ سننے پڑھنے والوں پر ایک کیفیت مست طاری ہو جاتی ہے۔ مولانا شوق نے 109 صفحات میں معراج سرکارِ دو عالم ﷺ کے واقعے کو ایک خوبصورت سہرے کی شکل دی ہے۔ اس کی تخلیق کی ہوئی نظم اور نثر دونوں کمال ہیں علاوہ ازیں محمد شاہ حقانی تونسوی سرائیکی زبان و ادب کے ایک قد آور اور یگانہ روزگار نعت گو شاعر تھے۔ آپ کا ایک سرائیکی نعتیہ مجموعہ 1353ھ میں شائع ہوا جس میں آپ کے نعتیہ سہرے، واقعہ معراج اور مہندی کے سہرے بڑی عاشقانہ دل فگاری کے ساتھ فنکارانہ بیان ہو رہے ہیں۔

معراج مانے ہاں معراج مانے وے
سر تاج مانے ہاں جگ راج مانے وے
آکھے محمد شاہ سائیں تیڈی صفت ماں کیڈی ماہیں
تھیا خشک قلم مس پاں معراج مانے وے

ترجمہ: ختم المرسلین سہرے والے بنڑے آپ ﷺ کو معراج مبارک ہو اے صاحبِ تاج "لولاک لما" دو جہانوں پر آپ کی حکومت مالک نے حق کر دی ہے۔ محمد شاہ بیچارہ آپ ﷺ کی نعت کیا کہے کہ آپ کی صفات تو لامحدود ہیں۔ کائنات بھر کی روشنائیاں اور کاغذ ختم ہو جائیں مگر صرف آپ ﷺ کی معراج مبارک کے کمالات لامحدود دکھا سکیں پر تحریر نہیں ہو سکتے۔

مولود پاک نعت مبارک سے کافی مشابہت رکھتی سرائیکی نعتیہ صنف سخن ہے۔ اس میں نبی رحمت آپ ﷺ کے مولود مبارک، درود پاک اور بعثت کمال کے موضوعات سے گفتگو بالخصوص کے علاوہ دیگر نعتیہ مضامین بھی بیان ہوتے ہیں۔ ڈیرہ نواب صاحب ضلع بہاولپور کے نامور شاعر جناب غلام محمد مولائی جو کہ اردو، سرائیکی، سندھی، فارسی، عربی میں بے بدل شعر کہتے تھے ان کے زبان زدِ خاص و عام "مولود مبارک" کے کچھ اشعار نمونے کے طور پر درج ہیں۔

اساں بردے نبی ﷺ دے آتے آل اطہر دے
چاکرے یار نبی ﷺ دے اساں ذاکر ہر دے
سیّن بتولؑ دا سہرا
لیندے خاک تے دیا
ذلذل نال ادب دے
حالی زین بچا کر دے

ترجمہ: ہم سرکارِ دو عالم ﷺ کے ادنیٰ غلام، ان کی آلِ پاک کے مودت گزار ہیں۔ جو نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ ہیں ہم ان کے صدق عقیدت مند ہیں۔

کاشف بزدار، روشنی منظور، جسارت خیالی، نذیر ڈیروی، شفیق الماس، امتیاز فریدی، عمران سید، عاصم آجوی، نوید اقبال،
محبوب تابش، محمد علی شاہ محمور، علامہ راہر ڈیروی، ڈاکٹر امام صمد، مولانا محمد صدیق، قدرت اللہ، ماسٹر سری چند کوکی،
شہاب الدین، شیر محمد ڈیروی، اختر علی جان، ریاض انور، شفیق ملتانی، یتیم جتوئی، دلدار بلوچ، صادق بشیر، بشیر غازی
بہاولپوری، شاد گیلانی، محی الدین شاں، عمر کمال، ڈاکٹر نصر اللہ خان ناصر، سعید احمد راشد، محمد حسن شاد، صادق آثم،
حسن رضا گردیزی، احمد خان طارق، جام عبدالمجید ناشاد، قاصر احمد پوری، نوار جاوید، فیض بلوچ، محمد علی خالد بھٹی،
ساقی مہیتوی، حسین گوہر، محمد رمضان طالب، ارشاد ڈیروی، اکبار ڈیروی، اے بی عاصم، اقبال جوہر، جہانگیر مخلص،
جمشید محمد کمتر، مرو احمد سعید، اقبال نصرت تونسوی، خالد اقبال (جوگی فقیر)، کریم ماچھو، مصطفیٰ خادم، میتوال منگروٹھی،
عاشق رسول شاک، مشتاق سبقت، یاسر بھٹی، نجف علی شاہ، عبدالرحمن اختر، جمدوڈہ مظلوم، عاشق حسین عاشق،
شفقت بزدار، علی تجہا، بخت آور کریم، بہار النساء بہار، کملی جامپوری، حسین سحر، نگہت ڈوس، شاہین ڈیروی،
ذوالحسن لورا، اقبال بالو، مظہر تحسین ملتانی، یاسر بزدار، چندر گردیزی، اسلم جاوید، رفعت عباس، شاہد ترابی، شاہد اقبال،
ظہور دھریجہ، اسلم بٹالوی، اقبال قریشی، ریاض سیال، الطاف حسین جاہد، اقبال وارث، احمد خان آسی، محمد عبدالحسن گورمانی،
محمد بخش آسی عرف مدنی بلوچ، سید ساجد رائی، ربیع جعفری، اکبر ہاشمی، ربیع احمد، سلطان احمد سر بلوچ، فدا حسین شبیر،
عبدالحق شبیر، مرزا الیاس، عبداللہ یزدانی، عمران سیال انجوی، سید ملک اشتر، خلیل احمد شاد، شوکت بھٹی، منظور نوری پوری،
ساحل بزدار، سید مکی شاہ، ساجد ملتانی، رسا رتیجہ انی، رشید تیجہ انی، علی محمد خان قمر، مظہر علی تابش، افضل ندیم افضل،
صوفی محمد یار بے رنگ، سہیل بلوچ، جمیل بلوچ، راشد خلیل، امیر بخش دانش، سرور کربلائی، اللہ بخش یاد، امان اللہ ارشد،
نور سہروردی، شاکر مہروی، حماد خان، فیروز شاہ، مظہر نیازی، حنیف خاکی، ریاض اکرم، [illegible] ترابی، غلام جعفر نادار،
عارف ترابی، بگٹو راحمد، سلیم شہزاد، (بہاول نگر) نواز بزدار، شاہد تونسوی، فیض مشہدی، امام الدین جزاروی، فقیر محمد
عارف، حنیف ونجھ، محمد ملتانی، غلام قادر ملتانی، عاشق ملتانی، بہار ملتانی، جیون خاتون نگی، مولانا نور احمد ترابی، مولوی مسکین،
مولوی خادم، عاقل فقیر، مسافر بخشی محمود کوئی، غلام سیت پوری، نور جعفری، مہر بخت فقیر، بخت علی بخت، مرزا عبدالسبحان
بہاولپوری، مولوی مہر، بدر مکرم، اللہ ڈیوایا پرجوش، اکبر قادری، محمد نوار شاد، اختر امیر بخش شاہ، سائیں داد کھوڑہ،
مختار محمود بیدہ، رشید جھنڈیر، حامد ملتانی، اقبال حسن بھگیا، ایم اے سائی، ایم بی اشرف، ایم ڈی گانگا، بخت فقیر، بشیر احمد
دیوانہ، بیگم نصرت، عبید رشید، جعفر حسین ثاقب، حافظ رسول بخش [illegible]، حافظ نذیر احمد، حمید الفت ملغانی، حیات
شاہ شہباز، سید حبیب اللہ عظیمی، خلیل احمد خلیل، شباب ڈیروی، ظفر ترابی، عارف فرشین، غلام حسین قمر، فیض محمد سعدی،
مصطفیٰ عزیز، گلشاد قادری، محمد شمیر ارشد، صدیق مارک، نوار نیازی، مسعود قادری، نیاز جوئیہ، غلام جیلانی چوچڑ،
اشرف مکھروی، شمس ملتانی، عاشق حسین عاشق ملتانی، وفا ملتانی، فاخر ملتانی، نار ڈیروی، اقبال کندانی، ناصر تونسوی،
خاکی فقیر، منظور جھنڈیر، ملک شاہ پوری، محمد جان ساحر، بخش باد اسحانی، فتح محمد ساحر، توقیر کربلائی، شیدا چشتی اور راقم
حروف وفا چشتی کے اسماء شامل ہیں۔ اختصار کے پیش نظر دستیاب شعری مثالوں سے صرف نظر کیا گیا ہے۔ یہاں اس
بات کا اعتراف کرنا ضروری ہے کہ اس فہرست میں صرف 15 سے 20 فیصد شعراء کے اسمائے گرامی دستیاب ہو
سکے ہیں جو سپرد قلم کر دیے ہیں۔ تاہم اگر زندگی نے وفا کی تو سرائیکی نعت گوئی کی مکمل تاریخ اور جملہ سرائیکی نعت گو شعرا
کا تذکرہ قلمبند کرنے کی کوشش کروں گا

خورشید ربانی

سرائیکی نعت کا ارتقا: اجمالی تاثر

سرائیکی شعروادب میں نعت رنگ کا ظہور بھی اتنا ہی پرانا ہے جتنا خود سرائیکی ادب۔ سرائیکی ادب کی پہلی دستیاب کتاب ''نورنامہ'' ہے۔ اس طویل نعتیہ نظم کے مصنف کے حالات زندگی کے بارے میں اگرچہ تاریخ تا حال خاموش ہے تاہم محققین اس کا سن تصنیف 500ھ بتاتے ہیں جبکہ معروف محقق حافظ محمود شیرانی کا کہنا ہے کہ یہ ''نورنامہ'' 752ھ میں سامنے آیا۔ اس کے مصنف ملاں تخلص کرتے تھے جس کی تصدیق درج ذیل شعر سے ہوتی ہے

پنج سو سال جو گزرے آہے ہجرت بعد رسول
ملاں بے غریب ودھایا کم علاواں کول

ڈاکٹر نصر اللہ خاں ناصر نے اسی شعر کو اس نورنامے کے سن تصنیف 500ھ کے جواز کے طور پر بھی درج کیا ہے۔ اس نورنامہ کا رنگ سخن ملاحظہ ہو

ہویا سوار براق دے اتے ونج چڑھیا اسمانے
حضرت تائیں ظاہر کیتس کل اسرار خزانے
نو اسمان کیتے رب پیدا ہر اسمانے چڑھیا
گنبد عرش تھائیں ہویا قدم نبیؐ جاں دھریا
ساز وضوں ڈوں نفل رکعتاں ترت گزار سدھایا
گنڈی پاڑی بلدے آہے جاں پچھ سجدے آیا

حضرت ملاں کے قدیم نورنامے کے علاوہ حافظ مرادا چاچا، امام الدین بھکری کے نورنامے بھی آسمان تاریخ پر درخشاں ستاروں کی صورت موجود ہیں۔ چانڈیہ قوم کے ایک بزرگ حضرت میاں قبول اور دودے شاہ کے معراج نامے، جو چھٹی صدی ہجری میں تخلیق ہوئے، بھی قدیم سرائیکی نعت کے لازوال نمونے ہیں۔ ڈاکٹر مہر عبدالحق کے مطابق سرائیکی ادب کی جو دو قدیم تحریریں دریافت ہوئی ہیں ان میں ایک قصیدہ بردہ شریف کا ترجمہ ہے جبکہ دوسری تحریر علام حسین کی تخلیق ''حلیہ مبارک'' ہے جو ۱۵۵ اشعار پر مشتمل ہے۔ حضرت ملاں کے ''نورنامے''، ناعلم چانڈیہ کے ''حلیہ مبارک'' اور پیارا شہید کے ''معراج نامہ'' جیسی نعتیہ روایت کے ساتھ ساتھ قدیم مذہبی کتب اور رسائل میں بھی نعتیہ کلام موجود ہے۔ ناعلم چانڈیہ کا نمونہ کلام دیکھیے

دیکھ جمال نبی مرسلؐ دا ہجر تے جن شرماون
حور ملائک صدقے جاون پریاں گھول گھماون

بدن مبارک حضرت سرورؐ آیا جیویں نظی
خالق خلق سبھو سوہنڑی صورت سوہنڑے والی

سرائیکی شاعری کے اولین دور سے متعلق پروفیسر عامر فہیم رقم طراز ہیں "سرائیکی شاعری کا ارتقا تو ہوتا ہی حمد باری تعالیٰ اور نعت رسولؐ سے ہے۔ جتنی پرانی کہانیاں ہیں، مثنویاں ہیں، لوک قصے ہیں، سب کے آغاز میں دعا ہے کہ بارگاہ رسالتؐ میں اسے قبولیت کا درجہ ملے"

سرائیکی شاعری اس حوالے سے تو خوش بخت رہی ہے کہ اسے معروف صوفی شعرا حضرت [illegible] شکر گنجؒ، شاہ حسینؒ، شاہ شمس سبزواری، سچل سرمست، سلطان باہوؒ، بابا بلھے شاہ اور خواجہ فریدؒ جیسے نابغہ روزگار شخصیات کی توجہ حاصل ہوئی۔ ان شعراء نے سرائیکی شعر کو جس بام کمال تک پہنچایا اس کی بلندی کو حدود نظر میں تلاش کرنا مشکل ہے۔

سرکار دو عالمؐ کی ذات بابرکات کی سیرت اور شان کا بیان بڑی سعادت ہے۔ حضورؐ سے محبت و عقیدت اور آپؐ کے توسل سے نجات کا وابستہ ہونا اسلامی دنیا کے شعر و ادب کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ پاکستان میں بولی جانے والی تمام بڑی زبانوں کے ادب میں نعت کی روایت موجود ہے مگر سرائیکی نعت میں آقائے نامدارؐ سے جتنی محبت، عقیدت اور شیفتگی کا اظہار کیا جاتا ہے، عشق کی جو وارفتگیاں کی جاتی ہیں وہ کسی اور زبان کی نعت میں کم کم ہی نظر آتی ہے۔ حضورؐ کی ولادت باسعادت، شجرہ و نسب، سرکار دو عالمؐ کے والد گرامی کی شادی، حضرت عبدالمطلب کو خواب میں دی جانے والی خوشخبری، حضرت بی بی حلیمہ کا آپؐ کو گود لینا، سفر شام، حضرت خدیجہؓ سے شادی مبارک، غار حرا کی عبادت، واقعہ معراج، وحی کا نزول، حلیہ مبارک کا تفصیلی تذکرہ، حضورؐ کی عادات، معمولات، اقوال، خصائل، خصائل الغرض نبی کریمؐ کے بچپن، لڑکپن سمیت پوری زندگی کے ہر لمحے کا احوال سرائیکی نعت کا موضوع بنایا گیا ہے۔
زمانہ قدیم سے سرائیکی شاعری میں نعت نگاری کی مختلف اصناف مروج چلی آتی ہیں جن میں زیادہ تر دل بہ دل سفر کرتی رہی ہیں یا قلمی نسخوں کی صورت محفوظ ہیں تاہم ایک معقول ذخیرہ کتابی صورت میں بھی دستیاب ہے۔ سرائیکی شعر و ادب میں نعت کے لیے مولود شریف کی ترکیب رائج ہے۔ اگرچہ پرانے زمانے سے یہ ایک الگ صنف کے طور پر بھی اپنا وجود منواتی رہی لیکن مجموعی طور پر ہر نعت کو مولود کہا جاتا ہے اور یہ روایت آج تک قائم ہے۔ دوسری نعتیہ اصناف میں (جو غالباً سرائیکی شاعری ہی کا اختصاص ہیں) نور نامے، معراج نامے، حلیہ مبارک یا حلیہ نامہ، تولد نامہ، وفات نامہ، وصال نامہ، مولود شریف، نان نامہ، درود نامہ، معجزہ معراج اور دیگر اصناف شامل ہیں۔ علاوہ ازیں کافی، [illegible]، دوہڑہ، قصیدہ، مثنوی اور غزل کی ہیئت میں بھی نعت لکھی جاتی رہی ہے۔ قدیم زمانے میں گھڑولی، [illegible]، جوگی نامہ، [illegible] نامہ، ڈھولے ماہیے، سی حرفی اور بارہ ماہ جیسی نعتیہ اصناف بھی موجود رہی ہیں تاہم اب یہ روایت قریباً ختم ہو چکی ہے۔

گھڑولی اگرچہ پرانے زمانے میں سہرے کے لیے مخصوص تھی لیکن بعض شعراء نے نعتیہ گھڑولیاں بھی لکھیں۔ اس صنف میں بھی سی حرفی کی طرح الف سے ی تک ایک ایک بند لکھا گیا۔ مثال کے طور پر ایک قدیم گھڑولی ملاحظہ ہو

لن۔ تت دے مینہ کرم دا جی
پاڑی کوثر باغ ارم دا جی
ہادی صاحب کل شرم دا جی
ساری امت دا رکھوالی
گھڑولی لعل

شاعر نامعلوم

توروہی بھی ایک قدیم صنفِ شعر ہے۔ یہ صنف لوک گیتوں کے لیے خاص رہی ہے مگر شعراء نے اس میں بھی نعتیہ رنگ کشید کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اور بسا اوقات اس میں واقعہ معراج کو بھی نظم بند کیا۔ محمد شاہ نوبہار سیری حقانی جو سرائیکی شعر و ادب کا ایک بڑا نام ہے ان کا ایک نعتیہ توروہ ملاحظہ کریں ہے

اتھی آکھ گھڑتا ورتے، گھڑا پڑھے درود مرود تے ہر ڈالاں دھر تے سلامیاں جی
جلوہ عرش اتے یا حبیبی آکھیا فضل تے خوش ہے نصیبی آپ آ بیٹھو نبی جی
طہٰ تاج لولاک دو شالہ یا روح الدین سہرا سہرا لوالہ سائیں جی

ایک اور قدیم صنف جوگی نامہ ہے جس میں حضور کی خدمت میں شاعر اپنے دکھ درد بیان کرتے رہے ہیں۔ مولوی نبی بخش کے جوگی نامہ کا رنگ دیکھیے

جوگی میڈا پاکوں پاک اے
خاطر جیندی کل لولاک اے
اوہوں حاضر تھی گھڑا براق اے
عاشق خود غفار اے
جوہاں خدمت آیاں

اس کے علاوہ مولوی شاہ اور مبارک شاہ کے جوگی نامے بھی مشہور ہیں۔ طوطا نامہ بھی ایک نعتیہ صنف سخن رہی ہے جس کے ذریعے شاعر اپنے دل کا حال بارگاہ رسالت میں بالکل اسی طرح پیش کرتے رہے جس طرح روداد دیگر زبانوں کے شعراء نے باد صبا کے ہاتھ پیغام رسانی کو شعر کا موضوع بنایا ہے۔

بولیں طوطا نال ادب دے
اکھیں میڈے شاہ عرب دے
آکھیں طوطا یار میڈے کوں
دل دے بھیاں ڈکھاں کیکوں
توں ہے واقف راز نہانی

نورالدین مسکین

طوطا نامہ سے ملتی جلتی ایک اور صنف ہدہد نامہ کا ذکر بھی تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔ احمد یار خان کے ایک قلمی ہدہد نامہ سے اقتباس ملاحظہ کریں جو بقول ڈاکٹر طاہر تونسوی حبیب فائق کے پاس موجود ہے

جیویں جلدی مدینے دی طرف جا
تمامی حال مجبوری دے سنوا
کریں پہلے طواف اس یار دے توں
میرے اس یار تے غم خوار دے توں
کریں بعد از ثنائش صد تحیات
کروڑاں وار تسلیمات و صلوٰۃ
باباں جوڑ کے ادب دے نال اوں جا
دو زانو بہہ کے سبھ احوال سنوا
آکھیں رو رو کے سارا ہجر دا حال
کری حضرت اے سانول میر توں بحال

نعتیہ ڈھولے، ایک ایسی صنف سخن رہی ہے جس نے سرائیکی شاعری پر راج کیا ہے۔ دوستوں شعرا نے نعتیہ ڈھولے لکھے مگر خادم حسین محسن بیدوی، عاشق، مولانا شائق، میاں محمد نواز اور مولوی نبی بخش کے ڈھولے بہت مشہور ہوئے۔

م مدنی ڈھول آ اے دیدار ضروری
اصلوں مار مکلا ایں فرقت مجبوری
نہ کر بے پرواہیاں دل نہ سہندی دوری
خادم خاک نثاری توں خلقت ہیں نوری

خادم حسین محسن

سی حرفی کو بھی ایک مقبول صنف شعر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ سید امیر حیدر میرن علی حیدر ملتانی، منا وغیرہ ال، جمن سوہل بخاری، جگل ہر سست، عاشق، مشائق، سید مبارک شاہ محمد بخش بخشا، سید شیر محمد گیلانی اور میاں رحیم بخش سی حرفی لکھنے والوں میں نمایاں رہے ہیں۔

م محمد مصطفی علی دا ہر دم ساکوں آسرا اے
اوہے دی امید ساہاں گھلاں نہ بھرواسڑا اے
اوسے دے دربار دے سائل جتھوں اساڈڑے کاسڑا اے
اوسے دے ولاسے تے حیدر جیوں والا پاسڑا اے

علی حیدر ملتانی

سرائیکی شاعری میں نعتیہ سہرے کی روایت بھی قدیم ہے جس میں واقعہ معراج کو بیان کیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے محمد شاہ حقانی تو بہاری بیری کے سہرے بے مثال ہیں۔ مولانا شوق جو علمائے نظم و نثر کے بے مشہور تھے انہوں نے بھی 109 صفحات پر مشتمل سہرا یادگار چھوڑا ہے۔

معراج ماڑے سجناں معراج وے

معراج ماڑے سجناں چڑھ رات ماڑے وے

آکھے محمد شاہ دنیا سائیں تیڈی صفت تاں مکدی ناہیں

تھیا قصہ ختم سس سجناں معراج ماڑے وے

محمد شاہ حقانی میری

سہرے کے علاوہ واقعہ معراج کے بیان کے لیے ایک اور صنف سخن "معراج نامہ" بھی معروف ہے، قدیم معراج ناموں میں میاں قادریار اور حافظ محمد یار کے معراج نامے بہت مقبول ہوئے ہیں، نمونہ کلام ملاحظہ کیجیے

توں عرش فلک دا والی

تیرے ملک فلک گھر بھالی

تیڈا جبرائیل مشتاقی

معراج ماڑیں سجناں

مولوی احمد یار

سرائیکی شاعری میں "مولود شریف" کی روایت بھی پرانے زمانے سے چلی آتی ہے، خواجہ فرید، محمد یار بلبل، شاطر، ... مجروح شاہ، جلال کلیم، خرم بہاولپوری، گلشن کھتہ، قدوسی، مولوی اعظم، احمد یار، نور محمد گدائی، صابر مبارک پوری، ولایت شاہ، مولوی عبید اللہ، مولوی کریم بخش پرو کی، خادم اور مولوی محمد صدیق امر پوری سمیت کئی شعراء نے اس صنف میں اپنے کمال کے جوہر دکھائے ہیں۔

منگر چیت ہمیشہ کردی، وقت مدینے جاواں میں

روضے پاک نبیؐ دے اتوں صدقڑی جان گھماواں میں

جیکر ہوواں حضور دل پوری سارے مطلب پاواں میں

رب رحیم کریم قادر توں ہر دم ایہو چاہواں میں

وساکھ وساگی لوکی جاون میں ترپاواں مدینے نوں

جس دی دولت دین دنی سبھ ڈیکھاں اوس خزینے نوں

نور محمد گدائی

حلیہ نامہ بھی ایک قدیم نعتیہ صنف ہے جس میں حضورؐ کا حلیہ مبارک سیرت رسولؐ کی روشنی میں لکھا جاتا رہا ہے۔ اس کا بھی ایک وقیع ذخیرہ موجود ہے۔ سرائیکی شاعری میں محمد اعظم کے "حلیہ مبارک" کو ممتاز مقام حاصل ہے یہ منظوم کلام چھٹی صدی ہجری کے آواخر میں لکھا گیا

ہر دم حمد الٰہی آکھاں رب کوں خالق جاناں

جیں رب ایہوں دوست بنڑایا سوہنڑاں ڈو جہاناں

رنگ کتوک دا سرخی بھریا پھل لولاکی چڑھا

رنگ بھریجے کوں ڈیکھ کے تھیوے پھل تازہ شرمندہ

محمد اعظم

قصہ برقی بھی سرائیکی شاعری کی ایک منفرد صنف ہے اور اس میں بھی متعدد شعراء نے طبع آزمائی کی ہے۔ ذاتن مشتاقی کے قصہ سے اقتباس ملاحظہ ہو

اول حمد کہو سب مومن آکھو شکر بجا
مطلب رازق خالق ہر دا سچا پاک خدا
حضرت نبی محمدؐ صاحب نبیاں دا سردار
پڑھو درود صلوٰۃ ہمیشہ مومن بے شمار

معروف لوک داستانیں ہیر رانجھا، سیف الملوک، سسی پنوں اور اسلامی داستان یوسف زلیخا کو بھی سرائیکی شعر نے اپنا موضوع بنایا ہے اور ان داستانوں کا آغاز حمد و نعت کے ساتھ ساتھ مناقب سے کیا گیا ہے۔

چلو عیناں انکھیاں ناں چلائیں
صفت معراج دی ظاہر کرائیں
عجب ہک رات پُر برکات آہی
جو عالم تے خوشی دی ذات آہی
میں کیا اوں رات دا احوال آکھاں
سراسر نور ہک فیض لاکھاں

قصہ یوسف زلیخا از مولوی احمد اوچوی

مولوی احمد اوچوی نے بھی قصہ یوسف زلیخا لکھا ہے جس میں دو نعت سرکار رقم کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

گل گلزار نورانی حضرت شرف جنہاں تے قصیرے
ملک معظم خادم در تے جیا غوث قطب کل پیرے
مجلس خاص خدا دی نال جبرائیل وزیرے
دو کونین بہشت جو سارے سرورؐ دی جاگیرے

مولوی لطف علی کی سیف الملوک "سیفل نامہ" اور چراغ اعوان کا قصہ ہیر رانجھا میں بھی اس حوالے سے ہمیت کی حامل تخلیقات ہیں۔ سرائیکی شاعری میں مولوی غلام قادر قریشی کا تولد نامہ بھی ایک قابل قدر تخلیق ہے۔ 1072 شعر کا حامل یہ نعتیہ کلام تقریباً دو صدی قبل منظر عام پر آیا۔ اس کے مطالعہ سے مصنف کے تبحر علمی کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور فنی شعر پر کامل دسترس کا پتہ بھی چلتا ہے۔

شان محمدؐ عالی شان
افضل کل نبیاں دی جان
باعث خلقت نور ظہوری
اول ما خلق اللہ نوری
نور مجسم دے تھیں جان

زمیں، اسمان تے جن، انسان
نام محمدؐ نور مجسم
صلی اللہ علیہ و سلم

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے قاضی محمد عارف کے ایک سفرنامہ کے نعتیہ حصہ کی موجودگی کا انکشاف بھی کیا جو بقول ان کے حبیب فائق کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ ڈاکٹر مہر عبدالحق نے اس سفرنامہ کو سرائیکی کا پہلا منظوم سفرنامہ قرار دیا ہے۔ اس سفرنامہ میں بھی نعتیہ رنگ موجود ہے۔ قاضی عارف سفر پر روانہ ہوتے ہوئے یوں نغمہ سرا ہیں۔

طرف مدینے تھیم روانہ ہویا لطف خدایا
نہیں مجھ خوف سفر دا ہرگز نام خدا سر چایا
تھیسی فضل الٰہی شامل ہوسی چڑھے سجایا
طالب ہاں دیدار نبیؐ دا ہر دم شوق سوایا

ان اصناف کے علاوہ دوہڑہ، ماہیے، جھمری، بارہ ماسے اور حرفے نامے بھی لکھے گئے ہیں، کافی، غزل اور دوہڑے کی اصناف میں بھی نعتیہ رنگ کی نمائی اپنی مثال نہیں رکھتی۔

نعت کی روایت کا یہ سلسلہ نورنامہ کے حضرت ملا میوں قبول شاہ، اعظم چوہدری، حضرت شاہ حسینؒ، سلطان باہوؒ، بیسے شاہ، مجگی سرمست، حافظ جمال ملتانیؒ اور غلام فقیہ سے آگے بڑھتا ہوا جب خواجہ فریدؒ تک پہنچا تو اس میں جدت و ندرت کے کئی دلکش رنگ نمایاں ہو چکے تھے۔ خواجہ فریدؒ 19ویں صدی کے وہ واحد سرائیکی شاعر ہیں جنہیں عالمی شہرت نصیب ہوئی۔ ان کے کلام کا سوز و گداز، مٹھاس، اور چاشنی اپنی مثال آپ ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی لکھتے ہیں
"خواجہ فریدؒ نے سخن دانوری میں سچے حسن اور سچے عشق کی تلاش کا جو نقش تخلیق کیا اور عقیدت و محبت رسول کا جو مست کر دینے والا سُر چھیڑا ہے اس کے باعث وہ سب کے دل کی دھڑکن بن گئے۔ علامتوں اور اسرار کے حوالے سے انہوں نے تصوف کے جو مسائل بیان کیے اور جس طرح علاقہ کی علامت کو اظہار کا ذریعہ بنایا اس میں ان کا ثانی کوئی نہیں"۔

خواجہ فریدؒ ایک صوفی شاعر تھے اس لیے ان کی شاعری میں نظریہ وحدت الوجود کے اثرات بھی نظر آتے ہیں اور ایک عاشق کامل کی صدائے درد بھی سنائی دیتی ہے۔ صوفیانہ شاعری کے ساتھ ساتھ ان کے کلام میں حمد اور نعت کے مضامین بھی اپنے منفرد انداز میں موجود ہیں

اتھاں میں مٹھڑی نت جان بلب
او تاں خوش وسدا وچ ملک عرب
ہر ویلے یار دی تانگ لگی
نینہہ چیتے سک دی سانگ لگی
ڈکھی بانہڑی دے وچ تانگ لگی
تھئے جل بل کوئلے سب

ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقہ ڈھکی کے رہائشی ایک صوفی شاعر غلام فقیہ کو اگرچہ ملکی سطح پر ان کے کام اور کلام

کی نسبت بہت کم تعارف حاصل ہے تاہم وہ بھی نعت گوئی اور صوفیانہ شاعری کے حوالے سے ایک اہم نام ہیں۔ غلام فقیر خواجہ غلام فرید اور علامہ اقبال کے ہم عصر تھے اور ان سے ملاقات کا شرف بھی رکھتے تھے۔ وہ 15 ستمبر 1819 کو چوٹی بالا ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے بعد ازاں ان کے آبا و اجداد ہجرت کر کے ڈیرہ اسماعیل خان آ گئے۔ غلام فقیر نے 10 مئی 1938 کو جہانِ فانی سے کوچ کے لیے رختِ سفر باندھ لیا۔ غلام فقیر نے حمد و نعت کے علاوہ کافیاں، سہ حرفیاں اور ڈوہڑے بھی لکھے۔ ان کی نظم عاشق اور شعر سے کا۔ کلام اپنا جواب نہیں رکھتی۔ غلام فقیر کا نام تو بے شک زیادہ سفر نہ کر سکا لیکن ان کا دل کش اور پراثر کلام دل سے دل تک سفر کرتا ہوا ایک عالم کو اپنا گرویدہ بناتا رہا۔

غلام فقیر کا نعتیہ کلام ملک بھر میں پڑھا اور سنا جاتا ہے لیکن ان کی شخصیت پر ابھی تک کوئی جامع کام نہیں ہوا۔ ان کے کلام دل پذیر کا ایک وقیع ذخیرہ قلمی نسخوں کی صورت ان کے پوتے حاجی رشید احمد کے پاس موجود ہے اور وہ اس کی اشاعت کے لیے کوشاں ہیں۔ ان کا نعتیہ کلام ملاحظہ کیجیے

واہ شان نبی سرورؐ دا اے
جیہڑا شافی روز حشر دا اے
یسین خدا فرمایا ہے
تیڈا نام مبارک آیا ہے
لکھا وجہ کیں نہ پایا ہے
او صاحب شان قدر دا اے
ہک عرض کریندا ایرا ہے
درماندہ غلام فقیرا اے
تیڈے باجھوں دست نگیرا اے
میکوں آسرا تیڈے در دا اے

نعت کے مضامین اور موضوعات میں جہاں عہد بہ عہد جدت پیدا ہوتی وہیں اس میں تازگی اور تخلیقی وارداتوں کے خوبصورت نمونے سامنے آئے۔ نیا اسلوب، نئے تشبیہ و استعارات، ندرت فکر و خیال، قلبی عقیدت کا والہانہ اظہار، جدید احساس کی رفعت، جمال سرکار کا ذکر جمیل، حسن سیرت رسول کی مصوری، فریاد و استغاثہ کی پرسوز لے، تہذیب اسلامی کی رعنائی اور حرف و معنی کی تابندگی نے ایک نئے طرز احساس کو جنم دیا۔ بیسویں صدی کا نصف آخر اور اکیسویں صدی کی پہلی دہائی میں تخلیقی تسلسل اور فنی ارتقاء کے ساتھ جس طرح دیگر شعری اصناف میں نئے مضامین، موضوعات اور جدید تر اسلوب کی چمک دمک نے فروغ پایا اسی طرح نعت میں بھی نئی دنیائیں دریافت کرنے کا عمل بتدریج آگے بڑھا اور تخلیقی تسلسل کی جاندار روایت بھی پروان چڑھتی چلی گئی۔ اس عرصے کے دوران نعت میں فکر و خیال اور اظہار کے جو زاویے سامنے آئے اور جس طرح نعت کے کینوس میں وسعت پیدا ہوئی اسے اپنے الگ اور منفرد ذائقے کے ساتھ پہچاننا مشکل نہیں۔ بیسویں صدی میں لکھی گئی دوسری دہائیوں کی نعت کی طرح ساری نعت بھی اس بات کی غماز ہے کہ وہ بھی محبت رسولؐ اور عشق مصطفیٰؐ کے روشن جذبوں کی حامل ہے۔ نئی نعت میں جمال مصطفیٰؐ کی ثنا بھی ہے اور سیرت مصطفیٰ کی ضیا بھی، سرکار دو عالمؐ سے عقیدت کا اعتراف بھی ہے اور قلبی تعلق کا انکشاف بھی۔

قومی و ملی مسائل کا بیان بھی ہے اور ذاتی الجھنوں کا اظہار بھی، عصری معاملات بھی ہیں اور کائناتی بھی، دامانِ رحمت پناہ کی وسعتوں کا تذکرہ بھی ہے اور حضورِ اکرم ﷺ سے رشتۂ محبت بھی۔ الغرض جدید سرائیکی نعت مرور ایام کے ساتھ ساتھ ارتقائی منزلیں بھی سر کر رہی ہے اور بشارتیں تحریر کرنے کا کیف آور کام بھی انجام دے رہی ہے۔ مولانا نور احمد فریدی، آودی، محمود رجبل فریدی، فقیر بخت، محمد رمضان طالب، محمد بخش شاطر، فیض محمد دلچسپ، مولوی مسکین، حیرت شاہ، مولوی صدیق، جابر جتوئی، علامہ سیت پوری، ایم بی شرف، امید ملتانی، شائق بزدار، شاب ذیروی، حافظ رسول بخش حافظ، منظور احمد ناظم صابری، نور محمد سائل، حاجی بشیر احمد، دل نور پوری، آغا اقبال حسین، خان محمد کمتر، احمد حسن پرسور، فیض عباسی، تاج محمد تاج، ماسٹر خادم حسین، خلیل احمد خلیل فریدی، دلبخش پاما سومی، عبدالقدیر رشی احمد پوری، فدا حسین، شہباز، عبدالرحمان آسی، شیخ امیر مجروح، شاہ نور فخری، گل خان خطائی، عبداللہ یزدانی، نسیم سرمد، سرور خان سرور، عبدالرزاق بھٹی، محمد نواز تشکیم قادری، عطا رسول وسکی، غلام نبی دونکی، غلام حسین قمر، عزیز الرحمان گوہر، محمد رمضان بھٹی، محمد صدیق قدوسی، خادم حسین گلی، غوث بخش مصنف، محمد منشا دلدار لاشاری، ممتاز احمد ساجد، نور الحسن لاشاری، محمد اقبال عاقل، منظور رشید، ہوا نبہ ہاشمی، شوق چودی، خدا بخش ظفر، ثاقب دامانی، مسعود کربلائی سمیت کئی شعرا اس جاندار اور شاندار روایت کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں جنہوں نے سرائیکی نعت کو جہت اور ندرت کی نئی منازل سے آشنا کیا ہے۔

بیسویں صدی میں نعتیہ مجموعوں کے ساتھ ساتھ دیگر شعری تصانیف میں بھی نعت کا رنگ شامل رہا ہے اور عہد بہ عہد مختلف نئی اصناف بھی سرائیکی شاعری کا حصہ بنتی رہی ہیں۔ اس صدی کے پہلے نصف دور میں صرف فقیر بخت کے "ختم الرسل دی شان" کے نام سے چودہ مجموعے شائع ہوئے۔ مدنی سہی سلطان (امید ملتانی)، گلشنِ سرکار (سلیم ملتانی)، چھنوں رسوہاں سکھ دیاں (رمضان طالب)، رحمت دی ذات (فقیر بخت)، خوشبو (شائق بزدار)، کونین دا دولی، نعت مدینے دی کائنات (شاب ذیروی)، سہرے حضور دے، محبوبِ رسالت، عرب دا چن، فیض مصطفیٰ، شمس کائنات، محمدی چمن، مدینے دے موتی، نوری گلشن (فیض سندھڑ)، ثنائے مصطفیٰ، سرکار دی رحمت، گلشنِ احسان، گلشنِ عقیدت، گلشنِ صابری، گلشنِ نعت (منظور احمد ناظم)، سرائیکی حتاب، عظمتِ رسول، محبتِ رسول، نوری درش، نوری سہرے، انتخاب حاجی بشیر احمد منظور سعیدی)، مدینے جہاں با نوری حتاب (مرتب دل نور پوری)، نعتِ مصطفیٰ (آغا اقبال حسین)، دیہاں کمتر (خان محمد کمتر)، عاشق دا ناز محمد (احمد حسن پرسور بخاری)، محمدی ڈوہڑے (فیض عباسی)، گلشنِ رسول (تاج محمد تاج)، مدنی دے سہرے (ماسٹر خادم حسین)، سونہڑے دے سہرے (خلیل احمد خلیل فریدی)، محمدی گلشن (محمد منشا دلدار لاشاری)، ڈھولا پاک محمد (غوث بخش مصنف)، عقیدت دے پھل (ممتاز احمد ساجد) عقیدت دیاں بیجوں (نور الحسن اشاری) اور حافظ رسول بخش حافظ کے ایسے کتابچوں سمیت متعدد نعتیہ کتب بیسویں صدی میں منظرِ عام پر آئیں۔ اس صدی کے آخری نصف میں ایم بی اشرف کی ایک طویل نعتیہ نظم "کونین دا سہرا" منظرِ عام پر آئی جو اہمیت کی حامل کتاب ہے۔ اس مجموعے میں عقیدت و محبت اور شاعرانہ کمالات قابلِ داد ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

کل کینات کل ازلاں توں ہن جیندیاں ذات نیاراں
او آیا تاں اجڑی دھرتی تھی گئی گل گلزاراں
پاک محمد دے جلوے عرشاں تے دھوم مچائی

جنت دے ہر دن دے بچے بچے رم جھم لائی
طوبیٰ جب تے سدرہ لٹوری وکھری نور بنائی
کل حوراں دی پیشانی وچ چمک ایہی نور ڈکھائی
جنت دے ہر محل تے غرفے وچ تھی گئی روشنائی
ہک بے کل پچھے ڈیون عرشی بچ بچ تھیر ودھائی

اسی طرح عبداللہ یزدانی کی ایک نعت بھی بہت مقبول ہوئی اور اپنی تخلیق کے بعد سے اب تک عالم میں سالوں سے ہر محفل نعت میں پڑھی جاتی رہی ہے۔

جداں یار تیڈی دا تھیں چڑھدے پلکاں تے ستارے ٹل ویندن
تیڈے ناں دا ورد کریداں تاں میڈے سارے ڈکھڑے ٹل ویندن
کتھ عرش بریں کتھ فرش زمیں کتھ قاب قوسین او ادنیٰ
میڈا پاک نبیؐ احمد پہنچا جتھاں پر جبریل دے جل ویندن
سب جھولیاں بھر بھر کے ویندن اتھاں چھڑ دی ہتھ زر ویندن
تیڈے آندن ایں دروازے تے کون آدھے خالی ول ویندن

اکیسویں صدی میں بھی جدید نعت کا سفر تسلسل کے ساتھ جاری ہے اور سرائیکی نعت کے حوالے سے بہت زرخیز کام ہو رہا ہے۔ اس کی پہلی دہائی میں ہی درجنوں نعتیہ کتب مارکیٹ میں آ چکی ہیں اور یہ سلسلہ دوسری دہائی میں بھی جاری ہے۔ اس عرصہ میں شائع ہونے والی کتب میں ڈیرہ اسماعیل خان کے ڈاکٹر سلطان احمد ستیری کی کتاب "مسافر غار ثور دا" کو اس حوالے سے اہمیت حاصل ہے کہ اس میں سیرت رسول کو نظم صورت میں قلم بند کیا گیا ہے میری معلومات کے مطابق یہ پہلی سرائیکی منظوم سیرت رسولؐ ہے۔ تقریباً 800 صفحات پر مشتمل اس کتاب کو 2006 کا قومی سیرت ایوارڈ دیا بھی گیا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں

جتھ وصف نبیریں دا دانا ہے
ہر نقش توں پاک او پیارا ہے
سوہنڑا روشن ڈینہہ وانگوں سارا ہے
نبیؐ جتھ ساڈا غم خار آیا

گذشتہ بارہ سالوں میں سامنے آنے والے نعتیہ کلام سے چند منتخب اشعار بھی ملاحظہ کیجیے تاکہ نئی نعت کے مجموعی مزاج سے آگاہی ہو سکے۔

محمدؐ دے در دے بھکاری اساں
ایہدے ناں تو جند جان واری اساں
ایہدے در توں چھدوں ایہدے در توں گھندوں
ایویں عمراں ساری گذاری اساں

فیاض حسین ناصر فریدی

جہان سارا تھیا منور جو اج سراجِ منیرؐ آگئے
فلک تے حور و ملک پئے گاون حبیبِ ربِ قدیر آگئے
زمین منور زماں منور مکاں منور لامکاں منور
فلک توں انوارِ حق پئے وسدن حضورؐ روشن ضمیر آگئے

امان اللہ کاظم

سکوں آپڑے در تے سدا میڈا مولاؐ
ایہا آس دل دی بچا میڈا مولاؐ

ابرار قتیل

ڈکھڑے سارے نال محمدؐ
وسدی راہوے تیڈی آلِ محمدؐ

کاظم شاہ نازک

میں ہاں سوالی تہاڈے در ||
تساں سخیاں دے بادشاہ ہو
خیال رکھدے ہو ہر بشر ||
تساں سخیاں دے بادشاہ ہو
ہے ذات سائیاں دی لگدی پیاری
درود پڑھداں میں رات ساری
تے اکھ تے ہنج دا ہے تارا ترا
تساں سخیاں دے بادشاہ ہو

محمود قلندری

اے ڈکھ جنہاں دی سکوں تھیندن تاں وجد دے وچ درود پڑھداں
تے نعت سنیں دی کوں گنگناواں جنہاں زمانہ ملال ڈیندائے
ایہا تڑپ ہے جو میں سنواراں ہا حال دردوں دا ورتے وچ کے
او خالی در آئے کوں کیکوں موڑیندا تے درد مرداں دے نال ڈیندائے

ثاقب ملانی

ہاں غلام کملی والے دا کہیں خان نواب دا نوکر ناں
میں سیرت دا پروانہ ہاں کہیں جام شراب دا نوکر ناں
کوئی غلط تعبیر تھیندا ناں کہیں کوڑے خواب دا نوکر ناں
میں نوکر مظفر سچیاں دا کہیں سیت خراب دا نوکر ناں

عابد علی مظفر

سید گل محمد شاہ بخاری

سندھی میں نعتیہ شاعری

سندھ میں نعت گوئی کی ابتدا تو ایک طرح سے اسی وقت ہوگئی تھی جب محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کیا اور پہلی بار کسی نے الحمد اللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ میں پڑھا لیکن سندھی زبان میں ذکر رسولؐ کی تحریری طور پر ابتدا گیارھویں صدی ہجری میں ہوئی۔ اب تک کی تحقیق کے مطابق سندھی زبان میں جو پہلی نعت دریافت ہوئی وہ 1067ھ میں لکھی گئی جو کاتب لزعت بن سیبان کی ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے پہلے بھی کوئی نعت لکھی گئی ہو لیکن ابھی تک اس کا سراغ نہیں مل سکا۔

اس کے بعد کے زمانے میں جو بھی کتاب لکھی جاتی تھی چاہے وہ کسی بھی موضوع پر ہو لیکن تبرکاً اس میں ذکر رسول اللہؐ ضرور موجود ہوا کرتا تھا۔ ایسی کتابیں عموماً سندھی شاعری کی صنف الف اشباہ میں لکھی جاتی تھیں۔ سندھی زبان کے عظیم شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے ہاں بھی نعتیہ عناصر موجود ہیں۔

بعد ازاں جب 1852ء میں سندھی حروف تہجی باقاعدہ اور باضابطہ طور پر وجود میں آئے اور ترقی ہوئی تب سے سندھی مجموعہ ترتیب پانے لگے تو نعتیہ شاعری کو بھی عروج حاصل ہوا۔ اس دور میں میلاد نامے، معراج نامے، معجزے، وروفات نامے معرض وجود میں آئے جن میں سے اکثر آج بھی سندھ کے کئی کتب خانوں میں موجود ہیں۔

اسی دور میں سندھ میں مولود شریف کی بھی ابتدا ہوئی۔ مولود شریف بنیادی طور پر ایک ایسی صنف سخن ہے جس میں رسول اللہؐ کی ولادت اور معجزات کا تذکرہ کیا جاتا ہے لیکن بعد میں مولود شریف کی صورت میں رسول اللہؐ کے حوالے سے دیگر مضامین کو بھی شعری جامہ پہنایا جانے لگا۔ انیسویں صدی کا ہر شاعر گویا اس بات کا پابند تھا کہ وہ اپنے کلام یا اپنی شاعری کی ابتدا اللہ اور رسول اللہؐ کے نام سے کرے۔ یوں اس دور میں ہر شاعر نے ایک آدھ نعت ضرور کہی۔ یہاں تک کہ غیر مسلم بالخصوص ہندو شعراء نے بھی نعتیں کہیں اور آج بھی جاری و ساری ہے۔

قیام پاکستان کے وقت مولانا عبدالرؤف، آخوند صاحب ڈنو، مولانا تاج محمود امروٹی، مولانا عبدالکریم کپاڑو اور مفتی عبدالغفور ہمایونی کے نام بطور نعتیہ شاعر مسلم ہو چکے تھے۔

پاکستان بننے کے بعد بے شمار شعرا نے نعت کہیں لیکن یہاں صرف چند ان شعرا کا تذکرہ کیا جاتا ہے جنہوں نے خصوصیت سے نعت کے حوالے سے کام کیا۔ سب سے پہلے صاحب دیوان شعرا کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں سندھی میں عربی ۲۸ حروف کے مطابق "دیوان نعتیہ ثنائی" پاکستان سے پہلے لیکن سندھی میں ۲۹ حروف کے مطابق اول کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ دیوان مولانا ثناء اللہ ثنائی کا ہے

اس کے بعد اسی ۲۸ عربی حروف کی ترتیب کے مطابق مولانا عبداللہ اثر صاحب نے "ذکر حبیبؐ" کے نام سے ایک اور دیوان ترتیب دیا جو شائع ہو کر عاشقانِ رسولؐ کے لیے مسرت کا باعث بنا۔ مولانا عبداللہ اثر ضلع بدین کے رہنے والے تھے۔ قادرالکلام شاعر، عالم اور ماہر تعلیم تھے۔

اس کے بعد سندھی زبان کے ۵۲ حروف کے مطابق ردیف وار نعتیہ دیوان "سرورِ عالمؐ" ۱۹۹۱ء میں شائع ہوا۔ یہ سندھی حروف تہجی کے مطابق سندھی زبان اور سندھی نعتیہ شاعری کی تاریخ میں پہلا نعتیہ دیوان ہے۔ یہ بھنائیؔ (سید گل محمد شاہ بخاری) کا ہے۔ اس پر ۱۹۹۳ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے مجھے اول انعام بھی دیا گیا ہے۔

اس کے بعد "ثنائے رسول اللہؐ" نامی سندھی دیوان ۵۲ حروف کے مطابق شائع ہوا جو مرحوم گل حسن کوہیار شاد کا ہے اور سندھی ادبی بورڈ کی طرف سے شائع ہوا۔ مرحوم گل حسن کوہیار بڑے اعلیٰ شاعر تھے۔ ان کا کلام عوامی سطح پر بے حد مقبول ہے۔

اس دیوان کے بعد شکارپور سندھ کے بزرگ شاعر رحمت اللہ شوق شکارپوری مرحوم کا نعتیہ دیوان "ثنائے رسول اللہؐ" شائع ہوا وہ بھی سندھی ۵۲ حروف کے مطابق ہے۔ مرحوم کئی کتب کے مصنف تھے اور شاعری کی صنف کافی پر مکمل عبور رکھتے تھے۔

اس کے بعد لاڑکانہ کے حاجی علی بخش بتانی مرحوم نے ایک کتاب لکھی جس میں پانچ قسم کے دیوان تھے۔ پہلے نعتیہ دیوان میں عربی حروف تہجی کے مطابق ۲۸ نعتیہ غزلیں اور ۱۶ مثلث دیئے گئے ہیں۔ دوسرے دیوان میں عربی حروف تہجی کے مطابق ۳۳ مسدس دیئے گئے ہیں۔ تیسرے دیوان میں سندھی ۵۲ حروف کے مطابق رباعیات پیش کی گئی ہیں۔ چوتھے دیوان میں عربی حروف تہجی کے مطابق مثنوی بصورت دیوان دی گئی ہے جو عربی کے ۱۳۶ اشعار پر مشتمل ہے۔ جس کا خاص تعارف یہ ہے کہ "یک حرف ابتدا و انتہا" کی صفت میں لکھی گئی ہے۔ جس میں ۱۴ اشعار دیئے گئے ہیں۔ یہ دیوان اپنی نوعیت میں سندھی ادب کی تاریخ میں ایک انوکھا دیوان ہے۔

اس کے مصنف بڑے قادرالکلام شاعر تھے۔ مسدس میں اتنا کمال تھا کہ ان کو سندھی کا حالی کہا جاتا تھا۔ مصنف کو اس کتاب پر حکومت پاکستان کی طرف سے اول انعام بھی ملا تھا۔ اس کے بعد دیوان "مدحِ رسول اللہؐ" شائع ہوا۔ یہ شہداد کوٹ کے مشہور عالم مولانا محمد یوسف شہدادکوٹی کا ہے۔ جو عربی ۲۸ حروف کے مطابق ہے۔

اس کے بعد نعتیہ دیوان "آبِ کوثر" کی باری آتی ہے۔ یہ کتاب بھنائیؔ (سید گل محمد بخاری) کی ہے جو کتاب سندھی ۵۲ حروف کے مطابق لکھی گئی ہے۔ جس میں 125 نعتیں موجود ہیں۔

اس کے بعد "پیمبر دو عالمؐ" نعتیہ دیوان شائع ہوا جو عابد لغاری صاحب کا ہے۔ وہ کئی کتب کے مصنف ہیں۔ اس میں انھوں نے ۵۲ حروف سے زائد مروج آوازوں کو بھی ردیف کے طور پر استعمال کیا ہے۔

اس کے بعد حکیم دین محمد اکرم صاحب کے دیوان "سندی سک پریں" کا نمبر آتا ہے۔ یہ بھی سندھی ۵۲ حروف کے مطابق نعتیہ دیوان ہے۔ مرحوم جھنگ دادو میں پیدا ہوئے تھے۔ بعد میں کوٹڑی میں مطب کھولا اور وہاں ہی

ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری

سندھی زبان میں نعت گوئی / نعتیہ شاعری

رب ذوالجلال نے اس کائنات کی تخلیق کا مقصد جس انداز میں اپنے کلام قرآن مجید و فرقان حمید میں بیان فرمایا ہے تو ساتھ ساتھ اپنے بارے میں وہ کچھ بتلایا ہے جو اور کوئی بیان نہیں کر سکتا اور جو ابھی تک صیغۂ راز میں ہے۔ اپنی جتنی بھی توصیف فرمائی ہے وہ اسے خود ہی "حمد" سے تعبیر کرتا ہے۔ قرآن شریف کی ابتدائی سورۃ "الفاتحہ" کی ابتدا بھی "الحمد" کے خوبصورت لفظ سے ہوتی ہے۔ اور جتنے بھی انبیا کرام مبعوث ہوئے ادوار میں ہے جن کو کتاب اور صحیفوں سے نوازا گیا ہے۔ ان میں بھی ان زبانوں کے اعتبار سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی توصیف خود ہی بیان فرمائی ہے وہاں سے دعائیں مانگنے کے طور طریقے بھی خود ہی بیان فرمائے ہیں جن میں خود ہی اپنی لاتعداد صفتیں بھی ظاہر کیں ہیں۔

رب کائنات نے اپنے کلام قرآن مجید، جو اپنے آخری رسول اور نبی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ پر تیئیس سال میں حکایات اور ہدایات کی صورت میں نازل فرمایا۔ اس میں اپنے محبوب پیغمبر کی ثنا اور توصیف میں ہر وہ بات بیان فرمائی ہے جو عام آدمی یا آپ کا امتی کبھی بیان نہیں کر سکتا تھا۔ مگر جس طرح سے اپنی ثنا اور توصیف کو "حمد" سے تعبیر کیا ہے، آپ کی جامع صفات کے لیے کوئی مخصوص لفظ بیان نہیں فرمایا ہے۔ مگر آپ کی امت مسلمہ نے آپ کے اقوال اور حکایات کو "حدیث"، آپ کے اوصاف حمیدہ کو "اسوۂ حسنہ اور سیرت طیبہ" اور آپ کے بارے میں کی ہوئی شاعری کے لیے "نعت" کا لفظ مخصوص کیا ہے۔

لفظ نعت بڑا ہی جامع لفظ ہے اور جتنے بھی لغات ہیں ان میں نعت کا مطلب کسی بھی چیز کے لیے بہت بڑی تعریف کے معنی میں آتا ہے۔ مگر اب یہ لفظ آقائے نامدار کی تعریف کے لیے مختص ہو گیا ہے۔

نعت کی شروعات حضرت محمد مصطفیٰ کی حیات مبارکہ میں ہی ہو چکی تھی۔ مگر اس دور میں جتنی بھی نعتیہ شاعری ملتی ہے۔ اسے نعت نہیں کہا گیا تھا۔ بعد کے ادوار میں جب نعتیہ شاعری نے عروج پایا اور دیگر زبانوں میں کثرت سے نعتیہ اشعار کہے جانے لگے تو یہ لفظ خصوصی طور پر استعمال ہونے لگا۔

دنیا کی لاتعداد زبانوں میں جس طرح قرآن پاک کے تراجم کثرت سے شائع ہو رہے ہیں اسی طرح سیرت پاک پر نظم و نثر میں لاکھوں کتب شائع ہو چکی ہیں۔ سندھی زبان میں بھی ان کی تعداد ان گنت ہو چکی ہے اسلام کے شیدائی اور آقائے نامدار کے عاشق اپنی محبت کو قرطاس ابیض پر لائے بغیر چین سے نہیں بیٹھے۔ روزانہ اخبارات و رسائل میں مضامین کے ساتھ ساتھ نعتیہ شاعری بھی شائع ہوتی رہتی ہے

سندھ میں مختلف ادوار میں جب عربی رسم الخط رائج تھا تو سندھ کے عالم فاضل اور پڑھے لکھے لوگ عربی میں نعتیہ شاعری کرتے تھے۔ جب فارسی رسم الخط کا رواج اور رجحان بڑھا، تو حکومتی زبان کے طور پر استعمال ہونے لگی،

کے معرفت کے اشعار میں دیئے جو تاریخ میں وہ بڑی اہمیت کے حامل رہے اور محفوظ رہ گئے

اسی دور میں نصر پور کے میاں شاہ عنایت رضوی، جو شاہ عنایت شہید اور حضرت شاہ عبداللطیف کے ہمعصر تھے، ابیات کے بڑے شاعر اور سخن سنج تھے۔ شاہ لطیف ان سے ابیات میں گفتگو کرتے تھے۔ ان کا رسالہ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے مرتب کیا تھا۔ شاہ صاحب کے رسالہ میں نعتیہ اشعار اور ابیات کثرت سے ملتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر ایک نعت کا ترجمہ پیش ہے

پہلے پہل نبی کے نور کو ستارے میں رکھا
جب نوں کے بادشاہ کو دیکھ کر "التحیات" پڑھی
بہشت سے "براق" سجا کر اسے فرشتوں کے ساتھ بھیجا
فرمایا اب خوش ہو کر آ جایئے! کہ تجھے یہ تحفہ عنایت ہوا ہے
جہاں ملائک کے لیے کوئی جگہ نہیں اس مقام پر تجھ سے راز کی باتیں کیں
جبرئیل کے ساتھ وہ "براق" پر سوار ہوئے
نرالی راہوں سے گذر کر خاص خلوت میں فرمایا "ادھر آ جایئے"
عنایت کہتا ہے کہ اس وقت آپ نے اپنی امت کے لیے شفاعت مانگی

اسی دور میں لاتعداد عالم ایسے گذرے ہیں جن کی تصانیف میں شاعری بھی شامل رہی ہے اور اس شاعری میں الف شب کے ابیات کثرت سے ملتے ہیں۔ ان علماء کرام اور صوفیائے عظام میں مخدوم ابوالحسن، مخدوم ضیاء الدین، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، مولوی عبدالحق، مخدوم محمد ابراہیم بھٹی، مخدوم عبدالرحیم گرہوڑی، مخدوم محمد زمان سواری والے، مخدوم غلام محمد بگائی، قاضی عبدالکریم، میاں بیسو، مخدوم عبداللہ وغیرہ شامل ہیں۔

مخدوم غلام محمد بگائی کے نمونہ کلام کا ترجمہ دیکھیے

یا رسول اللہ! تیری عنایت سے میں رحمت کی امید رکھتا ہوں
غلام محمد کے دکھ درد دور ہوں اور اس کی خطائیں معاف ہوں
تو شافع محشر ہے، قریب ہو اور میری شفاعت کرے

مخدوم ابوالحسن (وفات 1700ء) کی کتاب مقدمۃ الصلوٰۃ میں بھی اپنے نعتیہ اشعار اور ابیات ملتے ہیں۔

مخدوم عبدالرحیم گرہوڑی بڑے پائے کے عالم تھے۔ (وفات 1778ء) ان کا کلام سندھ میں بہت معروف ہے۔ ان کی پیشین گوئیاں بھی سندھی ادب کا حصہ ہیں۔ ان کے اشعار اور ابیات میں الف شب آقا سے نامدار سے محبت اور عقیدت عجب انداز میں ملتی ہے۔

اسی طرح مخدوم ضیاء الدین (وفات 1757ء) نے فقہ کے مسائل پر لکھتے ہوئے حمد اور نعت کے اشعار اور ابیات بھی کہہ جاتے تھے۔ ایک نعت کا مطلع ہے

ترجمہ: سہارا ہے محمد مصطفیٰ سارے عالموں کا
سارے انبیا کا سردار ہے

مولوی عبدالحق نے اپنی کتاب "مطلوب المومنین" میں اپنے طلبا کی نصیحت کے لیے طویل نظمیں لکھیں۔ جن میں رسول اکرمؐ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

مولوی محمد حسین نے (وفات 1763ء) قصص الانبیاء کا الف اشانؓ کے ابیات میں منظوم سندھی ترجمہ کیا۔ ابتدا میں آنحضرتؐ پر منظوم سلام بھیجتے ہیں۔

ترجمہ
لاکھوں سلام ان پر، کروڑوں درود بھی
نازل ان پر ہوں، جو محمد مجتبیٰؐ ہیں

مخدوم عبداللہ واعظ (وفات 1763ء) نے کئی کتابیں لکھی ہیں جن میں نعتیہ ابیات شامل ہیں۔

ترجمہ:
درماندوں پر ہمیشہ اپنی نظر کیجیے
مشکل میں آئے ہوئے کی مدد پر پہنچیے
آوازیں سن کر میری آ جائیے امداد کو
اپنے مرید کی داد رسی کے لیے آ جائیے

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی (وفات 1760ء) کلہوڑا دور کے بہت بڑے عالم اور سرکاری محتسب تھے۔ کئی کتب کے مصنف تھے جو اب بھی عرب دنیا میں پڑھائی جا رہی ہیں۔ اپنی ایک کتاب "قوت العاشقین" جو منظوم ہے، اس میں حضورؐ کے نور، میلاد (تولدی) معراج اور دوسرے کئی اہم واقعات اور موضوعات پر کئی مناقب اور نعتیہ ابیات اشعار کے انداز میں (جو اس دور میں مروج تھا) کہے ہیں۔ ان کا ایک نعتیہ بیت ہے۔

ترجمہ:
سورج کی طرح چمک رہا ہے روشنی دے رہا ہے
حسن ایسا کہ زینت و زیب زیادہ
روشنی دیکھیے کہ کوئی رات، رات نہیں
ہمارے رب نے محمد کو اپنا رسول بنا کر بھیجا

اسی دور میں سندھ کے سب سے بڑے صوفی شاعر حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کا اسم گرامی سامنے آتا ہے۔ جنھوں نے اپنے عارفانہ کلام سے وہ شہرت پائی کہ سندھ اور سندھی زبان کو پہیے پر لگ گئے ہیں۔ علامہ آئی آئی قاضی نے تو آپ کو دنیا کا عظیم اور سب سے بڑا شاعر ثابت کیا ہے۔ آپ نے اپنے کلام میں توحید، رسالت، عرفان و صلاح، عشق و محبت کے ان گنت رنگ بکھیرے ہیں۔ کئی قوم، روایات و رسومات، اور سماج، ادب اور ثقافت کے ایسے نکتے اور رنگ میں تذکرے کیے ہیں کہ غیر ملکی اسکالرز نے آپ کے کلام سے استفادہ کرنے کے لیے سندھی زبان کو سیکھا، پڑھا اور ترجمہ کر کے دنیا کو یہ دکھلایا کہ وادیٔ سندھ کا یہ درویش دنیا کو کیا پیغام دیتا ہے۔

آپ کے کلام میں نعتیہ انداز کے ابیات تمثیلی انداز میں بھی کثرت سے ملتے ہیں۔ آپ کے رسالہ "شاہ جو رسالو" میں جو تیس حصوں (راگنیوں کے سروں) میں موجود ہے اور سندھ کے عشقیہ داستانوں پر مشتمل ہے، جا بجا ایسے ابیات بکھرے پڑے ہیں۔

ترجمہ
دنیا بڑی گندی تھی، جسے آنے والے نے اچھا بنا دیا
سارے لوگوں پر سے رب تعالیٰ نے وہ کثافت اتار دی

لوگ سیدھے راستے پر آ گئے، اپنے نبیؐ کے نقشِ قدم پر
وہ جب آ گئے تو سارے دکھ دور ہو گئے

میاں محمد سرفراز کلہوڑہ اپنے والد میاں غلام شاہ کلہوڑہ حاکم سندھ کے انتقال کے بعد سندھ کے حکمران بنے۔ وہ سخن سنج تھے۔ سندھ کی کلاسیکل شاعری سے بخوبی آگاہ تھے اور سیدنا ثابت علی شاہ کی دوستی میں عروضی شاعری میں بھی بڑی مہارت پائی۔ وہ میر بہرام خاں جو میاں غلام شاہ کے سپہ سالار رہ چکے تھے، کو دربار میں بلا کر قتل کروانے کی سازش میں تہمت سے معزول ہو کر حیدرآباد کے قلعے میں قیدی بنے جہاں میاں عبدالنبی کلہوڑہ کی سازش سے قتل کیے گئے۔ قید خانے میں میر محمد سرفراز خاں نے کئی مدحیں کہیں۔ ان کی ایک طویل مدح سندھی ادب کی بہترین مدح کہلاتی۔

اسی دور کے مخدوم عبداللہ کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں ان کے جا بجا نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ ان کی ایک کتاب "قمر منیر" جس کا قافیہ پوری کتاب میں "ن" کا ہے۔ یہ کتاب معراج کے واقعے سے متعلق ہے۔ وہ براق کی زبانی کہتے ہیں:۔

ترجمہ: میں جانتا ہوں اس گوہر کو مالک الملک کا پسندیدہ
اللہ کے محبوب تھے وہ، سب اس سے آگاہ ہیں

کلہوڑہ دور کے آخری دور میں لاتعداد شعراء کرام، جن کا کلام خاص طور پر مولود، مداحنوں، معجزے کی صنف میں ملتا ہے، موجود تھے۔ ان میں مولوی محمد حسین، قاضی عبدالکریم، حسن حامد، دار سے والوں کے ابیات، نور نامہ، عید نامہ، بچوں علی (کبت) سراج العابدین (کبت) معراج نامہ (الف اشباعؒ) میں، تنبیہ اب طفلین، سراج الاسلام، اور مخدوم فضل اللہ پاٹائی کی کتاب "الصلاۃ" وغیرہ میں نعتیہ ابیات ملتے ہیں۔

اسی دور میں عبداللہ واعظ (وفات 1763ء) اور صدرالدین چارن کے نعتیہ ابیات قابل ذکر ہیں۔

کلہوڑہ دور کی اہم بات یہ ہے کہ سندھی کا اپنا رسم الخط نہ ہونے کی وجہ سے اس دور میں سیرت پر کوئی نثری کتاب نہیں ملتی۔ اس دور کی سیرت پر جتنی بھی کتابیں ہیں وہ سب منظوم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سندھی ادب میں شاعری کی بڑی اہمیت ہے جو سینہ بہ سینہ کئی دور تک آئی ہے۔ اشعار مختصر اور جامع ہوتے ہیں اور لوگوں کو زبانی بھی ہوتے ہیں۔

کلہوڑہ دورِ حکومت جو سترویں صدی کے پہلے ساٹھ سالوں پر مشتمل ہے۔ اس میں لاتعداد عالموں، ادیبوں اور محققوں کے علاوہ صوفی شعراء کرام نے سندھی ادب میں اضافہ کروایا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ حضورؐ کی شانِ اقدس میں مختلف اصناف سخن میں نعتیہ شاعری کی گئی ہے۔ مگر چونکہ سندھی حروف تہجی ابھی معرض وجود میں نہیں آئے تھے اس لیے نثر میں سیرت پر کتابیں نہیں ملتیں۔

تالپر دورِ حکومت میں بھی سرکاری رسم الخط فارسی تھا۔ اس لیے فارسی میں ان گنت کتابیں لکھی گئیں البتہ اس دور میں سندھی میں سیرت کی کتب نہیں لکھی گئیں۔ نعتیہ ابیات اور دوسری اصناف میں کلہوڑہ دور کی طرح بے شمار شعرا کرام نے اپنا کلام آپؐ کی نذر کیا ہے۔

سچل سرمست حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے دور میں ابھی کم سن تھے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ جو دیگ ہم نے چڑھائی ہے اس کا ڈھکن یہ اتارے گا

عبدالوہاب عرف سچل سرمست وحدت الوجودی صوفی بزرگ ضلع خیرپور کے رہنے والے پہلے ہفت زبان شاعر تھے۔ آپ کی ولادت 1739ء میں (کلہوڑہ دور) اور وفات 1829ء (تالپر دور) میں ہوئی۔ آپ کے ایک مولود کا نمونہ ہے

ترجمہ: رسولؐ مجھے ملیں گے، میری آنکھوں کی امید ہے یہ
مولا کے مہر سے، مجھے یہ اعزاز مل جائے گا

آپ کی نعت کا ایک شعر ہے

ترجمہ: اے صبا میری بات میرے سردار کو پہنچا دے
ساری تفصیل میرے محبوب مرسل تک پہنچ جائے

سید ثابت علی شاہ (وفات 1810ء) بھی کلہوڑہ دور حکومت اور تالپر دور حکومت کے نامور درباری اور سندھی فارسی کے معروف شاعر تھے۔ آپ کی شہرت شاعری میں بطور مرثیہ نگار ہوئی۔ ان کا تعلق سیہون سے تھا۔ ان کی شاعری میں نعت بھی کثرت سے ملتی ہے۔

نواب اسد الصوفی صاحب دیوان شاعر تھے۔ (وفات 1300ھ) سندھی میں سیرت پاک کے حوالے سے آپ کی لاتعداد مدحیں اور مولود ملے ہیں۔ آپ کی ایک مدح کا مطلع ہے:

ترجمہ: سردار کی صفت دل اور زبان سے کرتا رہوں میں
میں حضرت محمدؐ کی مدح کو شروع کر رہا ہوں

علاوہ ازیں اس عہد میں آخوند محمد پنہل، ملا صاحب ڈنہ فاروقی، صدرالدین چاریت، سردار نواب ولی محمد خان لغاری، فقیر نواب ولی محمد، خلیفہ نبی بخش لغاری، حافظ حامد، رمضان کنبھر، محمد قاسم، زنگی، دو صاحبو موچی، میاں حامد اللہ میرو خانی، تمن فقیر لغاری، حاجی حافظ پنجن، میر عبدالحسین خاں سانگی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس دور میں لاتعداد قادر الکلام شاعر گزرے ہیں جن کا ذکر کرنا اس مضمون میں ممکن نہیں۔ ان کے کلام میں نعت گوئی کو بڑی اہمیت رہی ہے۔

قیام پاکستان کے بعد جہاں سندھی شاعری میں روز افزوں ترقی ہوئی وہاں نعت گوئی کے میدان میں بھی بے شمار لوگ سامنے آئے۔ اختصار کے پیش نظر صرف چند لوگوں کے نعتیہ کلام کے نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔

مخدوم محمد زمان "طالب المولیٰ":

میرے عشق کا یا محبوب خداؐ، آغاز بھی تو انجام بھی تو
میری طاعت، ملت، مذہب تو، میرا دین بھی تو اسلام بھی تو

غالب ستار فیض بخشاپوری: (1936ء، 1992ء)

آئینہ حق حاصل قرآن محمدؐ
یزداں کی قسم، مظہر یزداں محمدؐ
اللہ سر عرش ثنا خوان محمدؐ
کیا سہل علی مرتبہ و شان محمدؐ

سید اطہر گیلانی (ولادت 1915ء)

جگ کا رہبر جگ کا سردار
صلی اللہ علیہ وسلم
ساقیٔ کوثر، شافع محشر
صلی اللہ علیہ وسلم
ابر رحمت، بحر سخاوت
کان مروت، شافع امت
وارث جنت، قاسم کوثر
صلی اللہ علیہ وسلم

سید منظور نقوی:

اے فخر سلیمان و عیسیٰ
میرے ملجا میرے ماویٰ
سب تم پر پڑھیں صلی علیٰ
ہندی سندھی عجمی عربی
تیری طاعت میں دن رین ہیں
تیری قدرت میں کونین ہیں
تیری خدمت میں ثقلین ہیں
سن میری بھی آو نیم شبی

حافظ محمد احسن چٹھہ

میرا شرف بھی تو اور شان بھی تو
میرا علم بھی تو میرا عرفان بھی
میرا دین بھی تو، ایمان بھی تو
میرا ذکر بھی تو اذکار بھی تو

محمد جمیل عرف مجیب سروری

انگلی کے اشارے سے چاند کو ٹکڑے کر دیا
میرے محبوب کی محبوب ادائیں دیکھ
اس کی عطاؤں اور میری خطاؤں کو دیکھ
کہاں عشق محمدؐ اور کہاں میں

عابد لغاری:

تو محبوب خدا اور آخری پیغمبر ہے
تو حق کا پاسباں اور حق کا امین ہے
تو بشر ہے لیکن ہمیشہ کے لیے رحمۃ للعالمین ہے
تیرے صدقے ہی ہم جی رہے ہیں یا محمدؐ سیدا
مرحبا صد مرحبا، یا محمد مصطفیٰؐ
مرحبا صد مرحبا، یا امام الانبیا

منظور بے وسائی: (1929ء۔1993ء)

جنہوں نے راستہ تیرا ترک کیا
وہ بھٹک کر غرق ہو گئے، یا محمد مار رہے ہیں

احمد خان آصف مصرانی:

خاص محبوب خدا تھے پر خلق خدا کے لیے
تم سے خیر الوریٰ خیر البشرؐ ہوتے گئے
در محمد مصطفیٰؐ "آصف" پڑھے دم بدم درود
آخرت کے واسطے سارے ثمر ہوتے گئے

بلاول بروہی:

یا نبیؐ! کون کرے گا تم سے ہمسری
تجھ کو کون و مکاں میں ملی برتری
ہر طرف امن و الفت کے روشن چراغ
ہر طرف روشنی ہر طرف رہبری

فخر ہاشمی شاہی:

دو حبیب کی مدت سے جستجو ہے
یہی تمنا یہی آرزو ہے
دیا ہے شان جہانوں کو مصطفیٰؐ کے جنم
حرم کی آن مدینے کی آبرو ہے

شعبان بخت منگی:

حبیب کردگار پر، حسین شاہکار پر، جمیل جگ سدھار پر
سلام ہے سلام ہے، سلام صبح شام ہے
جمیل خوش جمال پر، کمال کے کمال پر، اس آمنہ کے لعل پر
سلام ہے سلام ہے، سلام صبح شام ہے

سرور نواز کیمبو

توصیفِ خدا تو ہی ذکرِ خدا
تم پہ کئی لاکھ درود و سلام ہر گھڑی
یہ جو سرور تیرا امتی سندھ میں ہے
نعت اس کی قبول ہو جو ہے اس نے لکھی

اقبال شاہین

کعبے کی روشنی میں محمدؐ کا نور ہے
طیبہ کی ہر گلی میں محمدؐ کا نور ہے
گلزارِ مصطفیٰؐ کے سبھی گل مہک اٹھے
ہر گل کی تازگی میں محمدؐ کا نور ہے

☆ ☆ ☆ ☆

ش شوکت

ہندکو نعت

دنیا کی دیگر زبانوں کی طرح ہندکو زبان میں بھی نعت گوئی کا سلسلہ برصغیر ہندو پاک میں نورِ اسلام کے چمکنے کے بعد شروع ہوا جو تا دمِ تحریر عقیدتوں کے لازوال جذبوں سے معمور جاری و ساری ہے اور رہتی دنیا تک جاری و ساری رہے گا۔

نکتۂ آغاز دنیائے آب و گل میں آنکھ کھولنے والے ہندکو وال بچے کے کانوں میں اذان دے کر جب اللہ تعالیٰ کی عظمت و اس کی وحدانیت کی گواہی ڈالی جاتی ہے وہاں اس آفاقی سچ کا بھی رس گھول جاتا ہے جس میں حضرت محمد مصطفیٰ کے رسول ہونے کی گواہی کی شیرینی پائی جاتی ہے۔

اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو
سوجا للو للو للو
میں سن پکاراں چور دا
میرا چین گیاں ہوئی دور دا
سوہنا روضہ پاک حضورؐ دا
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو
سوجا للو للو للو

یہ ہیں عشقِ نبیؐ کے جذبوں سے لبریز لوری کے وہ بول جو ایک ہندکو وال بچہ اپنی ماں کی ممتا بھری آواز میں سن کر عہدِ شیر خواری ہی میں اپنے ذہن و شعور کی تختی پر محفوظ کر لیتا ہے۔

ہمیں یاد پڑتا ہے جب ہماری دادی اماں بادشاہوں، شہزادوں، شہزادیوں، پریوں، اور جادوگروں کے قصوں پر مبنی اپنے وقت کی بیشتر مشہور کہانیاں سنایا کرتی تھیں تو ان کا آغاز کرتے وقت یہ جملہ کہنا بھی نہ بھولتیں۔

بک اہیا باچھا
تیرا میرا خدا باچھا
خدا دا بھیجیا رسول باچھا

ایک ہندکو وال بچہ جب زندگی کی شاہراہ پر گھٹنوں کے بل چلنے کے بعد پورے قد کے ساتھ چلنے کے قابل ہو جاتا ہے تو وہ اپنے ارد گرد کے گھر سے پاکیزہ اور متبرک ماحول میں ہندکو کی اس مقدس ترین صنفِ شاعری کا راج دیکھتا ہے۔ ہر محفل تلاوتِ کلامِ مجید سے شروع ہوتی ہے اور پھر بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کے مصداق نعتِ رسولِ مقبولؐ بہت خوش الحانی سے پڑھی اور سنی جاتی ہے جسے سن کر جہاں بچے کے ذہن و شعور کو بالیدگی نصیب ہوتی ہے وہاں اس کے دل میں عشقِ رسولؐ کے جذبے موجزن ہوتے ہیں

ہم اپنے بچپن میں اپنی ہندکو وان ماؤں دادیوں سے نور نامے، معراج نامے، جنگ نامے، شہادت نامے جیسی مشترک اصناف شاعری میں آقائے نامدار کے حضور پیش کیا جانے والا نعتیہ کلام سننے کی سعادت حاصل کرتے رہے ہیں۔ ہمیں کوئی غرض نہیں تھی ان ناموں کے لکھنے والوں کے بارے میں جاننے کی۔ ہم تو مخمس مثنوی کی ہیئت میں لکھے گئے ان ناموں کو اپنی ماؤں، دادیوں یا گلی محلے کی بیبیوں کی مترنم آواز میں ایک خاص سے وجدان کے ساتھ سن کر خوش ہوتے اور انھیں بار بار سنانے کی فرمائش کرتے رہتے۔

پہلا یار رسول دا ابوبکر صدیق
نال رسول خدائے دا جوڑا بہت رفیق
دوجا یار رسول دا حضرت عمر خطاب
اللہ جس دا مرتبہ کیتا نال ثواب
تیجا یار رسول دا حضرت شاہ عثمان
سات دنے بیٹھ کے جس کیتا جمع قرآن
چوتھا یار رسول دا حضرت شاہ علی
ہتھ بندھے اسد ے نبودے کل ولی

یہ ہیں نور نامے، معراج نامے، شہادت نامے، یا جنگ ناموں کی وہ شہرہ صفات جو ہماری خوش الحان دادیوں ماؤں، گاؤں، گلی محلے میں رہنے والی ہندکو وان بیبیاں اپنی نجی یا میلاد پاک کے نام سے سجنے والی مجلسوں میں سنا کر آقائے نامدار کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتی تھیں۔

مولود والیاں کسی کی فوتگی کے تیسرے روز، جمعرات کے دن یا فوتگی کے چالیسویں دن ختم قرآن پاک کے بعد مولود شریف کی مجلس کے لیے بلوائی جاتیں اور اس تقریب میں موجود خواتین ان سے فرمائشیں کر کر کے نعتیں سنتیں اور آنکھوں سے جاری ہونے والے عقیدت کے آبگینوں سے آقائے نامدار کے حضور اپنے دل کی گہرائیوں سے خراج پیش کرتیں۔

خواتین کے علاوہ یہی کردار مردوں کا ایک گروہ کرتا جسے عرف عام میں مدح خوان کہا جاتا۔ کسی کی فوتگی کے موقع پر وہ ماتم والے گھر کے باہر مردوں میں آ کر مدح خوانی کی روایت نبھاتے اور حمد باری تعالیٰ کے بعد وہ نعت رسول مقبول کو ورد بہت خوش الحانی سے کرتے۔ پشاور میں غم کے موقع پر مولود والیوں کو یا مدح خوانوں کو بلوا کر ان سے نعتیں سننے کا رواج ناپید ہو چکا ہے۔

اس زمانے میں ہمیں کچھ ایسے لوگ نظر آتے تھے جو میلوں ٹھیلوں اور درگاہوں پر منعقد ہونے والے عرس کی محفلوں میں ہندکو زبان کی لوک شاعری میں سے نعتیہ کلام کا انتخاب نہایت وجد آفریں انداز میں یوں پڑھتے کہ ایک سماں بندھ جاتا۔ ان لوگوں کو حتیٰ کہ ربیع الاول کے جلسوں میں بھی آقائے نامدار کی نعت پڑھنے کے کام میں لگے پاؤں شرکت کرتا، ماہ مقدس رمضان المبارک کے دوران ہماری مساجد میں ہونے والے جشن نزول قرآن اور ایسی دیگر متبرک تقریبات کے موقع پر بھی ہمیں یہ خوش الحان لوگ سننے کو ملتے۔

ہندکو زبان کے لوک ادب کی گدڑی کے وہ لعل جنھیں ہم قصیدوں یا مثنویوں کے نام سے یاد کرتے ہیں

عرس میلے یا ربیع الاول کے جلوسوں میں ایک پر ہجوم ٹولے کی صورت نظر آتے اور اپنی مخصوص دھن اور لے میں پکار پکار کر کہہ رہے ہوتے

کالی کملی والیا
نوری گنبد والیا
سوہنڑے مکھڑے والیا
کالی کملی والیا
لا الہ دی بین وجا کے
الا اللہ دا راگ سنا کے
امت نوں بخشا لیا
کالی کملی والیا
در تیرے تے آیا جو
مڑ خالی نہ گیا او
جو منگیا سو پا لیا
کالی کملی والیا

یہ اور اس طرح کا دیگر کلام یقیناً ہندکو کے ان قدیم شعرا کا کلام ہے جن کے نام سے ہم واقف نہیں۔
وہ لکھے گئے اور چھپائی کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے ان کا یہ کلام سینہ بہ سینہ سفر کرتا ہوا ہم تک پہنچا۔
ہندکو کی قدیم اور روایتی نعت گوئی میں ہندکو کے علاوہ پشتو، ہندی اور اردو کا رنگ بھی پیش کیا جاتا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ پشاور شہر کے اپنے وقت کے ممتاز مدح خواں پروفیسر امداد حسین کے والد میراں بخش نعتیہ محفلوں میں نہایت جوش، جذبے اور عقیدت کے ساتھ ہندکو نعت گوئی کا یہ رنگ پیش کیا کرتے تھے۔

ذرا بھری نگری میں آجا
نگری کو بسانے والے
میری قبر اُتے شمع جلا جا
شمع کے جلانے والے
میرا بخش نبی دا غلامے
اسدے روزے دا بڑا ارمانے

قدیم ترین نعت گویان ہندکو "ہزارہ میں ہندکو زبان و ادب کی تاریخ" کے مصنف پروفیسر بشیر احمد سوز، خور دو قابل (وفات 1898) کو ہندکو کا قدیم ترین شاعر لکھتے ہوئے ان کے بے بدل ہندکو نعتیہ کلام کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

حمد آکھاں خالق پاک دی
جس پیدا کیتا شاہ نبی

اوہ ہے شفیع المذنبین
یا سید اکّے الورا
صلو علیہ و مرحبا

پروفیسر بشیر سوز نے انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں ہری پور کے ان دو شعراء کا بھی تذکرہ کیا ہے جنھوں نے اپنی شاعری میں جزوی یا کلی طور پر ہندکو نعت لکھی ہے

معجزہ پاک نبی صاحب دا ظاہر آ کہ سنایا
شیخ امام الدین فقیرے چوتھے نہ وقت رلایا

حکیم شیخ امام الدین

لکھ درود کروڑ صلواتاں پاک محمدؐ تائیں
میری طرفوں بھیجو دعا ہر دم صبح مسائیں
سرور عالمؐ ختم نبیاں امت دے سرسایہ
دو جگ اندر سب بنایا اس دا عالی پایہ

سید حسین شاہ شہیدی

قبل اس کے کہ ہم جدید ہندکو نعت کی طرف بڑھیں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہندکو کی قدیم اصناف میں موجود نعتیہ کلام کا مختصر جائزہ لیں۔ ان اصناف میں چاربیتہ، حرفی، ماہیا وغیرہ شامل ہیں۔

ہندکو چاربیتہ: ہندکو چاربیتہ ہندکو شاعری کی قدیم ترین صنف ہے۔ چاربیتہ گو شاعروں کی اکثریت ان پڑھ یا دینی تعلیم کی حامل ہونے کی وجہ سے بحر یا عروض کے فن سے ناواقف تھی لیکن موسیقی کی لے اور دھن کے ذریعے وہ چاربیتہ گوئی میں کمال و قدرت رکھتے تھے۔ یہ لوگ عرس یا میلوں ٹھیلوں کے علاوہ دیگر محفلوں میں دف بجا کر چاربیتہ گاتے تھے۔

چاربیتہ دو یا دو سے زیادہ ۔۔۔ وں یا بندوں پر مشتمل ہوتا ہے جس کا مطلع "سر" کہلاتا ہے جب کہ اس کا ہر بند چار چار مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے اور اس کو "کلی" کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات چاربیتہ کی ایک کلی چار سے زیادہ مصرعوں پر بھی مشتمل ہوتی ہے۔ چاربیتہ گوئی کا چلن آج بھی وسیع ہزارہ کے بیشتر دیہاتوں میں جاری و ساری ہے اور اب بھی لوگ شادی بیاہ کے موقع پر چاربیتہ کی محفل سجانے کی روایت کو قائم کیے ہوئے ہیں۔

رضا ہمدانی نے "ہندکو چاربیتہ" میں اس لوک صنف شاعری کے فنی محاسن بیان کرنے کے علاوہ منتخب چاربیتہ گو شاعروں کا کلام درج کیا ہے۔ ہزارہ میں اس موضوع پر حیدر زمان حیدر نے بہت کام کیا جس کی ابتدا انہوں نے "ہندکو چاربیتے" سے دو رنگ مدارے چھاپ کر کی اور بعد میں استاد امام دین ہزاروی کے چاربیتوں پر مشتمل کتاب "سوز ترس بور روا" چھاپ کر منظر عام پر لائے۔ اس کے علاوہ انہوں نے چیدہ چیدہ چاربیتہ گو شعراء کے منتخب کلام پر مبنی کتاب "مشال" کے عنوان سے شائع کی۔ استاد امام دین ہزاروی کا ایک نعتیہ چاربیتہ ملاحظہ ہو

دوست پروردگار دا اوہ پیغمبر آخر زمانؐ
او کل نبیاں دا سردار
یک لکھ چوی ہزار پیغمبر
کیتا اس لولاک اس دا شان
نبیؐ خاص اللہ دا یار

ہندکو کے بہت سے شعرا نے نعتیہ چار بیتے کہے ہیں لیکن اکثریت ایسے شعرا کی ہے جنہوں نے اپنے چار بیتوں میں جزوی طور پر نعتیہ مضمون باندھ کر آقائے نامدار سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ ایسے شعرا میں عبدالمجید مجید، مستری علی اکبر، عبدالغفور ملک، سلطان سکون، آغا خالد، محمد رحمان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ہندکو حرفی: حرفی ہندکو کی نسبتاً قدیم صنف شاعری ہے۔ شاعر اس سخن پارے کا آغاز اس کے پہلے مصرعے کے ابتدائی حرف سے کرتا ہے اس لیے شاعری کی اس صنف کو حرفی کا نام دیا جاتا ہے۔ حرفی ایک مخصوص بحر میں لکھی جاتی ہے جسے ماہرین نے "وارث شاہی بحر" کا نام دیا ہے۔ حرفی کو سی حرفی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ حروف تہجی کی تعداد ہے جو الف سے یے تک تیس کے لگ بھگ گنوائی جاتی ہے۔ عام طور پر حرفی کے چار مصرعے ہوتے ہیں لیکن چو مصرعہ حرفی کے علاوہ دو چار سے زائد مصرعوں پر مبنی حرفیاں بھی لکھی گئی ہیں۔ جن میں رنجی کی وار حرفیوں کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔

ہندکو میں استاد احمد علی سائیں کی چو مصرعی اور رنجی کی وار حرفیوں کو جو شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہوا وہ کسی دوسرے شاعر کے حصے میں نہیں آ سکا۔ پوٹھوہار میں استاد احمد علی سائیں کے دور کو ہندکو "سی حرفی" کا دور شباب کہا جاتا ہے۔ استاد احمد علی سائیں نے بجا طور پر ہندکو چار بیتے کو بام عروج تک پہنچایا۔ نمونے کے طور پر ان کا ایک نعتیہ چار بیتہ دیکھیے

الف
آستاں در فردوس تیرا منوں بہتر اے جنت نظیر ہوے
پاواں وچ اکھیاں کھول اتھر کر کے تیرے قدماں دی خاک اکسیر ہوے
تیرے رخ پُر نور توں وار دیاں سو سو جلوہ جے ماہ منیر ہوے
سائیاں ہو لال نہ یثرب دے فقیر آنوں فلک عرش گر دیوے جاگیر ہوے

ل
لکھ نہ سکی اوصاف تیرے، قلم شق ہو کے یک بار کھب گئی
ہویا مہر بے تاب نقاب چا کے، چمک برق دی دیکھ رخسار کھب گئی
خم کیتا ہلال تو ابرواں تے، زلف سنبل تک کے شب تار کھب گئی
ایسے جوبن دی سائیاں بہار تک کے، خزاں سہم گئی نالے گلزار کھب گئی

جاوید عاصی، خواجہ یعقوب اختر، عزیز آسی اختر، ساحر مصطفائی، ساجد سرحدی، مسعود شاہ ثاقب، اقبال کاظمی، خرم رضا سلیمی، سکندر حیات سکندر، صادق صبا، طارق اعظم، ظفر نوید جانی، عامر حجاب، نبی بخش گوہر، سعید تبسم، مجتبیٰ ساحر جان محمد، محب عالم الدین، محمد نواز برقی، ڈاکٹر نور حکیم جیلانی، محمد عاطف جان، اقبال کاظمی، احمد ندیم اعوان، سعید پرتی، سید روشن قادری، سرعلی شہزاد، شوکت علی شوق، محمد شہزاد مجید، مار ہاشمی، بلال جامد اور راقم الحروف کے نام شامل ہیں

ہندکو زبان میں نعتیہ مشاعروں اور نعتیہ محافل کے انعقاد کو جہاں باعث خیر و برکت گردانا جاتا ہے وہاں آجکل ہندکو ادب میں نعتیہ مجموعوں کا چھپ کر منصۂ شہود پر آنے کا رواج بھی زور پکڑ رہا ہے۔ جس میں سکندر حیات سکندر کی کتاب "چھپ رنگ اور رنگ"، مذہب غزنوی کی سیرت طیبہ پر بنی کتاب "رسول اعظمؐ"، شفیع خالد کی سیرت طیبہ پر چھپنے والی کتاب "رحمت للعالمین"، محمد عبدالغفور ملک کا رسول پاک کی احادیث کا منظوم ہندکو ترجمہ "بوٹ گلاں"، چھپنے والے ہندکو نعتوں کا نعت نمبر، ہمیشہ وار ... پشاور کا نعت نمبر، عزیز آسی اختر کا زیر طبع نعتیہ مجموعہ کلام "نبی سرکار ماہ" اور اس جیسی متعدد کاوشیں اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ہندکو زبان میں رفتار نعت گوئی اپنے جوبن پر ہے اور انشاء اللہ رہتی دنیا تک جوبن پر ہی رہے گی۔

☆☆☆☆

مولانا عبدالعزیز قلندرانی

حضرت محمدؐ جیسی ہستی نہ کبھی پیدا ہوئی اور نہ ہو سکے گی۔
کاش کہ میرا بخت بیدار ہوتا
مجھے بھی وہ دورِ زماں دیکھنا نصیب ہوتا۔
حضورؐ صبر و تحمل کا پیکر تھے،
حضورؐ نے نہ کسی پر کبھی غصہ کیا نہ کبھی ناراض ہوئے۔
آپؐ کیسے شیریں اور درشت تھے۔
آپؐ کی شیریں زبانی اور خوش گفتاری کے صدقے
آپؐ کی محفل میں بیٹھنے والے خوش نصیبوں کی قسمت کو سلام
جن کو آپؐ کا دیدار ملا اور باتیں سننے کا شرف حاصل ہوا۔
خلفائے راشدین اور صحابۂ کرامؓ کی یہ خوش بختی ہے
کہ وہ آپؐ کی محفل سے شب و روز مستفیض ہوئے۔

☆☆☆☆

مولانا عبداللہ جان درخانی

حضرت محمدؐ نورِ خداوندی ہیں۔
کائنات اُنؐ کی برکت سے تخلیق ہوئی۔
وہ سب کی روح و جاں ہیں۔
فرشتے، جنات اور انساں سب کو
آپؐ کے اُمتی ہونے کا شرف حاصل ہے۔
حضرت موسیٰؑ صرف طور تک پہنچ سکے۔
حضرت عیسیٰؑ کی رسائی آسمانِ چہارم تک محدود تھی
مگر حضرت محمدؐ کی معراج عرش سے بھی بلند تر ہے۔

☆☆☆☆

جوہر براہوی

براہوی سے ترجمہ: افضل مراد

محبوب دلربا ہیں صلِ علیٰ محمدؐ
دنیا کے پیشوا ہیں صلِ علیٰ محمدؐ
سردار ہیں نبیوں کے دلدار امتوں کے
سامان ہیں خوشی کے ہیں حُسنِ زندگی کے
مشکل ہیں وفا کا، محبوب دلربا کا
یقین واحدی بس، محبوب کبریا بس
ہر درد کی دوا بس، یعنی کہ مصطفیٰؐ بس
قرآن کی ثنا ہیں، محبوب دلربا ہیں
تارے ہیں انجمن کے سورج ستارے ان کے
ہیں راز شناسی کے خوشبو یہ باتیں کسی کے
ہر سانس کو سجائے صلِ علیٰ محمدؐ
محبوب دلربا ہیں صلِ علیٰ محمدؐ
رب مہربان اُسی پہ، لولاک شان اُسی پہ
دونوں جہان اُسی پہ، زمیں آسمان اُسی پہ
مہر و فا سجائے، صلِ علیٰ محمدؐ
محبوب دلربا ہے، صلِ علیٰ محمدؐ
رحمت کے بادلوں میں، دونوں جہاں کے دلبر
سب انبیا کے سرور، دنیا تیری ثنا گر
پھولوں سا سج گیا ہے صلِ علیٰ محمدؐ
محبوب دلربا ہے، صلِ علیٰ محمدؐ

ڈاکٹر عبدالرزاق صابر

براہوی سے ترجمہ: افضل مراد

مظلوموں بے بسوں کے درد کی دوا

مالکِ دو جہاں کے قریب رہا

امت کا رہنما تھا

روشنیوں سے سجا

دُنیا کا اندھیروں بھرا رستہ

انسانیت کا شرف بڑھا

صلِ علیٰ صلِ علیٰ

دونوں جہاں کا فخر ہے

چاروں طرف

تذکرہ ہے

عبدالرحمٰن کرد

صد سلام اے گل زمیں کے بادشاہ

خواجۂ عالم محمد مصطفیٰ

تیرے بن ہم کیسے پائیں درد سے اپنے شفا

مرحبا صلِ علیٰ، صلِ علیٰ

انسانیت کا شرف ہو

تیری ہمسری تیری برابری کس سے ہو

تو صدا دیتا ہے پیمان کی

روشنائی بخشتا ہے ایمان کی

☆☆☆☆

براہوئی تخلیق و ترجمہ: غلام قادر بزدار

محمدؐ ہے خالق کا محبوب پیارا
دیا جس کو حق نے مقامِ محبت
بلایا اُسے فرش سے تا بہ سدرہ
سنایا اُسے پھر کلامِ محبت
محمدؐ کو تحفہ سدا بھیجتے ہیں
خدا اور فرشتے پیامِ محبت
تو بھیج اے مسلماں تو از سے ہر دم
نبیؐ پر درود و سلامِ محبت
اُسے دین و دنیا کا رتبہ ملے گا
محمدؐ کی کر لی ہے جس نے غلامی
ذرا بھر بھی اس میں اگر نقص ہوگا
رہے گی سدا دین و ایماں میں خامی
زباں پہ اگر کلمۂ حق کا رہے گا
تو ہوگی مبارک تیری خوش کلامی
خدا کو منا لو گے، جب تم عزیزو
تو عقبیٰ میں ٹھہرے گی یہ نیک نامی
محمدؐ کو تحفہ سدا بھیجتے ہیں
خدا اور فرشتے پیامِ محبت
تو بھیج اے مسلماں تو از سے ہر دم
نبیؐ پر درود و سلامِ محبت

☆☆☆☆

نور احمد نظامی ملنگ

براہوی سے ترجمہ: ظہور احمد فاتح

مجھے معلوم ہے پختہ یقیں ہے
گناہوں سے بھری اپنی زمیں ہے
مگر اپنا شفیع المذنبینؐ ہے
محمدؐ مصطفیٰؐ محبوب مرسل

زمیں تانبے کی ہو جائے گی اک دن
بدن کو دھوپ تڑپائے گی اک دن
تمہاری ذات کام آئے گی اک دن
محمدؐ مصطفیٰؐ محبوب مرسل

تمہارا شافعِ محشر لقب ہے
بہت عالی بہت اونچا نسب ہے
تمہارا نام ہی محبوبِ رب ہے
محمدؐ مصطفیٰؐ محبوب مرسل

اُٹھا رکھا ہے سر پہ بارِ عصیاں
اسی دکھ نے کیا ہے مجھ کو بے جاں
بتائیں آپؐ ہی کچھ اس کا درماں
محمدؐ مصطفیٰؐ محبوب مرسل

وہ دن جس روز ہوگی سخت حدت
تمہیں ہی ہے گناہ گاروں کی پارت
چھپا لینا میرے سب عیب حضرتؐ
محمد مصطفیٰؐ محبوب مرسل

ملنگؔ بے نوا کو مت بھلانا
قیامت کی مصیبت سے بچانا
میری امداد کو محشر میں آنا
محمد مصطفیٰؐ محبوب مرسل

☆☆☆☆

ملا بہادر

اے غریبا کئی میں آپؐ کے زیر سایہ آگیا ہوں

میں نے اپنا دامن چاک کر ڈالا ہے

میں خاک پر غلطاں ہوں

درد فراق کی جلن کے ساتھ

اے صاحب بدر الدجیٰؐ

آپؐ کی ذات ہر خوف و رجا سے بلند ہے

آپؐ کی بارگاہ میں التجا ہے

میری دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایئے

پیغمبر آخر الزماںؐ

امت کی شفاعت کرنے والے

اس دنیا کے ہول سے خدا کی پناہ

آپؐ پر میرا یقین برحق ہے

میں دل میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں لاتا

تو میرے بارِ گراں کو سبک کر

میری جانب سے التجا ہے اور آپؐ کی جانب سے دستگیری

☆☆☆☆

قاضی عبدالرحیم صابر

بلوچی سے ترجمہ: واحد بخش بزدار

میرا گلستاں ہو آباد یا مصطفےٰ
رہوں ہر غم سے آزاد یا مصطفےٰ

حبیب خدا، رحمت دو جہاں
مری تم سے ہے فریاد یا مصطفےٰ

مسرت و شادمانی کا راج ہو چار سو
مٹ کے رہیں ظلم و بیداد یا مصطفےٰ

مری زباں پہ ورد تیرا جاری رہے
دل میں ہو تیری یاد یا مصطفےٰ

صابرؔ پہ رہے تیرا لطف و کرم
یہ دل پھر سے ہو شاد یا مصطفےٰ

☆☆☆☆

منظور بلوچ

بلوچی سے ترجمہ: واحد بخش بزدار

رنج و الم کی تمہی ہو دوا یا رسول اللہؐ
خطا کاروں کا تمہی ہو آسرا یا رسول اللہؐ

حضرت آدمؑ سے لے کر نوحؑ کے طوفاں تک
سبھی کے تمہی ہو مشکل کشا یا رسول اللہؐ

خدا خود ثنا خوان محمدؐ ہے، قرآن اس کا شاہد ہے
بزرگ تر ہے تو بعد از خدا یا رسول اللہؐ

مجھے خوف ہے قبر کے اندھیروں کا نہ عذابوں کا
ہوگا قبر میں تیرا جلوہ یا رسول اللہؐ

چار سُو گھیر رکھا ہے رنج و الم نے مجھ کو
ہو تیرے لطف و کرم کی نگاہ یا رسول اللہؐ

☆☆☆☆

پیر محمد زبیرانی

بلوچی سے ترجمہ: واحد بخش بزدار

راحتِ قلب و جاں ہے نام محمدؐ
زندگی کی تاب و تواں ہے نامِ محمدؐ

میرا دین و ایمان عشقِ نبیؐ ہے
دوائے جسم و جاں ہے نامِ محمدؐ

ہر سُو خوشبو مہک رہی ہے
مشک و عنبر فشاں ہے نامِ محمدؐ

سانسوں میں بسا ہے تیرا نام آقاؐ
ہر دم وردِ زباں ہے نامِ محمدؐ
طٰہٰ و یٰسیں نامِ محمدؐ
لاریب نصِ قرآں ہے نامِ محمدؐ

☆☆☆☆

محمد اسحاق ساجد بزدار

بلوچی سے ترجمہ: واحد بخش بزدار

تیری شان نبیِ الامم اللہ اللہ
بادشاہِ عرب و عجم اللہ اللہ

بنے ہیں تیری خاطر یہ عرش و کرسی
زمیں، آسماں یہ لوح و قلم اللہ اللہ

ملائک عرش بھی نہ پہنچ پائیں وہاں
جہاں تُو نے رکھے قدم اللہ اللہ

آپؐ جنت کے سردار رہبرِ انبیا ہیں
آپؐ ہی زیبِ بیت الحرم اللہ اللہ

مدینہ کی بستی جنت نما ہے
کہ خدا جس کی خود کھائے قسم اللہ اللہ

دُعا ہے کہ روزِ محشر میسر رہے
ہمیں تیرا لطف و کرم اللہ اللہ

صلِ علیٰ کا ورد جاری رہے
ساجدؔ کی زباں پہ دم بہ دم اللہ اللہ

☆☆☆☆

خوشحال خان خٹک

پشتو سے ترجمہ: سلطان فریدی

کھُلا ہم پہ ثنا خوانِ محمدؐ سے
خدا ظاہر ہے عرفانِ محمدؐ سے

ملا تھا من و سلویٰ چند لوگوں کو
خدائی پَر ہے اک خوانِ محمدؐ سے

فراخی دو جہانوں کی بتا دوں میں
بہت چھوٹے ہیں ایوانِ محمدؐ سے

بڑی خلقت، یہ انس و جن یہ دُنیائیں
بہت کم تر ہیں اک بابِ محمدؐ سے

وہ جنت اور اُس کی نعمتیں ساری
ہیں لیتی رنگ بُستانِ محمدؐ سے

نہیں ہے غم اُسے دونوں جہانوں کا
لگا خوشحال دامانِ محمدؐ سے

☆☆☆☆

رحمان بابا

پشتو سے ترجمہ: پروفیسر داور خان داؤد

صورت محمدؐ گر نہ ہوتی جلوہ نما
اس دار فانی کی تخلیق نہ کرتا خدا

وہ بندہ ہے بلاشبہ مت سمجھو اسے خدا
ہیں اُس کے جملہ اوصاف صداقت آشنا

اختتام پذیر ہوئی نبوت محمدؐ پہ
بعد از محمدؐ نہیں ہیں انبیا

تب ہویدا ہوا نورِ محمدؐ
جب ناپید تھے عرش کرسی اور سما

نمودار ہوا تب نورِ محمدؐ جہاں میں
جب ہوئے آدم بھی نہ ہوئے حوّا

اگرچہ بلحاظ صورت آخری تھے
لیکن بلحاظ معنی سب سے پہلے تھے پیدا

جن کو قبولیت دین ہوئی نصیب
جنتی ہیں چاہے فاسق ہوں یا پارسا

محمدؐ ہیں گمراہوں کے لیے رہنما
محمدؐ ہیں نابیناؤں کے لیے مانند عصا

محمدؐ بیچاروں کے چارہ گر
محمدؐ ہیں ہر درد مند کے لیے دوا

محمدؐ کے در کا خاکروب ہوں رحمانؔ
خدا نہ کرے اس در سے مجھے جدا

☆☆☆☆

حمزہ خان شنواری

پشتو سے ترجمہ: پروفیسر داور خان داؤد

یہ اک سلام لے جا یہ اک سلام سے جا
فرقت سے تنگ ہو کر
اے مہرباں برادر!
یثرب میں تو پہنچ کر
بس اک پیام لے جا یہ اک سلام لے جا
شاہ عجم عرب کو
اطہر بلند نسب کو
طٰہٰ حبیبؐ رب کو
یہ اک کلام لے جا یہ اک سلام لے جا
یہ بے کسی و کلفت
یہ درد و سوز و وحشت
یہ عیش بے مسرت
یہ صبح شام لے جا یہ اک سلام لے جا
ہے عشق مئے سے خالی
یہ جام مئے سفالی
در کوئے شاہِ عالی
یہ خالی جام لے جا یہ اک سلام سے جا

☆☆☆☆

حافظ محمد ابراہیم فانی

پشتو سے ترجمہ: سلطان فریدی

ہے ہدایت آپؐ کی گویا عطا کی روشنی
بے شبہ شمس و قمر کی سی، صفا کی روشنی

دی صدا فاران کی چوٹی سے جس دم آپؐ نے
ہر طرف چھانے لگی غارِ حرا کی روشنی

تھی جہالت شرک کی اور کفر کی چاروں طرف
آپؐ آئے، آ گئی گویا ہدیٰ کی روشنی

جنت الفردوس کو پانا نہیں ممکن کبھی
ساتھ ہو جب تک نہ اُس خیرالوریٰ کی روشنی

چاہے مشکل ہو زیارت آپؐ کی، پہنچوں گا میں
دل میں جلتی ہے تمنائے رسا کی روشنی

آپؐ کی اُلفت سے قائم ہے مرا ایمان، تو
ساتھ لے جاؤں گا فانیؔ! میں وفا کی روشنی

☆☆☆☆

پشتو تخلیق و ترجمہ: ڈاکٹر محمد ہمایوں ہُما

وہ میرا پیغمبر ہے

حسن کی حد جہاں تمام ہوتی ہے
محبتوں کا سفر جب تمام ہو جاتا ہے
عرش و فرش کے فاصلے باقی نہیں رہتے
جس کی ایک نگاہ سے مسِ خام سونے میں بدل جاتا ہے
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے

جس نے خوار و زبوں لوگوں کو انسان بنایا
اُنہیں دنیا میں سرخرو کیا
جس نے انسانوں کو خود آگاہی کا درس دیا
سب کے سروں کو عزت و توقیر بخشی
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے

جس کا ہر پیغام لازوال ہے
جس کا ہر قول مبنی بر حقیقت ہے
جو حسن و جمال کا منبع ہے
جو بے مثال اور باکمال ہے
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے

جس نے قیصر و کسریٰ کے تاج کو تاراج کیا
جس نے محبتوں کو عام کیا
جس نے انسان کی صلاحیتوں کو معراج عطا کی
جس نے ذرات کو آفتاب تک بنایا
وہ میرا پیغمبر ہے وہ میرا پیغمبر ہے

کائنات کا حسن جس سے عبارت ہے
جو نورِ حق کی کرن ہے
جو کم و بیش سے بلند ہے
جس کی دہلیز جبریل کی نشست گاہ ہے
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے

جس کا پھیلاؤ ازل تا ابد ہے
جس کی صفات کی تحریر ممکن نہیں
جس کی ذات کے سامنے میری عقل گم صم ہو جاتی ہے
وہ واحد ولاشریک کا محبوب ہے
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے

جو میرے گمان کو یقین میں بدل دیتا ہے
جو میرے ہر صائب فیصلے کو صحیح سمت کا روپ دیتا ہے
جس نے مجھے دینِ فطرت کی راہ دکھائی ہے
جس نے مجھے مجھ سے ملا کر بتایا ہے
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے

وہ جس کے فرق پر آدم کا تاج سجا ہے
وہ دونوں جہانوں کا سراج ہے
ہر خراج کے لائق ہے
جن و انس جس کی ہدایتوں کے محتاج ہیں
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے

وہ ہمارے لیے باعثِ صد ناز ہے
ہر سُو ایک ہی آواز سنائی دیتی ہے
وہ خالقِ کائنات کا ہمراز ہے
وہ وجہِ تخلیقِ کائنات ہے
وہ میرا پیغمبر ہے وہ میرا پیغمبر ہے

پروفیسر محمود ایاز

پشتو سے ترجمہ: پروفیسر اسیر منگل

اے سلطانِ دارین شہِ یثرب و بطحا! میں کیا جانوں آپؐ بیت اللہ کا محراب ہیں یا مدینے کی آنکھ کا تارا،

آپؐ لامکاں کی خوشبو ہیں یا مدینے کی معطر ہوا۔

آپؐ کی محبت بھری ٹھنڈی اوس اب بھی اس پیاسے جہاں پر برستی ہے۔

بلا شبہ آپؐ سحابِ رحمت اور جمال کا نکاعت ہیں

آپؐ کا گھر آسمان کے دل میں موجود ہے اور آپؐ قدرت کی آغوش میں خلوت گزیں ہیں۔

یا آپؐ خواب و خیال کا ایک صحیفہ ہیں یا فضائے مدینہ ہیں۔

آپؐ مدینے کی قبا ہیں، خوش جمال ہیں، بے مثال ہیں اور ضد و خال کا نکاعت ہیں۔

تو بھلا میں کیسے آپؐ جیسی عظیم ہستی کا تعارف کراؤں۔

حیرت کے اس کالے دھوئیں میں گھرا ہوا آپؐ کا مستی،

اس لیے مطمئن نظر آتا ہے کہ آپؐ شفاعت کا کعبہ ہیں اور انسانیت کی شان ہیں۔

آپؐ جنت کے خوشگوار موسم کا ایک جھونکا اور دعائے مدینہ ہیں۔

میں سائے کی طرح چپ چاپ خاموش اور سیاہ رات کی طرح پریشان ہوں۔

آپؐ امید کی کرن ہیں، آپؐ صبحِ مدینہ ہیں۔

اے ساری امت کے کارساز میں آپؐ کی شفاعت کا خواستگار ہوں۔

آپؐ امام الانبیا اور مولائے مدینہ ہیں۔

آپؐ کی ایک نظرِ کرم سے عاصی ایاز غنی ہو جائے گا

☆☆☆☆

استاد عبداللہ نوخار

پشتو سے ترجمہ پروفیسر اسیر منگل

عید وہاں ہوتی ہے جہاں محبوبِ کبریاؐ ہوتے ہیں۔
عشق کے پیاسے کوثر کی جانب کھچے چلے جاتے ہیں
سارے نبیوں میں میرے آقاؐ نے نبی خیر البشر کا لقب پایا ہے۔
وہ چمکتے ہوئے آفتاب کی مانند ہیں۔
دیگر انبیائے کرام ستاروں کی طرح ہیں۔
جب سورج چمک اٹھتا ہے تو ستارے معدوم ہو جاتے ہیں۔
میرے چہرے کا رنگ اُنؐ کے فراق میں مانندِ بلالؓ ہو گیا ہے۔
جیسے وہ صد برگ کا پھول ہو اور میں کالا بھنورا ہوں۔
جہاں صد برگ ہوتا ہے وہاں بھنورے چکر لگاتے رہتے ہیں۔
میں عشقِ نبیؐ میں مجنوں کی طرح صحرا کی خاک چھان رہا ہوں،
میں گرمی کا مارا ہوا عاشق ہوں اور اُن کا دیدار ایک گھنا شجر ہے۔
سفر کی صعوبتیں جھیلنے والے وہاں چلے جاتے ہیں جہاں سایہ دار شجر ہوتا ہے۔
نبی پاکؐ کی فرقت میں بیچارے عبداللہ کا بُرا حال ہے۔
کاش! ایک بار اسے مدینہ منورہ کا دیدار نصیب ہو
جہاں حضورؐ کا مرقدِ پُرنور موجود ہے۔

☆☆☆☆

پشتو تخلیق و ترجمہ: محمد جان عاطف

میں اگرچہ ایک خطاکار اور گنہگار انسان ہوں

لیکن آپ سے قدم قدم پر اور ہر وقت مدد اور سہارے کا خواستگار ہوں۔

میرے مالک! مجھے وہ قلم عطا کر

جس سے آپ کے محبوب حضرت محمدؐ کی توصیف و تعریف لکھ سکوں۔

میری خواہش ہے کہ جب آپؐ کے روضے مبارک کی زیارت کروں تو اُس وقت،

آنکھیں پُرنم و اشک بار ہوں اور میری زبان پر درود شریف ہو۔

میرا تو بس یہی اصول اور یہی عادت ہے کہ پورے جہاں کی بھلائی چاہتا ہوں۔

میرے دل میں تو بس یہی ایک ارمان ہے کہ آپؐ کے قدموں میں سر میرا سرِ خم رہے۔

میں محمد جان عاطفؔ دولت کو کیا کروں گا؟ مجھے دولت ہرگز نہیں چاہیے۔

میں تو بس اس جہاں میں آپؐ سے آبِ زم زم اور پس از مرگ جامِ کوثر کا طالب ہوں۔

☆☆☆☆

حسینہ گل

پشتو سے ترجمہ محمد کامران خان

میں نے بہت ساری محبتیں کی ہیں
لیکن ایک محبت ایسی ہے
جس نے میرے پورے وجود کو
روشنی کی سفید سفید کرنوں کی
خوبصورت دنیا بنا دیا
تا کہ اپنی ذات اور وجود کا
چہرہ بدل سکوں
ایک ایسا مقدس عشق کروں
جس کی بدولت
مجاز اور حقیقت کے معنی تک پہنچ سکوں
روشنی اور اندھیروں کی پہچان کر سکوں
ایک ایسی محبت
اور جذبہ
اپنی زندگی میں پیدا کر سکوں
تا کہ انساں کی ہستی کے مردہ وجود کو
حیات نو بخش سکوں
ایک ایسا عشق
اور احساس جنوں ساتھ ہو جائے
جس کی بدولت اپنی گمشدہ ہستی کے
وجود کو حاصل کر سکوں
میں ایسی محبت چاہتی ہوں
لیکن دنیا کے لوگو!

ایسا عشق
ایسا محبوب
محبت کے لیے کہاں ہوگا؟
کس جگہ ہوگا؟
لیکن اب میں اپنے ارمان بھر لانے کے لیے
اللہ کے محبوبؐ
پاک محمدؐ آپؐ کا نام مانگتی ہوں

☆☆☆☆

قمر راہی

پشتو سے ترجمہ: سید ولی خیال مومند

حضورؐ میری ہی توفیق نہیں
کہ آپؐ کی نعت لکھ سکوں
کیونکہ میرا عشق ابھی خام ہے
اور الفاظ پختہ ہیں
جب آپؐ کی ثنا کے لیے بیٹھتا ہوں
تو الفاظ کے کھوج میں دور دور تک نکل جاتا ہوں
پھر ان تمام الفاظ کو مسترد کرتا ہوں
میں ابھی تک ایسے الفاظ تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا
جن سے آپؐ کی عظمت بیان ہو سکے
آپؐ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
دنیا ایک ظلمت کدہ ہوتی
میرے گناہوں کا بار اگرچہ بہت بھاری ہے
مگر آپؐ شفیع المذنبین ہیں
میں اللہ سے مہلت کا خواستگار ہوں
تا کہ ایسے الفاظ تلاش کر سکوں
جس سے آپؐ کی عظمت بیان ہو سکے
اور آپؐ کی لافانی عظمت کے طفیل
میرا فن بھی امر ہو جائے

☆☆☆☆

غازی سیال

پشتو سے ترجمہ: جاوید احساس

ظلمت و ظلم کی حکومت تھی
سخت سفاکی اور بربریت تھی

انساں برائے نام انساں تھا
یعنی مصلوب انسانیت تھی

جھوٹ کا کاروبار عروج پہ تھا
ہر طرف پھیلی ہوئی نفرت تھی

اک تعصب کا دور دورہ تھا
منافقت اور جہالت تھی

نفسا نفسی کا ایک عالم تھا
زندگی اک بڑی ہزیمت تھی

چار سُو تارکی کا راج تھا
چار سُو چھائی ہوئی ظلمت تھی

جتنے دامن تھے داغدار تھے سب
نہ شرافت تھی نہ صداقت تھی

آپؐ آئے تو روشنی آئی
بزم عالم میں زندگی آئی

☆☆☆☆

وارث شاہ

پھر رسولِ مقبول کی نعت کہے

جن کی خاطر خدا نے زمین و آسمان پیدا کیے

حضورؐ کو بشر کہہ کے بڑا رتبہ دیا

اور مخلوق کے عیبوں سے پاک کیا

نبی اکرمؐ نبیوں اور ولیوں کے سردار تھے

لیکن آپؐ نے خود کو فنا فی الحق کیا

قیامت کے روز بھی آپؐ اُمتی اُمتی پکاریں گے

وصالِ حق کی خوشی چھوڑ کر اُمت کا غم اپنایا

☆☆☆☆

میاں محمد بخشؒ

پنجابی سے ترجمہ: زاہد حسن

وہ کریم اُمت کا والی، ہے مہر شفاعت کرتا
جبرائیل ہیں جس کے نوکر، نبیوں میں جو اعلیٰ
وہ محبوب حبیب خدا کا، حامی روز حشر کا
آپؐ یتیم، ہاتھ یتیموں کے سر دھرتا
عطر گلاب سنگ چاہے دھوئیں لاکھ زبانیں
نام اُن کے لائق نہیں، نہ یہ قلم کی شانیں
ساتھ اشارے ٹکڑے کیا جس نے چاند آسمانی
پتھروں کو پڑھلایا اُسؐ نے کلمہ ذکر زبانی
دوست دشمن بھلا بُرا چاہے ہو کوئی سوالی
کب آپؐ کریم کے در سے مُڑے بھلا وہ خالی

سلطان باہوؒ

پنجابی سے ترجمہ: زاہد حسن

م مَن اندر نماز ہماری اک جا نیت کرتے ہیں
ساتھ قیام رکوع سجود کر تکرار پڑھتے ہیں
یہ دل ہجر و فراق جلا، دم دم جیتے مرتے ہیں
راہ محمدؐ والا باہوؔ، جس راہ رب پکڑتے ہیں

ب بسم اللہ اسم اللہ کا یہ ہے زیور بھارا ہُو
ساتھ شفاعت سرورِ عالم بخشا عالم سارا ہُو
بے حد بے حد درود نبیؐ پر جس کا کھیڑا[1] پیارا ہُو
میں قربان اُن پر باہو جنھیں ملا نبیؐ سہارا ہُو

---

۱ کھیڑا پیچھا

اختر شیخ

پنجابی سے ترجمہ: علی یاسر

جے لفظ خدا کے یاد تھے، فرمان اس کا قرآن
دل اس کا شفاعت بانٹنا اور سب سے اونچی شان

وہ آنکھ کھلی تو صبحِ نو سے روشن ہو گیا شہر
تھیں کرنیں ہر علم کی جیسے لہروں پہ لہر

دیا خیر خزینہ دہر کو، بخشی مجھ کو خیرات
کج سینے سنگ لگا لیا یہ سب سے بڑی سوغات

فصل ایسی بوئی نُور کی صحرا کو کیا پُرنُور
دیکھا پھر ایک جہان نے جب ریت کو لاگا بُور

دنیا ساری حیران تھی، دیا ایک ایسا دستور
اک جیسے اس کے شہر میں، کیا شاہ اور کیا مزدور

☆☆☆☆

زاہد نواز

پنجابی سے ترجمہ: زاہد حسن

مہکتا ہے مقدر بھی محمدؐ کے غلاموں کا
دل میں رہے موسم ہجروں اور شاموں کا

جن کے لیے ہے رحمت، جو ہم نے دیکھے، سوچے نہیں
خدا کو ہے پتہ، محبوب کے ان مقاموں کا

میں اب بھی اس کا پھل کھاؤں اور مر کے بھی
جو دل میں اُگا ہے باغ درودوں کا، سلاموں کا

زباں میں اُس کی بولنے کا لطف بھی نرالا تھا
اس کے بعد خدا نے چھوڑ دیا شوق بھی کلاموں کا

خدا سے جس نے بھی مانگی اُس کے محبوب کی چاہت
اسے رتبہ بھی ساتھ ملا قطبوں اور اماموں کا

☆☆☆☆

خواجہ غلام فرید

میں قسمت کی ماری ہجر فراق میں جاں بلب ہوں۔یعنی لبوں پر دم آگیا ہے اور وہ بے نیاز تو
ملک عرب میں خوش، آباد ہے
ہر وقت محبوب کا انتظار رہتا ہے، اور دل برباد میں چاہت کا تیز دھکا ہوا ہے۔
میرے جناب اور دکھی دل کو محض انتظار عطا ہوا ہے۔
تمام رنج والم کٹھے ہو کر میرے دل پر چھائے ہوئے ہیں
میں سوختہ جان جوگن بن کر محبوب کی تلاش میں ہر طرف دیوانہ وار پھر رہی ہوں،
ہند، سندھ، پنجاب، مارنگ پھرتی ہوں۔کبھی ویرانے اور غیر آباد صحراؤں میں،
میں اس لیے پھرتی رہتی ہوں شاید کہیں کسی سبب سے دوست مل جائے
اگرچہ تیری محبت اور تلاش میں دربدر دھکے کھاتی ہوں، پھر بھی تیرے نام پر مفت بک چکی ہوں
اور تیری کنیزوں کی بھی کنیز ہوں، بلکہ تیرے دروازے کے کتوں کا بھی ادب کرتی ہوں
سبحان اللہ! اے میرے محبوب تمام دنیا سے حسین اور پیارے،
ملک حجاز کے سانولے سلونے "ہوت" دوست سبحان اللہ!
آ کر فرید کا غم کدہ دیکھ، جو روز اول سے تیرے انتظار میں ہے

☆☆☆☆

حمید الفت ملغانی

سرائیکی سے ترجمہ: سونا خان صادق

اُمّی

اُنؐ سے بڑھ کر کوئی عالم
اور نہ عاقل ہے کوئی
اُن کو علیم نے سارے
علم سکھائے
نکتے بھی سمجھائے
ایسے علم اور ایسے نکتے
کون پڑھائے
کون سکھائے
اسی لیے تو کوئی بھی مکتب
مولاؐ کے لائق ہی نہیں

سید حسن رضا گردیزی

کون و مکان کی تخلیق کا باعث اور تمام مخلوقات سے افضل و اعلیٰ
حضورِ اکرمؐ کی ذاتِ گرامی ہے
اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کے بعد ہر ایک سے بلند و بالا شان کی مالک ہے
حور و ملک اور جنات، جن کے نامِ مبارک کا ورد کرتے رہتے ہیں
پانچوں وقت فضائیں جن کے بارے میں شہادت دیتی ہیں
جن کے نام کی اذانیں سن کر شام کی شمعیں روشن ہوتی ہیں
جن کے نام سے صبح کے وقت دن کو روشنی ملتی ہے
ایک دن وہ پاک انسان کسی منزل کی طرف سرگرمِ سفر ہوئے
اور اُنؐ پر قربان جاؤں وہ راستے میں ایک درخت کے نیچے سو گئے
ایک کافر نے اُنؐ کو سوتا ہوا جان کر موقع کو غنیمت جانا
اور اتنا احمق تھا کہ وارثِ کون و مکان کو بے وارث سمجھا
اور حضورِ اکرمؐ کی ذاتِ پاک کے سینے پر تلوار کی نوک رکھ دی
ایسا کرنا تھا کہ خالقِ کائنات کی نظروں سے گر گیا،
اس لیے کہ اُس نے تکبر کے الفاظ کہے تھے
اور کہا کہ اے بلند بخت بتا کون تجھے اسیری سے نجات دلائے گا
کون اس تلوار کی دھار کا راستہ روکے گا اور تجھے بچائے گا
کہاں گئے تیرے نام پر صدقے ہو جانے والے تیرے رفیق و مددگار
اور اب اپنی مجبوری کا اظہار کر لو کہ اب وقت قریب آ گیا ہے
دین کے مالک حضورِ اکرمؐ خواب سے بیدار ہوئے اور کافر کو دیکھ کر ہنس پڑے
اندھے ذرے پر خورشیدِ درخشاں نے جب نگاہ ڈالی
اور کہا کہ نیم پاگل، موت اور زندگی تو پروردگار کے ہاتھ میں ہے

اور ایک وہی ذات ہے، جس کو تمام کبر و غرور اور بڑائی زیب دیتی ہے

اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آگ کے شعلوں میں سے دوست کو بچا لے

اور اگر مرضی ہو تو چیونٹیوں سے بازو مروا دیتا ہے

یہ بات سن کر، اس کافر کے ہاتھوں سے تلوار چھوٹ گئی

اور بولنے کی طاقت نہ رہی

وہ یوں کانپ رہا تھا جس طرح

صبح کو شبنم کا قطرہ سورج کو دیکھ کر کانپ رہا ہوتا ہے

اُس کافر کا یہ حال ہوا کہ وہ کلمہ پڑھتا اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا ورد کرتا ہوا

حضور اکرمؐ کی ذاتِ پاک کے قدموں میں آنسو بہاتا ہوا گر پڑا

☆☆☆☆

محمد اعظم خان چانڈیو

میرے نبیؐ کا جمال دیکھ کر چاند اور سورج شرمائیں

حور و ملائک صدقے جائیں پریاں واری جائیں

بدن مبارک آنحضرتؐ کا تھا عیبوں سے خالی

خالق نے سب سے پہلی تخلیق کی صورت سوہنے والی

☆☆☆☆

عبداللہ یزدانی

سرائیکی سے ترجمہ: حمزہ حسن شیخ

جب آپ کی یاد کا چاند طلوع ہوتا ہے تو میری پلکوں پر ستارے جگمگانے لگتے ہیں
اور جب میں آپؐ کے نام کا ورد کرتا ہوں تو میرے تمام دکھ درد دور ہو جاتے ہیں

کہاں عرش بریں، کہاں فرش زمیں اور کہاں قاب قوسین او ادنیٰ کی منزل
میرا پاک نبیؐ وہاں تک پہنچا ہے جہاں جبرائیل کو بھی جانے کی اجازت نہیں

سب لوگ جھولیاں بھر بھر واپس آتے ہیں، پتھر موتی بن کر لوٹتے ہیں
جو بھی آپؐ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے وہ خالی ہاتھ واپس نہیں جا سکتا

مولاؐ! اب مدینے سے میری جانب بھی کوئی ساون کا بادل بھیج
ایک مدت سے صبح تا شام یونہی تپتی دوپہروں میں گزار رہا ہوں

یزدانی میری طرف سے بھی اس پاک نبیؐ پر لاکھوں سلام اور درود ہوں
جن کے در پر جن، انس، ملک اور مرسل درود کی سوغات لے کر جاتے ہیں

☆☆☆☆

سرائیکی کلام و ترجمہ: ڈاکٹر گل عباس اعوان

چلا ہے اب تو ذرا ، دل کو بھی سنبھال کے چل
ان خشک آنکھوں کو اپنی، نمی میں ڈھال کے چل

ہے دل میں جو تیری خواہش، اسے بیاں کر دے
کسی امنگ کو بھی دل سے نہ تو، نکال کے چل

تیری سلامی کو آگئیں، یہ چاند، سب تارے
تو، خود کو پاک نبیؐ کے رنگوں میں ڈھال کے چل

یہ خاک ایسی، تجھے عرش تک بھی لے جائے
پیشانی ہو، یا کہ آنکھیں، اسی کو ڈال کے چل

گداگر بھی جو آئے، وہ شاہ بن جائے؟
عباسؔ سوچ میں اپنی فقیری ڈال کے چل

☆☆☆☆

ڈاکٹر سید قاسم جلالؔ

سرائیکی سے ترجمہ: ڈاکٹر گل عباس اعوان

ہے ہر نبی کے لب پہ بشارت حضورؐ کی
مانے ہے ہر رسول، رسالت حضورؐ کی

اُس کو ملی رضائے الٰہی، پہ ہر قدم
کی ہے ہمیشہ جس نے اطاعت حضورؐ کی

پتھر بھی کھا کے، منہ سے نہ نکلی ہے بد دعا
جگ میں ہے بے مثال شرافت حضورؐ کی

دن رات ہے جلالؔ کے ہونٹوں پہ یہ دعا
اللہ کرے نصیب، شفاعت حضورؐ کی

☆☆☆☆

امان اللہ کاظم

سرائیکی سے ترجمہ: ڈاکٹر گل عباس اعوان

جہان سارا ہوا منور، جو اب سراج المنیر آئے
فلک پہ حور و ملک ہیں گاتے، حبیبِ ربِ قدیر آئے

زمیں منور، زماں منور، مکاں مکاں، لامکاں منور
فلک سے انوارِ حق کی بارش، حضورؐ روشن ضمیر آئے

دیارِ بطحا کا ذرہ ذرہ، ہے چاند تاروں سے بڑھ کے روشن
چمن بنا رشکِ ماہتاب کے، جو نورِ حق کے سفیر آئے

ہبل ولات و منات مٹ گئے، اڑی ہے خاک یعوق و عزیٰ
مچی ہے زلزل صنم کدہ میں، مبشر آئے، بشیر آئے

ملے نہ تمثیل انبیاء میں نہ، جس کا ثانی رسول کوئی
مثال جس کی ملے نہ جگ میں وہی عدیم النظیر آئے

یہ کاظم ہے نعت خواں نبی کا، کوئی نہ ہرگز سوال پوچھے
خدائے برتر یہ حکم دے گا، لحد میں جب وہ نکیر آئے

☆☆☆☆

شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ

مجھے اللہ سے امید ہے کہ سید میری خبر گیری کریں گے
ہمارے محبوب سجدہ کر کے خدا کی منتیں کریں گے

مجھے اللہ سے امید ہے

امت کی خاطر احمدؐ وہاں شفاعت کی بھیک مانگیں گے

مجھے اللہ سے امید ہے

صور اسرافیل کی آواز آئے گی۔ سورج کی تپش سے آنکھیں اندھی ہو جائیں گی

مجھے اللہ سے امید ہے

مومنوں کا بھتاج ہو گا اور محمدؐ گوش ہوں گے

مجھے اللہ سے امید ہے

ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے سب داتا کی طرف بھاگیں گے

مجھے اللہ سے امید ہے

مولا انہیں عزت دے گا اور آپ امت کے گناہ بخشوائیں گے

مجھے اللہ سے امید ہے

☆☆☆☆

مخدوم غلام محمد بگائی

مجھ لاچار پر دستِ شفقت رکھیے، یا رسول اللہؐ

آپؐ کے سوا ہماری حمایت کرنے والا اور کون ہے،

اے سیدؐ! میرا حالِ زار تو آپؐ کو اچھی طرح معلوم ہے

میں اپنے حال کی کیا حکایت بیان کروں،

میں آپؐ کی خدمت کروں تو مجھے ہدایت نصیب ہو،

نہ میں نے عبادت کی، نہ فرض و نفل ادا کیے

تیری حمایت سے میں رحمت کی امید رکھتا ہوں،

غلام محمد کے دکھ درد دور ہوں اور اس کی خطائیں معاف ہوں

حشر کے دن مجھے اپنے دامانِ رحمت میں جگہ دیں اور میری شفاعت کریں

☆☆☆☆

احمد خان مدہوش

سندھی سے ترجمہ: مرید سندھی

خوش نصیبی کا ہوا سورج طلوع
حاجت مندوں کی چمکی ہے آرزو

اے بہار گلستاں وحدا
تیرے آنے کے جشن ہیں ہر سو

باغ سجے، گل کھلے، گلشن کھلے
ہو گئی معطر دنیا سو بہ سو

جن کے جلوؤں کی بدولت آج ہے
گلشن دنیا کو حاصل رنگ و بو

ہے تمنا کہ دم نکلتا رہے
تیرے مدہوش کا تیرے روبرو

☆☆☆☆

حاجی مراد خان چانڈیو

سندھی سے ترجمہ: فہیم شناس کاظمی

نعت (در مخمس)

الصلوٰۃ رب نے کہا تجھ کو رحیم
الصلوٰۃ اے نورِ مرسل اے حکیم
الصلوٰۃ اے صاحبِ خلقِ عظیم
الصلوٰۃ اے مخزنِ لطفِ کریم
الصلوٰۃ اے صاحبِ شق القمر
الصلوٰۃ اے بادشاہِ بحر و بر
السلام اے مزمل اے مدثر

الصلوٰۃ اے صاحبِ اُم الکتاب
الصلوٰۃ اے خو وحی، تیرا جواب
الصلوٰۃ اے شافعِ یوم الحساب
الصلوٰۃ اے سرورِ عالی جناب
السلام اے "انا اعطینٰک الکوثر"

الصلوٰۃ اے منبعِ جود و سخا
الصلوٰۃ اے مخزنِ فضل و عطا
الصلوٰۃ اے پیشوائے انبیا
الصلوٰۃ اے مقتدی الاولیا
السلام اے "اِن شانئک ھو الابتر"

الصلوٰۃ اے ہادیٔ ہر دو جہاں
الصلوٰۃ اے تاجورِ کون و مکاں
الصلوٰۃ اے در ترا دار الاماں
الصلوٰۃ اے خاتمِ پیغمبراں

السلام اے آمنہ کے پسرا

الصلوٰۃ اے رہبرِ روشن ضمیر
الصلوٰۃ اے بشیر و یا نذیر
الصلوٰۃ اے رُخ ترا بدرِ منیر
الصلوٰۃ اے تیرا پسینہ بھی عبیر

السلام عبداللہ ہے تیرا پدر

الصلوٰۃ اے عرب کے عربی امین
الصلوٰۃ اے رحمۃ اللعالمین
الصلوٰۃ اے پاک کی ساری زمیں
الصلوٰۃ اے پیشوائے مرسلین

السلام ہے فاطمہؓ کا تُو پدر

☆☆☆☆

دادن فقیر

سندھی سے ترجمہ: مرید سندھی

میری ہو جائے مدد رہبر مصطفےٰ
اے حبیب خدا خاتم الانبیا

ہے خاتون خیر النساء کا واسطہ
ہے حیدر شہ کربلا کا واسطہ
ہے عباس زین العبا کا واسطہ
مشکل کرو آساں میرے مشکل کشا

آپؐ جیسا نہ رہبر نہ پیغمبر کوئی
آپؐ جیسا نہ عالم نہ سرور کوئی
آپؐ جیسا نہ دیکھا بندہ پرور کوئی
جو تمہاری رضا وہ رب کی رضا

آپؐ یٰسیں طٰہٰ مزمل منیر
آپؐ واللیل و الشمس روشن ضمیر
آپؐ محبوب خدا کے ہیں بے نظیر
ہے نام آپؐ کا شہد سے میٹھا

☆☆☆☆

سندھی تخلیق و ترجمہ: سید مقبول حسین مقبول عابدی

دل قائدے میں ہے یہ نظر قائدے میں ہے
کر کے نبیؐ سے عشق بشر قائدے میں ہے

انعام ہے خدا کا یہ رحمت رسولؐ کی
عمرِ نبیؐ کا پاک سفر قائدے میں ہے

نورِ نبیؐ کے فیض سے دونوں میں روشنی
سورج ہے قائدے میں قمر قائدے میں ہے

محشر میں ہم کو ہوگی زیارت رسولؐ کی
مشکل ہے روزِ حشر مگر قائدے میں ہے

ہر رنج کا علاج ہے ہر درد کی دوا
عشقِ نبی میں دردِ جگر قائدے میں ہے

گذری ہے جو طوافِ مزارِ رسولؐ میں
وہ شام قائدے میں سحر قائدے میں ہے

نعتیں لکھے رسولؐ کی حمدیں کریم کی
مقبولؔ شاعری کا ہنر قائدے میں ہے

☆☆☆☆

محمد عرس گل

سندھی سے ترجمہ: فہیم شناس کاظمی

توئی سرتاج سبحانی محمدؐ یا رسول اللہ
بخش زعاب تیرانی محمدؐ یا رسول اللہ

اُمیدیں عرش والوں کی نظر تیری سخاوت کی
رحم کر نور رحمانی محمدؐ یا رسول اللہ

محبت میں تری مخمور ہیں لشکر فقیروں کے
گئی دیں سر کی قربانی محمدؐ یا رسول اللہ

توئی دریا عنایت کا محبت کا سخاوت کا
کہے کیا حال زندانی محمدؐ یا رسول اللہ

تمہارے سامنے ہر پل ہے میرا حال جو روشن
مرا ہر دکھ ہوا فانی محمدؐ یا رسول اللہ

ہوا دیدار دلبر کا یقیں آیا ہے پھر "گل" کو
نہیں دل کوئی ارمانی محمدؐ یا رسول اللہ

☆☆☆☆

مرزا فتح علی بیگ فتح

سندھی سے ترجمہ: فہیم شناس کاظمی

کس وجہ سے ہشیار ہیں رندانِ محمدؐ
پیتے ہیں فقط بادۂ عرفانِ محمدؐ

کیا نشہ ہے وحدت کے حبِ نبیؐ کا
پی کر ہوئے ذی ہوش یہ مستانِ محمدؐ

مقدور کہاں ہے کہ لکھوں نعتِ نبیؐ میں
خلاقِ محمدؐ ہے ثنا خوانِ محمدؐ

کونین کے بدلے نہ خریدوں کوئی سایہ
کافی ہے مجھے سایۂ دامانِ محمدؐ

شیدا کبھی رخ پر کبھی گیسو پہ تصدق
کیا دل کہ میں ہوں جان سے قربانِ محمدؐ

☆☆☆☆

کوجری تخلیق و ترجمہ: رانا غلام سرور

معاشرہ کی حالت بگڑ چکی تھی
ظلم و ستم کا دور دورہ تھا
لوگوں کی اصلاح کے لیے ایک مصلح کی ضرورت تھی
ہر طرف لوٹ کھسوٹ کا عالم تھا
غریب کا جینا دوبھر ہو چکا تھا
انسانوں نے اپنی عزت کو گروی رکھا ہوا تھا
برائیوں کو مٹانے کے لیے
رب کی رحمت جوش میں آئی
چار سو کفر کے اندھیرے پھیلے ہوئے تھے
آنکھوں کے ہوتے ہوئے لوگ اندھے تھے
ایسے میں جب ظلمت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی
شرافت کی ابدی قدروں کو ختم کر دیا گیا تھا
اُس وقت ایک ہادیؐ کی ضرورت تھی
توحید کے پیغام کو عام کرنا خاصا مشکل تھا
اپنی غرض کے بندوں کو سیدھے راستے پر لانا ضروری تھا
لوگوں کی ہدایت کے لیے رب نے اپنی رحمت کو عام کر دیا
فاران کی چوٹیوں سے نورِ محمدؐ کا ظہور ہوا
کریم آقا نے پسے طبقوں کو بالادستوں کے ہم پلہ کر دیا
انسانی قدروں کو عروج دیا
محبوبِ خداؐ نے معاشرتی ناانصافیوں کو ختم کر دیا
سب کو نیک عمل کی ترغیب دی
اس درسِ ہدایت کا مقصد لوگوں کو برائیوں سے دور کرنا تھا
اسے سرورِ ان تعلیمات کے سبب
عربی عجمی ہوں یا کالے گورے سب بھائی بن گئے

کوجری تخلیق ترجمہ رانا فضل حسین

احد کے تیغ شہیداں کی رسم وفا سے
پروڑی گوجراں راجوری میں بھی ایک شہید گلی ہے
اس رسم وفا کے سچے جذبے کو
بدر، اُحد، کربلا اور تمس کے معرکۂ حق و باطل میں
کوئی شکست نہیں دے سکا
معوذؓ اور معاذؓ نے اپنی شجاعت سے
ابوجہل کو واصل جہنم کر کے خود کو امر کر لیا ہے
ان معصوموں کے جذبۂ شہادت نے
بوجہلوں پر خوف طاری کر دیا ہے
فضل کے دل میں بھی حُبِ رسول مشعل کی مانند روشن ہے
اسی جذبے نے ہر ایک دل میں شوقِ شہادت کی
جوت جگائی ہے
اسلامی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے
یہ کوئی بھولنے والی بات نہیں
ماؤں بہنوں کی قربانیاں کسی سے کم نہیں
بدر و اُحد کے شہیدوں کی تقلید میں
پروڑی گوجراں کے نوخیز عمر چوٹی کے مقتل میں اترے
صدیوں بعد یہ معرکہ بھی ایک طرح سے
کربلا ہی کی تیج و تیغ کا تھا
پاک رسولؐ کے عاشق
بارگاہِ ایزدی سے اسی طرح کے شوقِ شہادت سے
ابدی زندگی کا اعزاز پاتے ہیں

☆☆☆☆

چوہدری شاہ محمد شہباز

گوجری سے ترجمہ: پروفیسر نازش صبا

نبی کریمؐ ہمارے شہر پناہ ہیں
آپؐ کی تعلیمات کو بھلانے کے سبب
ہم پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے ہوئے ہیں
ہم کشمیری آج کل مجبور ہیں
ظلمت کی آمد نے امت کو دکھیا کر دیا ہے
اور وقت کے ساحروں نے دبوچ لیا ہے
امت کی کشتی مصائب میں پھنسی ہوئی ہے
اغیار امت مسلمہ کے دشمن بن گئے ہیں
کوئی ساتھی نہیں
امیدوں کے سارے محل بیچارے چکناچور ہو گئے ہیں
پیارے آقاؐ امت کی بگڑی بنائیں گے
ہماری لاج رکھیں گے
آپؐ کی نظر عنایت سے رب کوئی نہ کوئی
سبب ضرور کرے گا۔

☆☆☆☆

منیر حسین چوہدری

گوجری سے ترجمہ: پروفیسر مہوش منیر

آپؐ کی شان سب سے اعلیٰ و ارفع ہے
کوئی بھی آپؐ کا ثانی نہیں
آپؐ بلاشبہ لاثانی ہیں کیونکہ
نہ کوئی آپؐ جیسا ہوا ہے نہ ہوگا
آپؐ نورِ ہدایت بن کر دنیا میں آئے
اسلام کی نورانی ہدایت سے کفر کے اندھیرے بھاگ گئے
آپؐ نے شرک کو مٹا کر دنیا میں نورانیت کو عام کر دیا
درسِ ہدایت سے گمراہوں کو سیدھے راستے پر لائے
بھائی چارے کا درس دے کر باہمی یگانگت کو فروغ دیا
پاک محمدؐ سرور پیارے آقا ہیں آپؐ خدا کی رحمت ہیں
لا الٰہ کے پیغام سے سب کو توحید کے راستے پر لائے
الا اللہ کا میٹھا نغمہ سب کو آ کر سنایا
کفر و شرک کے قفل ٹوٹنے سے بانگِ بلالیؓ چار سو گونجی
کفر اندھیرے سے دور ہونے سے ظلم کے سیاہ بادل چھٹ گئے
امیدوں کے چراغوں کی روشنی سے خود کو روشن کر رہا ہوں
منیرؔ کو بھی آپؐ کے سہارے کا سہارا ہے
کیونکہ حشر میں یہی سہارا میرا مددگار ہوگا

☆☆☆☆

احمد علی سائیں

حضورِ سرورؐ کا دستِ مبارک چوم کر اور اس پر بیعت کر کے

اصحابِ رسول جنت کے حق دار ہو گئے

حضورؐ کی زبان رفیع القاب چوم کر

حضرت علیؓ نے شہرِ علم کا دروازہ ہونے کا شرف حاصل کیا

حضورِ والا جناب کا قدمِ مبارک چوم کر

عرشِ معلیٰ کا رتبہ دوچند ہو گیا

کعبہ نے حضورؐ کی رکاب چوم کر

اے سائیں قابَ قوسین کی سیر کی

☆☆☆☆

ہشام کو تخلیق و ترجمہ: احمد حسین مجاہد

میرا کسی اور سے کوئی تعلق نہیں، میں تیرے در پہ آ کر بیٹھ گیا ہوں
میں نے ساری خدائی کو تج دیا ہے، میں تیرے در پہ آ کر بیٹھ گیا ہوں

میرے سر پر گناہوں کی گٹھڑی ہے، میں بجز خس و خاشاک راہ میں اور کچھ بھی نہیں
میں اپنی صفائی میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا بس میں تیرے در پہ آ کر بیٹھ گیا ہوں

تُو بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور میں ایک دنیادار کمینہ
دنیا میں تیرے در سے بڑی کوئی اور جگہ نہیں، میں تیرے در پہ آ کر بیٹھ گیا ہوں

یہ وہ مقام ہے جہاں میرا بولنا نہیں بنتا، نہ مجھے یہ پتہ ہے کہ میرا مدعا کیا ہے
میں نے آج تک کبھی تیرے حضور لب نہیں کھولے بس میں تیرے در پہ آ کر بیٹھ گیا ہوں

یہاں آ کر میں نے سکھ کا سانس لیا ہے، میں نے یہیں اپنا بوریا بچھا لیا ہے
مجھ سے تیری جدائی اب اور برداشت نہیں ہوتی تھی، میں تیرے در پہ آ کر بیٹھ گیا ہوں

میں نے اپنی تختی پہ کبھی کچھ لکھا ہے نہ لکھ کے مٹایا ہے، نہ میں نے کبھی اپنی کتاب کھول کے دیکھی ہے
میں نے تو بس درسِ عشق ہی لیا ہے، میں تیرے در پہ آ کر بیٹھ گیا ہوں

زندگی تیرے در سے دور، بے معنویت کے اندھیروں میں گزر رہی تھی
میں نے رو رو کے جب یہ نعت کمائی تو میں تیرے در پہ آ کر بیٹھ گیا ہوں

☆☆☆☆

ہند کو تخلیق و ترجمہ: ارشاد شاکر اعوان

حضورؐ کی بعثت کو مومنوں پر اپنا احسان فرما کر
اللہ تعالیٰ نے خود آپؐ کی شان بیان کر دی

اہل جہاں (سارے زمانے) جانتے ہیں قرآن میں
واضح طور پر لکھا ہے۔ انک لعلیٰ خلقٍ عظیم
آپؐ بلاشبہ بلند ترین اخلاق کے مالک ہیں

جس مالک الملک نے حضرت موسیٰ سے فرمایا تو نہیں دیکھ سکے گا مجھے۔
اُسی نے سندری میرے بندے کی آنکھ تک نہ جھپکی

معجزۂ شق القمر دیکھو، آسمان کی بلندیوں پر
آپؐ کی نبوت کا ثبوت لکھا گیا

جس نے بھی محمدؐ نام لکھا، اُس نے اُس
محبوب کی مدح لکھ ڈالی

انْ کُنتم تحبُّون اللہ فاتّبعونی یُحْبِبکُم اللہ
محبت ایمان ہے اور ایمان کی شرط اطاعت ہے اسی سے
انسان محبوبِ خدا بنتا ہے

دنیا کی ہر بزرگ شخصیت اور اللہ والوں (ولیوں، قطبوں، غوثوں) نے
حضرت حسان کی نعت کو حقیقی نعت تسلیم کیا

سبحان اللہ شاکر اعوان نے بھی خوب
نعت کہی صلِ علیٰ صلِ علیٰ

☆☆☆☆

پروفیسر بشیر احمد سوز
ہندکو سے ترجمہ: نوشین اختر

تیری ذات سے نُور وہ پھوٹا، سارے جگ اُجالے
یوں لگتا ہے، چاند اور سورج تیرے خاص حوالے

کون ہے ایسا جو کہ سمندر کو خالی کر پائے
سیرت پہ تفسیریں لکھیں، لکھے لاکھ مقالے

تیرے حُسن سے نُور وہ پھوٹا فرش و عرش سب چمکے
تیری ذات کے چار بشیر سے مہر و مہ کے ہالے

کیا غاروں کے اندھیرے ہیں اور کیا نورانی چہرے
یارِ غار بھی ساتھ ہیں جیسے مکڑی نے تانے جالے

چوم چوم کے خاک اُس در کی آنکھوں سے ہے لگائی
کیسی قسمت مولا اُن کی، کیسے بختوں والے

☆☆☆☆

سلطانِ سکون

ہندکو سے ترجمہ: انجم جاوید

جب عرب کا چاند طلوع ہوا، عالم میں نور ظہور ہوا
جب عرب کے باغ کا پھول کھلا، جگ خوشبو سے مخمور ہوا

پھر ایواں لرزے باطل کے، مسمار وہ کفر کے محل ہوئے
جب پرچم پیار کے لہرائے، سب کفر اندھیرا دور ہوا

میں قرباں روضے کی جالی پر، روضے کی شان نرالی ہے
اس نام پہ، میں مٹ جاؤں گا، جب عشق مرا منظور ہوا

قرباں اُس خلقِ عظیم پہ ہوں، آقا کی طبع سلیم پہ ہوں
وہ جن کے حسن سلوکوں سے، ہر غمگیں دل مسرور ہوا

کیا حال سکون کی راتوں کا، اشکوں کی جھڑی برساتوں کا
یہ اثر درودوں نعتوں کا، ہر دکھ صدمہ کافور ہوا

☆☆☆☆

شائع ہو گیا ہے
Encyclopedia
World Literature
انسائیکلوپیڈیا
ادبیات عالم
(دنیا اور پاکستان)
اکادمی ادبیات پاکستان